وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

صَحِيحُ البُخَارِي

مؤلّفہ

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

ترجمہ و شرح

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ

تحقیق و تفحص

جناب شبیر احمد صاحب ثاقب

صدر شعبہ حدیث جامعہ احمدیہ ربوہ

جلد ششم

نام کتاب : صحیح البخاری جلد ششم
ترجمہ وتشریح : حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ
ایڈیشن اوّل : 2010 ربوہ، پاکستان
ایڈیشن اوّل انڈیا : قادیان 2012
تعداد : 1000
ناشر : نظارت نشر واشاعت صدر انجمن احمدیہ قادیان
ضلع گورداسپور، پنجاب 143516
مطبع : فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان

ISBN : 978-81-7912-173-9

Name of Book: SAHIH-AL-BUKHARI VOL.6
Translation and interpretation : Hazrat Syed Zainul Aabedeen
Waliullah Shah (R.A)
First Edition : 2010 Rabwah,Pakistan
First Edition India: 2012 Qadian
Quantity : 1000
Publisher : Nazarat Nashr-o-Isha'at Sadr Anjuman Ahmadiyya Qadian
Distt: Gurdaspur, Punjab 143516
Printer : Fazl-e-Umar Printing Press Qadian

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

احادیث کی کتب میں صحیح البخاری کو سب سے اعلیٰ مقام اور مقبولیت حاصل ہے۔ بانی جماعت احمدیہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''قرآن شریف کی اور احادیث کی جو پیغمبر خدا سے ثابت ہیں اتباع کریں۔ضعیف سے ضعیف حدیث بھی بشرطیکہ وہ قرآن شریف کے مخالف نہ ہو ہم واجب العمل سمجھتے ہیں اور بخاری اور مسلم کو بعد کتاب اللّٰہ اصحّ الکتب مانتے ہیں۔''

﴿ملفوظات جلد 4 صفحہ 108-107﴾

اس زمانہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر قرآن مجید اور احادیث شریف کا جو نور دنیا کے سامنے پیش فرمایا ہے وہ عدیم المثال ہے۔آپ علیہ السلام کے روحانی فیوض و برکات سے فیضیاب ہو کر آپؑ کی تفاسیر کی روشنی میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحیح بخاری کا ترجمہ وتشریح کرتے ہوئے ایسے نکات ودقائق بیان فرمائے ہیں جو دیگر مترجمین کے تراجم میں ہمیں نہیں ملتے۔

بخاری شریف کے تراجم پہلی بار نظارت اشاعت ربوہ نے شائع کئے ہیں جسے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت ومنظوری سے نظارت نشر واشاعت قادیان شائع کر رہی ہے۔قبل ازیں نظارت ہذا کی طرف سے پانچ جلدیں چھپ چکی ہیں۔اب اس کی چھٹی جلد شائع کی جا رہی ہے۔الحمد للہ علی ذلک

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جن احباب نے بخاری شریف کے ترجمہ اور اس کی اشاعت کے سلسلہ میں مختلف خدمات سرانجام دی ہیں ان کو اجر عظیم سے نوازے نیز اس اشاعت کو نافع الناس بنائے اور پڑھنے والوں کے علم و فراصت میں اضافہ کا موجب بنائے اور ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خاکسار

حافظ مخدوم شریف

ناظر نشر و اشاعت قادیان

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

الحمدللہ ثم الحمدللہ بخاری ترجمہ وشرح حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ رضی اللہ عنہ کی چھٹی جلد طبع ہوگئی ہے۔ یہ جلد کِتَابُ بَدْءِ الْخَلْق اور کِتَابُ أَحَادِيْثِ الْأَنْبِيَاء پر مشتمل ہے۔ امام بخاریؒ نے مخلوق کی پیدائش سے آغاز کر کے فرشتوں اور انبیاء کا ذکر کیا ہے۔ امام بخاری کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان ابواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام وشان کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔ فقہ البخاری فی تراجمہ یعنی بخاری کے ابواب کا تفقہ اور علم بخاری پڑھنے والوں سے مخفی نہیں۔ بخاری کے ابواب کے قیام میں امام بخاری کے علم لدنی، قرآنِ کریم کے گہرے عرفان اور علم حدیث کی بصیرت اظہر من الشمس ہے۔ امام بخاری احادیث رسولؐ کو قرآنِ کریم کے تابع رکھنے کا جابجا التزام کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جو وحیٔ الٰہی کی روشنی میں آپؐ کے لبوں سے جاری ہوئے وہ اس حوضِ کوثر کا فیض ہے جو زمان ومکان کی حدود سے بالا ہے۔ یہ وہ شجرۂ طیبہ ہے جو ہمیشہ تروتازہ اور سدا بہار رہتا ہے۔ اس کی جڑیں محبت الٰہی میں پیوست اور شاخیں آسمانِ روحانی سے ہم کلام ہیں۔ آپؐ ہی وہ خضرِ راہ ہیں جس کی ہدایت و روشنی کبھی ماند نہیں پڑتی۔

امام بخاری نے اس حصہ میں ابواب کے عناوین کے انتخاب اور حسن ترتیب سے اس گلستان کی جس طرح سیر کرائی ہے اس کی خوشبو اور لطافت کو وہی پا سکتا ہے جو خود اس بوستان کی سیر کے خوشگوار تجربہ سے گذرے۔ مجھے امید ہے کہ اس حصہ کا ترجمہ وشرح پڑھنے والوں کے دِل سے حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ کے لیے بھی بے اختیار دعائیں نکلیں گی جنہوں نے قرآنِ کریم اور حدیث کے ان معارف کو نہایت لیاقت، خوبی، حسن بیان اور حسن ادا سے اس طرح احاطہ تحریر کیا ہے کہ قاری محبت الٰہی اور عشق رسولؐ کی حلاوت پاتا ہے۔ فجزاھما اللّٰہ احسن الجزاء۔

خاکسار اپنی ٹیم کے ممبران مکرم سید عطاء اللہ مجیب صاحب متخصص فی الحدیث اور مکرم جاوید اقبال یوسف صاحب مربی سلسلہ اور ابتدائی کمپوزنگ کرنے والے مکرم کلیم احمد صاحب طاہر مربی سلسلہ کا تہہ دل سے ممنون ہے۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء۔

والسلام
خاکسار
شبیر احمد ثاقب
صدر شعبہ حدیث جامعہ احمدیہ ربوہ
21 نومبر 2010ء

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فہرست

٥٩- كِتَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ

٦٠-كِتَابُ أَحَادِيثِ الْأَنْبِيَاءِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۵۹- كِتَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ

بَاب ۱ : مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللهِ تَعَالَىٰ

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ (الروم:۲۸)

اللہ تعالیٰ نے (سورۂ روم میں) جو فرمایا ہے: وہ وہی خدا ہے جو پیدائش کو شروع کرتا ہے اور پھر اس کو بار بار دُہراتا ہے اور یہ اس پر بہت آسان ہے (یہ باب اس کی تفسیر کے بارے میں ہے)

قَالَ الرَّبِيْعُ بْنُ خُثَيْمٍ وَالْحَسَنُ كُلٌّ عَلَيْهِ هَيِّنٌ. هَيْنٌ وَهَيِّنٌ مِثْلُ لَيْنٍ وَلَيِّنٍ وَمَيْتٍ وَمَيِّتٍ وَضَيْقٍ وَضَيِّقٍ اَفَعَيِيْنَا (ق:١٦) أَفَأَعْيَا عَلَيْنَا حِيْنَ أَنْشَأَكُمْ وَأَنْشَأَ خَلْقَكُمْ. لُغُوْبٍ (ق:۳۹) النَّصَبُ. اَطْوَارًا (نوح:۱۵) طَوْرًا كَذَا وَطَوْرًا كَذَا. عَدَا طَوْرَهُ أَيْ قَدْرَهُ.

ربیع بن خثیم اور حسن (بصری) نے کہا: اللہ پر ہر بات آسان ہے۔ هَيْنٌ اور هَيِّنٌ ، لَيْنٌ اور لَيِّنٌ اور مَيْتٌ اور مَيِّتٌ اور ضَيْقٌ اور ضَيِّقٌ کی طرح ہے اور (سورۂ ق میں آیا ہے:) أَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ تو اس کے معنی یہ ہیں جب ہم نے تم کو پہلے پہل پیدا کیا تو کیا اس بات نے ہم کو تھکا دیا۔ (اسی طرح آتا ہے: وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ اور ہم بالکل نہیں تھکے۔ اس آیت میں) لُغُوْبٍ کے لفظ کے معنی تھکان کے ہیں۔ (سورۂ نوح میں فرمایا: خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا) أَطْوَارًا کے معنی ہیں: کبھی اس حالت میں کبھی اس حالت میں۔ کہتے ہیں: عَدَا طَوْرَهُ کہ وہ اپنی اس حد سے آگے بڑھ گیا جو اس کے لئے مقرر کی گئی تھی۔

۳۱۹۰: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ عَنْ عِمْرَانَ

۳۱۹۰: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے جامع بن شداد سے، جامع نے صفوان بن محرز سے، صفوان نے

ابْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ نَفَرٌ مِنْ بَنِي تَمِيْمٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا بَنِي تَمِيْمٍ أَبْشِرُوْا فَقَالُوْا بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ فَجَاءَهُ أَهْلُ الْيَمَنِ فَقَالَ يَا أَهْلَ الْيَمَنِ اقْبَلُوْا الْبُشْرَى إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُو تَمِيْمٍ قَالُوْا قَبِلْنَا فَأَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ بَدْءَ الْخَلْقِ وَالْعَرْشِ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا عِمْرَانُ رَاحِلَتُكَ تَفَلَّتَتْ لَيْتَنِي لَمْ أَقُمْ.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنی تمیم کے کچھ لوگ آئے تو آپؐ نے فرمایا: اے بنی تمیم! تمہیں بشارت ہو۔ انہوں نے کہا: آپؐ نے ہمیں بشارت دی ہے تو ہمیں کچھ دیں بھی۔ یہ سن کر آپؐ کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ پھر آپؐ کے پاس یمن کے لوگ آئے۔ آپؐ نے فرمایا: یمن والو! یہ بشارت قبول کرو۔ جبکہ بنوتمیم نے اس کو قبول نہیں کیا۔ انہوں نے کہا: ہم نے قبول کیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے پیدائش اور عرش کے متعلق باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا: اے عمران! تمہاری اونٹنی نکل بھاگی ہے (اور میں مجبوراً آنحضرت ﷺ کی مجلس سے اُٹھ بیٹھا) کاش کہ میں نہ اُٹھتا (اور حضور کی باتیں سنتا رہتا۔)

اطرافه: ٣١٩١، ٤٣٦٥، ٤٣٨٦، ٧٤١٨.

٣١٩١: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا جَامِعُ بْنُ شَدَّادٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقَلْتُ نَاقَتِي بِالْبَابِ فَأَتَاهُ نَاسٌ مِنْ بَنِي تَمِيْمٍ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرَى يَا بَنِي تَمِيْمٍ قَالُوا قَدْ بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا مَرَّتَيْنِ

٣١٩١: عمر بن حفص بن غیاث نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) اعمش نے ہم سے بیان کیا کہ جامع بن شداد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے صفوان بن محرز سے روایت کی کہ انہوں نے ان کو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے بتایا، کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر گیا اور اپنی اونٹنی دروازے پر باندھ دی۔ بنی تمیم کے کچھ لوگ آپؐ کے پاس آئے۔ آپؐ نے فرمایا: بنی تمیم اس بشارت کو قبول کرلو۔ انہوں نے کہا:

ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهِ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرَى يَا أَهْلَ الْيَمَنِ أَنْ لَّمْ يَقْبَلْهَا بَنُو تَمِيْمٍ قَالُوْا قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالُوْا جِئْنَا نَسْأَلُكَ عَنْ هَذَا الْأَمْرِ قَالَ كَانَ اللهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ وَخَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فَنَادَى مُنَادٍ ذَهَبَتْ نَاقَتُكَ يَا ابْنَ الْحُصَيْنِ فَانْطَلَقْتُ فَإِذَا هِيَ يَقْطَعُ دُوْنَهَا السَّرَابُ فَوَاللهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ تَرَكْتُهَا.

آپؐ نے ہمیں بشارت تو دے دی ہے ہمیں کچھ دیجئے بھی۔ دو دفعہ انہوں نے کہا۔ پھر اس کے بعد آپؐ کے پاس اہل یمن میں سے کچھ لوگ آئے۔ آپؐ نے فرمایا: یمن والو! اس خوشخبری کو قبول کرو۔ جبکہ بنوتمیم نے اسے قبول نہیں کیا۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم قبول کر چکے ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم (آپؐ کے پاس) اس امر (پیدائش) کے متعلق پوچھنے آئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: پہلے اللہ ہی تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا اور قرآنِ مجید میں اس نے ہر بات لکھ دی ہے اور اس نے ان بلندیوں کو اور اس زمین کو پیدا کیا۔ اتنے میں ایک پکارنے والے نے آواز دی۔ حصین کے بیٹے! تمہاری اونٹنی چلی گئی ہے۔ یہ سن کر میں چل دیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اتنی دور نکل گئی ہے کہ اس کے اس طرف سراب لہریں مار رہا ہے۔ اللہ کی قسم میں نے آرزو کی کہ میں اس کو چھوڑ دیتا۔

اطرافہُ: ٣١٩٠، ٤٣٦٥، ٤٣٨٦، ٧٤١٨.

٣١٩٢: وَرَوَى عِيْسَى عَنْ رَقَبَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَأَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ

٣١٩٢: اور عیسیٰ (بن موسیٰ) نے رقبہ سے، رقبہ نے قیس بن مسلم سے، قیس نے طارق بن شہاب سے روایت کرتے ہوئے بتایا۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان منبر پر کھڑے ہوئے اور آپؐ نے ابتدائے پیدائش کے متعلق ہم سے بیان کیا اور اس وقت تک کی حالت بیان کی جبکہ جنت والے اپنے ٹھکانوں میں اور دوزخ والے اپنے ٹھکانوں میں

ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ.

داخل ہوگئے۔ جس نے اس کو یاد رکھا یاد رکھا اور جو اس کو بھول گیا بھول گیا۔

٣١٩٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ أَبِي أَحْمَدَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللهُ تَعَالٰى يَشْتِمُنِي ابْنُ آدَمَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَّشْتِمَنِي وَيُكَذِّبُنِي وَمَا يَنْبَغِي لَهُ أَمَّا شَتْمُهُ فَقَوْلُهُ إِنَّ لِي وَلَدًا وَأَمَّا تَكْذِيْبُهُ فَقَوْلُهُ لَيْسَ يُعِيْدُنِي كَمَا بَدَأَنِي.

أطرافه: ٤٩٧٤، ٤٩٧٥.

۳۱۹۳: عبداللہ بن ابی شیبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابواحمد سے، ابواحمد نے سفیان (ثوری) سے، سفیان نے ابوالزناد سے، ابوالزناد نے (عبدالرحمٰن) اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے (تعجب ہے کہ) ابن آدم نے مجھے گالیاں دیں اور اسے نہیں چاہیے کہ وہ مجھے گالیاں دے اور اس نے مجھے جھٹلایا اور اسے یہ شایانِ شان نہیں تھا۔ اس کا گالی دینا جو ہے تو وہ اس کا یہ کہنا ہے کہ میری اولاد ہے اور اس کا جھٹلانا جو ہے تو اس کا یہ کہنا ہے کہ جس طرح اللہ نے مجھے پہلے پیدا کیا، اَب وہ پھر مجھے دوبارہ نہیں پیدا کرے گا۔

٣١٩٤: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقُرَشِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَضَى اللهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابِهِ فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ إِنَّ رَحْمَتِي غَلَبَتْ غَضَبِي.

اطرافه: ٧٤٠٤، ٧٤١٢، ٧٤٥٣، ٧٥٥٣، ٧٥٥٤.

۳۱۹۴: قُتَیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ مغیرہ بن عبدالرحمٰن قُرَشی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالزناد سے، ابوالزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ مخلوقات پیدا کر چکا تو اس نے اپنی کتاب میں جو کہ اس کے پاس عرش پر ہے یہ لکھا: میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

تشریح: وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ: كِتَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ یعنی پیدائش مخلوقات کی ابتداء سے متعلق کتاب۔ باب ا کی آیات محولہ اصل بنیاد قرار دی گئی ہیں۔ صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں تمہید باب ا سے شروع کی گئی ہے۔ امام ابن حجرؒ نے اپنی شرح میں ایسا ہی نسخہ مدنظر رکھا ہے جس میں ایک باب زیادہ ہے۔ اس کتاب میں سترہ باب اور ایک سو ساٹھ مرفوع حدیثیں ہیں۔ ان میں سے ۹۳ روایتیں مکرر ہیں مگر الگ سندوں سے۔ پانچ ابواب کا عنوان قرآنِ مجید کی آیات سے باندھ کر ان کے مضمون کی مناسبت سے احادیث وحوالہ جات منقول ہیں۔ تقسیم ابواب میں مندرجہ ذیل ترتیب ملحوظ ہے:

اوّل خالق کائنات کی قدرتِ خلق، دوم زمین وآسمان کی پیدائش، سوم سیارگان، چہارم سورج وچاند، پنجم ہوائیں، ششم ملائکہ، ہفتم جنت ونار، ہشتم ابلیس وجنات، نہم زمینی ہر جاندار مخلوق جس کا ذکر قرآن وحدیث میں وارد ہوا ہے۔ اس ترتیب سے نیز عنوانِ باب کی لفظی بندش مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَأُ الْخَلْقَ، مَا جَاءَ فِي سَبْعِ أَرَضِيْنَ اور فِي النُّجُوْمِ سے ظاہر ہے کہ اس کتاب میں پیدائش کائنات سے متعلق جو ذکر صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے، اسے محفوظ کیا گیا ہے اور پہلے باب میں سورۂ روم کی مندرجہ ذیل آیت کا حوالہ دیا گیا ہے: وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَیْهِ ط وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ (الروم:۲۸) اور وہ وہی خالق ہے جو مخلوق کی ابتداء کرتا ہے اور پھر اسے بار بار دُہراتا ہے اور یہ اس کے لئے بڑا آسان ہے اور اس پیدائش کے اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں اور وہ (خالق) عزیز اور حکیم ہے۔ یہ آیت زمین وآسمان کی پیدائش اور انواع واقسام مخلوقات کے ذکر میں ہے اور جامع آیت ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ سلسلہ پیدائش کا اعادہ ایک حالت سے دوسری حالت میں ہمیشہ ہوتا رہتا ہے اور اس پیدائش کی غرض وغایت پختہ کاری ہے اور اس کی خلق کا حسن پیدائش کی صورت وحالت بدلنے کے ساتھ ساتھ نمایاں سے نمایاں ہوتا جاتا ہے اور اس کے اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے زمین وآسمان میں موجود ہیں۔ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ - عَزِیْز کے معنی ہیں غالب اور حَكِیْم کے معنی ہیں پختہ طور پر بنانے والا۔ یعنی وہ ذات جس کے کام میں غرض وغایت اور اعلیٰ درجہ کی پختگی ومضبوطی اور حسن پایا جاتا ہو۔ دونوں صفتیں فَعِیْل کے وزن پر ہیں اور فَعِیْل کا وزن صفت کے انتہائی درجہ پر دلالت کرتا ہے۔ اسی آیت سے متعلق عنوانِ باب ہی میں ربیع بن خثیمؒ اور حسن بصریؒ کے حوالے سے بعض الفاظ کی تشریح کی گئی ہے۔ دونوں اکابر علماء میں سے ہیں۔ اوّل الذکر کوفہ کے مشہور عالم ہیں۔ أَهْوَنُ اگرچہ اَفْعَلُ التَّفْضِیْل کا صیغہ ہے۔ مگر اس سے ایک پیدائش کا دوسری پیدائش سے آسان تر ہونے کا مفہوم بیان کرنا مراد نہیں بلکہ صیغہ اَفْعَلُ التَّفْضِیْل کبھی کسی امر کے انتہائی صورت پر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جسے اَللّٰهُ أَكْبَرُ میں صفت أَكْبَرُ جو أَفْعَلُ کے وزن پر اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ صفت کبریائی کی انتہاء مقصود ہے۔ آیت وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَیْهِ سے یہ مراد نہیں کہ اعادۂ خلق اس کی ابتداء سے زیادہ آسان ہے۔ بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ دونوں باتیں ابتدائے خلق اور اعادۂ خلق خالق کے لئے بڑے ہی آسان ہیں۔ امام ابن حجرؒ نے اس کی وضاحت کے لئے شعر لَعَمْرُكَ مَا أَدْرِي وَإِنِّي لَأَوْجَلُ کا حوالہ دیا ہے۔ جہاں أفعل صیغہ تفضیل وَجِلٌ کے معنوں

میں وارد ہوا ہے۔شعر کا مطلب یہ ہے کہ تیری زندگی کی قسم میں نہیں جانتا اور مجھے بڑا خدشہ ہے۔اس شعر میں أَوْجَلُ وَجِلٌ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔(فتح الباری جزء٦ صفحہ٣٤٤) اسی طرح آیت مذکورہ میں أَهْوَنُ بمعنی هَيْنٌ اور هَيِّنٌ ہے۔یعنی بہت آسان۔سورۂ ق کی آیت أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ کا حوالہ بھی اسی مفہوم کی تائید میں پیش کیا گیا ہے اور اس آیت سے عزیز وحکیم کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ ہر حلقہ پیدائش اپنی نوعیت وصورت میں محکم ہے اور اپنی غرض کو بہتر سے بہتر شکل میں پورا کرنے والا ہے۔سورۂ ق کی محولہ بالا آیت یہ ہے: وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوبٍ ○ (ق: ٣٩) اور یقیناً ہم آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ وقتوں میں پیدا کر چکے ہیں اور ہمیں ان کی پیدائش سے کوئی تکان لاحق نہیں ہوئی۔سلسلہ پیدائش بہتر سے بہتر صورت میں قائم ودائم ہے اور اپنی غرض وغایت پوری کررہا ہے۔اسی مفہوم کے تعلق میں بطور مزید تائید کے لفظ اَطْوَار سے سورۂ نوح کی ان آیات کا حوالہ دیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا○ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا○ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا○ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا○ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ○ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ○ (نوح: ١٤تا١٩) تمہیں کیا ہے کہ تم وقارِ الٰہی کا پاس نہیں رکھتے۔بحالیکہ اس نے تمہیں طرح طرح کے تغیرات سے پیدا کیا ہے۔کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات بلندیاں پیدا کی ہیں۔جو ایک دوسرے سے مطابقت رکھنے والی ہیں اور ان میں چاند کو نور کا ذریعہ بنایا ہے اور سورج کو ایک دیے کی حیثیت میں اور اللہ نے زمین سے تمہاری نشوونما کی۔پھر اسی میں تمہیں لوٹائے گا اور تم کو اسی سے نکالے گا۔

لفظ اَطْوَارًا جو یہاں وارد ہوا ہے اس کے معنی طَوْرًا كَذَا وَطَوْرًا كَذَا کئے گئے ہیں۔یعنی کبھی اس حالت میں اور کبھی اس حالت میں۔ طَوْر کے معنی ہوتے ہیں حالت۔ابن ابی حاتم اور طبری وغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ سے آیت مذکورہ کا یہی مفہوم نقل کیا ہے کہ تمہیں ایک حالت سے دوسری حالت میں پیدا کیا ہے۔یعنی نطفہ سے علقہ۔علقہ سے مضغہ- وعلٰی هَذَا القياس۔(فتح الباری جزء٦ صفحہ٣٤٥) اس صورت میں پیدائش کی مزید تشریح کے لئے دیکھئے: ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم-روحانی خزائن جلد٢١ صفحہ٢١٦، ٢١٧-جہاں آیت ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ○ (المؤمنون: ١٥) {پھر ہم نے اسے ایک نئی خِلقت کی صورت میں پروان چڑھایا۔پس ایک وہی اللہ برکت والا ثابت ہوا جو سب تخلیق کرنے والوں سے بہتر ہے۔} کی تفسیر بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ کس طرح سلسلہ پیدائش ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف منتقل ہوتا ہے۔جسمانی وروحانی دونوں قسم کی پیدائش کی ارتقائی صورت کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے سورۂ نوح کی آیات کا حوالہ دیا گیا ہے۔ان آیات میں جو اَطْوَارًا کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کے دو معنے بتائے گئے ہیں۔ایک معنی حالت تغیر کے اور دوسرے معنی اندازہ کے۔کہتے ہیں عَدَا طَوْرَهُ اپنے اندازے سے آگے نکل گیا۔ان معنوں کی رو سے مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ○ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ○ کے یہ معنی ہیں تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی عظمت کا تمہیں پاس نہیں بحالیکہ اس نے تمہیں مختلف حالتوں اور اَندازوں میں پیدا کیا ہے۔

دوسرے باب کاعنوان مَا جَاءَ فِي سَبْعِ اَرَضِيْنَ ہے۔اس کے تحت متعدد آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ان میں سے پہلی آیت میں سات آسمانوں اور سات زمینوں کی پیدائش کا ذکر ہے اور اس آیت سے سات زمینوں کا استنباط کیا گیا ہے۔ باقی آیات وہ ہیں جن میں زمین سے متعلق بعض خصوصیات مذکور ہیں جن کی تفصیل ابھی بیان کی جائے گی۔

تیسرے باب کاعنوان فِي النُّجُوْمِ سے قائم کر کے ایسی آیات کی شرح کی گئی ہے جن میں سات آسمانوں اور ان کی وسعت اور خصوصیت کا ذکر ہے۔پیشتر اس کے کہ ان ابواب کی مندرجہ روایات کا مضمون بیان کیا جائے، خلق السموات کی شرح حسب آیات محولہ بالا پہلے بیان کرنا مناسب ہے۔

سَمَاءٌ عربی زبان میں مطلق بلندی کو کہتے ہیں۔ یہ نام معانی کی رو سے آسمان کے لفظ سے بالکل مختلف ہے۔ آسمان فارسی نام ہے جس کے معنی ہیں چکی کی مانند۔ یہ نام یونانی علم ہیئت کے اس تصور کی ترجمانی کرتا ہے جو آسمان کو ٹھوس وجود خیال کر کے چکی کی مانند چکر کھانے والا خیال کرتا تھا اور یہی قدیم خیال دیر تک ایرانیوں اور ہندوستانیوں وغیرہ اقوام کے ذہنوں پر غالب رہا اور اس خیال کے مطابق ان کی لغت میں نام وضع کئے گئے تھے۔لیکن عربی لغت اس تصور سے محفوظ رہی ہے اور فضائے عالم بالا کا نام سَمَاء رکھا گیا۔جو سُمُوٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی بلندی کے ہیں۔سات بلندیوں کا تصور جو قرآنِ مجید نے بیان کیا ہے وہ بہت ہی وسیع ہے۔فضائے بالا کو سات بلندیاں قرار دے کر ان میں سب سے نچلی اور قریب تر بلندی (یعنی السَّمَاءَ الدُّنْيَا) سے متعلق فرماتا ہے: وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُومًا لِلشَّيٰطِيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ○ (الملک: ٦) کہ اس قریب ترین بلندی کو ہم نے چراغوں سے مزین کیا ہے اور اسے شیطانوں کے لئے پتھراؤ کا سبب بنایا ہے اور ان کے لئے جلنے کی سزا مقرر کر دی ہے۔ شہب ثاقبہ ہر لحہ کروڑوں کی تعداد میں فضائے دنیا سے گرتے اور زمینی زہریلے مواد کو راکھ بناتے ہیں اور فضائے زمین کو انسانی زندگی کے لئے قابل زیست بناتے رہتے ہیں۔ شیطان کا لفظ ہر موذی اور مضر شئے پر اطلاق پاتا ہے۔جس طرح مادی طور پر یہ سلسلہ جاری ہے۔اسی طرح انسانی روح کو شیاطین سے محفوظ رکھنے کے لئے انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کے وجود جو روحانی طور پر شہب ثاقب ہوتے ہیں دنیا میں آتے رہتے ہیں۔ یہ مفہوم ہے مذکورہ بالا آیات کا۔ مادی اور روحانی دونوں سلسلے آپس میں مطابقت رکھتے ہیں۔ چنانچہ مابعد کی آیات میں انبیاء کی بعثت کا ذکر ہے۔ یہاں سورۂ ملک کی آیت کے حوالے سے صرف یہ بتانا مقصود معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید نے سات بلندیوں میں سے سماء الدنیا وہ بلندی قرار دی ہے جو ستاروں سے جگمگا رہی ہے۔باقی بلندیوں کی وسعت کا اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے۔

سورۂ نوح کی محولہ بالا آیت اور سورۂ ملک کی مذکورہ بالا آیات میں سات بلندیوں کا وصف طِبَاقًا بیان کیا گیا ہے کہ اوپر تلے ایک دوسرے کے ساتھ کامل مطابقت رکھنے والے ہیں۔یعنی اس رحمانی خلق میں کوئی اختلاف نہیں۔ ان میں ایک دوسرے سے پوری پوری موافقت ہے۔ بار بار نظر اِدھر اُدھر ڈالو کہیں بھی رخنہ نظر نہیں آتا۔یعنی نظامِ خلق ہر جہت سے مکمل ہے۔

پہلے باب میں پانچ روایتیں ہیں۔ روایت نمبر ۳۱۹۰، ۳۱۹۱ کیلئے دیکھئے کتاب المغازی، باب وفد بنی تمیم۔ یہ بھی اختصار سے مروی ہے۔ وفد بنی تمیم کے علاوہ بنو حِمْیَر کا وفد بھی مدینہ میں آیا تھا جس کے سردار حضرت نافع بن زیدؓ تھے، ان کے ساتھ اہل حمیر کے اور شرفاء بھی تھے۔ وفد بنی تمیم میں حضرت عطارد بن حاجب دارمیؓ، حضرت اقرع بن حابس دارمیؓ، حضرت زبرقان بن بدر سعدیؓ، حضرت قیس بن عاصم منقریؓ وغیرہ تھے۔
(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، قدوم وفد بنی تمیم، جزء۲ صفحہ ۵۶۰)

حضرت نافع بن زید رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا کہ یہ عالم موجود نہیں تھا۔ ذات باری تعالیٰ تھی جس نے ہر شئے پیدا کی۔ كَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ سے یہ مراد نہیں کہ پانی پہلے سے موجود تھا۔ یہ تصریح ہے: وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس تعلق میں کتاب التوحید، باب وکان عرشه على الماء بھی دیکھئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا مروی ہے: أَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ ☆ اپنی تجلی سے جس کا نام عرش ہے پانی پیدا کیا اور عرش وہ مقام تنزیہہ ہے جہاں صفاتِ الٰہیہ کامل تجلی سے جلوہ گر ہیں۔ عرش کے لغوی معنوں میں بلندی و حیرت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ وہ مقام صفاتِ الٰہیہ جہاں انسانی عقل و بصیرت کو رسائی نہیں اور عقل مبہوت رہ جاتی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے چشمہ معرفت- روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۲۷۴ تا ۲۷۹۔

كَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ سے مراد یہ ہے کہ اس عالم کی ابتداء عرش و پانی سے ہوئی ہے۔ پانی وجود کی پہلی شکل ہے جس سے کائناتِ عالم مختلف شکلوں میں متکیف وظہور پذیر ہوئیں۔ پیدائش عالم کے تعلق میں تورات کا نظریہ یہ ہے کہ ”خدا نے کہا: روشنی ہو جا اور روشنی ہوگئی...........“ (پیدائش باب ۱، آیت ۳) یعنی کلمہ کُنْ سے عالم وجود پذیر ہوا۔ قرآنِ مجید نے تمام کائناتِ عالم کو کلمات اللہ سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ زمین و آسمان کی پیدائش سے متعلق فرماتا ہے: قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ...... کہو تمام صفاتِ کاملہ اللہ ہی کی ہیں۔ (جس ذات کا علم کامل ہو اور اس کی قدرت کامل ہو) اور (لِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى) وہ تمام صفاتِ کاملہ سے متصف ہو۔ وہ کلمہ کُنْ سے ہر شئے کو وجود میں لاسکتا ہے۔ اسی وجہ سے کائناتِ عالم کلمات اللہ شمار کی گئی ہیں۔ اسی تسلسل میں فرماتا ہے: وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ ط إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ط إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ○ (لقمان: ۲۸-۲۹) اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں ان کی قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی اور اس کے علاوہ اور سات سمندر بھی سیاہی ہوں تو بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ اللہ یقیناً اپنی ہر صفت میں غالب اور بڑا پختہ کار ہے۔ تمہاری پیدائش اور تمہارا زندہ کر کے اُٹھایا جانا صرف ایک نفس کی پیدائش کا سا کام ہے۔ اللہ بہت ہی سننے والا اور بہت دیکھنے والا ہے۔ مادی علوم کی بنیاد سماعت، مشاہدہ اور تجربہ پر ہے۔ اسی طرح روحانی علوم کی بھی۔ عارف ربانی امام الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اس راز کے بارے میں رقمطراز ہیں:-

☆ (مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب ما یقول عند النوم)

’’اس جگہ خدا تعالیٰ نے روح کا نام کلمہ رکھا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ درحقیقت تمام اَرواح کلمات اللہ ہی ہیں جو ایک لَا یُدْرَکُ بھید کے طور پر جس کی تہہ تک انسان کی عقل نہیں پہنچ سکتی روحیں بن گئی ہیں۔ اسی بناء پر اس آیت کا مضمون بھی ہے: وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلٰى مَرْيَمَ۔ اور چونکہ یہ سرّ ربوبیت ہے۔ اس لئے کسی کی مجال نہیں کہ اس سے بڑھ کر کچھ بول سکے کہ کلمات اللہ ہی بحکم وباذن ربی لباس روح کا پہن لیتے ہیں اور ان میں وہ تمام طاقتیں اور قوتیں اور خاصیتیں پیدا ہوجاتی ہیں جو روحوں میں پائی جاتی ہیں اور پھر چونکہ اَرواحِ طیبہ فنافی اللہ ہونے کی حالت میں اپنے تمام قویٰ چھوڑ دیتی ہیں اور اطاعت الٰہی میں فانی ہوجاتی ہیں۔ تو گویا پھر وہ روح کی حالت سے باہر آکر کلمۃ اللہ ہی بن جاتی ہیں۔ جیسا کہ ابتداء میں وہ کلمۃ اللہ تھیں۔ سو کلمۃ اللہ کے نام سے ان پاک روحوں کو یاد کرنا ان کے اعلیٰ درجہ کے کمال کی طرف اشارہ ہے۔ سو انہیں نور کا لباس ملتا ہے اور اعمالِ صالحہ کی طاقت سے ان کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہوتا ہے اور ہمارے ظاہر بین علماء اپنے محدود خیالات کی وجہ سے کلماتِ طیبہ سے مراد محض عقائد یا اَذکار واَشغال رکھتے ہیں اور اعمال صالحہ سے مراد بھی اَذکار و خیرات وغیرہ ہیں تو گویا وہ اس تاویل سے علت و معلول کو ایک کر دیتے ہیں۔ اگر چہ کلماتِ طیبہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں۔ لیکن عارفوں کے لئے یہ بطنی معنے ہیں جن پر قرآنِ کریم کے دقیق اشارات مشتمل ہیں۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ دوم- روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۳۳-۳۳۴)

اور آیت وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ (یٰس:۸۰) کے تعلق میں اپنے ذاتی مشاہدات بھی بیان فرمائے ہیں۔ دیکھئے آئینہ کمالات اسلام- روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۴۸ تا ۱۵۱۔

وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ: كَتَبَ کے معنی ہیں قَدَّرَ۔ ذِكْر سے مراد لوحِ محفوظ لی گئی ہے۔ (فتح الباری جزء ۶ صفحہ ۳۴۷) لفظ شَيْءٌ کا ماخذ فعل شَاءَ يَشَاءُ مَشِيْئَةً ہے یعنی چاہنا، ارادہ کرنا۔ شَيْءٌ کے معنی ہیں وہ بات جسے چاہا گیا یا جس کا ارادہ کیا گیا ہو۔ یہ وہ تقدیریں (اندازے) ہیں جنہیں قرآنِ مجید میں لفظ اَطْوَار سے تعبیر کیا گیا ہے۔ الذِّكْر سے مراد قرآنِ مجید ہے جس میں بَدْءُ الْخَلْق اور اس سے متعلقہ امور کا ذکر موجود ہے۔

فَأَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ: روایت نمبر ۳۱۹۲ میں حضرت عمرؓ کے قول کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو عیسیٰ بن موسیٰ غنجار بخاریؒ سے بسند رقبہ بن مصقلہ مروی ہے۔ صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی روایت ہے اور اس کے راوی صرف وہی نہیں بلکہ ابونعیمؒ نے بھی اسے بسند علی بن حسن بن شقیق، ابوحمزہ سے روایت کیا ہے مگر یہ سند کمزور ہے۔ اس روایت میں تفصیل نہیں۔ صحیح بخاری کتاب القدر باب ۳ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

ہمیں مخاطب فرمایا اور اس خطبہ میں کوئی بات ترک نہ کی جو قیامت تک ہونے والی تھی مگر اس کا ذکر فرمایا۔ عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ عالم کو اس کا علم رہا اور جاہل کو اس کا علم نہ رہا اور میں بھی بھول گیا۔ مگر جب وقوع میں آتا ہے تو میں وہ بات پہچان لیتا ہوں کہ آپؐ نے ہمیں بتائی تھی۔ (روایت نمبر٦٦٠٤) یہ روایت مفہوماً محولہ بالا بیان کے مطابق ہے۔ امام مسلمؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اس کے ہم معنی روایت نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھ کر منبر پر کھڑے ہوئے......اور مغرب تک ہم سے مخاطب رہے۔ فَحَدَّثَنَا بِمَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ فَأَعْلَمُنَا أَحْفَظُنَا ☆ جو ہوا اور جو ہونے والا ہے اس کی نسبت ہم سے باتیں کیں۔ ہم میں سے جو زیادہ عالم ہے اسی کو وہ باتیں زیادہ یاد رہیں۔ جو پیشگوئیاں پوری ہوگئی ہیں ان سے صاف پتہ چلتا ہے کہ علیم وخبیر خالق کائنات نے اپنی مخلوق کے بارے میں کچھ اندازے مقرر فرمائے ہیں۔ جن کا علم حسب حالات انبیاء علیہم السلام کو دیا جاتا ہے۔ اسی علم کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بَدْءُ الْخَلْق سے متعلق بیان فرمایا ہے۔ بَدْءُ الْخَلْق کے ضمن میں مذکورہ بالا حوالہ سے یہی امر ذہن نشین کرانا مقصود ہے۔

يَشْتُمُنِي ابْنُ آدَمَ: روایت نمبر۳۱۹۳ اپنے مفہوم میں واضح ہے کہ مخلوقات میں سب سے زیادہ حظ اُٹھانے والا انسان ہے جو علم وقدرتِ تسخیر وغیرہ کے لحاظ سے اشرف المخلوقات ہے۔ لیکن وہ اپنے مقام سے گرتا اور مخلوق کا پجاری ہوجاتا ہے اور موت تک ہی اپنی زندگی سمجھتا ہے۔ اس کے اس عقیدۂ شرک اور غیر اللہ کی عبادت سے اس عظمت واعلیٰ مرتبت کی نفی ہوتی ہے جو خالق نے انسان کو عطا کی ہے اور یہ بات درحقیقت خالق کو گالی دینے کے مترادف ہے کہ وہ ایسا خالق ہو جس کا مشغلہ نہایت ادنیٰ ومحدود ہے۔ اس روایت کا مضمون سلبی صورت میں ہے۔ یعنی باری تعالیٰ کی نسبت ایسا سمجھنا درست نہیں۔ باب کی آخری روایت (نمبر۳۱۹۴) کا مضمون ایجابی (مثبت) ہے۔

اِنَّ رَحْمَتِي غَلَبَتْ غَضَبِي: یعنی اس جہان میں بعض باتیں مکروہ نظر آتی ہیں مگر ان پر یکجائی نظر ڈالنے اور غور کرنے سے ثابت ہوگا کہ ان کے پس پردہ اسباب رحمت کارفرما ہیں۔ جو مجموعی حیثیت میں انجام کار خیر وبرکت پر منتج ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۂ ملک میں فرماتا ہے: فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرَى مِنْ فُطُوْرٍ ٥ (الملک: ۴) بار بار غور کرو اور نظر دوڑا کر دیکھو، اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں کہیں بھی تمہیں رخنہ نظر آتا ہے؟ تقدیر الٰہی نے کائنات عالم کے تمام حلقے ایک ضابطہ قانون سے آپس میں ملا دیئے ہیں۔ فقرہ كَتَبَ فِي كِتَابِهِ سے قضاء وقدر کا یہی نوشتہ الٰہی مراد ہے۔

فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ الْعَرْشِ: علامہ ابن حجرؒ نے اس جملے کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ نوشتہ تقدیر مخلوق سے پورے طور پر مخفی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: هِيَ إِشَارَةٌ إِلَى كَمَالِ كَوْنِهِ مَخْفِيًّا عَنِ الْخَلْقِ مَرْفُوْعًا عَنْ حَيِّزِ إِدْرَاكِهِمْ ۔ وہ ایسا مخفی ہے کہ مخلوق اس کا ادراک نہیں کرسکتی اور وہ انسانی عقل وعلم سے بالا ہے۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ۳۵۰)

☆ (مسلم، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب إخبار النبي ﷺ فيما يكون إلى قيام الساعة)
(مسند احمد بن حنبل، مسند الأنصار، حديث أبي زيد عمرو بن أخطبؓ، جزء۵ صفحہ۳۴۱)

بَاب ٢ : مَا جَاءَ فِي سَبْعِ أَرَضِيْنَ

سات زمینوں کے متعلق جو (حدیثیں) آئی ہیں ان کا بیان

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالٰى: اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَىْءٍ عِلْمًا۠ (الطلاق:١٣) وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ (الطور:٦) السَّمَاءُ. سَمْكَهَا (النازعات:٢٩) بِنَاءَهَا. الْحُبُكِ (الذاريات:٨) اسْتِوَاؤُهَا وَحُسْنُهَا. وَاَذِنَتْ (الإنشقاق:٣) سَمِعَتْ وَأَطَاعَتْ. وَاَلْقَتْ (الإنشقاق:٥) أَخْرَجَتْ مَا فِيْهَا مِنَ الْمَوْتَى. وَتَخَلَّتْ (الإنشقاق:٥) عَنْهُمْ. طَحٰهَا (الشمس:٧) أَي دَحَاهَا. بِالسَّاهِرَةِ (النازعات:١٥) وَجْهُ الْأَرْضِ كَانَ فِيْهَا الْحَيَوَانُ نَوْمُهُمْ وَسَهَرُهُمْ.

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ذکر کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور اتنی ہی زمینیں پیدا کیں۔ ان میں اس کا حکم نازل ہوتا رہتا ہے تاکہ تمہیں علم ہو کہ اللہ ہر ایک چیز کا اندازہ کئے ہوئے ہے اور یہ کہ اللہ ہر چیز کا اپنے علم سے احاطہ کر چکا ہے۔ (اسی طرح فرمایا: وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ یعنی اس چھت کی قسم ہے جو بلند کیا گیا ہے۔) اَلسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ سے مراد اوپر کی بلندی ہے۔ (پھر فرمایا: رَفَعَ سَمْكَهَا - یہاں) سَمْك سے مراد اس کی عمارت ہے۔ (اور فرمایا: وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ) الْحُبُكِ سے مراد اس بلندی کی اعلیٰ درجہ کی ساخت اور خوبصورتی ہے۔ (اور إِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ میں) أَذِنَتْ کے یہ معنی ہیں کہ اس بلندی نے اپنے ربّ کی بات پر کان دھر کر اسے سنا اور اس کی اطاعت کی اور (وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ وَأَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ میں) أَلْقَتْ اور تَخَلَّتْ سے مراد یہ ہے کہ اس کے اندر جتنے مردے تھے سبھی کو باہر پھینک دیا اور ان سے بالکل خالی ہوگئی۔ (اور فرمایا: وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝ وَالْأَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝ تو اس آیت میں) طَحٰهَا کے معنی ہیں زمین کو پھیلایا۔ (اور یہ جو فرمایا: فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ تو اس میں) السَّاهِرَة سے مراد سطح زمین ہے جس پر جاندار سوتے بھی ہیں اور جاگتے بھی۔

٣١٩٥: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَكَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أُنَاسٍ خُصُوْمَةٌ فِي أَرْضٍ فَدَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَذَكَرَ لَهَا ذَلِكَ فَقَالَتْ يَا أَبَا سَلَمَةَ اجْتَنِبِ الْأَرْضَ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ظَلَمَ قِيْدَ شِبْرٍ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِيْنَ.

طرفہ: ٢٤٥٣۔

۳۱۹۵: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ (اسماعیل) بن علیہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے علی بن مبارک سے، علی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے، یحییٰ نے محمد بن ابراہیم بن حارث سے، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کی اور ابوسلمہ اور کچھ لوگوں کے درمیان کسی زمین کے متعلق جھگڑا تھا تو وہ حضرت عائشہؓ کے پاس اندر آئے اور ان سے اس جھگڑے کا ذکر کیا۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے کہا: ابوسلمہ زمین سے بچو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بالشت برابر بھی ناحق لی اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔

٣١٩٦: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ مُّوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَخَذَ شَيْئًا مِنَ الْأَرْضِ بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرَضِيْنَ.

طرفہ: ٢٤٥٤۔

۳۱۹٦: بشر بن محمد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے موسیٰ بن عقبہ سے، موسیٰ نے سالم (بن عبداللہ بن عمر) سے، سالم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے زمین سے کچھ ناحق لیا تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں تک اسے دھنسایا جائے گا۔

٣١٩٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ

۳۱۹۷: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوہاب (ثقفی) نے ہم سے بیان کیا کہ ایوب

مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ {☆عَنْ أَبِي بَكْرَةَ} رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ.

نے ہمیں بتایا۔انہوں نے محمد بن سیرین سے، محمد بن سیرین نے (عبدالرحمٰن) بن ابی بکرہ سے، انہوں نے {حضرت ابوبکرہ☆} رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: زمانہ چکر کھا کر پھر اسی حالت میں آ گیا ہے جس حالت میں وہ اس دن تھا جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ سال بارہ مہینے کا ہے۔ ان میں سے چار مہینے قابل عزت ہیں۔ تین پے دَر پے، ذوالقعدہ، ذوالحج اور محرم اور وہ رجب مضر جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے۔

اطرافهُ: ٦٧، ١٠٥، ١٧٤١، ٤٤٠٦، ٤٦٦٢، ٥٥٥٠، ٧٠٧٨، ٧٤٤٧.

٣١٩٨: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ {☆عَنْ} سَعِيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ أَنَّهُ خَاصَمَتْهُ أَرْوَى فِي حَقٍّ زَعَمَتْ أَنَّهُ انْتَقَصَهُ لَهَا إِلَى مَرْوَانَ فَقَالَ سَعِيْدٌ أَنَا أَنْتَقِصُ مِنْ حَقِّهَا شَيْئًا أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ ظُلْمًا فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِيْنَ. قَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ لِي سَعِيْدُ

٣١٩٨: عبید بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابواسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام (بن عروہ) سے، انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے☆ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ سے روایت کی کہ اروی (بنت ابی اویس) نے (ان کے برخلاف) مروان کے پاس ایک حق کے متعلق مقدمہ دائر کیا جو وہ خیال کرتی تھیں کہ حضرت سعیدؓ نے ان کو کم دیا ہے۔ حضرت سعیدؓ نے کہا: میں اروی کے حق سے کچھ کم کرسکتا ہوں؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: جس نے ظلم سے زمین کا ایک بالشت بھی لیا اس کو قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ ابن ابی الزناد

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء٦ حاشیہ صفحہ ٣۵٢) ترجمہ ان کے مطابق ہے۔

بْنُ زَيْدٍ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

طرفهُ: ٢٤٥٢.

نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے یوں نقل کیا۔ انہوں نے کہا: حضرت سعید بن زیدؓ نے مجھ سے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر گیا۔

تشریح: مَا جَاءَ فِي سَبْعِ أَرَضِيْنَ: آیت خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ (الطلاق:١٣) سے سات زمینوں کا استدلال کرکے باب کا عنوان قائم کیا گیا ہے۔ باب کے عنوان میں مندرجہ ذیل آیات کے حوالے ہیں:

۱- اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَّمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ ط يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لا وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا o (الطلاق:١٣) اللہ وہی ہے جس نے سات بلندیاں پیدا کی ہیں اور زمین بھی انہی کی مانند۔ان آسمانوں اور زمینوں کے درمیان اس کا حکم تدریجاً نازل ہوتا رہتا ہے تاتم جانو کہ اللہ ہر ایک چیز پر قادر ہے اور اپنے علم سے ہر شئے کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

۲- سورۃ الطّور میں وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ (الطور:۵) کے الفاظ آئے ہیں۔ان سے مرادالسَّمَآء لیا گیا ہے۔یعنی بلند آسمان۔کیونکہ سورۂ انبیاء میں آیا ہے: وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا صلے وَّهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُوْنَo وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ o (الأنبياء:٣٣-٣٤) فرماتا ہے: ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا ہے اور وہ اس کی آیات سے روگردان ہیں اور وہ وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج و چاند پیدا کئے ہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے دائرہ محور میں تیر رہا ہے۔اس آیت میں زمین کے بالمقابل اوپر کی بلندی کو سقف محفوظ کے الفاظ دیئے گئے ہیں اور دوسری آیت میں سقف مرفوع کے الفاظ ہیں۔جن سے یہ استدلال ہوتا ہے کہ سقف مرفوع سے مراد آسمان ہے۔

۳- تیسری آیت جس کی طرف اشارہ کیا ہے یہ ہے: ءَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ بَنَاهَاo رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَاo وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا o وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحَاهَاo أَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعَاهَا o وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا o مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْo (النازعات: ۲۸ تا ۳۴) یعنی کیا تم خلقت میں زیادہ مضبوط ہو یا یہ فضائے بالا جو اس نے بطور بنیاد بنائی ہے اس کی بلندی اونچی کی اور اسے بے عیب بنایا اور اس کی رات تاریک بنائی اور اس کی دوپہر روشنی کرکے ظاہر کی اور اس کے علاوہ زمین کو بچھا دیا۔اسی سے اس کا پانی و چارہ نکالا اور پہاڑوں کو مضبوطی سے گاڑ دیا۔ یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے لئے سامانِ زیست و نفع مندی ہے۔

۴- پھر وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ (الذاريات:۸) کی آیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔یعنی آسمان کی قسم جو اپنی خلقت میں تناسب وحسن رکھتا ہے۔حُبُک کے یہ معنی حضرت ابن عباسؓ سے بسند ابن ابی حاتم نقل کئے گئے ہیں۔

اس کے علاوہ ذَاتِ الْحُبُکِ کے معنی ہیں ذَاتِ البَهَاءِ وَالْجَمَالِ یعنی پُر رونق و جمال۔ اسی طرح الْحُبُک کے معنی راستہ کے بھی ہوتے ہیں اور ذَاتِ الْحُبُکِ کے معنے ہوں گے راستوں والا۔ جیسے بُنی ہوئی دھاریدار چادر ہو۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ۳۵۳)

۵- پھر إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ o وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ o وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ o وَأَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَ تَخَلَّتْ o (الإنشقاق: ۲ تا ۵) کا ذکر کیا ہے۔ یعنی جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے ربّ کی بات پر کان دھرے گا اور یہی اس پر فرض تھا اور جب زمین پھیلا دی جائے گی اور جو کچھ اس میں ہے اس کو نکال پھینکے گی اور خالی ہو جائے گی۔

٦- وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا o وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَاهَا o (الشمس: ٦،٧) کا ذکر کیا ہے۔ ان آیات کے یہ معنی ہیں ہم آسمان کو اور اس کے بنائے جانے کو اور زمین کو بھی اور اس کے بچھائے جانے کو بھی شہادت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات کا حوالہ دے کر زمین و آسمان کی پیدائش سے متعلق ایک مجمل صورت پیش کی گئی ہے اور ان میں وارد الفاظ کے وہ معنی بتائے گئے ہیں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ أَذِنَتْ کے معنی ہیں اس نے کان دھرا۔ یعنی اطاعت اختیار کی، فرمانبردار ہوئی، جو اس سے چاہا گیا تھا اس نے قبول کیا۔ یہ تفسیر بھی ابن ابی حاتم نے بسند سعید بن جبیر نقل کی ہے۔ حُقَّتْ اور اس کا یہی فرض تھا کہ آسمان بھی فرمانبرداری کرتا اور زمین بھی۔ وَأَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ o اس آیت کی تفسیر اَخْرَجَتْ مَا فِيْهَا مِنَ الْمَوْتَى کے الفاظ سے کی گئی ہے۔ یعنی زمین میں جو مردے ہیں وہ انہیں باہر پھینک دے گی۔ یہ معنی مجاہد سے مروی ہیں جو ان کا قیاس ہے۔ سیاقِ کلام میں مردے باہر پھینکنے کا ذکر نہیں۔ ہر شئے جو زمین میں ہے اس کا نکالا جانا مراد لیا جاسکتا ہے۔ یعنی زمین اندرونی خزانے نکال باہر پھینکے گی اور زمین سے مراد وہ امراء کی جماعت بھی ہوسکتی ہے جو آسمان کی آواز یعنی مامور من اللہ کی دعوت قبول کر کے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں صرف کردے گی۔ ان آیات کی لطیف تفسیر کے لئے ملاحظہ فرمائیں تفسیر کبیر مصنفہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ۔ تفسیر سورۃ الانشقاق، جلد۸ صفحہ۳۳۰، ۳۳۵۔

طحٰها کے معنے ہیں دحٰها، بَسَطَهَا یعنی زمین کو بچھا دیا۔ یہ معنی مجاہد اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں اور السَّاهِرَة کے معنی ہیں سطحِ زمین اور زمین کو السَّاهِرَة اس لیے کہتے ہیں کہ سَهَرَ کے معنے ہوتے ہیں وہ رات کو جاگا۔ چونکہ زمین پر بسنے والے سب جانداروں کا سونا جاگنا اسی میں ہے، اس لئے اس کا نام السَّاهِرَة بولا جانے لگا۔ سَهْرَة کا مفہوم بمعنی جاگنا۔ ابن ابی حاتم سے عکرمہؒ نے نقل کیا ہے۔ بعض نے السَّاهِرَة سے قیامت والی زمین مراد لی ہے نہ اس دنیا کی زمین۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ۳۵۴)

اس باب کے تحت چار روایتیں ہیں۔ ان سے ظاہر ہے کہ محولہ بالا آیات جن میں خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ کا ذکر ہے، اس ضمن میں کوئی مرفوع مستند حدیث مروی نہیں۔ جو روایات زبان زد ہیں، وہ بلحاظ صحت سند قابل اعتبار نہیں۔ پہلی دو روایتوں میں سات زمینوں کے گلے میں ڈالے جانے کا ذکر بطور استعارہ و مجاز ہے اور اس سے جرم کی سنگین نوعیت ذہن نشین کرانا مقصود ہے۔ یہ مراد نہیں کہ سات زمینوں کا ہار بنا کر غاصب کی گردن میں لٹکا دیا جائے گا۔

امام احمد بن حنبلؒ اور امام ترمذیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ سَــمَک سے یہی فاصلہ مراد ہے اور باقی آسمانوں میں سے ہر دو آسمانوں کے درمیان مسافت کا یہی حال ہے۔ اسی طرح زمینیں بھی ایک دوسری سے اتنی ہی دور ہیں[١] ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ دو آسمانوں کے درمیان اکہتر بہتر سال کی مسافت ہے[٢] امام ابن حجرؒ کے نزدیک اس اختلاف کا سبب رفتار کی کمی بیشی ہے۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ٣٥٣)

قدیم جغرافیہ دانوں نے کرہ ارض کی تقسیم سات حصوں میں کی ہے۔ ہفت اقلیم کا محاورہ اس تشریح کے مطابق زبان زد خلائق ہے۔ بعض شارحین نے سات زمینوں سے مراد ہفت اقلیم ہی لئے ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء١٥ صفحہ١١٢) بعض علماء نے یہ حدیث سات سیاروں پر منطبق کی ہے جو نظام شمسی کا حصہ ہیں۔

قرآنِ مجید نے سات بلندیوں (آسمانوں) کے تعلق میں مِثْلَهُنَّ کہہ کر سات زمینوں کا ذکر بھی فرمایا ہے جو ان کے حسب حال ہیں اور آسمانوں کو زمین کی چھت قرار دیا ہے۔ جس پر اس کے قیام و بقاء اور زیست کا دار و مدار ہے۔ فرماتا ہے: الَّـذِی جَـعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً (البقرة: ٢٣) اپنے اسی ربّ کی عبادت کرو جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا ہے اور آسمان اس کے لئے دار و مدار۔ اور آسمان سے پانی اُتارا ہے جس کے ذریعے سے تمہارے لئے پھلوں سے رزق مہیا کیا گیا ہے۔

بَاب٣: فِي النُّجُوْمِ

ستاروں کے بارے میں

وَقَالَ قَتَادَةُ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ (الملك: ٦) خَلَقَ هَذِهِ النُّجُوْمَ لِثَلَاثٍ جَعَلَهَا زِيْنَةً لِلسَّمَاءِ وَرُجُوْمًا لِلشَّيَاطِيْنِ وَعَلَامَاتٍ يُهْتَدَى بِهَا فَمَنْ تَأَوَّلَ فِيْهَا بِغَيْرِ ذَلِكَ أَخْطَأَ وَأَضَاعَ نَصِيْبَهُ وَتَكَلَّفَ مَا

اور قتادہ (تابعی) نے آیت {اور یقیناً ہم نے نزدیک کے آسمان کو چراغوں سے زینت بخشی} کی تفسیر یہ کی ہے کہ ان ستاروں کو اللہ نے تین غرضوں کیلئے پیدا کیا۔ آسمان کیلئے زینت اور شیطانوں کیلئے رجم اور ایسے نشانات جن کے ذریعہ صحیح راستہ کا پتہ چلتا ہے۔ (قتادہ کے نزدیک) جس نے اس آیت کی اس کے سوا اور تاویل کی اس نے غلطی کی، اس نے اپنا حصہ ضائع کر دیا اور تکلف سے ایسی

---

١ (سنن الترمذی، کتاب التفسير، باب ومن سورة الحديد)
(مسند احمد بن حنبل، مسند المكثرين، مسند أبي هريرة، جزء٢ صفحہ٣٧٠)

٢ (سنن الترمذی، کتاب التفسير، باب ومن سورة الحاقة)
(سنن أبي داود، کتاب السنة، باب في الجهمية)

لَا عِلْمَ لَهُ بِهِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَشِيْمًا (الكهف: ٤٦) مُتَغَيِّرًا. وَالْأَبُّ مَا يَأْكُلُ الْأَنْعَامُ. وَالْأَنَامُ الْخَلْقُ. بَرْزَخٌ (الرحمٰن: ٢١) حَاجِبٌ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْفَافًا (النبأ: ١٧) مُلْتَفَّةً. وَالْغُلْبُ الْمُلْتَفَّةُ. فِرَاشًا (البقرة: ٢٣) مِهَادًا. كَقَوْلِهِ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ (البقرة: ٣٧). نَكِدًا (الأعراف: ٥٩) قَلِيْلًا.

تاویل کی جس کا اس کو علم نہیں۔اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ (یہ جو آتا ہے: فَأَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيَاحُ اس میں لفظ) هَشِيْمًا کے معنی متغیر ہونے کے ہیں۔یعنی زمین کی روئیدگی آخر متغیر ہوکر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہوجاتی ہے جسے ہوائیں اُڑائے پھرتی ہیں۔اور (فرماتا ہے: وَفَاكِهَةً وَّأَبًّا یہاں) أَبّ کے معنی ہیں وہ چارہ جو مویشی کھاتے ہیں اور (فرمایا: وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ تو) أَنَام کے معنی ہیں مخلوقات۔(اور فرمایا: بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ اس میں) بَرْزَخٌ کے معنی ہیں پردہ۔مجاہد نے کہا: (یہ جو فرمایا: جَنّٰتٍ أَلْفَافًا تو) أَلْفَافًا کے معنی ہیں لپٹے ہوئے اور (فرمایا: حَدَائِقَ غُلْبًا اس میں) غُلْب کے معنے ہیں لپٹے ہوئے۔(اور فرمایا: وَجَعَلَ الْأَرْضَ فِرَاشًا اس میں) فِرَاش کے معنی ہیں بچھونا۔جیسے فرمایا: وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ {اور تمہارے لیے (اس) زمین میں ایک عرصہ تک قیام اور استفادہ (مقدر) ہے} اور (فرمایا: لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا تو اس آیت میں) نَكِدًا کے معنی ہیں تھوڑا۔

تشریح: **فِي النُّجُوْمِ:** خلق کائنات کے تعلق میں عنوان فِي النُّجُوْمِ قائم کر کے بعض آیاتِ قرآن مجید کا حوالہ دیا گیا ہے جو حسب ذیل ہیں:-

وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ (الملك: ٦) اس آیت کا ترجمہ پہلے دیا جا چکا ہے۔قتادہؒ کے حوالہ سے ستاروں کی پیدائش کی علت غائی میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں: سماء الدنیا کی زینت، رجم شیاطین اور بطور نشان جن سے راہنمائی حاصل کی جائے۔قتادہ کے نزدیک ان تین باتوں کے علاوہ جس نے کوئی اور تاویل کی وہ غلطی کرے گا اور ایسی بات کہے گا جس کا اسے علم نہیں۔اس سے ان کا اشارہ جوتشیوں، نجومیوں اور کاہنوں کے خرافات کی طرف ہے جو ستاروں کو نفع ونقصان پر قادر یقین کرتے اور لوگوں کی جہالت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

لفظ هَشِيْمًا کے ذکر سے ستارہ پرست اقوام کے عقیدہ کا ردّ مقصود ہے۔پوری آیت یہ ہے: وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلَ

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيَاحُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا o (الکھف:۴۶) تو اُن سے حیات الدنیا کی حالت کو مثال سے بیان کرکہ وہ اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے بادل سے نازل کیا۔ پھر زمین کی روئیدگی اس سے مل جل گئی اور آخر وہ بھوسے کی مانند چورا بن گئی جسے ہوائیں اُڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ ہر بات پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ بادل وہوا اور زندگی کے نشوونما پر تصرف درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی محولہ تشریح اسماعیل بن ابی زیاد نے اپنی تفسیر میں نقل کی ہے۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ ۳۵۵)

لفظ **أَبّ** سے ان آیات کی طرف اشارہ ہے: فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ o اَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا o ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا o فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا o وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا o وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا o وَّحَدَائِقَ غُلْبًا o وَّفَاكِهَةً وَّأَبًّا o مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ o (عبس: ۲۵ تا ۳۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان اشیاءِ خوردنی کو دیکھے کہ ہم نے پانی کا سیلاب بہا دیا اور زمین کو جگہ جگہ پھاڑ کر اس میں بیج اُگائے اور انگور اور سبزیاں، زیتون اور کھجوریں اور گھنے باغات اور میوے اور ہر قسم کا چارہ تمہارے اور تمہارے جانوروں کے لئے کارآمد سامانِ زیست ہے۔

لفظ **اَنَام** سے سورۂ رحمٰن کی یہ آیات مراد ہیں: وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ o فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ o وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ o (الرحمٰن: ۱۱ تا ۱۳) اور اس نے زمین کو مخلوق کے لئے وضع کیا۔ اس میں میوے ہیں اور کھجوریں بھی جو خوشے بردار ہے۔ جس کا پھل غلاف میں محفوظ ہے اور وہ دانے جو کھر درے خولوں میں ہیں اور خوشبودار پھول۔ لفظ اَنَـام کے معنی ہیں مخلوق جو بسند ابن ابی حاتم حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں اور شعبی سے اس کے معنی كُلّ ذِی رُوْحٍ مروی ہیں یعنی ہر جاندار۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ ۳۵۶)

لفظ **بَرْزَخٌ** کے معنی ہیں پردہ۔ یہ تفسیر بھی حضرت ابن عباسؓ ہی کی ہے جو مذکورہ بالا سند سے مروی ہے۔ اس سے سورۃ الرحمٰن کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے: مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ o بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ o فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ o يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ o (الرحمٰن: ۲۰ تا ۲۳) اس نے دو سمندروں کو اس طرح چلایا کہ وہ آخر کار آپس میں مل جائیں گے۔ بحالیکہ ان کے درمیان خشک زمین حائل ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی حدوں سے نہیں بڑھتے۔ پس (اے جنّ و انس!) تم دونوں اپنے ربّ کی کس کس نعمت کا انکار کروگے۔ دونوں سمندروں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔

اَلْفَافًا کے معنی ہیں آپس میں لپٹے ہوئے۔ اس سے سورۃ النبأ کی آیت لِنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا o وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا o (النبأ: ۱۶،۱۷) کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے: تا ہم موسلا دھار پانی کے ذریعے دانے اور سبزیاں نکالیں اور گھنے باغ اُگائیں۔ **غُلْبًا** کے معنی بھی گھنے کے ہیں۔ اس سے سورۂ عبس کی آیت وَحَدَائِقَ غُلْبًا (عبس:۳۱) کی طرف اشارہ ہے۔ دونوں آیتوں کے مذکورہ بالا معنی مجاہدؒ کے حوالہ سے نقل کئے گئے ہیں۔ نیز غُلْبًا کے معنی ہیں پہاڑی

سایہ دار درخت۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ٣٥٦) فِرَاشًا بمعنی مِهَادًا ہے یعنی قرارگاہ۔ جیسا کہ فرمایا: وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ (البقرة :٣٧) تمہارے لئے زمین قرار کی جگہ ہے۔ فِرَاش کے یہ معنی قتادہؒ اور ربیع بن انسؒ سے مروی ہیں جو طبریؒ نے موصولاً نقل کئے ہیں۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ٣٥٦)

نَكِدًا کے معنی ہیں قلیل جس سے نفع حاصل نہ کیا جا سکے۔ اس سے آیت وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۚ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ (الأعراف:٥٩) یعنی عمدہ بستی اپنے ربّ کے اِذن سے اپنی عمدہ روئیدگی نکالتی ہے اور جو رڈی ہو وہ رڈی پیداوار ہی نکالے گی۔ ان آیات کے ذکر سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ستاروں کے خداؤں وغیرہ کے ارادوں کا ان کاموں میں کوئی دخل نہیں جیسا کہ جوتشی خیال کرتے ہیں یا مشرک لوگ عقیدہ رکھتے ہیں اور ان سب امور پر تصرف اللہ تعالیٰ کا ہے اور اسی کے حکم سے ہوتے ہیں۔ محولہ بالا آیتوں سے ستارہ پرستوں کے عقیدہ کا ردّ کیا گیا ہے۔

بَاب ٤ : صِفَةُ الشَّمْسِ وَ الْقَمَرِ

سورج اور چاند کے حساب کے ساتھ چلنے کے بارے میں بیان

بِحُسْبَانٍ (الرحمن:٦) قَالَ مُجَاهِدٌ كَحُسْبَانِ الرَّحَى. وَقَالَ غَيْرُهُ بِحِسَابٍ وَمَنَازِلَ لَا يَعْدُوَانِهَا، حُسْبَانٌ: جَمَاعَةُ الْحِسَابِ مِثْلُ شِهَابٍ وَشُهْبَانٍ.

مجاہد نے کہا: حُسْبَان کے معنی چکی کے گھومنے کی طرح گھومنے کے ہیں۔ (یعنی سورج اور چاند دونوں گھوم رہے ہیں) اور ان کے سوا بعض دوسرے مفسرین نے کہا: بِحُسْبَان کے معنی ہیں سورج اور چاند حساب سے اور مقررہ منزلوں میں چکر لگا رہے ہیں جن سے آگے وہ نہیں بڑھ سکتے۔ حُسْبَان جمع ہے حِسَاب کی۔ جیسے شِهَاب کی جمع شُهْبَان ہے۔

ضُحٰهَا (الشمس:٢) ضَوْءُهَا. أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ (يٰس:٤١) لَا يَسْتُرُ ضَوْءُ أَحَدِهِمَا ضَوْءَ الْآخَرِ وَلَا يَنْبَغِي لَهُمَا ذَلِكَ.

(اور یہ جو فرمایا: وَالشَّمْسِ) وَضُحٰهَا تو اس کے معنی ہیں (سورج اور) اس کی روشنی کی قسم۔ (اور یہ جو فرمایا: لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا) أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے ایک کی روشنی دوسرے کی روشنی کو نہیں ڈھانپ سکتی اور یہ بات ان کو سزاوار نہیں۔

سَابِقُ النَّهَارِ (يٰس:٤١) يَتَطَالَبَانِ حَثِيثَيْنِ. نَسْلَخُ (يٰس:٣٨) نُخْرِجُ

(اور یہ جو فرمایا: وَلَا الَّيْلُ) سَابِقُ النَّهَارِ تو اس سے یہ مراد ہے کہ (دن رات) ایک دوسرے کے پیچھے

أَحَدَهُمَا مِنَ الْآخَرِ وَنُجْرِي كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا.

چلتے ہیں اور یہ جوفرمایا: وَآيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم ان دونوں میں سے ایک کو دوسرے سے نکال لیتے ہیں اور ان میں سے ایک کو دوسرے کے پیچھے چلاتے ہیں۔

وَّاهِيَةٌ (الحاقة:١٧) وَهْيُهَا تَشَقُّقُهَا. اَرْجَآئِهَا (الحاقة:١٨) مَا لَمْ يَنْشَقَّ مِنْهَا فَهُوَ عَلَى حَافَتَيْهَا كَقَوْلِكَ عَلَى أَرْجَاءِ الْبِئْرِ.

(اورفرمایا:) وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ اس سے مراد آسمان کا پھٹ جانا ہے (اور فرمایا:) وَالْمَلَكُ عَلٰى اَرْجَآءِ هَا یعنی فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے۔ تو اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک وہ نہیں پھٹے گا وہ (فرشتے) اس کے کناروں پر رہیں گے۔ جیسے تم کہتے ہو عَلٰى اَرْجَاءِ الْبِئْرِ یعنی کنوئیں کے کناروں پر۔

اَغْطَشَ (النازعات:٣٠) وَ جَنَّ (الأنعام:٧٧) أَظْلَمَ. وَقَالَ الْحَسَنُ كُوِّرَتْ (التكوير:٢) تُكَوَّرُ حَتَّى يَذْهَبَ ضَوْءُهَا. وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ (الإنشقاق:١٨) أَيْ جَمَعَ مِنْ دَابَّةٍ.

(نیز فرمایا: وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا اور فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ - ان آیات میں) أَغْطَشَ اور جَنَّ کے معنی ہیں تاریک کر دیا اور اندھیرا ہو گیا۔ اور حسن (بصری) نے کہا: اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ اس کے معنی ہیں کہ سورج کو لپیٹا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کی روشنی بالکل نہ رہے گی (اور فرمایا:) وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ اس کے معنے ہیں رات کی قسم اور ان کی قسم جن کو وہ اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ یعنی جاندار

اتَّسَقَ (الإنشقاق:١٩) اسْتَوَى.

(اور یہ جوفرمایا:) وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ تو یہاں اتَّسَقَ کے معنی ہیں جب وہ چاند سیدھا سر پر آجائے یا آہستہ آہستہ پورا چاند ہو جائے۔

بُرُوْجًا (الحجر:١٧) مَنَازِلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ.

(اور یہ جوفرمایا: تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوْجًا یعنی بہت برکتوں والا ہے وہ خدا جس نے آسمان میں برج بنائے۔) برج سے مراد سورج اور چاند کی منزلیں ہیں۔

فَالْحَرُوْرُ بِالنَّهَارِ مَعَ الشَّمْسِ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَرُؤْبَةُ: الْحَرُوْرُ (فاطر:٢٢) بِاللَّيْلِ، وَ السَّمُوْمِ (الحجر:٢٨) بِالنَّهَارِ.

(اور یہ جوفرمایا: وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ یعنی نہ سایہ اور نہ گرمی ایک دوسرے کے برابر ہوتے ہیں۔ تو یہاں) حَرُوْر سے مراد دِن کے وقت دھوپ کی گرمی ہے اور حضرت ابن عباسؓ اور رؤبہ نے کہا: حَرُوْر رات کی گرمی کو کہتے ہیں اور سَمُوْم دن کی گرمی کو۔

يُقَالُ يُوْلِجُ (فاطر:١٤) يُكَوِّرُ. وَلِيْجَةً (التوبة:١٦) كُلُّ شَيْءٍ أَدْخَلْتَهُ فِي شَيْءٍ.

(اور فرمایا: يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ تو یہاں) يُولِجُ کے معنی ہیں کہ وہ رات کو لپیٹتے ہوئے دن میں اور دن کو لپیٹتے ہوئے رات میں داخل کر دیتا ہے۔ ہر وہ چیز جسے تم دوسری چیز میں داخل کرتے ہو، اسے وَلِيْجَةٌ کہتے ہیں۔

٣١٩٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي ذَرٍّ حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ أَتَدْرِي أَيْنَ تَذْهَبُ قُلْتُ اللهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهَا تَذْهَبُ حَتَّى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَأْذِنَ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَيُوْشِكُ أَنْ تَسْجُدَ فَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا وَتَسْتَأْذِنَ فَلَا يُؤْذَنُ لَهَا فَيُقَالُ لَهَا ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَّغْرِبِهَا فَذَلِكَ

٣١٩٩: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابراہیم تیمی سے، ابراہیم نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوذر (غفاری) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سورج غروب ہو رہا تھا حضرت ابوذرؓ سے پوچھا: تم جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: وہ جاتا ہے اور جا کر عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور جانے کی اجازت مانگتا ہے اور اسے اجازت دی جاتی ہے اور وہ زمانہ قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے گا مگر اس کا سجدہ قبول نہ کیا جائے گا اور اجازت مانگے گا اور اسے اجازت نہ دی جائے گی۔ اسے کہا جائے گا: جہاں سے آئے ہو، وہیں لوٹ جاؤ۔ پھر جہاں ڈوبا تھا، وہاں سے سورج نکلے گا اور

قَوْلُهُ تَعَالَىٰ: وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ط ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ (يس: ٣٩).

یہی مراد ہے اس آیت سے جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: سورج بھی ایک جائے قرار تک پہنچنے کے لئے چلا جا رہا ہے جو اس کے لئے مخصوص ہے۔ یہی تقدیر ہے اس کی جو عزیز ہے اور علیم ہے۔

اطرافهُ: ٤٨٠٢، ٤٨٠٣، ٧٤٢٤، ٧٤٣٣.

٣٢٠٠: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ الدَّانَاجُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُكَوَّرَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

٣٢٠٠: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالعزیز بن مختار نے ہمیں بتایا کہ عبداللہ (بن فیروز) داناج نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: قیامت کے روز سورج اور چاند دونوں لپیٹ دیئے جائیں گے۔

٣٢٠١: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّهُمَا آيَةً☆ مِّنْ آيَاتِ اللهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ☆ فَصَلُّوْا.

طرفهُ: ١٠٤٢.

٣٢٠١: یحییٰ بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ (عبداللہ) بن وہب نے مجھے بتایا، کہا: عمرو (بن حارث) نے مجھے خبر دی۔ عبدالرحمٰن بن قاسم نے ان کو اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بتایا۔ ان کے باپ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے تھے۔ آپؐ بتاتے تھے کہ سورج اور چاند کو کسی کی موت سے گرہن نہیں لگتا اور نہ کسی کی زندگی کی وجہ سے، بلکہ وہ اللہ کی قدرت کے نمونوں میں سے دو☆ نمونے ہیں۔ اس لئے جب تم ان کا گرہن دیکھو تو نماز پڑھو۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ الفاظ ”وَلٰكِنَّهُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا“ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء١٥ صفحہ١٢١) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

٣٢٠٢: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَاذْكُرُوا اللهَ.

٣٢٠٢: اسماعیل بن ابی اویس نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے زید بن اسلم سے، زید نے عطاء بن ابی یسار سے، عطاء نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی قدرت کے نمونوں میں سے دو نمونے ہیں۔ کسی کی موت سے گرہن نہیں ہوتے اور نہ ہی کسی کی زندگی کی وجہ سے۔ اس لئے جب تم یہ گرہن دیکھو تو اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جاؤ۔

اطرافہُ: ٢٩، ٤٣١، ٧٤٨، ١٠٥٢، ٥١٩٧.

٣٢٠٣: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ قَامَ فَكَبَّرَ وَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَقَامَ كَمَا هُوَ فَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيْلَةً وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُوْلَى ثُمَّ رَكَعَ رُكُوْعًا طَوِيْلًا وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الرَّكْعَةِ الْأُوْلَى ثُمَّ سَجَدَ سُجُوْدًا طَوِيْلًا ثُمَّ فَعَلَ

٣٢٠٣: یحییٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عُقَیل سے، عُقَیل نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: عروہ نے مجھے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا۔ جس دن سورج گرہن ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز کے لئے) کھڑے ہوئے اور آپؐ نے اللہ اکبر کہا اور ایک لمبی قرأت کی۔ پھر آپؐ نے رکوع کیا۔ دیر تک رکوع میں رہے۔ پھر آپؐ نے اپنا سر اُٹھایا اور سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور کھڑے ہو گئے جیسے کے پہلے تھے اور آپؐ نے ایک لمبی قرأت کی اور یہ پہلی قرأت سے کم تھی۔ پھر آپؐ نے لمبا رکوع کیا اور یہ پہلے رکوع سے کم تھا۔ اس کے بعد آپؐ نے لمبا سجدہ کیا۔ پھر دوسری رکعت میں بھی آپؐ نے ایسا ہی

فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ سَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ فِي كُسُوْفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ إِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَافْزَعُوْا إِلَى الصَّلَاةِ.

کیا۔ پھر آپؐ نے سلام پھیرا اور گرہن دور ہوکر سورج روشن ہو چکا تھا۔ پھر آپؐ لوگوں سے مخاطب ہوئے اور سورج اور چاند کے گرہن کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ وہ اللہ کی قدرت کے نمونوں میں سے دو نمونے ہیں۔ کسی کی موت سے گرہن نہیں ہوتے اور نہ ہی کسی کی زندگی کی وجہ سے۔ جب تم ان کا گرہن دیکھو تو ہراساں ترساں نماز کا رُخ کرو۔

اطرافہ: ١٠٤٤، ١٠٤٦، ١٠٤٧، ١٠٥٠، ١٠٥٦، ١٠٥٨، ١٠٦٤، ١٠٦٥، ١٠٦٦، ١٢١٢، ٤٦٢٤، ٥٢٢١، ٦٦٣١۔

٣٢٠٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسٌ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا.

۳۲۰۴: محمد بن مثنیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ (بن سعید قطان) نے ہمیں بتایا۔ اسماعیل (بن ابی خالد) سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: قیس (بن ابی حازم) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت ابومسعود (انصاری) رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابومسعودؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: سورج اور چاند کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے نہیں گہناتے بلکہ وہ دونوں اللہ کی قدرت کے نمونوں میں سے دو نمونے ہیں۔ جب تم انہیں دیکھو تو نماز پڑھو۔

اطرافہ: ١٠٤١، ١٠٥٧۔

تشریح: **صِفَةُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ:** اس باب میں سورج و چاند سے متعلق مشرکانہ عقائد وخرافات کا ردّ مطلوب ہے۔ لفظ حُسْبَان سے سورۃ الرحمٰن کی آیت الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ کی طرف اشارہ ہے۔ سورج اور چاند ایک مقررہ حساب سے گردش کر رہے ہیں۔ مجاہدؒ کا قول ہے کہ جیسے چکی حرکت کرتی ہے۔ مجاہد کی یہ تفسیر ابن ابی نجیحؒ کی سند سے مروی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اَنَّهُمَا يَجْرِيَانِ عَلَى حَسَبِ الْحَرَكَةِ الرَّحَوِيَّةِ الدَّوْرِيَّةِ وَعَلَى وَضْعِهَا ۔{یہ دونوں چکی کی حرکت کی طرح دائرہ میں اور اس کی ہیئت پر محو گردش ہیں} پھر ایک اور تفسیر اس کی یہ کی گئی ہے: وَقَالَ غَيْرُهُ بِحِسَابٍ وَّمَنَازِلَ لَا يَعْدُوَانِهَا۔ غَيْرُهُ سے مراد حضرت ابن عباسؓ ہیں اور ان کی تفسیر کے

مطابق یہ شرح ہوگی کہ سورج اور چاند مقررہ حساب سے منزل بہ منزل حرکت کررہے ہیں، جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔ ان کی یہ تفسیر حربی اور طبریؒ نے نقل کی ہے۔(فتح الباری جزء٦ صفحہ٣٥٨) حُسْبَان جمع ہے حِسَاب کی جیسے شُهْبَان شِهَاب کی۔جس کے معنے ہیں چمکتا ہوا ستارہ۔

ضُحٰهَا سے آیت وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا کی طرف اشارہ ہے۔یعنی سورج اوراس کی پوری روشنی کی قسم ہے۔یعنی اسے بطور شہادت پیش کیا جاتا ہے اور اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ سے سورۂ یٰسین کی ان آیات کی طرف اشارہ ہے: وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ٥ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ٥ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَا اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ٥ (یٰسٓ:٣٩ تا ٤١) اور سورج ایک مقررہ مقام کی طرف چلا جارہا ہے۔یہ انتظام عزیز علیم ذات کے ایک مقررہ قانون سے ہے اور ہم نے چاند کے لئے بھی منزلیں مقرر کی ہیں۔یہاں تک کہ وہ اپنی منزلیں طے کرتا ہوا ایک پرانی شاخ کی مانند ہوکر پھر لوٹتا ہے۔نہ سورج کو سکت ہے کہ چاند تک پہنچے اور نہ رات کو کہ وہ دن سے آگے بڑھے اور یہ سب ایک مقررہ دائرہ میں سہولت سے چلے جارہے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ لَا یَسْتُرُ ضَوْءُ اَحَدِهِمَا ضَوْءَ الْاٰخَرِ...... یعنی سورج اور چاند دونوں میں سے ایک کی روشنی دوسرے کی روشنی کے لئے روک نہیں بنتی اور آیت وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ کا مطلب یہ ہے: یَتَطَالَبَانِ ایک دوسرے کے پیچھے تگ ودَوکررہے ہیں۔حَثِیْثَیْنِ سے اشارہ آیت یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا (الأعراف:٥٥) کی طرف ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تمہارا ربّ یقیناً اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ وقتوں میں پیدا کیا ہے۔ پھر (اس کے بعد) وہ (حکومت کے) تخت پر مضبوطی سے قائم ہوگیا۔وہ رات کو دن پر ڈھانکتا ہے جو اسے جلدی سے پکڑنا چاہتی ہے اور سورج اور چاند اور ستاروں کو اس نے اس طرح پیدا کیا کہ وہ سب اس کے حکم کے تحت (بغیر کسی تھکان کے) کام کررہے ہیں۔سنو! پیدا کرنا بھی اسی کا کام ہے اور قانون بنانا بھی (اسی کا کام ہے) اللہ بہت برکت والا ہے۔وہ جو سارے جہانوں کا ربّ ہے۔...... نہ تو سورج کو طاقت ہے کہ وہ اپنے سال کے دورہ میں کسی وقت چاند کے قریب جا پہنچے (کیونکہ اگر ایسا ہو تو سارا نظام شمسی تباہ ہوجائے) اور نہ رات کو طاقت ہے (یعنی چاند کو) کہ وہ مسابقت کرتے ہوئے دن کو (یعنی سورج کو) پکڑ لے۔بلکہ یہ سب کے سب ایک مقررہ راستہ پر نہایت سہولت سے چلتے چلے جاتے ہیں۔مذکورہ بالا آیت کے آخر میں صراحت ہے کہ یہ کائنات سب اللہ تعالیٰ کے تصرف میں ہے۔فرماتا ہے: وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرَاتٍ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبَارَکَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ٥ محولہ بالا آیات کی مذکورہ شرح مجاہدؒ نے کی ہے۔(فتح الباری جزء٦ صفحہ٣٥٨)

نَسْلَخُ کے لفظ کے ذکر سے آیت وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ٥ (یٰسٓ:٣٨) کی طرف اشارہ ہے۔جس کا ترجمہ یہ ہے اور ان کے لئے رات بھی ایک بڑا نشان ہے جس میں سے کھینچ کر ہم دن نکال لیتے ہیں۔جس کے بعد اچانک وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔مجاہدؒ نے اس کی تفسیر یہ کی ہے: یَجْرِیْ کُلٌّ مِّنْهُمَا فِیْ فَلَکٍ۔سورج و چاند میں سے ہر ایک اپنے دائرہ میں چل رہا ہے۔(فتح الباری جزء٦ صفحہ٣٥٨)

وَاهِيَةٌ سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے: وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ o وَّالْمَلَكُ عَلٰى اَرْجَائِهَا ط وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ o (الحاقة: ١٧،١٨) اس آیت کا ترجمہ یہ ہے: اور آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اس دن بالکل بودا نظر آئے گا اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے اور اس دن تیرے ربّ کے عرش کو آٹھ فرشتے اُٹھا رہے ہوں گے۔ اَلْمَلَكُ اسم جمع ہے یعنی اَلْمَلَائِكَة ۔ وَهْيٌ سے مراد پھٹنا ہے اور اِرْجَاء سے آسمان کا وہ حصہ مراد ہے جو نہیں پھٹے گا۔ یعنی اس کے کنارے۔ جیسے تم کہتے ہو کہ وہ کنوئیں کے کنارے پر ہے۔

اَغْطَشَ سے سورۃ النازعات کی آیت رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا o وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا o کی طرف اشارہ ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آسمان کی بلندی کو اونچا کیا ہے۔ پھر اسے بے عیب بنایا ہے اور اس کی رات کو (تو) تاریک بنایا ہے لیکن اس کی دوپہر کو روشن بنا کر ظاہر کیا ہے۔ آسمان کی بلندی اونچی کی اور تناسب قائم کر کے اسے ہموار اور بے عیب بنایا ہے۔ اور اس کی رات کو تاریک کیا اور دن کی روشنی ظاہر کی۔

جَنَّ سے سورۂ انعام کی آیت ۷۷ کی طرف اشارہ ہے۔ فرماتا ہے: فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰى كَوْكَبًا ...... ۔ یعنی جب رات ابراہیم پر چھائی تو اس نے ستارہ دیکھ کر کہا: یہ میرا ربّ ہے اور جب وہ ڈوب گیا تو اس نے کہا: زوال پذیر اشیاء سے مجھے محبت نہیں ہوسکتی۔

حسن بصری نے کہا: كُوِّرَتْ کے معنی ہیں کہ لپیٹا جائے گا یہاں تک کہ اس کی روشنی باقی نہ رہے گی۔ اس سے آیت اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (التكوير :٢) کی شرح کی گئی ہے۔ ان کی یہ شرح ابن ابی حاتم سے مروی ہے۔ آیت کا یہ مفہوم حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ۳۲۰۰ سننے سے پہلے بیان کیا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ سے كُوِّرَتْ کے معنی اَظْلَمَتْ مروی ہیں یعنی تاریک ہو گیا۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ۳۵۹)

آیت وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ میں لفظ وَسَقَ کے لغوی معنی ہیں جانوروں کو اِدھر اُدھر سے ایک جگہ اکٹھا کر دیا اور اِتَّسَقَ کے معنی ہیں اِسْتَوٰى یعنی ایک سا اور برابر ہو گیا یعنی چاند پورا ہو گیا۔ اس سے آیت وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ (الإنشقاق :١٩) کی طرف اشارہ ہے۔ بُرُوْجًا سے مراد سورج اور چاند کی منزلیں ہیں۔ اس لفظ سے آیت وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ (البروج:٢) کی طرف اشارہ ہے۔

فَالْحَرُوْرُ بِالنَّهَارِ مَعَ الشَّمْسِ سے سورۂ فاطر کی آیت ۲۲،۲۳ کی تفسیر کی گئی ہے۔ لفظ اَلْحَرُوْر سے وہ گرمی مراد ہے جو طلوعِ آفتاب کے ساتھ دن کو ہوتی ہے۔ مکمل آیت یہ ہے: وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ o وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ o وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ o وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَاءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ط اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاءُ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ o (فاطر: ٢٠ تا ٢٣) آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ بینا اور نابینا برابر نہیں ہوسکتے اور نہ تاریکیاں اور روشنی اور نہ سایہ اور دھوپ اور نہ زندے اور مردے برابر ہوسکتے ہیں۔ یقیناً اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور جو قبروں میں ہوں تو انہیں ہرگز نہیں سنا سکتا۔ حضرت ابن عباسؓ اور رؤبہ کے نزدیک اَلْحَرُوْر سے مراد رات کی گرمی ہے اور سَمُوْم دن کی لُو۔ امام ابن حجرؒ نے حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے اور رؤبہ کا حوالہ ابوعبیدہ سے مروی

ہے۔(فتح الباری جزء٦صفحہ٣٦٠) يُوْلِجُ سے آیت قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ (آل عمران: ٢٧) کی طرف اشارہ ہے اور يُوْلِجُ کے معنی يُكَوِّرُ کئے گئے ہیں اور وَلِيْجَة ہر وہ شئے جو کسی دوسری شئے میں داخل کی جائے۔

غرض اس باب میں سورج اور چاند سے متعلق تیرہ آیات کا حوالہ دے کر سورج اور چاند کی مختلف حالتوں اور ان سے متعلق اس استدلال کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ عالم سماوی کا سارا نظام قادر وعلیم وحکیم خالق کے ارادہ وحکم اور ایک معین تقدیر وتدبیر کے تحت قائم ودائم ہے اور یہ نظام جس طرح اس کی قدرتِ کاملہ سے وجود میں آیا ہے، اسی طرح زوال پذیر بھی ہے۔ اس باب کے تحت چھ روایتیں درج ہیں۔ پہلی روایت حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ سورج روزانہ عرشِ الٰہی کے تحت سجدہ کرتا اور اپنے خالق کی اجازت سے غروب ہونے کے بعد طلوع کرتا ہے اور ایک وقت آئے گا کہ اس کا سجدہ قبول نہ ہوگا اور اسے مشرق سے طلوع کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ سورج سے متعلق یہی وہ الٰہی تقدیر ہے جس کا ذکر آیت وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا (يٰس :٣٩) میں کیا گیا ہے۔ آیت کی جو تفسیر حدیث میں بیان کی گئی ہے اس کے متعلق یہ امر یاد رہے کہ یہ مفردات کے لغوی معانی ہیں۔ سیاقِ کلام اور حقائق الاشیاء کے اعتبار سے شرح نہیں۔ کائنات عالم سے متعلق انسان کا مشاہدہ اور علم جوں جوں ترقی کرتا جاتا ہے اس کے لئے کلام اللہ کا مفہوم بھی واضح سے واضح تر ہوتا جاتا ہے۔ مخلوق خالق کا فعل ہے اور قرآنِ مجید اس کا کلام۔ فعل الٰہی اور کلامِ الٰہی میں توافق ضروری ہے۔ جو کلام خالق کے فعل کے خلاف ہوگا وہ اس کا کلام نہیں بلکہ انسانی تخیل اور انسانی کلام ہے۔ عربی زبان میں بڑی وسعت ہے اور قرآنِ مجید میں عربی اسلوب کلام کے مطابق ایجاز اور اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا مفردات کی لغوی شرح پر حصر نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ فلاں زمانہ میں فلاں عالم نے فلاں لفظ کے یہ معنے سمجھے تھے۔ ان معانی کے پیش نظر یہ طریق اختیار کرنا مناسب نہیں کہ حقائق الاشیاء کے سمجھنے میں انسان نے جو ترقی کی ہے اور ایک یقینی علم حاصل کیا ہے اور آیات کے الفاظ ایسے معانی کے متحمل ہیں جو جدید علم کے مطابق ہیں تو ان کے معانی اس لئے قبول نہ کئے جائیں کہ فلاں عالم نے اس کے مختلف معانی بتائے ہیں۔ یہ طریق درست نہ ہوگا۔ کیونکہ ایسا کرنا منشائے کلامِ الٰہی کے خلاف ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (الكهف :١١٠) تو ان سے کہہ دے کہ اگر سمندر میرے ربّ کے کلمات کے لیے روشنائی بن جائے تو میرے ربّ کے کلمات ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے (اور وہ ختم نہ ہوں) گو اتنا ہی اور سمندر (روشنائی بڑھانے کے لئے) کیوں نہ لے آئیں۔

اس آیت سے اس کلامِ الٰہی کی وسعت ظاہر ہوتی ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ سورۂ کہف کے سیاقِ موضوع میں کلمات سے مراد قرآنِ مجید ہے۔ الغرض آیات کے مفردات کی جو شرح بعض علماء نے کی ہے، اس پر حصر کر لینا درست نہیں۔ بلکہ آیات کے سیاق وسباق کو مدنظر رکھ کر نئے علوم کی روشنی میں جو تفسیر عربی لغت کے مفردات کی ہو سکے گی، وہ قابل قبول ہوگی۔

☆ لفظ يُوْلِجُ آیت يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ (فاطر:١٤) میں آیا ہے۔

تَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ: حدیث نمبر ۳۱۹۹ میں عرش کے نیچے سجدۂ آفتاب کا ذکر ہے اور علماءِ سلف نے آفتاب کے سجدے سے مراد قوتِ تسخیر لی ہے جس کے ذریعے سارا عالم مسخر ہے۔ یعنی سورج بھی مثل دیگر کائنات کے خالق کا کامل طور پر مطیع وفرمانبردار ہے۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ ٣٦٠) اللہ تعالیٰ کی صفات دو قسم کی ہیں۔ ایک ذاتی، فرمایا: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (الشوریٰ :۱۲) اس کی مانند کوئی شئے نہیں۔ دوسری اضافی، یعنی اس کی صفات مخلوق کی نسبت اس کے سلوک کے لحاظ سے۔ عرش وہ مقامِ تنزیہہ ہے جہاں صفاتِ ذاتیہ کا ظہور بلاتوسطِ اسباب ہے اور صفاتِ اضافی کی تجلی دنیا میں اسباب کے توسط سے ہے، بلاواسطہ اسباب نہیں۔ آیت اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (طٰهٰ: ٦) میں عرش سے مراد وہی تنزیہی مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی صفات بلاتوسل اسباب متجلی ہیں۔ اس تعلق میں دیکھئے چشمہ معرفت- روحانی خزائن جلد۲۳ صفحہ ۲۷۷، ۲۷۸۔ نیز اسلامی اصول کی فلاسفی- روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۷۲ تا ۳۷۷۔

عرش کی مذکورہ بالا وضاحت سے ظاہر ہے کہ سورج کے سجدہ کرنے سے اس کی تسخیر وخضوعِ تام ہی مراد ہے۔ کسی زمانہ میں انسان سمجھتا تھا کہ آسمان چکر لگا رہا ہے اور سورج وستارے اور ہماری زمین سب اس میں مرصّع اور ثابت وغیر متحرک ہیں۔ مگر انسان کو اَب علم ہوگیا ہے کہ ہماری زمین پہاڑوں سمیت اور کائنات عالم بالا کی ہر شئے اپنے اپنے دائرہ میں تیزی سے چکر لگارہی ہے حتیٰ کہ سورج وچاند بھی۔ اسی سے آیت كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (یٰس :۴۱) کا مضمون واضح ہوجاتا ہے جو پہلے واضح نہیں تھا اور خداتعالیٰ کے فعل اور کلام میں مطابقت بھی واضح ہوجاتی ہے۔ غالباً یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ امام بخاریؒ نے کتاب بدء الخلق کے ابواب میں آیات اللہ کے حوالے بکثرت دے کر ان کے معانی ومفہوم وسیاق وسباق سے متعلق خاموشی اختیار کی ہے اور مفردات کے وہ لغوی معنے درج کردیئے ہیں جو صحیح سند سے مروی ہیں۔ کتاب التفسیر میں بھی یہی طریق اختیار کیا گیا ہے۔

روایت نمبر ۳۱۹۹، ۳۲۰۰ سے مشرکین کے عقیدہ کا بطلان مقصود ہے، ساری کائنات عالم علوی وسفلی الٰہی تصرف میں ہے اور فنا پذیر ہے۔ روایت نمبر ۳۲۰۱ تا ۳۲۰۴ سے بھی مشرکین کے توہمات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ اس تعلق میں تشریح کتاب الکسوف باب ۱ بھی دیکھئے۔

بَاب ٥: مَا جَاءَ فِي قَوْلِهٖ

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ نُشُرًا☆ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ

اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق جو بیان ہوا ہے

وہ وہی خدا ہے جس نے ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے آگے چلایا کہ وہ خوشخبری☆ دیں

قَاصِفًا (بني إسرائيل: ٧٠) تَقْصِفُ كُلَّ شَيْءٍ. لَوَاقِحَ (الحجر: ٢٣) (یہ جو فرمایا:) قَاصِفًا اس کے معنی ہیں سخت آندھی جو ہر چیز کو توڑ ڈالتی ہے (اور فرمایا:) لَوَاقِحَ اس کے معنی

☆ سورۃ الأعراف آیت ۵۸ میں اس جگہ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ہے۔ ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

مَلَاقِحَ مُلْقِحَةً.

ہیں حاملہ کر دینے والی (ہوائیں) مَلَاقِحَ جو مُلْقِحَةٌ کی جمع ہے وہ بھی انہی معنوں میں ہے۔

اِعْصَارٌ (البقرة:٢٦٧) رِيْحٌ عَاصِفٌ تَهُبُّ مِنَ الْأَرْضِ إِلَى السَّمَاءِ كَعَمُوْدٍ فِيْهِ نَارٌ.

(اور فرمایا: فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ یعنی باغ کو ایسے بگولے نے جلا دیا جس میں آگ تھی) إِعْصَار کے معنی ہیں وہ جھکڑ جو زمین سے اُٹھ کر آسمان کی طرف ایک ستون کی طرح بلند ہوجاتا ہے (اور) اس میں آگ ہو۔

صِرٌّ (آل عمران:١١٨) بَرْدٌ.

صِرٌّ کے معنی ہیں سخت ٹھنڈی ہوا۔

نُشُرًا مُتَفَرِّقَةً.

لفظ نُشُرًا کے معنی ہیں جدا جدا، متفرق۔

٣٢٠٥: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ.

اطرافه: ١٠٣٥، ٣٣٤٣، ٤١٠٥.

٣٢٠٥: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حکم سے، حکم نے مجاہد سے، مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: شرقی ہوا سے میری مدد کی گئی ہے اور عاد مغربی ہوا سے ہلاک کئے گئے۔

٣٢٠٦: حَدَّثَنَا مَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى مَخِيْلَةً فِي السَّمَاءِ أَقْبَلَ وَأَدْبَرَ وَدَخَلَ وَخَرَجَ وَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ فَإِذَا أَمْطَرَتِ السَّمَاءُ سُرِّيَ عَنْهُ فَعَرَّفَتْهُ عَائِشَةُ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

٣٢٠٦: مکی بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ ابن جریج نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عطاء سے، عطاء نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب آسمان میں بادل دیکھتے تو اِدھر اُدھر اندر باہر آتے جاتے اور آپؐ کا چہرہ متغیر ہوجاتا۔ جب بادل برسنا شروع ہوجاتا تو آپؐ سے گھبراہٹ جاتی رہتی۔ تو حضرت عائشہؓ نے آپؐ کو آپؐ کی یہ حالت بتائی (اور اس کا سبب پوچھا)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا أَدْرِي {لَعَلَّهُ☆} كَمَا قَالَ قَوْمُ عَادٍ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ (الأحقاف: ٢٥) الْآيَةَ.
طرفه: ٤٨٢٩.

نبی علیہ السلام نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ شاید ویسے بادل نہ ہوں جیسے عاد کی قوم نے کہا تھا جب انہوں نے بادل اپنی وادیوں کی طرف آتے دیکھا (یعنی وہ بادل آرہا ہے جو ہم پر برسے گا لیکن وہ ان پر عذاب لے آیا۔)

تشریح: هُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَى رَحْمَتِهِ: پوری آیت یہ ہے وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَى رَحْمَتِهِ ۚ حَتّٰى اِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ (الأعراف:٥٨) اور وہی ہے جو ہوائیں اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے کے لیے چلاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ بوجھل بادل اُٹھا لیتی ہیں تو ہم انہیں ایک مردہ (بنجر) علاقہ کی طرف لے جاتے ہیں اور اس سے پانی اُتارتے اور اس کے ذریعہ سے ہر قسم کے پھل پیدا کرتے ہیں۔ قَاصِفًا سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں ہواؤں کا ذکر بطور عذابِ الٰہی ہے۔ فرماتا ہے: اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ...... (بنی اسرائیل: ٧٠) کیا تم اس بات سے بے خوف ہو کہ وہ تمہیں پھر دوسری بار اس سمندر میں لوٹا لائے اور تم پر ایک تند ہوا چھوڑ دے۔ پھر تمہارے کفر کی وجہ سے تمہیں غرق کر دے۔ لَوَاقِحَ لفظ کا ذکر کر کے جس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے: وَاَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَاءً فَأَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَا اَنْتُمْ لَهٗ بِخَازِنِيْنَ ٥ (الحجر: ٢٣) اور ہم نے (بخارات کو) اُٹھانے والی ہوائیں چھوڑ رکھی ہیں۔ (جن سے) بادل کا پانی نازل کیا اور تمہیں پلایا ہے۔ اور تم اسے اکٹھا کر کے محفوظ نہیں کر سکتے تھے۔ ابوعبیدہ نے قَاصِفًا کے معنی توڑنے پھوڑنے والے کے کیے ہیں۔ لَوَاقِح جمع ہے لَاقِح کی، یعنی گابھن کرنے والی۔ اور اس کے معانی ہیں وہ ہوا جس میں نمی ہو۔ یہ نمی مٹی سے مل کر بیج کی نشو ونما اسی طرح کرتی ہے جس طرح قطرۂ منی کی نشو ونما مادرِ رحم میں ہوتی ہے۔ اس لیے ہواؤں کو لَوَاقِح کہا گیا ہے۔ لَوَاقِح کے معنی ہیں گابھن کرنے والیاں۔ طبری کے نزدیک ہوائیں بخارات اُٹھانے کے لحاظ سے حاملِ آب ہیں اور فعلِ تلقیح کے لحاظ سے حمل کا موجب ہیں۔ لَقَحَ کے معنی ہیں اُٹھانا اور گابھن کرنا۔ دونوں معانی کی رو سے ہوائیں لَوَاقِح کہلاتی ہیں۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ٣٦٢)

علمِ نباتات میں جو نئی تحقیق ہوئی ہے، اس میں یہ ثابت ہوا ہے کہ بعض پھول نر ہوتے ہیں اور بعض مادہ۔ عرب لوگ نر کھجور کے غنچہ کا غبارِ زَر لے کر مادہ کھجور کے غنچہ میں ڈالتے تھے۔ اس سے اُس کی تلقیح ہو جاتی۔ ہوائیں، شہد کی مکھیاں اور کیڑے مکوڑے وغیرہ عملِ تلقیح میں بڑی مدد دیتے ہیں۔ وہ نر پھول کا غبار مادہ پھول میں لے جاتے ہیں۔ شہد کی مکھی جب نر پھول سے رَس چوستی ہے تو غبارِ زَر اس کے منہ اور پروں سے چمٹ جاتا ہے اور پھر یہی غبار مادہ پھول تک پہنچ جاتا ہے جب مکھی اس کا رَس چوسنے جاتی ہے۔ ہوائیں اور بعض قسم کے پروانے اور کیڑے بھی یہی خدمتِ تلقیح ادا کرتے ہیں۔

☆ یہ لفظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے (فتح الباری جزء٦ حاشیہ صفحہ٣٦١) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

لفظ **اِعْصَار** سے سورۂ بقرہ کی آیت ۲٦۷ کی طرف اشارہ ہے۔جس میں بادِ سموم عذاب قرار دی گئی ہے کہ وہ پھل دار پودوں کوجلا کر تباہ کر دیتی ہے۔فرماتا ہے: أَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ ۖ فَاَصَابَهَا اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ (البقرة: ۲٦۷) کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں۔جس سے ہر قسم کے میوے اسے مل رہے ہوں۔اور بڑھاپا اسے آ پہنچا ہو اور اس کی کمزور اولاد ہو۔پھر اس باغ پر ایک ایسا بگولا چلے جس میں آگ ہو اور وہ باغ جل جائے۔اِعْصَارٌ کے معنی ہیں بگولا۔لفظ **صِرٌّ** کے معنی ہیں بادِ صرصر۔شدید خنک ہوا جو فصلوں کو جلا دیتی ہے۔اس سے سورۂ آل عمران کی آیت ۱۱۸ کی طرف اشارہ ہے۔جو یہ ہے: مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِي هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ جو مال اس دنیا(کی اغراض) کے لئے خرچ کیا جاتا ہے اس کی مثال اس ہوا کی ہے جس میں سخت ٹھنڈک ہو۔جو ایسی قوم کی کھیتی پر چلے جس نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہو اور وہ اسے تباہ کر دے اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا انہوں نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔

نُشُرًا سے آیت وَالنَّاشِرَاتِ نَشْرًا (المرسلات: ۴) کی طرف اشارہ ہے۔جس کے معنی یہ ہیں کہ قسم ہے ان ہواؤں کی یا نفوس کی جو اچھی طرح بکھرتی (یا پھیلاتی) ہیں۔

اس باب کے تحت دو روایتیں ہیں۔دونوں سے بتایا گیا ہے کہ کس طرح ایک نفع بخش شئے نقصان دہ ہو جاتی ہے۔اس سے متصرف بالارادہ قادر خالق کائنات کے وجود کا ثبوت واضح طور پر ملتا ہے۔جس نے تسخیر اشیاء کی قدرت انسان میں ودیعت کر کے عنانِ تصرف اپنے ارادے اور دستِ قدرت میں رکھی ہے۔جس سے ایک شئے خیر یا شر کا منبع ہو سکتی ہے۔کائناتِ عالم پر اصلی تصرف خالق کائنات کا ہے۔فرماتا ہے: هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (البقرة: ۳۰) اور وہی ہے جس نے ہر شئے جو زمین میں ہے تمہارے لئے پیدا کی ہے اور پھر بلندی کی طرف متوجہ ہوا، اسے سات بلندیوں میں یکساں کیا اور وہی ہر شئے کا بخوبی علم رکھتا ہے۔اور سورۃ الفلق میں ہمیں ہدایت ہے کہ ہر شئے کے شر سے خالق کائنات کی پناہ ڈھونڈو۔کیونکہ خالق کائنات کے ارادہ سے وہ شئے جو خیر کا مصدر ہے شر کا مصدر بھی ہو سکتی ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس خوف وبیم کا ذکر روایت نمبر ۳۲۰٦ میں وارد ہوا ہے، اس سے آپؐ کے عرفانِ کامل کا علم حاصل ہوتا ہے جو آپؐ کو خالق کون کے تصرفات سے متعلق حاصل تھا۔اس روایت میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ یہ ہے: فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَمَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ أَلِيْمٌ ۝ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوْا لَا يُرٰى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ (الأحقاف :۲٦،۲۵) پس جب اس کی قوم نے اس عذاب کو ایک بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا:

یہ ایک بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا۔نہیں بلکہ یہ وہ (عذاب) ہے جس کو تم جلدی مانگتے تھے۔ یہ ایک ہوا ہے جس میں دردناک عذاب پوشیدہ ہے۔ یہ ہوا اپنے ربّ کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کرتی جائے گی۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر صبح ایسے وقت میں آئی کہ صرف ان کے گھر ہی نظر آتے تھے۔ (سب قوم ریت میں دب گئی) اس طرح ہم مجرم قوم کو جزا دیا کرتے ہیں۔

بَاب ٦ : ذِكْرُ الْمَلَائِكَةِ

ملائکہ کا بیان

وَقَالَ أَنَسٌ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ (الصافات: ١٦٦) الْمَلَائِكَةُ.

اور حضرت انسؓ کہتے تھے: (یہودیوں کے بڑے عالم) عبداللہ بن سلامؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: فرشتوں میں سے جبریل علیہ السلام تو یہودیوں کے دشمن ہیں۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: ''ہم صف بستہ ہیں'' سے مراد ملائکہ ہیں۔

٣٢٠٧: حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ. وَقَالَ لِي خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ وَهِشَامٌ قَالَا حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ مَّالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَنَا عِنْدَ الْبَيْتِ بَيْنَ النَّائِمِ وَالْيَقْظَانِ وَذَكَرَ يَعْنِي رَجُلًا بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَأُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَلْآنَ حِكْمَةً وَّإِيْمَانًا فَشُقَّ مِنَ النَّحْرِ إِلَى

۳۲۰۷: ہدبہ بن خالد نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے روایت کی۔ اور خلیفہ (بن خیاط) نے مجھ سے کہا کہ یزید بن زُرَیع نے ہمیں بتایا۔ سعید (بن ابی عروبہ) اور ہشام (دستوائی) دونوں نے ہمیں بتایا۔ قتادہ نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت انس بن مالک نے حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا، کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بار بیت اللہ کے پاس میں خواب اور بیداری کی حالت کے درمیان تھا، نہ بالکل سویا ہوا تھا نہ جاگتا۔ آپؐ نے ذکر کیا کہ آپؐ دو آدمیوں کے درمیان تھے کہ اتنے میں میرے پاس سونے کا ایک طشت جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا لایا گیا اور میرا سینہ گلے سے پیٹ کے نیچے تک چیرا گیا۔

مَرَاقِّ الْبَطْنِ ثُمَّ غُسِلَ الْبَطْنُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مُلِئَ حِكْمَةً وَإِيْمَانًا وَأُتِيْتُ بِدَابَّةٍ أَبْيَضَ دُوْنَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ الْبُرَاقُ فَانْطَلَقْتُ مَعَ جِبْرِيْلَ حَتَّى أَتَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا قِيْلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهِ وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَأَتَيْتُ عَلَى آدَمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنِ ابْنٍ وَنَبِيٍّ فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ قِيْلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهِ وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَأَتَيْتُ عَلَى عِيْسَى وَيَحْيَى فَقَالَا مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ الثَّالِثَةَ قِيْلَ مَنْ هَذَا قِيْلَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهِ وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَأَتَيْتُ عَلَى يُوْسُفَ فَسَلَّمْتُ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ فَأَتَيْنَا

پھر میرا پیٹ زمزم کے پانی سے دھویا گیا۔ اس کے بعد اسے حکمت اور ایمان سے بھر دیا گیا اور میرے سامنے ایک سفید جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔ یعنی براق۔ میں جبرائیل کے ساتھ چل پڑا۔ یہاں تک کہ ہم سب سے نچلے آسمان پر پہنچے۔ پوچھا گیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبرائیل۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: محمد (ﷺ) پوچھا گیا: کیا انہیں بلایا گیا؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ کہا گیا: خوشی سے آئیں۔ آپؐ کا آنا کیا ہی مبارک ہے۔ پھر میں آدمؑ کے پاس آیا اور میں نے انہیں السلام علیکم کہا۔ تو انہوں نے کہا: خوشی سے آئیں۔ بیٹے بھی ہو نبی بھی۔ ہم دوسرے آسمان پر پہنچے۔ پوچھا گیا: یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبرائیل۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: محمد (ﷺ)۔ پوچھا گیا: کیا انہیں بلا بھیجا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ کہا گیا: خوشی سے آئیں۔ آپ کا آنا کیا ہی مبارک ہے۔ پھر میں عیسیٰ اور یحییٰ کے پاس آیا۔ ان دونوں نے کہا: خوشی سے آئیں۔ آپؐ بھائی بھی ہیں اور نبی بھی۔ پھر ہم تیسرے آسمان پر پہنچے۔ پوچھا گیا: کون ہے یہ؟ کہا گیا: جبرائیل۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمدؐ۔ پوچھا گیا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ کہا گیا: خوشی سے آئیں اور آپؐ کا آنا کتنا ہی بابرکت ہے۔ پھر میں یوسفؑ کے پاس آیا۔ انہیں السلام علیکم کہا۔ انہوں نے کہا: خوشی سے آئیں۔ بھائی بھی ہیں

السَّمَاءَ الرَّابِعَةَ قِيْلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قِيْلَ مُحَمَّدٌ ﷺ قِيْلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهِ وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَأَتَيْتُ عَلَى إِدْرِيْسَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ قِيْلَ مَنْ هَذَا قِيْلَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قِيْلَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ قِيْلَ مَرْحَبًا بِهِ وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَأَتَيْنَا عَلَى هَارُوْنَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ فَأَتَيْنَا عَلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ قِيْلَ مَنْ هَذَا قِيْلَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قِيْلَ مُحَمَّدٌ ﷺ قِيْلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ مَرْحَبًا بِهِ نِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَأَتَيْتُ عَلَى مُوْسَى فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنْ أَخٍ وَنَبِيٍّ فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَكَى فَقِيْلَ مَا أَبْكَاكَ قَالَ يَا رَبِّ هَذَا الْغُلَامُ الَّذِي بُعِثَ بَعْدِي يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِهِ أَفْضَلُ مِمَّا

اور نبی بھی۔ پھر ہم چوتھے آسمان پر پہنچے۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ کہا: جبرائیل۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا گیا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا گیا: کیا انہیں بلا بھیجا گیا ہے؟ جواب دیا: ہاں۔ کہا گیا: خوشی سے آئیں اور آپ کا تشریف لانا کتنا ہی اچھا ہے۔ پھر میں ادریسؑ کے پاس آیا اور میں نے انہیں سلام کہا۔ انہوں نے کہا: خوش وخرم آئیں۔ بھائی بھی ہیں اور نبی بھی۔ پھر ہم پانچویں آسمان پر پہنچے۔ پوچھا گیا: یہ کون ہیں؟ کہا گیا: جبرائیل۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا گیا: محمدؐ۔ پوچھا گیا: کیا انہیں بلا بھیجا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ کہا گیا: خوش وخرم آئیں اور آپؐ کا آنا کیا ہی اچھا ہے۔ پھر ہم ہارون کے پاس آئے اور میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے کہا: آپ خوش وخرم آئیں۔ بھائی بھی ہیں اور نبی بھی۔ پھر ہم چھٹے آسمان پر پہنچے۔ پوچھا گیا: کون ہے؟ جواب دیا گیا: جبریل۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا گیا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا گیا: کیا انہیں بلا بھیجا ہے؟ خوش وخرم آئیں۔ اور آپ کا تشریف لانا کیا ہی اچھا اور مبارک ہے۔ پھر میں موسیٰ کے پاس آیا۔ اور میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے کہا: خوش وخرم آئیں۔ بھائی بھی ہیں اور نبی بھی۔ جب میں آگے بڑھا تو وہ رونے لگے۔ ان سے پوچھا گیا: آپ کو کس بات نے رُلایا ہے؟ انہوں نے کہا: اے ربّ! یہ نوجوان جو میرے بعد مبعوث کیا گیا ہے، اس کی امت

يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِي فَأَتَيْنَا السَّمَاءَ السَّابِعَةَ قِيْلَ مَنْ هَذَا قِيْلَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ مَنْ مَّعَكَ قِيْلَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ مَرْحَبًا بِهِ وَلَنِعْمَ الْمَجِيءُ جَاءَ فَأَتَيْتُ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ مِنِ ابْنٍ وَنَبِيٍّ فَرُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ فَسَأَلْتُ جِبْرِيْلَ فَقَالَ هَذَا الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ يُصَلِّي فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ إِذَا خَرَجُوْا لَمْ يَعُوْدُوْا إِلَيْهِ آخِرَ مَا عَلَيْهِمْ وَرُفِعَتْ لِي سِدْرَةُ الْمُنْتَهَى فَإِذَا نَبِقُهَا كَأَنَّهُ قِلَالُ هَجَرَ وَوَرَقُهَا كَأَنَّهُ آذَانُ الْفُيُوْلِ فِي أَصْلِهَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ نَهْرَانِ بَاطِنَانِ وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ فَسَأَلْتُ جِبْرِيْلَ فَقَالَ أَمَّا الْبَاطِنَانِ فَفِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ النِّيْلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ خَمْسُوْنَ صَلَاةً فَأَقْبَلْتُ حَتَّى جِئْتُ مُوْسَى فَقَالَ مَا صَنَعْتَ قُلْتُ فُرِضَتْ عَلَيَّ خَمْسُوْنَ صَلَاةً قَالَ أَنَا أَعْلَمُ بِالنَّاسِ مِنْكَ عَالَجْتُ بَنِي إِسْرَائِيْلَ أَشَدَّ

سے بہترین لوگ جنت میں داخل ہوں گے بہ نسبت میری امت کے۔ پھر ہم ساتویں آسمان پر پہنچے۔ پوچھا گیا: کون ہے یہ؟ کہا گیا: جبرائیل۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا گیا: محمدؐ۔ پوچھا گیا: کیا انہیں بلا بھیجا ہے؟ (جواب دیا گیا: ہاں۔ کہا:) خوش وخرم آئیں۔ آپ کی تشریف آوری کتنی ہی مبارک ہے۔ پھر میں ابراہیمؑ کے پاس آیا۔ اور میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے کہا: خوش وخرم آئیں۔ آپؐ بیٹے بھی ہیں اور نبی بھی۔ پھر بیت المعمور دُور سے مجھے دکھائی دیا۔ میں نے جبرائیل سے پوچھا۔ انہوں نے کہا: یہ وہ بیت المعمور ہے جس میں ہر روز ستر ہزار ملائکہ نماز پڑھتے ہیں۔ جب وہاں سے وہ نکلتے ہیں تو پھر کبھی آخر تک وہاں لوٹ کر نہیں آتے اور مجھے دور سے سدرۃ المنتہیٰ دکھائی دیا گیا۔ دیکھتا ہوں کہ اس کے بیر ایسے ہیں جیسے ہجر کے مٹکے اور اس کے پتے اتنے بڑے ہیں جیسے ہاتھیوں کے کان۔ اس کی جڑ میں چار ندیاں ہیں۔ دو اندر اور دو باہر۔ میں نے جبرائیل سے پوچھا۔ تو انہوں نے کہا: وہ جو اندر ہیں وہ جنت میں جارہی ہیں اور جو باہر ہیں وہ نیل اور فرات ہیں۔ پھر پچاس نمازیں مجھ پر فرض کی گئیں اور میں وہاں سے چلا آیا۔ یہاں تک کہ موسیٰ کے پاس پہنچا۔ انہوں نے کہا: تم نے کیا بنایا۔ میں نے کہا: پچاس نمازیں مجھ پر فرض کی گئی ہیں۔ انہوں نے کہا: لوگوں کو آپؐ سے میں زیادہ جانتا ہوں۔ میں نے بنی اسرائیل کی اصلاح

الْمُعَالَجَةِ وَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَسَلْهُ فَرَجَعْتُ فَسَأَلْتُهُ فَجَعَلَهَا أَرْبَعِيْنَ ثُمَّ مِثْلَهُ ثُمَّ ثَلَاثِيْنَ ثُمَّ مِثْلَهُ فَجَعَلَ عِشْرِيْنَ ثُمَّ مِثْلَهُ فَجَعَلَ عَشْرًا فَأَتَيْتُ مُوْسَى فَقَالَ مِثْلَهُ فَجَعَلَهَا خَمْسًا فَأَتَيْتُ مُوْسَى فَقَالَ مَا صَنَعْتَ قُلْتُ جَعَلَهَا خَمْسًا فَقَالَ مِثْلَهُ قُلْتُ فَسَلَّمْتُ☆ فَنُوْدِيَ إِنِّي قَدْ أَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِي وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِي وَأَجْزِي الْحَسَنَةَ عَشْرًا. وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ.

کرنے میں بہت ہی کوشش کی۔ آپؐ کی امت برداشت نہیں کرے گی۔ اس لئے اپنے ربّ کے پاس واپس جائیں اور (کم کرنے کے لئے) التماس کریں۔ چنانچہ میں واپس گیا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی تو اس نے اس کو چالیس کر دیا۔ پھر اس کے بعد موسیٰ نے پہلے کی طرح مجھے واپس بھجوایا اور اللہ تعالیٰ نے تیس کر دیں۔ پھر ایسا ہی کیا تو اس نے بیس کر دیں۔ پھر ایسا ہی کیا تو دس کر دیں۔ پھر میں موسیٰ کے پاس آیا تو پھر انہوں نے ویسے ہی تخفیف کرانے کے لئے کہا۔ تو اللہ تعالیٰ نے پانچ کر دیں۔ پھر میں موسیٰ کے پاس آیا۔ تو انہوں نے پوچھا: تم نے کیا بنایا۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کو پانچ کر دیا ہے۔ پھر انہوں نے اسی طرح کم کروانے کے لئے کہا۔ میں نے کہا: میں اچھی طرح قبول کر چکا ہوں☆ (اب نہیں جاتا) پھر یہ آواز آئی کہ میں نے اپنا فریضہ نافذ کر دیا ہے اور اپنے بندوں سے بوجھ کو ہلکا کر دیا ہے۔ میں نیکی کا بدلہ دس گُنا دوں گا۔ اور ہمام نے قتادہ سے، قتادہ نے حسن (بصری) سے، حسن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے صرف بیت المعمور کے متعلق ہی نقل کیا۔

اطرافهُ: ۳۳۹۳، ۳۴۳۰، ۳۸۸۷۔

۳۲۰۸: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۳۲۰۸: حسن بن ربیع نے ہم سے بیان کیا کہ ابوالاحوص (سلام بن سلیم) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے زید بن وہب سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) نے کہا: رسول اللہ ﷺ

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ الفاظ سَلَّمْتُ بِخَيْرٍ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۵ صفحہ ۱۲۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللهُ مَلَكًا يُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ وَيُقَالُ لَهُ اكْتُبْ عَمَلَهُ وَرِزْقَهُ {☆وَأَجَلَهُ} وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيْدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ فَإِنَّ الرَّجُلَ مِنْكُمْ لَيَعْمَلُ حَتَّى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ كِتَابُهُ يَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ وَيَعْمَلُ حَتَّى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

اطرافهُ: ٣٣٣٢، ٦٥٩٤، ٧٤٥٤.

نے ہمیں بتایا اور آپؐ سچے ہیں۔ جو آپؐ کو بتایا گیا وہ بھی سچ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش کے اسباب اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک جمع ہوتے رہتے ہیں۔ پھر اس کے بعد وہ چالیس دن تک علقہ کی حالت میں رہتا ہے۔ پھر اس کے بعد چالیس دن تک مضغہ کی حالت میں رہتا ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ ایک فرشتہ بھیجتا ہے جسے چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل اور اس کا رزق {اور اس کی عمر☆} لکھ دو اور یہ بھی لکھو کہ وہ بدبخت ہوگا یا نیک بخت۔ پھر اس کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ اسی لئے تم میں سے ایک شخص نیک کام کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہتا ہے، اس کی تقدیر اس پر چل جاتی ہے اور وہ دوزخ والوں کے کام شروع کر دیتا ہے۔ اور ایسا ہی وہ برے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے اور آگ کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ ہوتا ہے تو اس کی تقدیر اس پر چل جاتی ہے اور وہ جنت والوں کے کام شروع کر دیتا ہے۔

٣٢٠٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

٣٢٠٩: محمد بن سلام نے ہم سے بیان کیا کہ مخلد (بن یزید) نے ہمیں خبر دی کہ ابن جریج نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: موسیٰ بن عقبہ نے نافع سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ کہتے تھے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا۔

☆ یہ لفظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے (فتح الباری جزء٦ حاشیہ صفحہ ٣٦٥) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

وَتَابَعَهُ أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَحَبَّ اللهُ الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيْلَ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيْلُ فَيُنَادِي جِبْرِيْلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِي الْأَرْضِ.

اطرافہ: ٦٠٤٠، ٧٤٨٥.

اور (مخلد کی طرح) یہ حدیث ابوعاصم (نبیل) نے ابن جریج سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: موسیٰ بن عقبہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب اللہ کسی بندے سے محبت رکھتا ہے تو جبریل کو پکارتا ہے کہ اللہ فلاں سے محبت رکھتا ہے تم بھی اس سے محبت رکھو۔ پھر جبریل بھی اس سے محبت رکھتا ہے اور سارے آسمان کے فرشتوں میں منادی کر دیتا ہے کہ اللہ فلاں شخص سے محبت رکھتا ہے تم بھی اس سے محبت رکھو۔ پھر آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کے لئے قبولیت ڈالی جاتی ہے۔

٣٢١٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذْكُرُ الْأَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَاءِ فَتَسْتَرِقُ الشَّيَاطِيْنُ السَّمْعَ فَتَسْمَعُهُ فَتُوْحِيْهِ إِلَى الْكُهَّانِ فَيَكْذِبُوْنَ مِنْهَا

۳۲۱۰: محمد (بن اسماعیل) نے ہم سے بیان کیا کہ (سعید) بن ابی مریم نے ہمیں بتایا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں خبر دی کہ (عبیداللہ) بن ابی جعفر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے عروہ بن زبیر سے، عروہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے کہ فرشتے آسمان کی بلندی میں اترتے ہیں۔ (راوی کے نزدیک لفظ) عنان بمعنی بادل ہے اور اس حکم کا ذکر کرتے ہیں جس کا فیصلہ آسمان میں ہو چکا ہوتا ہے اور شیطان چپکے سے کان لگا کر سن لیتے ہیں اور وہ اس بات کو کاہنوں تک پہنچا دیتے ہیں اور پھر وہ اس کے ساتھ اپنی طرف سے سو جھوٹی باتیں

مِائَةَ كَذْبَةٍ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ.

اطرافهُ: ٣٢٨٨، ٥٧٦٢، ٦٢١٣، ٧٥٦١.

ملا کر جھوٹ بولتے ہیں۔

٣٢١١: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَالْأَغَرِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ كَانَ عَلَى كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ الْمَلَائِكَةُ يَكْتُبُوْنَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ فَإِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ طَوَوْا الصُّحُفَ وَجَاءُوْا يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ.

طرفهُ: ٩٢٩.

٣٢١١: احمد بن یونس نے ہمیں بتایا کہ ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا کہ ابن شہاب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوسلمہ اور (سلمان) اَغر سے، ان دونوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو مسجد کے دروازوں میں سے ہر ایک دروازے پر فرشتے مقرر ہوتے ہیں جو لکھتے ہیں انہیں جو پہلے آنے والے ہیں۔ جب امام بیٹھ جاتا ہے تو وہ اپنے صحیفے لپیٹ لیتے ہیں اور ذکر ونصیحت سنتے ہیں۔

٣٢١٢: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ مَرَّ عُمَرُ فِي الْمَسْجِدِ وَحَسَّانُ يُنْشِدُ فَقَالَ كُنْتُ أُنْشِدُ فِيْهِ وَفِيْهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ أَنْشُدُكَ بِاللهِ أَسَمِعْتَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ أَجِبْ عَنِّي اللَّهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ قَالَ نَعَمْ.

اطرافهُ: ٤٥٣، ٦١٥٢.

٣٢١٢: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ (انہوں نے کہا:) زُہری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعید بن مسیّب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت عمرؓ مسجد میں سے گزرے اور حضرت حسانؓ (بن ثابت) وہاں شعر پڑھ رہے تھے اور انہوں نے کہا: میں اس (مسجد) میں اس وقت شعر پڑھا کرتا تھا جبکہ اس (مسجد) میں آپؓ سے بہتر شخص (یعنی آنحضرت ﷺ) تشریف رکھتے تھے۔ پھر حضرت حسانؓ حضرت ابوہریرہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: میں تم سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا: میری طرف سے جواب دو۔ اے اللہ! اس کی روح القدس سے مدد فرما۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: ہاں۔

٣٢١٣: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَسَّانَ اهْجُهُمْ أَوْ هَاجِهِمْ وَجِبْرِيْلُ مَعَكَ.

اطرافہ: ٤١٢٣، ٤١٢٤، ٦١٥٣۔

۳۲۱۳: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عدی بن ثابت سے، عدی نے حضرت براء (بن عازب) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسانؓ سے فرمایا: ان (مشرکوں) کی ہجو کرو یا یہ فرمایا کہ ان کی ہجو کا جواب دو اور جبرائیل تمہارے ساتھ ہیں۔

٣٢١٤: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ. ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ هِلَالٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى غُبَارٍ سَاطِعٍ فِي سِكَّةِ بَنِي غَنْمٍ. زَادَ مُوْسَى مَوْكِبَ جِبْرِيْلَ.

۳۲۱۴: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ اور اسحاق (بن راہویہ) نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) وہب بن جریر نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ میرے باپ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے حُمَید بن ہلال سے سنا۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ حضرت انسؓ نے کہا: گویا کہ میں بنی غنم کی گلی میں اُٹھتے ہوئے غبار کو اَب بھی دیکھ رہا ہوں۔ موسیٰ نے اس روایت میں اتنا زائد کیا کہ جبرائیل کی سواری سے۔

٣٢١٥: حَدَّثَنَا فَرْوَةُ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يَأْتِيْكَ الْوَحْيُ قَالَ كُلُّ ذَاكَ يَأْتِيْنِي الْمَلَكُ أَحْيَانًا فِي مِثْلِ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ

۳۲۱۵: ہم سے فروہ (بن ابی مغراء) نے بیان کیا کہ علی بن مسہر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حارث بن ہشام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپؐ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کئی طرح سے آتی ہے۔ کبھی تو فرشتہ ایسی آواز سے آتا ہے جیسے گھنٹی کی جھنکار اور وہ ایسی حالت میں مجھ سے الگ ہوتا

فَيَفْصِمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُ مَا قَالَ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ وَيَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ أَحْيَانًا رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُوْلُ.

طرفهُ: ٢۔

٣٢١٦: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيْلِ اللهِ دَعَتْهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ أَيْ فُلُ هَلُمَّ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ ذَاكَ الَّذِي لَا تَوَى عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْجُو أَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ.

اطرافهُ: ١٨٩٧، ٢٨٤١، ٣٦٦٦۔

٣٢١٧: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا يَا عَائِشَةُ هَذَا جِبْرِيْلُ يَقْرَأُ عَلَيْكِ السَّلَامَ فَقُلْتُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

ہے کہ جو اس نے کہا ہوتا ہے، مجھے یاد ہو چکا ہوتا ہے اور یہ وحی مجھ پر بہت ہی سخت ہوتی ہے اور کبھی فرشتہ آدمی کی شکل میں میرے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے اور مجھ سے باتیں کرتا ہے اور جو وہ کہتا ہے میں اسے ذہن نشین کئے جاتا ہوں۔

٣٢١٦: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ شیبان نے ہمیں بتایا۔ یحيٰ بن ابی کثیر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: جس نے اللہ کی راہ میں (کسی چیز کا) ایک جوڑا دیا تو جنت کے داروغے اسے بلائیں گے اور کہیں گے: فلاں تم ادھر آؤ۔ (یہ سن کر) حضرت ابوبکرؓ نے کہا: وہ وُہ شخص ہے جسے کوئی نقصان نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں امید کرتا ہوں کہ تم انہی لوگوں میں سے ہوگے۔

٣٢١٧: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے مجھے بتایا۔ ہشام نے ہم سے بیان کیا کہ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: عائشہ یہ جبریل ہیں، تمہیں سلامتی کی دعا دیتے ہیں۔ میں نے (جواب میں) کہا: اوران پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت اور اس کی

تَرَى مَا لَا أَرَى تُرِيْدُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافهُ: ٣٧٦٨، ٦٢٠١، ٦٢٤٩، ٦٢٥٣.

برکت ہو۔ آپؐ دیکھ رہے ہیں جو میں نہیں دیکھ رہی۔ اس سے ان کی مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔

٣٢١٨: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ ذَرٍّ ح. قَالَ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عُمَرَ بْنِ ذَرٍّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِيْلَ أَلَا تَزُوْرُنَا أَكْثَرَ مِمَّا تَزُوْرُنَا قَالَ فَنَزَلَتْ: وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا (مريم:٦٥) الآيَةَ.

اطرافهُ: ٤٧٣١، ٧٤٥٥.

۳۲۱۸: ابونعیم نے ہمیں بتایا کہ عمر بن ذرّ نے ہم سے بیان کیا۔ (دوسری سند) کہا: اور یحییٰ بن جعفر نے ہم سے بیان کیا کہ وکیع نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمر بن ذرّ سے، انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے فرمایا: آپ ہم سے جو ملنے آتے ہیں تو اس سے زیادہ ہمیں کیوں نہیں آکر ملتے؟ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے: اس پر یہ آیت نازل ہوئی: اور ہم نہیں اترتے مگر تیرے ربّ ہی کے حکم سے، سب اسی کا ہے جو ہمارے سامنے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو ان کے درمیان ہونے والا ہے۔

٣٢١٩: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقْرَأَنِي جِبْرِيْلُ عَلَى حَرْفٍ فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيْدُهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ.

طرفهُ: ٤٩٩١.

۳۲۱۹: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مجھے سلیمان (بن بلال) نے بتایا۔ انہوں نے یونس (بن یزید) سے، یونس نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے، عبیداللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل نے مجھے قرآنِ مجید ایک محاورہ پر پڑھایا۔ میں ان سے دوسرے محاورہ پر پڑھانے کے لئے کہتا رہا یہاں تک کہ سات محاوروں تک نوبت پہنچی۔

٣٢٢٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُوْنُ فِي رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ جِبْرِيْلُ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ. وَعَنْ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ. وَرَوَى أَبُو هُرَيْرَةَ وَفَاطِمَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُهُ الْقُرْآنَ.

اطرافهُ: ٦، ١٩٠٢، ٣٥٥٤، ٤٩٩٧.

۳۲۲۰: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ یونس نے ہمیں بتایا کہ زُہری سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: عبیداللہ بن عبداللہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور سب سے زیادہ سخاوت جو کرتے تو رمضان میں کرتے۔ جبکہ جبرائیل آپؐ سے ملتے اور جبرائیل رمضان کی ہر رات کو آپؐ سے ملا کرتے تھے اور آپؐ سے قرآن کا دَور کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جبرائیل آپؐ سے ملاقات کرتے، چلتی ہوا سے بھی زیادہ بھلائی پہنچانے میں سخی ہوتے۔ اور عبداللہ (بن مبارک) سے روایت ہے کہ ہمیں معمر نے اس طرح بتایا۔ اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جبرائیل آپؐ سے قرآن کا دَور کیا کرتے تھے۔

٣٢٢١: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ أَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ أَمَا إِنَّ جِبْرِيْلَ قَدْ نَزَلَ فَصَلَّى أَمَامَ

۳۲۲۱: قُتَیبہ (بن سعید) نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے روایت کی کہ عمر بن عبدالعزیز نے عصر کی نماز میں کچھ دیر کی تو عروہ (بن زبیر) نے ان سے کہا: (آپ

رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ اعْلَمْ مَا تَقُوْلُ يَا عُرْوَةُ قَالَ سَمِعْتُ بَشِيْرَ بْنَ أَبِي مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَزَلَ جِبْرِيْلُ فَأَمَّنِي فَصَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ يَحْسُبُ بِأَصَابِعِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ.

اطرافهُ: ٥٢١، ٤٠٠٧.

نہیں جانتے کہ) جبرائیل نازل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہوکر نماز پڑھائی۔ عمر نے کہا: عروہ جو آپ کہتے ہیں تحقیق کرلیں۔ عروہ نے کہا: میں نے بشیر بن ابی مسعود سے سنا۔ کہتے تھے: میں نے حضرت ابومسعودؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: جبرائیل نازل ہوئے۔ انہوں نے میری امامت کرائی اور میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر اس کے بعد ان کے ساتھ (دوسری) نماز پڑھی۔ پھر ان کے ساتھ (تیسری) نماز پڑھی۔ پھر ان کے ساتھ (چوتھی) نماز پڑھی۔ پھر ان کے ساتھ (پانچویں) نماز پڑھی۔ اپنی انگلیوں سے پانچ نمازیں گنتے تھے۔

٣٢٢٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِي جِبْرِيْلُ مَنْ مَّاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ أَوْ لَمْ يَدْخُلِ النَّارَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ.

۳۲۲۲: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ (محمد) بن ابی عدی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے حبیب بن ابی ثابت سے، حبیب نے زید بن وہب سے، زید نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل نے مجھ سے کہا: تمہاری امت میں سے جو ایسی حالت میں مرے گا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہوگا، وہ جنت میں داخل ہوگا یا فرمایا کہ آگ میں نہیں داخل ہوگا۔ ابوذرؓ نے پوچھا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ آپؐ نے فرمایا: اگرچہ۔

اطرافهُ: ١٢٣٧، ١٤٠٨، ٢٣٨٨، ٥٨٢٧، ٦٢٦٨، ٦٤٤٣، ٦٤٤٤، ٧٤٨٧.

۳۲۲۳: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ[1] النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَلَائِكَةُ يَتَعَاقَبُوْنَ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَفِي صَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ الَّذِيْنَ كَانُوْا[2] فِيْكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ فَيَقُوْلُ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي فَقَالُوْا[3] تَرَكْنَاهُمْ يُصَلُّوْنَ وَأَتَيْنَاهُمْ يُصَلُّوْنَ.

۳۲۲۳: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی۔ ابوالزناد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[1] ملائکہ یکے بعد دیگرے آتے جاتے رہتے ہیں بعض ملائکہ رات کو اور بعض ملائکہ دن کو۔ اور صبح اور عصر کی نماز میں وہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر جو تم میں رات کو رہے[2] تھے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اوپر چلے جاتے ہیں اور وہ ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ جانتا ہوتا ہے۔ فرماتا ہے: تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا؟ تو وہ کہتے ہیں[3]: ہم نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا ہے اور ہم ان کے پاس ایسی حالت میں آئے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

اطرافہُ: ٥٥٥، ٧٤٢٩، ٧٤٨٦.

تشریح: **ذِكْرُ الْمَلَائِكَةِ**: ملائکہ بھی مثل دیگر کائناتِ عالم کے مخلوق ہیں اور وہ ان کے لئے بطور اَرواحِ مدبّرہ ہیں۔ ملائکہ کے وجود اور ان کی اس حیثیت سے متعلق مفصل محققانہ بحث کیلئے دیکھئے آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد ۵ حاشیہ صفحہ ٧٦۔ اس میں فلسفہ یونانی کے نقطۂ نظر کا بھی ردّ ہے جو آسمان کو ٹھوس شئے سمجھتا تھا اور موجودہ فلسفہ کا بھی جو آسمانی وجود اور ملائکۃ اللہ کا سرے سے منکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ نظامِ عالم ملائکۃ اللہ کے ذریعے سے جو بطور مدبّرات ہیں قائم و دائم ہے۔

عنوانِ باب میں یہود کے خیال کا ردّ آیت کے حوالہ سے کیا گیا ہے کہ ملائکہ کی کسی انسان سے محبت و بغض ان کے اپنے ارادہ سے نہیں بلکہ خالق کے ارادہ سے جو اُن کے اندر منعکس ہوتا ہے۔ یہ ضروری حصہ بحث آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد ۵ حاشیہ صفحہ ١٦٩، ١٧٠ میں دیکھی جائے۔ محولہ آیت پوری یہ ہے: وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ وَّاِنَّا

[1] عمدۃ القاری میں اس جگہ الفاظ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (عمدۃ القاری جزء ۱۵ صفحہ ۱۳۷) ترجمہ ان کے مطابق ہے۔
[2] عمدۃ القاری میں اس جگہ الفاظ بَاتُوْا فِيْكُمْ ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۵ صفحہ ۱۳۷) ترجمہ ان کے مطابق ہے۔
[3] عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ فَيَقُوْلُوْنَ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۵ صفحہ ۱۳۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ o وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ o (الصّافّات: ۱۶۵تا۱۶۷) اور ہم سب کے لئے ایک مقررہ مقام ہے اور ہم سب خدا کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہیں اور ہم سب تسبیح کرنے والے ہیں۔ مذکورہ بالا آیات کا مفہوم یہ ہے کہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔ مذکورہ بالا آیات کی شرح آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ۹۳ تا ۱۰۹ میں دیکھئے جہاں مَلَکی تنزلات کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔عنوانِ باب میں حضرت انسؓ کے جس قول کا حوالہ دیا گیا ہے،اس کے لئے دیکھئے کتاب مناقب الأنصار، باب۵۱۔سورۂ بقرہ آیت ۹۸ میں بھی یہود کے باطل خیال کا ردّ کیا گیا ہے۔ دانیال میں میکائیل کے بارے میں یہ الفاظ ہیں:

> ''اور اس وقت میکائیل مقرب فرشتہ جو تیری قوم کے فرزندوں کی حمایت کے لئے کھڑا ہے، اُٹھے گا اور وہ ایسی تکلیف کا وقت ہوگا کہ ابتدائے قوم سے اس وقت تک کبھی نہ ہوا ہوگا اور اس وقت تیرے لوگوں میں سے ہر ایک جس کا نام کتاب میں لکھا ہوگا، رہائی پائے گا۔......'' (دانیال، باب۱۲، آیت ۱تا۴)

یہ سارا باب ہی قابل غور ہے اور اسلام کے آخری غلبہ سے متعلق پیشگوئی پر مشتمل ہے۔جس کی تصدیق احادیث سے بھی ہوتی ہے۔تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب أحادیث الأنبیاء، باب۴۹: نزول عیسی ابن مریمؑ۔

باب ۶ کے تحت بقول علامہ ابن حجرؒ تیس سے زیادہ روایتیں ہیں جو اُن کے نزدیک (مِنْ نَوَادِرِ مَا وَقَعَ فِي هَذَا الْكِتَابِ) ایک نادر امر ہے۔ کیونکہ امام بخاریؒ کی عادت ہے کہ وہ احادیث نبویہ الگ الگ عنوانِ باب سے درج کرتے ہیں اور یہاں اپنی خلافِ عادت ایک ہی عنوان کے تحت بہت سی احادیث اکٹھی کردی گئی ہیں۔(فتح الباری جزء۶ صفحہ۳۶۹) یہ تصرف غالبًا اسی لئے کیا گیا ہے کہ ملائکہ کے بے شمار اپنے مفوضہ فرائض بھی بلاحصر وحساب ہیں۔جیسا کہ آئینہ کمالاتِ اسلام کے محولہ بالا صفحات کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ ہر ذرہ کائنات پر ایک مَلَک مقرر ہے جس سے اس کا وجود قائم اور اس کے خواص ظہور پذیر ہیں۔

امام ابن حجرؒ نے لفظ **مَلَک** کے اشتقاق سے متعلق دو قول نقل کئے ہیں۔ایک علامہ سیبویہؒ اور جمہور کا ہے کہ لفظ مَلَکٌ، ألوكة سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں رِسَالَة یعنی پیغام رسانی۔ملائکہ بطور واسطہ اور پیغام رساں کے ہیں۔ اس اشتقاق کی رو سے مَلَائِكَة، مَأْلَک کی جمع ہے جو مَفْعَل کا وزن ہے۔ہمزہ کثرتِ استعمال سے ساقط ہے۔اور دوسرا قول علامہ ابوعبیدہؒ کا ہے کہ یہ لفظ مَلک سے ماخوذ ہے جس کے معنی اَلْأَخْذُ بِقُوَّةٍ ہیں مضبوطی سے پکڑنا۔جمہور اہل اسلام کے نزدیک ملائکہ لطیف نورانی وجود ہیں اور یہ خیال درست نہیں کہ وہ وفات یافتہ نفوس کی ارواح ہیں یا یہ کہ وہ ستارے ہیں۔(فتح الباری جزء۶ صفحہ۳۶۸)

امام ابن حجرؒ نے **جِبْرِیْل** کے تلفظ سے متعلق بھی مفصل ذکر کیا ہے کہ یہ لفظ جِبْر، جَبْر، جَبَر وغیرہ تیرہ طریق پر بولا جاسکتا ہے اور یہ نام مرکب ہے۔جبر اور آئیل سے، جبر کے معنی اصلاح یا عبد اور آئیل کے معنی اللہ۔

انسانوں کی روحانی اصلاح کا فریضہ ایک مَلَک کے سپرد ہے جس کی وجہ سے اسے جبرائیل کہتے ہیں اور اسی کا دوسرا نام روح القدس اور روح الأمین ہے جو حامل وحی قرآنی ہے۔فرماتا ہے: وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ o عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ o (الشعراء :۱۹۳تا۱۹۵) اور یقیناً یہ (قرآن) ربّ العالمین خدا کی طرف سے اتارا گیا ہے۔اس کو لے کر ایک امانت دار کلام بردار فرشتہ (جبریل) تیرے دل پر اُترا ہے۔تا کہ تو ہوشیار کرنے والی جماعت میں شامل ہو جائے۔یہی جبریل روح القدس کے نام سے موسوم ہے۔فرماتا ہے: قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ o (النحل:۱۰۳) {تو کہہ دے کہ اسے روح القدس نے تیرے ربّ کی طرف سے حق کے ساتھ اُتارا ہے تا کہ وہ اُن لوگوں کو ثبات بخشے جو ایمان لائے اور فرمانبرداروں کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہو۔} دونوں آیتوں میں جبرائیلی وحی پیغامِ انذار وتبشیر سے مخصوص بتائی گئی ہے، اس لئے اس میں اصلاح کا مفہوم بھی طبعاً پایا جاتا ہے۔بعض کے نزدیک جبرائیل نام سریانی ہے۔(فتح الباری جزء٦ صفحہ ۳٦۹، ۳۷۰) لیکن سریانی، کُلدانی، نبطی، آرامی، عبرانی وغیرہ سامی الاصل تمام زبانیں عربی زبان ہی کی شاخیں ہیں۔بلکہ عربی زبان کو دنیا کی تمام زبانوں میں ماں کا درجہ حاصل ہے۔جس کی وجہ سے بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک عربی امّ الالسنہ ہے۔اس کے متعلق مزید تحقیق کا حق مُحبّی مکرم شیخ محمد احمد صاحب بی اے، ایل ایل بی (کپورتھلوی) ایڈووکیٹ، امیر جماعت ہائے احمدیہ لائل پور نے ادا کیا ہے۔اس بارہ میں ان کے لیکچرز جو طبع ہو چکے ہیں پڑھے جائیں۔امام ابن حجرؒ نے لفظ جبرائیل سریانی قرار دے کر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ عربی زبان میں بھی حسن اتفاق سے اس کا وہی مفہوم ہے جو سریانی میں۔مگر آج کل محققین کی رائے اوّل الذکر نظریہ کی طرف مائل ہے جو بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے عقیدہ سے زیادہ قریب ہے۔اس تعلق میں دیکھئے آپؑ کی کتاب مِنن الرحمٰن و مقالات مکرم شیخ محمد احمد صاحب مظہر مطبوعہ رسالہ الفرقان ستمبر و دسمبر ۱۹۵۱، جولائی، اکتوبر، نومبر و دسمبر ۱۹۵۲، جنوری، فروری، مارچ، اپریل، مئی، جون، اگست وستمبر، اکتوبر و نومبر ۱۹۵۳، اور فروری و مارچ، مئی، جون، جولائی ۱۹۵۴ء☆ ان مقالات میں متعدد فارمولے بیان کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ کس طرح عجمی زبانوں کا اصل مأخذ عربی الفاظ ہیں۔میکائیل بھی دو لفظوں سے مرکب ہے مِیْک اور اِیْل سے،

روایات مندرجہ بالا میں پہلی روایت ۳۲۰۷ ہے جو کتاب الصلاۃ باب ۱ میں بھی منقول ہے۔اس میں مَلَکی تمثلات کا ذکر ہے۔تمثّل کے معنی کسی شکل کی مانند ظاہر ہونا۔ملکی تمثلات حقیقت پر مبنی ہیں اور ان کا تعلق قطعاً قوتِ واہمہ یا خیال سے نہیں۔بلکہ انبیاء واولیاء اللہ جیسے راست باز گروہ کے یقینی مشاہدات سے متعلق ہیں۔جو لاکھوں کی تعداد میں ہیں اور وہ تمثلات دور و نزدیک کے امورِ غیبیہ پر مشتمل ہوتے ہیں اور جیسا مشاہدہ ہوتا ہے عین اس کے مطابق غیر معمولی حالات میں وہ امور وقوع پذیر ہوتے ہیں اور یہ دلیل ان تمثلات کے حقانی ہونے پر قطعی الدلالت ہے۔مذکورہ بالا واقعہ از قبیل مکاشفات ہے۔نماز کی تلقین بھی جبریلی تجلّی کے تحت ہوئی تھی۔(دیکھئے کتاب مواقیت الصلاۃ، باب ۱)

☆ یہ مقالات کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔

مَلکی تمثلات سے متعلق مفصل معلومات کے لئے دیکھئے آئینہ کمالاتِ اسلام مصنفہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ علامہ ابن حجرؒ نے ملکی تمثلات سے متعلق بعض روایتیں طبرانی وغیرہ کی نقل کر کے لکھا ہے کہ ان کی سند میں بعض ضعیف راوی ہیں۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ ۳۷۰) امام بخاریؒ نے ایسی تمام روایات نظر انداز کی ہیں۔

بیت معمور سے متعلق بھی مختلف روایتیں ہیں۔ اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں اور طبری وغیرہ نے خالد بن عرعرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ سقفِ مرفوع اور بیتِ معمور سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے کہا: سقفِ مرفوع (بلند چھت) سے آسمان اور بیتِ معمور (آباد گھر) سے آسمان کا وہ گھر مراد ہے جو بیت اللہ کے مقابل پر واقع ہے اور اس میں ستر ہزار فرشتہ ہر روز داخل ہوتا ہے اور پھر وہاں نہیں لوٹتا۔ یہ بیتِ معمور اسی طرح قابل عزت ہے جس طرح کہ زمین کا بیت اللہ۔ طبری نے اسی ایک مفہوم کی الگ روایت سعید بن ابی عروبہ کی سند سے بحوالہ قتادہ نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیت معمور کا ذکر کیا اور فرمایا کہ آسمان میں ایک مسجد ہے جو بیت معمور کہلاتی ہے جیسے زمین میں بیت اللہ کی مسجد۔ دونوں مسجدیں ایک دوسری کی مماثل و متوازی ہیں۔ اگر وہ گر جائے تو یہ بھی گر جائے گی۔ ستر ہزار فرشتے اس میں روزانہ داخل ہوتے ہیں۔ اگر وہ اس سے نکلیں تو پھر کبھی داخل نہ ہوں۔ اس مفہوم کی روایتیں ضعیف و موقوف اور مرفوع فاکہیؒ، ابن مَردَوَیہؒ اور ابن ابی حاتم وغیرہ نے بھی حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہیں۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ ۳۷۱) امام بخاریؒ نے یہ روایتیں تو قبول نہیں کیں۔ البتہ باب کی پہلی مفصل روایت کے ساتھ (وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ......) حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت درج کردی ہے جس میں قتادہ والی مذکورہ بالا روایت کی طرف اختصار سے اشارہ ہے کہ یہ مُعَنْعَنْ ہے۔ حدیث الاسراء (روایت ۲۹۸۰) حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے جو مرفوع ہے اور اس کے روایت کرنے والے قتادہؒ ہیں۔ جن سے سعید بن ابی عروبہؒ اور ہشامؒ دستوائی نے بھی یہی حضرت انسؓ والی روایت نقل کی ہے اور اس میں بیتِ معمور کا بھی ذکر ہے اور اس سند سے حضرت انسؓ ہی کی طرف منسوب ہے۔ گویا یہ حصہ روایت بطور اِدراج ہے۔ قتادہؒ کا حافظہ قوی نہ تھا۔ بعض وقت اپنے الفاظ میں مفہوم ادا کر دیتے تھے۔ اس لئے ان کے متعلق تدلیس کا شبہ ہے۔ اس کا ذکر پہلے بھی کیا جا چکا ہے۔ یہاں روایت نمبر ۳۲۰۷ کی سند میں بھی مذکورہ بالا اِدراج یعنی تدلیس کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے: وَقَالَ لِي خَلِيْفَةُ...... ۔ یعنی یہ دو روایتیں خلط ملط ہیں۔ ایسی روایت کو مُدْرَج کہتے ہیں۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ ۳۷۱) چنانچہ ہدبہ بن خالدؒ کی یہی اسراء (یعنی معراج) والی روایت کتاب مناقب الأنصار، باب المعراج میں حضرت مالک بن صعصعہؓ سے بسند حضرت انسؓ مروی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں: ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ ۔ یعنی پھر آبادگھر مجھے دور سے دکھایا گیا۔ لیکن اس میں ستر ہزار فرشتوں کے روزانہ داخل ہونے کا ذکر نہیں۔ (دیکھئے روایت نمبر ۳۸۸۷) یہاں سیاقِ کلام اس روایت کے مطابق ہے جو خلیفہ بن خیاطؒ نے امام بخاریؒ سے بیتِ معمور کے بارے میں بیان کی اور باب المعراج میں سیاقِ کلام ہدبہ بن خالد کی روایت کے مطابق ہے۔ اس لئے امام موصوفؒ نے الفاظ وَقَالَ هَمَّامٌ .... فِي الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ سے مذکورہ بالا اِدراج یعنی خلط ملط کی طرف توجہ دلائی ہے جو دو الگ روایتوں کے نقل کرنے میں ہوا ہے۔ گو مذکورہ بالا روایت کی ایک سند مُعَنْعَنْ ہے اور

دوسری سند مرفوع جو مُدرَج قرار دی گئی ہے۔لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نظامِ مَلکی کی جو وضاحت آئینہ کمالاتِ اسلام میں بیان کی ہے، اس کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ حقیقت نما ہے۔اس مفصل بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ''ہمیں اس بات کے ماننے سے چارہ نہیں کہ جو کچھ عالم صغیر میں ذاتِ واحد لاشریک کا نظام ثابت ہوا ہے، اُسی کے مشابہ عالم کبیر کا بھی نظام ہے۔ کیونکہ یہ دونوں عالم ایک ہی ذات سے صادر ہیں اور اس ذات واحد لاشریک کا یہی تقاضا ہونا چاہیے کہ دونوں نظام ایک ہی شکل اور طرز پر واقع ہوں تا دونوں مل کر ایک ہی خالق اور صانع پر دلالت کریں۔ کیونکہ توحید فی النظام توحید باری عزّ اِسمہٗ کے مسئلہ کو مؤید ہے۔ وجہ یہ کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر کئی خالق ہوتے تو اس نظام میں اختلاف کثیر پایا جاتا۔غرض یہ بات نہایت سیدھی اور صاف ہے کہ ملایک اللہ عالم کبیر کے لئے ایسے ہی ضروری ہیں جیسے قویٰ روحانیہ وحِسّیہ نشاءِ انسانیہ کے لئے جو عالم صغیر ہے۔'' (آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ حاشیہ صفحہ ۱۷۶،۱۷۷)

ملائکہ کے وجود و فرائض منصبی کی مختلف اقسام وانواع کے بارے میں جو تفصیلات آئینہ کمالاتِ اسلام کے محولہ بالا صفحات میں بیان ہوئی ہیں وہ بہت دلچسپ ہیں اور بیتِ معمور سے متعلق بعض روایات میں جو یہ الفاظ ہیں: وَمَسْجِدٌ فِيْ السَّمَاءِ بِحَذَاءِ الْكَعْبَةِ (یعنی کعبہ کے عین مقابل میں ایک مسجد ہے) یا ان کے ہم معنی دوسرے الفاظ۔ان کی حقیقت مشارٌ الیہا تفصیلات سے واضح ہو جاتی ہے۔قرآن مجید میں بیتِ معمور کا ذکر بایں الفاظ وارد ہوا ہے فرماتا ہے: وَالطُّوْرِ ० وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ० فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ० وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ० وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ० وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ० اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ० مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ० يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَاءُ مَوْرًا ० وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ० (الطور: ۲ تا ۱۱) قسم ہے طور کی یعنی مَیں اسے شہادت کے طور پر پیش کرتا ہوں اور اس لکھی ہوئی کتاب کی (بھی مجھے قسم ہے) جو کھلے ہوئے کاغذوں پر (لکھی گئی ہے) اور خانہ کعبہ کی جو ہمیشہ آباد رہے گا اور اس چھت کی جو ہمیشہ بلند رہے گی اور جوش مارنے والے سمندر کی۔تیرے ربّ کی طرف سے عذاب ضرور نازل ہو کر رہے گا۔اسے کوئی دور کرنے والا نہیں۔جس دن بادل لہریں مارنے لگے گا اور پہاڑ اپنی پوری رفتار کے ساتھ چلیں گے۔

یہ سات عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں جن میں سے ایک پیشگوئی بیت اللہ سے متعلق ہے کہ وہ ذکر الٰہی سے آباد رہے گا اور یہ پیشگوئی اس وقت کی گئی جب کعبۂ مکہ کی چھت پست اور معمولی تھی اور مسجد نبوی کی چھت چند بالشت اور چھپر کھٹ کی مانند تھی جو نمازیوں کو بارش سے محفوظ نہیں رکھ سکتی تھی۔(کتاب الصلاۃ باب ۶۲ روایت نمبر ۴۴۶) پھر جس حیرت انگیز شان سے دونوں چھتیں بلند و بالا ہوئیں اور جس طرح یہ دونوں اب تک رات دن مسلسل ذکر الٰہی سے معمور ہیں، اقوامِ عالم کے مشاہدہ میں ہیں اور محتاج بیان نہیں۔ مذکورہ بالا پیشگوئیوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر صغیر مصنفہ سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ زیر آیات محولہ بالا۔

امام ابن حجرؒ نے ملائکۃ اللہ کے کاموں سے متعلق بھی بعض روایات واقوال کا مختصر ذکر کیا ہے جو ابوالشیخ کی تصنیف

کتاب العظمة سے منقول ہیں۔ ان میں سے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قابل قدر قول ہے کہ ملائکۃ اللہ میں سے بعض محافظِ وحی ہیں اور بعض محافظِ عباد و محافظِ جنات اور موکّل خلق ونشوونما اور پیدائش کائنات ہیں۔ (فتح الباری جزء ۶ صفحہ ۳۷۰)

امام بخاریؒ نے جو روایتیں مذکورہ بالا باب کے تحت نقل کی ہیں، ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ قرآنِ مجید میں بھی مختلف قسم کی خدمت بجالانے والے ملائکہ کا ذکر وارد ہوا ہے۔ مثلاً فرماتا ہے: وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ط حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ o (الأنعام:۶۲) اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر نگران بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ تعمیل حکم میں کوتاہی نہیں کرتے۔ اس ایک آیت میں دو قسم کے مَلَکی کاموں کا ذکر ہے، بقاء وفناء کا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ تھا: وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدة:۶۸) اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ یہ وعدہ ملائکہ کے ذریعہ سے پورا کیا گیا ہے۔ فرماتا ہے: لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (الرعد:۱۲) اللہ کی طرف سے اس (رسول) کے آگے بھی اور اس کے پیچھے بھی پے در پے آنے والے ملائکہ ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور دنیا نے دیکھا کہ نہایت ہی خطرے کی گھڑیوں میں حیرت انگیز طریق سے آپؐ کی حفاظت کی گئی۔ اور فرماتا ہے: وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ج وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ o (التحريم:۵) (اے نبی کی بیویو!) اگر تم دونوں رسول اللہ کے خلاف ایک دوسرے کی پشت پناہ بنوگی تو یاد رکھو کہ اللہ اس کا مددگار ہے اور جبریل اور صالح مومن بھی اور علاوہ ازیں ملائکہ بھی (اس کے) پشت پناہ ہیں۔ اس آیت میں اُن ملائکہ کا ذکر ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لئے مامور تھے۔ اس آیت کے بعد ساتویں آیت میں عذاب النار کے ملائکہ کا ذکر ان الفاظ میں ہے: عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ o (التحريم:۷) آگ کی سزا پر ایسے ملائکہ مقرر ہیں جو بڑے سخت ہیں اور اللہ نے جو حکم انہیں دیا ہے، اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ انہیں کہا جاتا ہے، وہ وہی کرتے ہیں۔

قرآنِ مجید کی تصریحات سے ظاہر ہے کہ ہر نفس اور ہر ذرۂ وجود پر ایک مَلَک محافظ مقرر ہے جس سے اس کی بقاوحیات قائم ہے۔ فرماتا ہے: وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ o وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ o النَّجْمُ الثَّاقِبُ o اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ o (الطارق: ۲ تا ۵)☆ ان آیات کی لطیف تفسیر کے لئے دیکھئے آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۹۹ جہاں اس تعلق میں متعدد آیاتِ بینات کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ جن سے ملائکہ کے کاموں کی نوعیت واضح ہو جاتی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا محولہ بالا قول نہایت صحیح ثابت ہوتا ہے۔ روحانی حیات کے قیام وبقا سے متعلق سورۃ القدر میں ذکر ہے۔ فرماتا ہے: تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ (القدر: ۵) ملائکہ اور روح اپنے ربّ کے حکم سے ہر وہ امر لے کر نازل ہوتے ہیں جو سراسر سلامتی ہے۔

☆ {ترجمہ از حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ: قسم ہے آسمان کی اور رات کو ظاہر ہونے والے کی۔ اور تجھے کیا بتائے کہ رات کو ظاہر ہونے والا کیا ہے؟ بہت چمکتا ہوا ستارہ۔ کوئی (ایک) جان بھی نہیں جس پر کوئی محافظ نہ ہو۔}

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس عظیم مکاشفہ کا ذکر باب کی پہلی روایت میں ہے، یہ مکاشفہ مثل رؤیا تعبیر طلب ہے۔اس کے بعض حصے واضح ہیں۔مثلاً آپؐ کا سینہ چاک کیا جانا، پیٹ سے آلائش کا نکالنا اور اس کا حکمت و ایمان سے بھرنا۔قرآنِ مجید میں آپؐ کے انشراحِ صدر اور کامل تطہیر وتزکیہ کا ذکر بیسیوں آیات میں ہے۔ان میں سے آیات اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَo وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَo (الم نشرح: ۲،۳) بھی ہیں اور بعض تمثیلی صورت میں ہیں جو محتاجِ تاویل ہیں۔دونوں حصوں کے لئے دیکھئے تفسیر کبیر مصنفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ، تفسیر سورۃ بنی اسرائیل جلد ۴ صفحہ ۲۷۹ تا ۲۹۸۔آیت اسراء کی اس شرح میں اس اِدراج (خلط ملط) سے متعلق بھی سیر کن بحث ہے۔جس کی طرف امام بخاریؒ نے روایت نمبر ۳۲۰۷ کے آخر میں اشارہ کیا ہے۔حدیث اسراء کے سمجھنے کے لئے مذکورہ بالا حصہ تفسیر کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔

روایت نمبر ۳۲۰۸ میں پیدائش انسان سے متعلق ملائکہ کے فرضِ منصبی کا ذکر ہے۔قرآنِ مجید میں اس پیدائش کی تکمیل کے لئے چھ حالتیں بیان ہوئی ہیں۔جس کے بعد نفخ روح ہوتا ہے اور مَلَک کے ذریعہ سے نوشتہ تقدیر تکمیل پاتا ہے۔جس میں پیدا ہونے والے انسان کے عمل، رزق، عمر اور اس کی سعادت یا شقاوت کی صورت متعین ہوتی ہے۔یہی معنی ہیں تقدیر کے جو تابع ہوتی ہے، ان مادی و روحانی اسباب کے جو اس کی پیدائش کا موجب ہوتے ہیں اور جن سے اس کی پیدائش کا ہیولیٰ تیار ہوتا ہے اور یہی مفہوم ہے مذکورہ بالا حدیث کے الفاظ اِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ کا یعنی تم میں سے ہر ایک کی پیدائش کے اسباب اس کی ماں کے پیٹ میں اکٹھے کر دیئے جاتے ہیں۔اسی مفہوم اور انہی معنوں میں زیادہ وضاحت کے ساتھ کئی آیات ہیں، جن میں سے ایک آیت یہ ہے: هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنْشَأَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ أُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْا أَنْفُسَكُمْ ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰىo (النجم: ۳۳) وہ خوب علم رکھتا ہے جس وقت اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور جس وقت تم اپنی ماں کے پیٹ میں بحالت جنین (پوشیدہ) تھے۔سو اپنے نفسوں کو پاک نہ قرار دو۔متقیوں کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔اس آیت میں انسانی پیدائش کے دو زمانوں کا ذکر ہے۔ایک زمین سے پیدا کئے جانے کا زمانہ جس میں نہ صرف زمینی مواد شامل ہیں جو اس کی پیدائش میں بطور اسباب اولیٰ کام کرتے ہیں بلکہ سارا اجتماعی ماحول بھی اس میں شامل ہے جس کے افکار و خیالات اور اَخلاق و عادات بھی والدین کی ذہنی و اَخلاقی تخلیق میں بطور اہم اسباب و محرکاتِ اولیٰ کے اثر انداز ہوتے ہیں۔بچہ حالت جنین میں جو اس کی پیدائش کا دوسرا زمانہ ہے ان سے غائت درجہ متاثر ہوتا ہے۔اس آیت میں پیدائش انسانی کے انہی دو زمانوں کا ذکر کر کے نصیحت فرمائی ہے کہ ایسے حالات میں پیدا ہونے والے نفوس سے متعلق کوئی انسان نہیں کہہ سکتا کہ وہ کہاں تک پاکیزہ ہیں۔جب تک اللہ تعالیٰ اپنی وسیع مغفرت سے یاوری نہ فرماوے، انسان کو کامل تزکیہ نصیب نہیں ہو سکتا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت کے پہلے حصے میں اپنی صفت واسع المغفرۃ کا ذکر فرمایا ہے کہ انسان چونکہ اپنی پیدائش کے بارے میں غیر مختار اور بے بس ہے، اس لئے ایسے نقائص جو زمینی مواد اور اجتماعی ماحول اور والدین کے اَفکار و اَخلاق

سے انسان میں پیدائشی طور پر اس کی فطرت کا جزو بن جاتے ہیں، ان کا تدارک وتلافی خالق اپنی وسیع مغفرت سے فرماتا ہے۔یعنی بوقت محاسبہ انہیں نظرانداز کرتا ہے اور سلسلہ مجازات و مکافات سے متعلق تقدیر الٰہی یہ ہے: وَلِلّٰہِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔اللہ ہی کا اس میں سراسر اختیار ہے، آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی۔ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى o الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ (النجم: ۳۲،۳۳) تاوہ بدکاروں کو ان کی بدعملی کی سزا دے اور نیکوکاروں کو ان کی نیکی کا بدلہ دے جو بڑے بڑے گناہوں اور کھلی بدکاریوں سے بچتے ہیں۔ اِلَّا اللَّمَمَ مگر وہ کمزوریاں نظرانداز کی جاتی ہیں، جو پیدائش کا جزو ہیں اور جن میں انسان کا اختیار نہیں۔اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ (النجم: ۳۳) کیونکہ تیرا ربّ وسیع مغفرت والا ہے۔

پاداش سے متعلق یہ واضح تقدیر (یعنی قانونِ الٰہی) ہے جو قرآنِ مجید میں جگہ جگہ بیان ہوئی ہے اور جہاں بھی یہ قانون بیان ہوا ہے، وہاں یہ الفاظ ضرور ہیں: لِلّٰہِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔اللہ ہی کی ملکیت ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ جزا وسزا کا صرف وہی مالک ہے۔سورۂ فاتحہ میں اسی کامل اختیار پاداش کی وجہ سے ربّ العالمین کی چوتھی صفت مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا ذکر ہوا ہے۔اَلدِّيْن کے معنی دینویت یعنی جزا وسزا اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے معنی ہیں جزا وسزا کا مالک۔خالق سمٰوات والارض نے پاداش اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ أَنْشَأَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ (النجم: ۳۳) مذکورہ بالا تقدیر الٰہی کا بیان متعدد آیات میں بالتکرار وارد ہوا ہے۔اس لئے حدیث نمبر ۳۲۰۸ میں وارد شدہ تقدیر کا ذکر اسی واضح بیان کے مفہوم میں لیا جائے گا۔نہ اس مفہوم میں کہ انسان نیکی و بدی میں کلیۃً مجبور و بےاختیار ہے۔اس مفہوم کی رو سے تو نہ بدکار کو سزا ملنی چاہیے، نہ نیکوکار کو جزا۔کیونکہ وہ بدی یا نیکی کرنے پر بلاارادہ واختیار ہے۔سورۃ النجم کی آیت میں جن صیغہ ہائے فعل أَسَآؤُا، عَمِلُوْا، أَحْسَنُوْا، يَجْتَنِبُوْنَ سے بد و نیک اعمال انسان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔وہ آزادیٔ ارادہ اور اختیار فعل یا ترکِ فعل پر دلالت کرتے ہیں۔اس لئے جن امور کے اختیار یا ترک کرنے میں انسان آزاد ہے وہ قابل ثواب یا عقاب ہوگا۔

باقی رہا تکمیل خلق انسانی میں ملائکہ کا دخل تو کائنات عالم میں ایک ذرہ بھی نظامِ مَلَکی کے تصرف سے باہر نہیں۔ مذکورہ بالا حدیث میں انسانی پیدائش سے متعلق جن تغیرات کا ذکر الفاظ نطفہ، عَلَقَہ اور مُضْغَہ سے ہوا ہے۔یہی الفاظ قرآنِ مجید کی آیت وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ o ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا آخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ o (المؤمنون: ۱۳تا۱۵) اس آیت میں چھ تغیرات کا ذکر ہے۔جن سے انسان کی جسمانی تکمیل ہوتی ہے اور اس کے بعد ایک دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انسانی وجود کو عالم صغیر قرار دے کر خارجی عالم کبیر سے اس کا مقابلہ کر کے قرآنِ مجید کی آیات سے دونوں کی پیدائش کی تکمیل کے لئے چھ زَمَنی دَور ثابت کئے ہیں۔ بلکہ ہر شئے کی تکمیل کے لئے یہی صورتِ تکمیل دکھائی ہے۔ دونوں عالموں میں پوری

مشابہت اور مطابقت ہے اور ان کی ربوبیت ملائکۃ اللہ کے توسط سے انجام پذیر ہوتی ہے۔تفصیل کے لئے دیکھئے آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد۵ حاشیہ درحاشیہ صفحہ ۱۷۴ تا ۲۱۱۔

روایت نمبر ۳۲۰۹ سے پایا جاتا ہے کہ جبرائیل ملائکۃ اللہ میں سے وہ واسطہ ہے جو بندے اور اس کے ربّ کے درمیان اور بندوں کے باہمی نیک روابط قائم کرنے کے لئے مامور ہے۔شریعتیں اسی ایک غرض کے لئے نازل ہوتی رہیں اور ان کا نزول جبریل ہی کے توسط سے ہوا۔

روایت نمبر ۳۲۱۰ میں لفظ عِنَان کا ترجمہ تراجم بخاری میں بادل کیا گیا ہے۔عِنَان بادل کو بھی کہتے ہیں۔مگر عِنَانُ السَّمَاءِ کے معنی وسط اور بلندی ہیں جو نمایاں نظر آتی ہے۔قاموس میں ہے عِنَانُ السَّمَاءِ: مَا بَدَا لَکَ مِنْهَا اِذَا نَظَرْتَهَا وَمَا عَلَا مِنْهَا وَارْتَفَعَ (القاموس المحیط -عنن) (اقرب الموارد- عنن)۔ایک مشہور مصری شاعر حسن کامل الصیرفی اپنی ایک نظم جس کا عنوان اَلسَّحَابَةُ الْمُغْتَرَّة (فریب خوردہ بدلی) ہے، کہتے ہیں:

مَرَّتْ بِطَوْدٍ شَامِخٍ يَرْتَقِيْ ☆ اِلَى عَنَانِ الْجَرِّ فِي بُعْدِهِ

وہ بدلی ایک اونچے پہاڑ پر سے گزری جو فضائے آسمان کی بلندی میں دور تک سرفراز تھی

کسی لفظ کا غلط ترجمہ خیال کو کہیں سے کہیں لے جاتا ہے۔جب بادل گرجتا ہے تو لوگوں نے سمجھا کہ یہ گڑگڑاہٹ فرشتوں کے گرز مارنے کی وجہ سے ہے اور پھر عجیب وغریب قصے بنائے گئے۔جو اسرائیلیات میں سے ہیں اور یہودِ مدینہ نے عمداً بنائے تا مسلمانوں کو مذاق بنائیں۔

اس روایت (نمبر ۳۲۱۰) میں شیطانوں کے وحی الٰہی سے چرانے اور کاہنوں کو اس وحی سے آگاہ کرنے کا ذکر بھی ہے۔اس چوری کا ذکر سورۃ الصافات میں بایں الفاظ وارد ہوا ہے اور اسی کے مطابق اس حدیث کے الفاظ کا مفہوم لیا جائے گا۔فرماتا ہے: وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ o لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ o دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ o اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ o (الصافات: ۸تا۱۱)☆ ان آیات سے قبل انبیاء علیہم السلام دنیائے آسمانی کی زینت قرار دیئے گئے ہیں جو ستاروں کی مانند روشن ہیں۔فرماتا ہے: اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ o (الصافات:۷) ہم نے قریب ترین سماء الدنیا کو ستاروں کے ساتھ مزین کیا اور اسے ہر سرکش شیطان سے محفوظ رکھا ہے۔یعنی انبیاء علیہم السلام کو جو ملاءِ اعلیٰ کے ذریعہ سے نور دیا جاتا ہے وہ محفوظ کردیا جاتا ہے۔شہاب ثاقب (یعنی مجددین) کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور ان کے ذریعہ سے وساوسِ شیطانی کا قلع قمع ہوتا رہتا ہے۔سارا سیاقِ کلام اسی مفہوم کی تائید کرتا ہے۔بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ o وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ o وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ o (الصافات: ۱۳تا۱۵) دیکھئے تفسیر صغیر ترجمہ وحاشیہ آیات، نیز آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن

☆ {ترجمہ حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ: اور (یہ) حفاظت کے طور پر ہے ہر دھتکارے ہوئے شیطان سے۔وہ ملاءِ اعلیٰ کی باتیں نہیں سن سکیں گے اور ہر طرف سے پتھراؤ کیے جائیں گے۔اس حال میں کہ دھتکارے ہوئے ہیں اور ان کیلئے چمٹ جانے والا عذاب (مقدر) ہے، سوائے اُس کے جو کوئی ایک آدھ بات اُچک لے تو اس کا بھی ایک روشن شعلہ تعاقب کرے گا۔}

جلد ۵ حاشیہ صفحہ ۱۴۰ تا ۱۶۰۔ جہاں اس آیت کی مفصل شرح بیان کی گئی ہے۔ اسی تعلق میں روایت نمبر ۳۲۱۲، ۳۲۱۳ بھی ہیں جن میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی مدافعت کا ذکر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا کہ اے اللہ ان کی روح القدس سے تائید فرما۔

روایت نمبر ۳۲۱۱ سے ظاہر ہے کہ ملائکہ نہ صرف ملاءِ اعلیٰ سے نازل شدہ کلام کی تنزیل وحفاظت کے لئے مامور ہیں۔ بلکہ وہ انسان کے نیک اعمال کو بھی محفوظ رکھتے ہیں۔ روایت نمبر ۳۲۱۵ میں کیفیت نزولِ وحی کا ذکر ہے۔ اس کے لئے دیکھئے کتاب بدء الوحی روایت نمبر ۲، ۳۔ وحی کی صورت وشکل متعدد اور اس کی کیفیت نزول اور ملائکہ کا تمثل ہر صاحب وحی والہام کے لئے مختلف ہے۔ مذکورہ بالا کیفیت وہ ہے جو ابتداء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کے وقت تھی۔ بعد میں وحی واضح کلام کی صورت میں نازل ہوتی رہی۔ امام بخاریؒ نے كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ کا عنوان قائم کر کے اسی امر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اَلْـمَلَأُ الْأَعْـلَـى یعنی ملائکۃ اللہ کی جماعت جو بلند شان ہے۔ اس بارے میں دیکھئے سورۃ الصافات آیت ۹۔ اور روایت نمبر ۳۲۱۶ کے لئے دیکھئے کتاب الصوم باب ۴ روایت نمبر ۱۸۹۷، کتاب الجہاد باب ۳۷ روایت نمبر ۲۸۴۱۔

روایت نمبر ۳۲۱۷ میں مَلَکی تمثلات سے متعلق ایک واقعہ مروی ہے جو حقیقت پر مبنی ہے اور جس کے گواہ ہزاروں اور لاکھوں ہیں اور ہمیں اس کی حقانیت پر عین الیقین بلکہ حق الیقین ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی یہی یقین کامل تھا۔ انکار صرف اپنی رؤیت کا ہے۔ روایت نمبر ۳۲۱۸، ۳۲۱۹ میں اسی تمثل کا ذکر ہے۔ آیت وَمَا نَتَـنَـزَّلُ اِلَّا بِـأَمْـرِ رَبِّكَ کے شانِ نزول کے لئے دیکھئے کتاب التفسیر، سورۃ مریم تشریح باب ۲۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکورہ بالا صحاح ستہ کی دوسری کتابوں میں بھی مذکور ہے۔ جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے استدلال فرمایا ہے کہ روح القدس کی تائید و رفاقت مومنوں کو بھی حاصل ہوتی ہے۔ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کیلئے مخصوص نہ تھی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۰۴۔

سَبْعَةَ أَحْرُفٍ: سات حروف پر قرأت (ہونے) سے مراد تلفظ اور لہجہ ہے نہ کہ تبدیلیٔ الفاظ۔ مثلاً حَتّٰی (یہاں تک) قریش کا تلفظ ہے۔ قبیلہ ہذیل کے ہاں یہی لفظ عَطّٰی بولتے تھے۔ عین بجائے حاء کے۔ قریش دونوں طرح بول سکتے تھے۔ حَتّٰی حِيْن کا فقرہ عَطّٰی عِيْن (ایک وقت تک) اس تعلق میں دیکھئے فتح الباری شرح کتاب فضائل القرآن باب ۵۔ مخالفین اسلام نے ناسمجھی سے اعتراض کیا ہے کہ موجودہ قرآن اصلی نہیں۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو حکم دیا تھا کہ ثقہ قاریوں کی مدد سے قریش کے لہجہ وتلفظ کے مطابق سارا قرآنِ مجید ضبطِ تحریر میں لایا جائے۔

روایت نمبر ۳۲۲۰ کے لئے کتاب الصوم باب ۷ بھی دیکھئے۔ روایت نمبر ۳۲۲۱ کے لئے کتاب مواقیت الصلاۃ باب ۱، روایت نمبر ۵۲۱ کی تشریح بھی دیکھئے۔ روایت نمبر ۳۲۲۲ کے لئے دیکھئے کتاب الإستقراض، شرح باب ۳۔ اور روایت نمبر ۳۲۲۳ کے لئے دیکھئے کتاب مواقیت الصلاۃ باب ۱٦، شرح روایت نمبر ۵۵۵۔

بَاب۷: إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِيْنَ وَالْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

اگر تم میں سے کوئی آمین کہے اور فرشتے بھی آسمان میں (آمین کہیں) اور ان دونوں میں سے ایک کی آمین دوسرے کے موافق ہو جائے تو اس کے جو بھی گناہ پہلے ہو چکے ہیں وہ پردہ پوشی کر کے مٹا دیئے جائیں گے

٣٢٢٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أُمَيَّةَ أَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهُ أَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَدَّثَهُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ حَشَوْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وِسَادَةً فِيْهَا تَمَاثِيْلُ كَأَنَّهَا نُمْرُقَةٌ فَجَاءَ فَقَامَ بَيْنَ النَّاسِ☆ وَجَعَلَ يَتَغَيَّرُ وَجْهُهُ فَقُلْتُ مَا لَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا بَالُ هَذِهِ قُلْتُ وِسَادَةٌ جَعَلْتُهَا لَكَ لِتَضْطَجِعَ عَلَيْهَا قَالَ أَمَا عَلِمْتِ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَأَنَّ مَنْ صَنَعَ الصُّوْرَةَ يُعَذَّبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ أَحْيُوْا مَا خَلَقْتُمْ.

۳۲۲۴: محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا کہ مخلد (بن یزید) نے ہمیں خبر دی۔ ابن جریج نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسماعیل بن امیہ سے روایت کی کہ نافع نے ان سے بیان کیا۔ قاسم بن محمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے انہیں بتایا کہتی تھیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک تکیہ بھرا جس پر تصویریں تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک نقش دار تکیہ ہے۔ آپؐ آئے۔ دروازے☆ کے دونوں تختوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور آپؐ کے چہرہ کا رنگ بدلنے لگا۔ میں نے پوچھا: یارسول اللہ! ہمارا کیا قصور ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ (تکیہ) کیسا؟ میں نے کہا: یہ تکیہ (گدیلہ) میں نے آپؐ کے لئے بنایا ہے کہ آپؐ اس پر لیٹا کریں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں علم نہیں کہ ملائکہ ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی مورت ہو۔ جس نے کوئی صورت بنائی قیامت کے دن اسے سزا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جو تم نے پیدا کیا ہے اسے زندہ بھی کرو۔

اطرافهُ: ۲۱۰۵، ۵۱۸۱، ۵۹۵۷، ۵۹۶۱، ۷۵۵۷۔

☆ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ میں اس جگہ "البَابَیْن" ہے (فتح الباری جزء٦ حاشیہ صفحہ ۳۷۵) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

٣٢٢٥: حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا طَلْحَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا صُوْرَةُ تَمَاثِيْلَ.

۳۲۲۵: (محمد) بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ نے ہمیں بتایا کہ معمر نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے زُہری سے، زُہری نے عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے ابوطلحہؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو اور نہ اس میں جس میں مورتیں یعنی بت ہوں۔

اطرافهُ: ٣٢٢٦، ٣٣٢٢، ٤٠٠٢، ٥٩٤٩، ٥٩٥٨.

٣٢٢٦: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرٌو أَنَّ بُكَيْرَ بْنَ الْأَشَجِّ حَدَّثَهُ أَنَّ بُسْرَ بْنَ سَعِيْدٍ حَدَّثَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ وَمَعَ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عُبَيْدُ اللهِ الْخَوْلَانِيُّ الَّذِي كَانَ فِي حَجْرِ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمَا زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ أَنَّ أَبَا طَلْحَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ. قَالَ بُسْرٌ فَمَرِضَ زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ فَعُدْنَاهُ فَإِذَا نَحْنُ فِي بَيْتِهِ بِسِتْرٍ فِيْهِ

۳۲۲۶: احمد (بن صالح) نے ہم سے بیان کیا کہ (عبداللہ) بن وہب نے ہمیں بتایا۔ عمرو (بن حارث) نے ہمیں خبر دی کہ بکیر بن اَشجّ نے بیان کیا کہ بُسر بن سعید نے انہیں بتایا کہ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا اور بسر بن سعید کے ساتھ عبید اللہ (بن اسود) خولانی بھی تھے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پرورش پائی تھی۔ ان دونوں کو حضرت زید بن خالدؓ نے بتایا کہ ابوطلحہؓ نے ان سے بیان کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں مورت ہو۔ بُسر کہتے تھے: زید بن خالد بیمار ہوئے۔ ہم ان کی عیادت کو گئے تو ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے گھر میں ایسا پردہ ہے جس میں تصویریں ہیں۔ میں نے عبیداللہ خولانی سے کہا:

تَصَاوِيْرُ فَقُلْتُ لِعُبَيْدِ اللهِ الْخَوْلَانِيِّ أَلَمْ يُحَدِّثْنَا فِي التَّصَاوِيْرِ فَقَالَ إِنَّهُ قَالَ إِلَّا رَقْمٌ فِي ثَوْبٍ أَلَا سَمِعْتَهُ قُلْتُ لَا قَالَ بَلَى قَدْ ذَكَرَ.

کیا انہوں نے تصویروں سے متعلق ہمیں نہیں بتایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ انہوں نے کہا تھا: سوائے اس کپڑے کہ جس میں نقش ہوں۔ کیا تم نے یہ نہیں سنا؟ میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے کہا: نہیں بلکہ انہوں نے (اس کا) ذکر کیا تھا۔

اطرافہ: ۳۲۲۵، ۳۳۲۲، ۴۰۰۲، ۵۹۴۹، ۵۹۵۸۔

۳۲۲۷: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمْرٌو عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ وَعَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيْلُ فَقَالَ إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَلَا كَلْبٌ.

۳۲۲۷: یحیٰی بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا، کہا: (عبداللہ) بن وہب نے مجھ سے بیان کیا، کہا: عمرو نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سالم سے، سالم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ سے جبریل نے آنے کا وعدہ کیا۔ (لیکن نہ آئے۔ پوچھنے پر) انہوں نے کہا: ہم ایسے گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں مورت ہو اور نہ اس میں جس میں کتا ہو۔

طرفہ: ۵۹۶۰۔

۳۲۲۸: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقَالُوْا☆ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

۳۲۲۸: اسماعیل (بن ابی اویس) نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سُمَیّ سے، سُمَیّ نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے تو تم کہو☆: اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کیونکہ جس کا یہ قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوگا تو جو بھی گناہ اس کے پہلے ہو چکے ہیں ان سب پر پردہ پوشی کر کے وہ دبا دیئے جائیں گے۔

طرفہ: ۷۹۶۔

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ لفظ فَقُوْلُوْا ہے (فتح الباری جزء٦ حاشیہ صفحہ ۳۷٦) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

٣٢٢٩: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ فُلَيْحٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا دَامَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ وَالْمَلَائِكَةُ تَقُوْلُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ مَا لَمْ يَقُمْ مِنْ صَلَاتِهِ أَوْ يُحْدِثْ.

٣٢٢٩: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا کہ (محمد) بن فُلَیح نے ہمیں بتایا۔ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہلال بن علی سے، ہلال نے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ سے، عبدالرحمٰن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے ایک نماز ہی میں ہوتا ہے جب تک کہ نماز اسے روکے رکھتی ہے فرشتے یہ دعا کرتے ہیں۔ اے اللہ! اس پر پردہ پوشی فرماتے ہوئے اس کے گناہوں کو مٹادے اور اس پر رحمت کر۔ جب تک کہ اپنی نماز سے اُٹھ نہ کھڑا ہو یا بے وضو نہ ہوجائے۔

اطرافہُ: ١٧٦، ٤٤٥، ٤٧٧، ٦٤٧، ٦٤٨، ٦٥٩، ٢١١٩، ٤٧١٧.

٣٢٣٠: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَنَادَوْا يَا مَالُ.☆ قَالَ سُفْيَانُ فِي قِرَاءَةِ عَبْدِ اللهِ وَنَادَوْا يَا مَالِ.

٣٢٣٠: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے، عمرو نے عطاء (بن ابی رباح) سے، عطاء نے صفوان بن یعلیٰ سے، صفوان نے اپنے باپ (حضرت یعلیٰ بن امیہؓ) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو منبر پر (سورۂ زخرف کی یہ آیت) یوں پڑھتے ہوئے سنا: وَنَادَوْا يَا مَالُ☆۔ سفیان نے کہا: عبداللہ (بن مسعود) کی یہ قرأت ہے: وَنَادَوْا يَا مَالِ۔

اطرافہُ: ٣٢٦٦، ٤٨١٩.

٣٢٣١: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ

٣٢٣١: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ ابن وہب نے ہمیں خبر دی۔ کہتے تھے کہ یونس نے

☆ قرآنِ مجید میں الفاظ ”وَنَادَوْا يَا مَالِكُ“ ہیں۔ (الزخرف:٧٨)

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ قَالَ لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيْتُ وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيْلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أَرَدْتُّ فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُوْمٌ عَلَى وَجْهِي فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيْهَا جِبْرِيْلُ فَنَادَانِي فَقَالَ إِنَّ اللهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ اللهُ إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ ذَلِكَ فِيْمَا شِئْتَ إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ

ابن شہاب سے روایت کرتے ہوئے مجھے بتایا۔ ابن شہاب نے کہا: عروہ نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا کہ انہوں نے نبی ﷺ سے پوچھا: کیا آپؐ پر کوئی ایسا دن آیا جو اُحد کے دن سے زیادہ سخت ہو؟ آپؐ نے فرمایا: میں تمہاری قوم سے جو تکلیفیں اُٹھا چکا ہوں، اُٹھا چکا ہوں۔ اور سب سے زیادہ تکلیف جو میں نے ان سے اُٹھائی، عقبہ کے دن تھی۔ جب میں نے اپنے آپ کو (کنانہ) بن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے پیش کیا (جو طائف کا رئیس تھا) پھر جو میں نے چاہا، اس نے نہ مانا (یعنی اسلام نہ لایا) اس پر میں چل دیا اور میں غمگین تھا۔ میری یہ حالت دور نہیں ہوئی تھی۔ مگر اس وقت کہ جب میں قرنِ ثعالب (مقام) میں پہنچ گیا۔ میں نے سر اُٹھایا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بدلی ہے جس نے مجھ پر سایہ کیا ہوا ہے۔ میں نے غور سے دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں جبریل ہیں۔ انہوں نے مجھے پکار کر کہا: جو تیری قوم نے تم سے کہا ہے اور جو کچھ تمہیں جواب دیا ہے وہ اللہ نے سن لیا ہے اور اللہ نے تمہارے پاس پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے کہ تم ان کے متعلق جو کچھ بھی چاہو، اسے حکم دو۔ پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے پکارا۔ مجھے سلامتی کی دعا دی اور کہا: محمد! میں اس لئے آیا ہوں کہ اگر تم چاہو تو میں ان پر یہ دونوں پہاڑ آپس میں ٹکرا کر انہیں تباہ کردوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ

أَرْجُو أَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا.

میں امید کرتا ہوں کہ اللہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اللہ ہی کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

طرفہ: ٧٣٨٩۔

٣٢٣٢: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَأَلْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى○فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى○ (النجم: ١٠) قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ أَنَّهُ رَأَى جِبْرِيْلَ لَهُ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ.

٣٢٣٢: قُتَیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ ابواسحاق شیبانی نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے زِر بن حُبَیش سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بابت پوچھا یعنی وہ دو کمانوں کے درمیانی فاصلے جتنا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے بندے کو وحی کی، وہی وحی جو اس نے کی۔ زِر نے کہا: (حضرت عبداللہ) بن مسعودؓ نے ہم سے بیان کیا کہ آپؐ نے جبریل کو دیکھا تھا۔ اس کے چھ سو پر تھے۔

اطرافہ: ٤٨٥٦، ٤٨٥٧۔

٣٢٣٣: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى○(النجم: ١٩) قَالَ رَأَى رَفْرَفًا أَخْضَرَ سَدَّ أُفُقَ السَّمَاءِ.

٣٢٣٣: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے علقمہ سے، علقمہ نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ جو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النجم میں فرمایا ہے: وہ یقیناً اپنے ربّ کے بڑے بڑے نشان دیکھ چکا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کہتے تھے: آپؐ نے ایک دیباجی فرش دیکھا جس نے آسمان کا افق ڈھانپا ہوا تھا۔

طرفہ: ٤٨٥٨۔

٣٢٣٤: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ أَنْبَأَنَا الْقَاسِمُ

٣٢٣٤: محمد بن عبداللہ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن عبداللہ انصاری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (عبداللہ) بن عون سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: قاسم

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ وَلَكِنْ قَدْ رَأَى جِبْرِيْلَ فِي صُوْرَتِهِ وَخَلْقِهِ سَادًّا مَا بَيْنَ الْأُفُقِ.

(بن محمد) نے ہمیں خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ کہتی تھیں: جس نے یونہی کہا کہ محمدؐ نے اپنے ربّ کو دیکھا ہے تو اس نے بہت ہی بڑی بات کہی۔ البتہ آپؐ نے جبریل کو ان کی اپنی شکل میں دیکھا اوران کا وجود اُفق کی ساری فضا میں سمایا ہوا تھا۔

اطرافهُ: ٣٢٣٥، ٤٦١٢، ٤٨٥٥، ٧٣٨٠، ٧٥٣١.

٣٢٣٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنِ ابْنِ الْأَشْوَعِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَّسْرُوْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ فَأَيْنَ قَوْلُهُ: ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى○(النجم:٩، ١٠) قَالَتْ ذَاكَ جِبْرِيْلُ كَانَ يَأْتِيْهِ فِي صُوْرَةِ الرَّجُلِ وَإِنَّمَا أَتَى هَذِهِ الْمَرَّةَ فِي صُوْرَتِهِ الَّتِي هِيَ صُوْرَتُهُ فَسَدَّ الْأُفُقَ.

۳۲۳۵: محمد بن یوسف (بیکندی) نے ہم سے بیان کیا کہ ابواسامہ نے ہمیں بتایا۔ زکریا بن ابی زائدہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن اَشوع سے، انہوں نے شعبی سے، شعبی نے مسروق سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا: تو پھر اللہ تعالیٰ کے اس قول کے کیا معنی: ''یہ تمہارا ساتھی پھر اس کے نزدیک ہوا اور وہ بھی نیچے جھکا اور دو کمانوں کے درمیانی فاصلے جتنا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک ہوگیا۔ پھر اس نے اپنے بندے کو وحی کی، وہی وحی جو اس نے کی۔'' حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: یہ تو جبریل ہیں جو آپؐ کے پاس مرد کی شکل میں آیا کرتے تھے اور اس دفعہ وہ اپنی اس شکل میں آئے جو ان کی شکل ہے اور سارے اُفق میں سمائے ہوئے تھے۔

اطرافهُ: ٣٢٣٤، ٤٦١٢، ٤٨٥٥، ٧٣٨٠، ٧٥٣١.

٣٢٣٦: حَدَّثَنَا مُوْسَى حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ

۳۲۳۶: موسیٰ (بن اسماعیل) نے ہم سے بیان کیا۔ (انہوں نے کہا:) ہم سے جریر (بن حازم) نے بیان کیا کہ ابو رجاء نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت سمرہ

اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي فَقَالَا الَّذِي يُوْقِدُ النَّارَ مَالِكٌ خَازِنُ النَّارِ وَأَنَا جِبْرِيْلُ وَهَذَا مِيْكَائِيْلُ.

(بن جندبؓ) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے آج رات دو شخص دیکھے جو میرے پاس آئے۔ کہنے لگے: وہ جو آگ میں ایندھن جھونک رہا ہے۔ مالک (فرشتہ) ہے جو دوزخ کا داروغہ ہے اور میں جبریل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔

اطرافهُ: ٨٤٥، ١١٤٣، ١٣٨٦، ٢٠٨٥، ٢٧٩١، ٣٣٥٤، ٤٦٧٤، ٦٠٩٦، ٧٠٤٧.

٣٢٣٧: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُوعَوَانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ. تَابَعَهُ شُعْبَةُ وَأَبُو حَمْزَةَ وَابْنُ دَاوُدَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ.

٣٢٣٧: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے اور وہ شخص اپنی بیوی سے رات بھر ناراض رہے تو ملائکہ اس پر اس کے صبح اُٹھنے تک لعنت کرتے رہیں گے۔ ابوعوانہ کی طرح شعبہ اور ابوحمزہ اور ابن داؤد اور ابومعاویہ نے بھی اعمش سے یہی روایت کیا ہے۔

اطرافهُ: ٥١٩٣، ٥١٩٤.

٣٢٣٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ثُمَّ فَتَرَ عَنِّي الْوَحْيُ فَتْرَةً فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي

٣٢٣٨: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا: عقیل نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے مجھے خبر دی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: (غارِ حراء میں پہلی وحی نازل ہونے کے بعد) وحی مجھ

سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ بَصَرِي قِبَلَ السَّمَاءِ فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي قَدْ جَاءَنِي بِحِرَاءَ قَاعِدٌ عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَجُئِثْتُ مِنْهُ حَتَّى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ فَجِئْتُ أَهْلِي فَقُلْتُ زَمِّلُوْنِي زَمِّلُوْنِي فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى: يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ○ قُمْ فَاَنْذِرْ○ إِلَى قَوْلِهِ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ○ (المدثر: ٢-٦) قَالَ أَبُو سَلَمَةَ وَالرِّجْزُ الْأَوْثَانُ.

سے کچھ دیر کے لئے منقطع ہوگئی۔ ایک بار میں چلا جا رہا تھا کہ میں نے آسمان سے ایک آواز سنی۔ میں نے آسمان کی طرف اپنی نگاہ جو اُٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی فرشتہ ہے جو میرے پاس حراء میں آیا تھا۔ وہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے۔ میں اس سے اتنا خوف زدہ ہوا کہ زمین پر گر گیا۔ پھر میں اپنے گھر والوں کے پاس آیا اور میں نے کہا: مجھے کپڑا اُڑھاؤ۔ مجھے کپڑا اُڑھاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل کی: {اے کپڑا اُوڑھنے والے! اُٹھ کھڑا ہو اور انتباہ کر اور اپنے ربّ ہی کی بڑائی بیان کر اور جہاں تک تیرے کپڑوں (یعنی قریبی ساتھیوں) کا تعلق ہے تو انہیں بہت پاک کر اور جہاں تک ناپاکی کا تعلق ہے تو اس سے کلیۃً الگ رہ۔} ابوسلمہ نے کہا: اس آیت میں رُجز کے لفظ کے معنی ''بت'' ہیں۔

اطرافه: ٤، ٤٩٢٢، ٤٩٢٣، ٤٩٢٤، ٤٩٢٥، ٤٩٢٦، ٥٩٥٤، ٦٢١٤.

٣٢٣٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ. وَقَالَ لِي خَلِيْفَةُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي مُوْسَى رَجُلًا آدَمَ طُوَالًا جَعْدًا كَأَنَّهُ مِنْ

٣٢٣٩: ہمیں محمد بن بشار نے بتایا کہ ہم سے غندر نے کہا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے روایت کی اور خلیفہ (بن خیاط) نے بھی مجھ سے کہا کہ یزید بن زُرَیع نے ہم سے بیان کیا۔ سعید (بن ابی عروبہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، قتادہ نے ابوالعالیہ سے روایت کی کہ تمہارے نبیؐ کے چچازاد یعنی (حضرت عبداللہ) بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: جس رات میرے ساتھ اسراء کا واقعہ ہوا، میں نے

رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَأَيْتُ عِيْسَى رَجُلًا مَرْبُوْعًا مَرْبُوْعَ الْخَلْقِ إِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبِطَ الرَّأْسِ وَرَأَيْتُ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِي آيَاتٍ أَرَاهُنَّ اللهُ إِيَّاهُ، فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ (السجدة: ٢٤). قَالَ أَنَسٌ وَأَبُو بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْرُسُ الْمَلَائِكَةُ الْمَدِيْنَةَ مِنَ الدَّجَّالِ.

حضرت موسیٰؑ کو دیکھا جو گندم گوں بہت لمبے گھونگریالے بالوں والے آدمی تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ شنوءة کے مردوں میں سے ہیں اور میں نے حضرت عیسیٰؑ کو دیکھا جو میانہ قد میانہ ڈیل ڈول کے آدمی تھے۔ رنگ سفید سرخی مائل، سر کے بال سیدھے۔ اور میں نے مالک کو دیکھا جو دوزخ کا داروغہ ہے اور دجال کو بھی دیکھا۔ الٰہی قدرتوں کے نمونوں کو جو اللہ نے آپؐ کو دکھائے اور یہ جو اللہ تعالیٰ نے سورۂ سجدہ میں فرمایا ہے: تو اس کی ملاقات سے شک میں نہ ہو۔ حضرت انسؓ اور حضرت ابوبکرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ملائکہ دجال سے مدینہ کی حفاظت کریں گے۔

طرفهُ: ٣٣٩٦۔

تشریح: **ذِكْرُ الْمَلَائِكَةِ:** ابوذرؒ والے نسخہ صحیح بخاری میں اِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِيْنَ ...... علیحدہ باب قائم نہیں کیا گیا۔ ان روایات میں سے اکثر میں مَلَکی تمثلات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ملائکۃ اللہ کو مشاہدہ کرنے کا ذکر ہے۔ ان مشاہدات کی حقانیت کے بارے میں عین الیقین اور حق الیقین کا مقام اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب کوئی ان روحانی مشاہدات سے حقیقتاً بہرہ ور ہو۔ ہمیں ان کی سچائی کے بارے میں ذرہ بھر شک نہیں۔ بلکہ کامل یقین حاصل ہے اور جو لوگ اس قسم کے مشاہدات کا نام تخیلات واَوہام (Hallucinations) یا اَز قبیل ذہنی تصورات (Clairvoyance) یا اَصوات متصورہ (Clairaudience) رکھتے ہیں، ہمارے نزدیک وہ محروم ومعذور ہیں۔ اگر انہیں تحقیق کرنا مقصود ہو تو وہ تذکرہ (مجموعہ الہامات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کا مطالعہ کریں۔ اس میں نئے نشانات کا واقعات کی صورت میں حیرت انگیز ذکر پائیں گے اور جن کے ہزاروں گواہ ہیں۔ شاید یہ مطالعہ ان کے لئے یقین کی راہ کھولنے والا ہو۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہوشیار پور والے مشہور مجاہدہ میں جو بشارت پسر موعود سے متعلق کھلے الفاظ میں دی گئی اور جس کی تفصیلات اور متعلقہ واقعات ایک لمبے زمانہ پر ممتد اور مشہور عالم ہوچکے ہیں یہی ایک نشان آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ مشارٌ الیہا نشانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدات کی صداقت پر تازہ شہادتیں ہیں۔ واقعات تخیلات کی تصدیق نہیں کرتے۔ اس تعلق میں کتاب بدء الوحي دیکھئے۔ نیز الفاظ عنوانِ باب "إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِيْنَ وَالْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ ..." کے لیے دیکھئے کتاب الاذان باب ١١١، ١١٢۔

لَا تَـدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ....: روایات نمبر۳۲۲۴، ۳۲۲۵، ۳۲۲۶ میں ملائکۃ اللہ کے ایسے گھر میں داخل نہ ہونے کا ذکر ہے جس میں کتا یا مورتیں ہوں۔ اِنَّـا لَا نَـدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَلَا كَلْبٌ۔ مورتی پوجا عربوں میں اسی طرح گھر گھر رائج تھی جس طرح چین و جاپان، سیام اور ہندوستان میں اب تک ہے۔ ایسے گھروں سے جو مشرکانہ عقائد سے نجس ہوں ملائکۃ اللہ کا کیا واسطہ۔ ان میں تو شیاطین و طواغیت براجمان ہوتے ہیں۔ پس یہ روایات محدود معنوں میں ہیں۔ کیونکہ قرآنِ مجید میں نص صریح ہے کہ کتا ان شکاری جانوروں میں سے ہے جو تعلیم سے سدھائے جاسکتے ہیں۔ (دیکھئے سورۃ المائدہ آیت ۵) حدیث میں آتا ہے اس کا مارا ہوا شکار حلال ذبیحہ ہے، اگر شکار کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لی جائے[1] اور یہ جانور حفاظت و وفاداری میں مشہور ہے۔ بلکہ اتنا ذکی الحس اور مفید ہے کہ اس سے قاتلوں کی سراغ رسانی میں کام لیا جاتا ہے۔ پس کتے کی مذکورہ بالا نجاست اور ملائکۃ اللہ کی عدم موجودگی سے متعلق روایت کا مفہوم علی الاطلاق لینا نہ صرف نص صریح اور منشائے خالق کے خلاف ہے بلکہ اس ارشادِ نبوی کے خلاف بھی ہے جس میں کتے سے کام لینے کی اجازت ہے۔ (کتـاب الـحـرث و المزارعة، بـاب ۳) اس تعلق میں کتاب الصلاۃ باب ۱۴، ۱۵ نیز کتاب الأذان باب ۹۳ روایت نمبر ۷۵۲ بھی دیکھئے۔

امام بخاریؒ مذکورہ بالا لطیف تصرف سے یہی سمجھانا چاہتے ہیں جو باب کے عنوان باندھنے اور روایات کی ترتیب میں اختیار کیا ہے۔ امام ابن حجرؒ جیسے جلیل القدر شارح کو بھی سمجھنے میں مشکل پیش آئی ہے۔ اس تعلق میں یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ اکابر علماء کے نزدیک بہت ہی بلند پایہ محقق تسلیم کئے گئے ہیں۔ ان کی کتاب صحیح بخاری اَصَحُّ الْکُتب مانی گئی ہے۔ امام موصوفؒ تدقیق وتحقیق اور وسعت نظر اور تعمق معانی میں یکتائے روزگار ہیں۔ علامہ ابن خلدونؒ جو علامہ حافظ محمد بن حجر عسقلانیؒ شارح بخاری کی پیدائش سے قریب زمانہ کے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ چونکہ ان کی کتاب کا درجہ ومرتبہ بہت بلند ہے۔ اس لئے اس کی شرح کما حقہ نہ ہوسکی اور کوئی اس کی گہرائیوں تک رسائی حاصل نہیں کر سکا اور ہم نے اپنے اساتذہ سے بارہا سنا ہے کہ صحیح بخاری کی شرح کا بارِ منّت امت کے کندھوں پر ہے اور ایک واجب الادا قرض جو اَب تک ان کے ذمے سے ساقط نہیں ہوا[2] اس لئے عنوانِ باب اور ترتیب روایات سرسری نظر سے نہ دیکھی جائیں۔ ان کی وسعت نظر ونقد کے لئے دیکھئے کتاب الكسوف باب ٦۔ اور تدقیق وتعمق کے لئے باب ۷ کا یہی عنوان مع تشریح۔ روایات مندرجہ سے کتے اور مورتوں یا تصویروں کی موجودگی سے متعلق بظاہر ایک فتویٰ اخذ کر کے عنوانِ باب میں نمایاں کیا جاسکتا تھا۔ مگر ایسا فتویٰ نظر انداز کیا گیا ہے کیونکہ اس کا تعلق مختلف حالات سے ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے۔ روایات نمبر ۳۳۲۴، ۳۳۲۵ زیر باب ۱۷ میں کارآمد کتے مستثنیٰ کئے گئے ہیں۔ امام ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری کے اکثر نسخوں میں باب کا عنوان ملائکۃ اللہ کی آمین سے قائم کر کے ایسی روایات بیان کی گئی ہیں جن کا عنوانِ باب سے بظاہر کوئی تعلق نہیں۔ (فَاَشْكَلَ اَمْرُهُ جِدًّا) جس سے بڑی مشکل پیش آئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ملائکۃ اللہ کی آمین سے موافقت

[1] (بخاری، كتاب الذبائح والصيد، باب التسمية على الصيد)
[2] (مقدمة ابن خلدون، الباب السادس في العلوم، الفصل السادس علوم الحديث)

والے باب کا روایات نمبر ۳۲۲۴، ۳۲۲۵، ۳۲۲۶، ۳۲۲۷ کے نفس مضمون سے بظاہر کوئی تعلق نہیں۔عنوانِ باب کا تعلق صرف روایت نمبر ۳۲۲۸ سے ہے۔جس کا مضمون وہی ہے جو عنوانِ باب کا بیان ہے۔تصویر یا کتے کی کسی گھر میں مطلق موجودگی سے ملائکۃ اللہ کا سوال نہیں۔ان کے کسی گھر میں داخل ہونے سے مراد اس گھر میں مَلکوتی برکات کے نزول اور نہ داخل ہونے سے ان برکات سے اس کی محرومی ہے جو حدیث کا موضوع ہے۔جیسا کہ کتاب الاذان تشریح باب ۱۱۱ میں بتایا جا چکا ہے۔اس لئے امام بخاریؒ نے عنوانِ بالا اس روایت کے اصلی مضمون سے شروع کر کے اسے روایت نمبر ۳۲۲۹ پر ختم کیا ہے اور مختلف روایات نقل کر کے انہیں ایک ہی عنوان کے تحت اکٹھا کر کے قارئین کے فہم پر چھوڑا ہے کہ وہ خود عقل سے کام لیں کہ کونسی مورتیاں یا تصویریں اور کتے مفسد عقائد و اَخلاق اور صحت جسمانی یا روحانی کے لئے مضر ہیں۔آج کل بھی مورتی پوجا موجود ہے اور کتے رکھنے والے شوقین ایسے طریق اختیار کرتے ہیں جو نہ صرف اقتصادی لحاظ سے نقصان دہ بلکہ حیا سوز اور مخرب اَخلاق بھی ہیں۔ایسے لوگ اور ان کے گھر مَلکی برکات سے یقیناً محروم ہیں۔

آیا امام بخاریؒ کا اس باب سے یہی امر ذہن نشین کرانا مقصود ہے۔اوّل خود عنوانِ باب کے الفاظ سے واضح ہے اور روایت نمبر ۳۲۲۶ سے خود راویٔ حدیث حضرت زید بن خالد جہنیؓ کے عمل سے جواز کی صورت ثابت ہوتی ہے۔حضرت زید بن خالد جہنیؓ بیمار ہوئے اور ان کی عیادت کو بسر بن سعید مع عبید اللہ خولانی گئے۔فَـإِذَا نَـحْـنُ فِـي بَيْتِـهِ بِسِتْرٍ فِيْـهِ تَصَاوِيْرُ کیا دیکھتے ہیں کہ پردہ لٹکا ہے جس میں تصویریں ہیں۔انہیں تعجب ہوا۔لیکن انہوں نے إِلَّا رَقْمٌ فِي ثَوْبٍ کہہ کر استثناء کا ذکر کیا جس سے ان کا تعجب دور ہوا۔

احادیث کی صحت الفاظ سے متعلق امام بخاریؒ کی وسعت نظر و اہتمام کی مثال کیلئے دیکھئے کتاب الکسوف باب۶۔ علامہ حافظ احمد بن حجر عسقلانی مؤرخ فقیہ مصری شافعی (۱۳۷۲-۱۴۴۹ء) نے اور علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون المغربی (۱۳۳۲تا۱۴۰۶ء) نے اپنے مقدمہ ابن خلدون میں امام موصوفؒ کی وسعت نظر اور تعمق فکر سے متعلق جو قابل قدر رائے کا اظہار کیا ہے وہ مذکورہ بالا شرح سے واضح ہو جاتی ہے۔

كَـانَ أَشَدَّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ: واقعہ مندرجہ روایت نمبر ۳۲۳۱ بقول ابن سعدؒ ہجرت سے پہلے شوال دسویں سال کا ہے۔جب ابوطالب فوت ہوئے قریش مکہ آنحضرت ﷺ کی ایذا دہی میں دلیر ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سردارانِ بنی ثقیف کو تبلیغ اور ان کے ہاں پناہ لینے کی غرض سے طائف کا قصد کیا۔ان میں سے ایک دوسرا شخص مسعود بن عبد یالیل تھا۔یہ اپنے خاندان میں ذی اثر تھا۔اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ صرف انکار کیا بلکہ آپؐ کے ساتھ نہایت برا سلوک کیا۔آپؐ طائف سے نکلوا دیئے گئے اور آپؐ کے پیچھے شہر کے لونڈے چھوڑ دیئے جنہوں نے آپؐ کو فحش گالیاں دیں اور آپؐ پر پتھر برسائے جس سے آپؐ لہولہان ہو گئے اور غش کھا کر زمین پر گر پڑے۔آپؐ کے ساتھی حضرت زید بن حارثہؓ بھی زخمی ہوئے۔(فتح الباری جزء۶ صفحہ ۳۷۹)

(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، ذكر سبب خروج رسول الله ﷺ إلى الطائف)

قَرْنُ الثَّعَالِب کا دوسرا نام قَـرْنُ الْمَنَازِل ہے جو اہل نجد کی میقاتِ حج ہے۔(فتح الباری جزء٦صفحہ٣٨٠)
واقعہ مذکورہ روایت نمبر٣٢٣١ اَز قبیل مکاشفہ اور تمثلاتِ روحانیہ ہے۔روایات نمبر٣٢٣٢،٣٢٣٣، ٣٢٣٤،٣٢٣٥ میں محولہ آیات سورۃ النجم کی ہیں۔فرماتا ہے: عَـلَّمَهُ شَدِيْدُ الْقُوٰى o ذُوْمِرَّةٍ ط فَاسْتَوٰى o وَهُـوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى o ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى o فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى o .... لَقَدْ رَاٰى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (النجم: ٦تا١٩) اس کو (یہ کلام) بڑی قوتوں والے (خدا) نے سکھایا ہے۔جس کی قوتیں بار بار ظاہر ہونے والی ہیں اور جو اس وقت اپنی طاقتوں کے اظہار کے لئے اپنے عرش پر مضبوطی سے قائم ہے اور ہر بالغ نظر کو آسمان کے کناروں پر اس کے ظہور کی علامتیں نظر آرہی ہیں اور وہ (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بندوں کے اس اضطراب کو دیکھ کر ان پر رحم کر کے خدا سے ملنے کے لئے اس کے قریب ہوئے اور وہ (خدا) بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے شوق میں اوپر سے نیچے آ گیا۔اس وقت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربّ کی بڑی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی دیکھی۔

شَدِيْدُ الْقُوٰى: شَدِيْدُ الْقُوٰى معلم سے مراد جبریل ہیں۔ان کے چھ سو پر سے وہ استعدادیں مراد ہیں جن کے ذریعہ تکمیل ارتقائے بشری اور روح القدس کا کامل ظہور ہوتا ہے۔ ہر استعداد کے مقابل ایک شرعی حکم ہے جس کی تعمیل روحانی ارتقاء و معراج کے لئے ضروری ہے۔مزید وضاحت کے لئے دیکھئے آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ١٩٦تا١٩٨۔ نیز آیات محولہ بالا کی تشریح کے لئے دیکھئے یہی کتاب صفحہ١٠٢تا١٠٨۔ اور تفسیر صغیر سورۃ النجم حاشیہ آیات مذکورہ۔فرماتا ہے: مَـا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت صحیح تھی اور نقائص بینائی سے مبرا۔ نظر کی عام بیماریاں یہ ہیں:

١- Hypermetropia کوتاہ نظری (نزدیک کی نظر میں کمی)
٢- Myopia (دور کی نظر میں کمی)
٣- Strabismus (بھینگا پن)
٤- Colorblindness (رنگت کا اندھا پن)
۵- Cataract (موتیا بند)

مَا زَاغَ الْبَصَرُ کی آیت سے آنحضرت ﷺ کی بینائی سے ہر قسم کے نقص کی نفی کی گئی ہے۔روایت نمبر٣٢٣٨ سے جبریل کا آفاق آسمان کو اپنے پروں سے ڈھانپنے کا مفہوم کامل تجلی صفاتِ باری تعالیٰ ہے جو آنحضرت ﷺ پر ہوئی۔جس سے شریعت حقانیہ پایہ تکمیل کو پہنچی۔اس تمثیل سے سلف صالحین کو بھی اتفاق ہے۔تفصیل کے لئے دیکھئے آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ١١٧تا١٢٨۔ ملائکۃ اللہ کے پروں سے مراد صفات مَلکیہ اور قوائے روحانیہ ہیں۔حضرت جعفرؓ جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔آنحضرت ﷺ نے آپ کے متعلق يَـا ابْـنَ ذِي الْـجَـنَاحَيْن کے الفاظ استعمال فرمائے۔ مفسرین اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: لَيْسَا عَلَى ظَاهِرِهِمَا ... فَـالْمُرَادُ بِالْجَنَاحِيَّةِ صِفَةٌ مَلَكِيَّةٌ وَقُوَّةٌ رُوْحَـانِيَّةٌ أُعْـطِيَهَـا جَـعْـفَرٌ. وَقَدْ عَبَّرَ الْقُرْآنُ عَنِ الْعَضُدِ بِالْجَنَاحِ تَوَسُّعًا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَاضْمُمْ إِلَيْكَ

جَنَاحَکَ. وَقَالَ الْعُلَمَآءُ فِي أَجْنِحَةِ الْمَلَائِكَةِ إِنَّهَا صِفَاتٌ مَّلَكِيَّةٌ لَّا تُفْهَمُ إِلَّا بِالْمُعَايَنَةِ ۔(فتح الباری شرح کتاب المغازی، بابُ غزوة موتة، جزء۷ صفحہ۶۴۵) لفظ جناحین ظاہری معنی میں نہیں...اس سے مراد مَلکی صفت اور روحانی قوت ہے جو حضرت جعفرؓ کو عطا کی گئی۔ اور قرآن کریم نے بازو کو جناح سے تعبیر کیا ہے، وسعت دیتے ہوئے۔ (قرآن کریم میں) اللہ تعالیٰ کا قول ہے: اپنے بازو کو اپنے ساتھ چمٹا لے۔ علماء کا قول ہے کہ پروں سے مراد مَلکی صفات ہیں جو بغیر مشاہدہ نہیں سمجھی جاسکتیں۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ....: روایت نمبر ۳۲۳۲ میں سورۃ النجم ہی کی آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھتے ہیں:

”ہمارے سیّد و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس لاکھ کے قریب قول و فعل میں سراسر خدائی کا ہی جلوہ نظر آتا ہے اور ہر بات میں، حرکات میں، سکنات میں، اقوال میں، افعال میں روح القدس کے چمکتے ہوئے انوار نظر آتے ہیں۔“

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ۱۱۶)

روایت نمبر ۳۲۳۲ میں جو سورۃ النجم کی آیت دَنٰی فَتَدَلّٰی ○ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ○ کا حوالہ دیا گیا ہے وہ غائت درجہ وصال اور اتحاد فی المقصد پر دلالت کرتا ہے۔ فقرہ مَا أَوْحٰى میں اس وحی کے تعجب انگیز کمال کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ سورۃ النجم کے اس رکوع میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان کے لئے شفیع قرار دیئے گئے ہیں جو کامل اور اَبدی واسطۂ اتصال ہیں ان کے اور معبودِ حقیقی کے درمیان۔ ان آیات کا سیاقِ کلام کامل ارتقاء اور معراج منتہیٰ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا۔ چنانچہ یہ آیات جملہ فَلِلّٰهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولٰى پر ختم کی گئی ہیں۔ جس کے معنی ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اوّل و آخر، آغاز و انجام، دنیا و آخرت اور آپؐ کی شان عظمت مآب خارق عادت اور حیرت انگیز ہے۔ لِلّٰهِ کا ان معنوں میں یہ استعمال عرب کے قدیم لٹریچر (ادبیات) میں بکثرت ہے اور اب تک اسی مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ طوالت کے خوف سے دو تین مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱- علی بن کاتب کا مشہور شعر ہے:

اَلَا لِلّٰهِ طَيْفٌ مِّنْكَ يَسْقِيْ بِكَأْسَاتِ الْكَرٰى زُوْرًا وَّمَيْنًا

(وفيات الأعيان وأنباء أهل الزمان، حرف العين، صردر الشاعر، جزء۳ صفحه۳۸۵)

تیرے خیال کا کیا کہنا جو جھوٹ و فریب سے نیند کے جام پلا رہا ہے۔

۲- ایک عراقی مشہور شاعر ایک خوبرو دوشیزہ سے متعلق جسے وہ دجلہ کے کنارے پر سیر کرتے دیکھ پایا ہے، کہتا ہے:

تَهَادَتْ تُرِيْنِي الْبَدْرَ مُحْدِقَةً بِهَا أَوَانِسُ اِحْدَاقَ الْكَوَاكِبِ بِالْبَدْرِ

فَلِلّٰهِ مَا قَدْ هِجْنَ لِي مِنْ صَبَابَةٍ أَلَقْتُ بِهَا طَيَّ الضُّلُوْعِ عَلَى الْجُمْرِ

چاند سا مکھڑا دکھاتی ہوئی وہ خراماں خراماں جا رہی تھی۔ وہ ہم دوشیزاؤں کے حلقہ میں ایسی تھی جیسے چاند تاروں کے حلقہ میں۔ جذبات محبت و عشق ان دوشیزاؤں نے کیسے بھڑکائے گویا میرے پہلوؤں کو انگاروں پر ڈال دیا۔

اس شعر میں للہ کے معنی اللہ کے لئے نہیں بلکہ یہ لفظ انتہائی تعجب وحیرت وغیرہ کے معنوں میں وارد ہوا ہے۔

٣- اسی طرح حسان بن ثابتؓ کا زمانہ جاہلیت کا ایک شعر ہے:

لِـلّٰـهِ دَرُّ عِـصَـابَةٍ نَـادَمْتُهُـمْ   يَـوْمًـا بِـجِلَّـقَ فِي الزَّمَـانِ الْأَوَّلِ

(دیوان حسان بن ثابت، قافية اللام، صفحہ١٦٥) (تاریخ دمشق، حرف الحاء، حسان بن ثابت، جزء١٢ صفحہ٤٢٦)

یعنی کیا ہی عجیب وہ جماعت تھی جن کے ساتھ میں نے کبھی پہلے زمانہ میں جلق کے مقام پر مصاحبت کی

شاعر کا اشارہ غسانی عیسائی بادشاہ کی طرف ہے جس کے ہاں وہ بطور مہمان ٹھہرا تھا اور اس کی عزت افزائی ہوئی۔

غرض سورۃ النجم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عظمت مآب بطور شفیع کامل بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محولہ بالا آیت کا مفہوم شرح وبسط سے اپنی متعدد کتابوں میں بیان فرمایا ہے۔ دیکھئے علاوہ مذکورہ حوالے کے آپؑ کی کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام۔

وَنَادَوْا يَا مَالِ: روایت ٣٢٣٠ میں محولہ بالا آیت پوری یہ ہے: وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۝ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝ (الزخرف: ٧٨،٧٩) اور وہ پکاریں گے کہ اے مالک (یعنی افسر دوزخ) تیرے ربّ کو چاہیے کہ ہمیں موت دے دے۔ وہ کہے گا: تم دیر تک اس میں رہو گے۔ (خدا تعالیٰ کہتا ہے:) ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے لیکن تم میں سے اکثر حق سے نفرت کرتے تھے۔

کسی کلمہ کے آخری حروف میں سے کوئی حرف گرانے کو قواعد عربیہ کی اصطلاح میں ترخیم کہتے ہیں۔ رَخَمَ کے معنی ہیں ہلکا کیا۔ مختلف حالاتِ نفسیہ میں انسان کبھی بالطبع لفظ کے پورے حروف نہیں بول سکتا۔ مثلاً شدتِ خوف میں چور کو چو کہہ کر مدد کے لئے پکارتا ہے۔ اسی طرح بعض وقت فرطِ سرور میں بھی یہی ہوتا ہے اور بالعموم محبت اور پیار کے لب ولہجہ میں بھی پورا نام نہیں لیا جاتا۔ اس قسم کا حذف عربی میں ترخیم کہلاتا ہے۔ يَا مَالِكُ کو يَا مَالِ پکارنے کی بھی یہی صورت ہے۔ يَا مَالِكُ سے مراد ملائکہ جہنم ہیں۔ کائناتِ عالم کی ہر شئے مَلَکی تصرفات میں ہے جیسا کہ آئینہ کمالات اسلام میں یہ حقیقت بڑی تفصیل اور پوری وضاحت سے مدلل بیان کی گئی ہے۔

لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ: روایت نمبر ٣٢٣٧ میں ملائکہ کی لعنت کا جو ذکر وارد ہے وہ برکت سے محرومی کے مفہوم میں ہے نہ کہ ہماری طرح کی لعن طعن، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ تسکینِ شہوت تھکے ماندے مرد کی طبعی ضرورت ہے۔ اگر بیوی یہ ضرورت پوری نہیں کرتی تو اپنے خاوند کو ایسی حالت اضطراب میں ڈالتی ہے جس سے بعض وقت ضرورت مند کی نیند اُچاٹ ہو جاتی ہے اور طرح طرح کے خیالات بے راہ روی پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے۔ ایسی حالت میں وہ گویا محرک بدی اور ازدواجی تعلقات کی استواری کو بگاڑنے والی ہے۔ اس لئے وہ ملعون یعنی مَلَکی برکات سے محروم ہے۔ اس روایت میں صرف بیوی کے ذکر سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہی اعراض کی وجہ سے ملعون ہے بلکہ مرد میں بھی اگر اعراض کی صورت ہو یا وہ ہی حدودِ اعتدال سے متجاوز ہو تو وہ بھی ویسا ہی ملعون ہے جیسے بیوی۔ ایک کے عدم ذکر سے

دوسرے کا ذکر لازم نہیں آتا۔ قرآنِ مجید میں جہاں زوجین کے تعلقات کی حدود کا ذکر ہے وہاں یہ بھی صراحت ہے کہ حدود کا خیال نہ رکھنے والے (مرد وعورت دونوں) ظالم ہیں۔

روایت نمبر ۳۲۳۸ کے لئے دیکھئے کتاب بدء الوحي روایت نمبر ۴ جو الگ سند سے مروی ہے اور جس میں اسی روایت کے ہم معنی مضمون ہے۔ الفاظ کا فرق قابلِ التفات نہیں۔ ابوسلمہؒ راوی نے رُجْز کے معنی اَوْثَان بتائے ہیں۔

روایت نمبر ۳۲۳۹ میں معراج والی رات کا ذکر ہے جس میں انبیاء علیہم السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی۔ آپؐ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی فوت شدہ انبیاء ہی میں دیکھا اور ان کا حلیہ بیان فرمایا۔ اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد روحانی مشاہدات یکجا بیان کئے گئے ہیں جو مختلف اوقات میں ہوئے اور مختلف راویوں سے مروی ہیں۔

امام بخاریؒ کا اس تصرف سے آنحضرت ﷺ کی رؤیت مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰىo لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى o (النجم: ۱۸،۱۹) کی نوعیت دکھلانا مقصود ہے کہ وہ نزدیک و دور کے واقعات وحادثات پر حاوی ہے۔ انہی واقعات کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِo وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍo (التکویر: ۲۴،۲۵) اور اس نے اس (غیب) کو یقیناً کھلے افق میں دیکھا ہے اور وہ غیب کی خبریں بتانے میں ہرگز بخیل نہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ بلند مقام پر کھڑے ہوکر دیکھنے والے کو دور و نزدیک کی چیزیں صاف نظر آتی ہیں اور جس بلند ترین مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشاہدہ کرایا گیا ہے وہی افق مبین والی رؤیت ہے اور سورۃ النجم میں آپؐ کی رؤیت افق اعلیٰ والی بتائی گئی ہے۔ یعنی نہایت ہی بلند شان اور اس کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

> ''ہمارے ہادی ومقتدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اقتداری خوارق نہ صرف آپ ہی دکھلائے بلکہ ان خوارق کا ایک لمبا سلسلہ روزِ قیامت تک اپنی اُمت میں چھوڑ دیا جو ہمیشہ اور ہر زمانہ میں حسبِ ضرورتِ زمانہ ظہور میں آتا رہا ہے اور اس دنیا کے آخری دنوں تک اسی طرح ظاہر ہوتا رہے گا....'' (آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۷)

چونکہ سابقہ روایات میں سورۃ النجم کے پہلے رکوع کی آیات کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس لئے اس تعلق میں چند مشاہدات بطور نمونہ اکٹھے بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ہر مشاہدہ کی تفصیل الگ الگ روایات میں مذکور ہے۔ داروغہ جہنم کے لیے دیکھئے روایت نمبر ۳۲۳۶۔ ملاقات حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے لیے دیکھئے کتاب الأنبیاء روایت نمبر ۳۳۹۴، دجال کا دیکھنا اور مدینہ کی حفاظت کے تعلق میں دیکھئے کتاب الفتن باب ۲۶، ۲۷۔ آنحضرت ﷺ کے مکاشفات کا ذکر اس سے پہلے بھی متعدد روایات میں گزر چکا ہے۔ مثلاً انبیاء علیہم السلام کی ملاقات سے متعلق دیکھئے کتاب الصلاۃ روایت نمبر ۳۴۹۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مکاشفات کے تعلق میں فرماتے ہیں: ''...کشف کی اعلیٰ قسموں میں سے

یہ ایک قسم ہے کہ بالکل بیداری میں واقع ہوتی ہے۔'' (آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۱۴۹، ۱۵۰)

روایت نمبر ۳۲۳۹ کے آخر میں جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے وہ یہ ہے: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهٖ ....[1] (السجدة:۲۴) روایت نمبر ۳۲۳۹ قتادہؒ سے مروی ہے اور اس میں ان کی طرف سے قدرے اضافہ ہے۔ لِقَائِهٖ کی ضمیر (ہ) سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات مراد لی گئی ہے[2] جو بظاہر سیاقِ کلام کے خلاف ہے۔ درحقیقت اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب شریعت کا دیا جانا مراد ہے اور یہ کہ آپؐ کی امت کے لئے ایک سلسلہ خلافت اسی طرح جاری کرنے کی بشارت دی گئی ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں جاری ہوا تھا۔ ان کی یہ روایت دو راویوں سے مروی ہے شعبہ اور سعید بن ابی عروبہ سے۔ لیکن سیاق روایت سعیدؒ کے الفاظ میں ہے۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ ۳۸۱)

وَقَالَ أَنَسٌ وَأَبُو بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .... : حضرت انسؓ اور حضرت ابوبکرہؓ کی روایات موصول ہیں۔ دیکھئے کتاب فضائل المدینة باب ۹ روایات نمبر ۱۸۷۹، ۱۸۸۱۔ اسی طرح کتاب الفتن باب ۲۶، ۲۷ میں بھی آئیں گی۔ (دیکھئے روایات نمبر ۷۱۲۴، ۷۱۲۵، ۷۱۲۶، ۷۱۳۴)

بَاب۸: مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ وَأَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ

جنت کے بیان میں جو روایتیں آئی ہیں اور یہ کہ وہ مخلوق ہے

قَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ مُّطَهَّرَةٌ (البقرة:۲۶) **مِنَ الْحَيْضِ وَالْبَوْلِ وَالْبُصَاقِ. كُلَّمَا رُزِقُوْا** (البقرة:۲۶) **أُتُوْا بِشَيْءٍ ثُمَّ أُتُوْا بِآخَرَ. قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ** (البقرة:۲۶) **أُوْتِيْنَا مِنْ قَبْلُ. وَأُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا** (البقرة:۲۶) **يُشْبِهُ بَعْضُهُ بَعْضًا وَيَخْتَلِفُ فِي الطَّعْمِ. قُطُوْفُهَا** (الحاقة:۲٤) **يَقْطِفُوْنَ كَيْفَ**

ابوالعالیہ نے کہا: أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ کے معنی ہیں کہ جنت میں ملنے والی بیویاں حیض، پیشاب اور تھوک سب گندگیوں سے پاک وصاف ہوں گی۔ كُلَّمَا رُزِقُوْا کے معانی ہیں انہیں کوئی چیز دی گئی پھر کوئی اَور (چیز جنت میں سے) دی جائے گی تو وہ کہیں گے یہ تو ہمیں پہلے بھی دیا گیا تھا۔ حالانکہ وہ اس کے ہم شکل دیئے جائیں گے۔ ایک دوسرے سے شکل میں ملتے جلتے ہوں گے اور مزے میں مختلف ہوں گے۔ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ کے یہ معنی ہیں کہ پھل اتنے قریب ہوں گے کہ

---

[1] ترجمہ از تفسیر صغیر: اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی۔ پس تو بھی ایک مکمل کتاب کے ملنے کے متعلق شبہ نہ کر۔
[2] (مسلم، کتاب الإیمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ إلى السماوات) (عمدۃ القاری جزء۱۵ صفحہ ۱۴۶)

شَاءُوْا. دَانِيَةٌ (الحاقة:٢٤) قَرِيْبَةٌ. الْأَرَآئِكِ (المطففين:٢٤) السُّرُرُ.

جنّتی جس طرح چاہیں گے چنیں گے۔ دَانِيَةٌ کے معنی ہیں نزدیک۔ اَلْأَرَائِک کے معنی ہیں تخت۔

وَقَالَ الْحَسَنُ النَّضْرَةُ فِي الْوُجُوْهِ وَالسُّرُوْرُ فِي الْقَلْبِ.

اورحسن (بصری) نے کہا: نَضْرَةً کے معنی تروتازگی کے ہیں جو چہروں میں ہو۔ اور سُرُوْرًا اس خوشی کو کہتے ہیں جو دِل میں ہو۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ سَلْسَبِيْلًا (الدهر:١٩) حَدِيْدَةُ الْجِرْيَةِ. غَوْلٌ (الصافات:٤٨) وَجَعُ الْبَطْنِ. يُنْزَفُوْنَ (الصافات:٤٨) لَا تَذْهَبُ عُقُوْلُهُمْ.

اور مجاہد نے کہا: سَلْسَبِيْل کے معنی تیز بہنے والا۔ (لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ) اس آیت میں غَوْلٌ کے معنی ہیں پیٹ کا درد۔ لَا يُنْزَفُوْن کے معنی ہیں وہ مدہوش نہیں ہوں گے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ دِهَاقًا (النبأ:٣٥) مُمْتَلِئًا. كَوَاعِبَ (النبأ:٣٤) نَوَاهِدَ. الرَّحِيْقُ الْخَمْرُ. التَّسْنِيْمُ يَعْلُو شَرَابَ أَهْلِ الْجَنَّةِ. خِتٰمُهٗ (المطففين:٢٧) طِيْنُهُ مِسْكٌ. نَضَّاخَتٰنِ (الرحمن:٦٧) فَيَّاضَتَانِ. يُقَالُ مَّوْضُوْنَةٍ (الواقعة:١٦) مَنْسُوْجَةٌ مِنْهُ وَضِيْنُ النَّاقَةِ. وَالْكُوْبُ مَا لَا أُذْنَ لَهُ وَلَا عُرْوَةَ ، وَالْأَبَارِيْقُ ذَوَاتُ الْآذَانِ وَالْعُرَا. عُرُبًا (الواقعة:٣٨) مُثَقَّلَةً وَاحِدُهَا عَرُوْبٌ مِثْلُ صَبُوْرٍ وَصُبُرٍ يُسَمِّيْهَا أَهْلُ مَكَّةَ الْعَرِبَةَ وَأَهْلُ الْمَدِيْنَةِ الْغَنِجَةَ وَأَهْلُ الْعِرَاقِ الشَّكِلَةَ.

اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: دِهَاقًا کے معنی ہیں لبالب بھرا ہوا۔ كَوَاعِب کے معنی وہ عورتیں جن کی چھاتی اُٹھی ہوئی ہو۔ الرَّحِيْق کے معنی ہیں شراب۔ تسنيم وہ عرق ہے جو جنتیوں کی شراب کے اوپر تیر رہا ہوگا۔ اور خِتَامُهٗ مِسْک کے معنی ہیں اس مہر کی مٹی مُشک ہوگی۔ اور نَضَّاخَتَان کے معنی ہیں فوارے کی طرح جوش مار کر بہنے والے۔ (عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ) سے مراد یہ ہے کہ وہ ایسے تختوں پر بیٹھیں گے جو بنے ہوئے ہوں گے۔ اسی سے وَضِيْنُ النَّاقَةِ ہے یعنی اونٹنی کا جھول۔ كُوْب وہ صراحی ہے جس میں کان یا کنڈہ نہ ہو اور أَبَارِيْق وہ کوزے جن میں کان بھی ہوں اور کنڈے بھی۔ عُرُبًا کی مفرد ہے عَرُوْب جیسے صَبُوْر اور صُبُر۔ مکہ والے اسے عَرِبَة کہتے ہیں اور مدینہ والے غَنِجَة اور عراق والے شَكِلَة۔ یعنی وہ نازنین عورت جس کی ادا حسین و دِل رُبا ہے۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ رَوْحٌ جَنَّةٌ وَرَخَاءٌ. وَالرَّيْحَانُ الرِّزْقُ. وَالْمَنْضُوْدُ الْمَوْزُ وَالْمَخْضُوْدُ الْمُوْقَرُ حَمْلًا. وَيُقَالُ أَيْضًا لَا شَوْكَ لَهُ. وَالْعُرُبُ الْمُحَبَّبَاتُ إِلَى أَزْوَاجِهِنَّ. وَيُقَالُ مَّسْكُوْبٍ (الواقعة:٣٢) جَارٍ. وَ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ (الواقعة:٣٥) بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ. لَغْوًا (الواقعة:٢٦) بَاطِلًا. تَأْثِيْمًا (الواقعة:٢٦) كَذِبًا. اَفْنَان (الرحمن:٤٩) أَغْصَانٌ. وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ (الرحمن:٥٥) مَا يُجْتَنَى قَرِيْبٌ. مُدْهَآمَّتٰنِ (الرحمن:٦٥) سَوْدَاوَانِ مِنَ الرِّيِّ.

اور مجاہد نے کہا: رَوْح کے معنی ہیں جنت اور کشائش۔ اور الرَّيْحَان کے معنی ہیں رزق۔ اور طَلْح مَّنْضُوْد کے معنی ہیں تہ بہ تہ کیلے اور مَخْضُوْد کے معنی لدا ہوا اور یہ معنی بھی کئے جاتے ہیں جس میں کانٹا نہ ہو۔ اور عُرُب کے معنی وہ عورتیں جو اپنے خاوندوں کی محبوب ہوں۔ اور مَاءٍ مَّسْكُوْبٍ کے معنی ہیں آبِ رواں۔ اور فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ کے معنی ہیں تہ بہ تہ اور اونچے بستر۔ اور لَغْوًا کے معنی بیہودہ، بے معنی۔ تَأْثِيْمًا کے معنی جھوٹ۔ اور أَفْنَانٍ کے معنی ہیں شاخیں اور وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ کے معنی ہیں وہ پھل جو توڑنے میں قریب ہوں۔ اور مُدْهَآمَّتٰنِ کے معنی ہیں شادابی کی وجہ سے سیاہ۔

٣٢٤٠: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ فَإِنَّهُ يُعْرَضُ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ فَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ.

اطرافهُ: ١٣٧٩، ٦٥١٥۔

٣٢٤٠: احمد بن یونس نے ہم سے بیان کیا کہ لیث بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو پھر صبح وشام اس کا ٹھکانہ اس کے سامنے لاکر اس کو دکھلایا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتیوں میں سے ہو تو جنت والوں میں سے اور اگر دوزخیوں میں سے ہو تو دوزخ والوں میں۔

٣٢٤١: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ زَرِيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ.

اطرافهُ: ٥١٩٨، ٦٤٤٩، ٦٥٤٦۔

۳۲۴۱: ابوالولید نے ہمیں بتایا کہ سلم بن زریر نے ہم سے بیان کیا کہ ابورجاء نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت عمران بن حُصَینؓ سے، حضرت عمرانؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو کیا ہے کہ جنت میں اکثر غریب ہی ہیں جو میں نے دیکھے اور میں نے دوزخ میں جھانک کر دیکھا تو دوزخیوں میں اکثر عورتیں ہی میں نے دیکھیں۔

٣٢٤٢: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ فَإِذَا امْرَأَةٌ تَتَوَضَّأُ إِلَى جَانِبِ قَصْرٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هَذَا الْقَصْرُ فَقَالُوْا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَهُ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا. فَبَكَى عُمَرُ وَقَالَ أَعَلَيْكَ أَغَارُ يَا رَسُوْلَ اللهِ.

اطرافهُ: ٣٦٨٠، ٥٢٢٧، ٧٠٢٣، ٧٠٢٥۔

۳۲۴۲: سعید بن ابی مریم نے ہمیں بتایا کہ لیث نے ہم سے بیان کیا، کہا: عُقَیل نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: سعید بن مسیّب نے مجھے بتایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک بار ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ آپؐ نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت ایک محل کے پاس وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ لوگوں نے کہا: عمر بن خطابؓ کا۔ ان کی غیرت کا مجھے خیال آیا تو میں پیٹھ موڑ کر واپس چلا آیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ روئے اور کہا: یارسول اللہ! کیا میں آپؐ سے غیرت کروں گا۔

٣٢٤٣: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عِمْرَانَ الْجَوْنِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ

۳۲۴۳: حجاج بن منہال نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام نے ہمیں بتایا، کہا: میں نے ابوعمران جونی سے سنا۔ انہوں نے ابوبکر بن عبداللہ بن قیس اشعری سے،

عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ الْأَشْعَرِيّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْمَةُ دُرَّةٌ مُجَوَّفَةٌ طُوْلُهَا فِي السَّمَاءِ ثَلَاثُوْنَ مِيْلًا فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا لِلْمُؤْمِنِ أَهْلٌ لَا يَرَاهُمُ الْآخَرُوْنَ. قَالَ أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ وَالْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ سِتُّوْنَ مِيْلًا.

طرفہ: ٤٨٧٩۔

اشعری نے اپنے باپ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جنت کا) خیمہ ایک خول دار موتی ہوگا جس کی بلندی اوپر سے تیس میل تک ہوگی۔ اس کے ہر کونے میں مومن کے اہل وعیال ہوں گے۔ جنہیں دوسرے نہیں دیکھیں گے۔ ابوعبدالصمد اور حارث بن عبید نے بھی ابوعمران سے یہ روایت کی۔ اس میں ساٹھ میل ہیں (بجائے تیس میل کے۔)

٣٢٤٤: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللهُ أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ فَاقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ (السجدة:١٨).

اطرافہ: ٤٧٧٩، ٤٧٨٠، ٧٤٩٨۔

٣٢٤٤: حُمیدی نے ہمیں بتایا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا کہ ابوالزناد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اَعرج سے، اَعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گزرا۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: کوئی نفس بھی نہیں جانتا کہ آنکھوں کی کیا کیا ٹھنڈک ان کے لئے چھپا کر رکھی گئی ہے۔

٣٢٤٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ

٣٢٤٥: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہمام بن منبّہ سے، ہمام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا:

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ صُوْرَتُهُمْ عَلَى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا يَبْصُقُوْنَ فِيْهَا وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ آنِيَتُهُمْ فِيْهَا الذَّهَبُ أَمْشَاطُهُمْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرَى مُخُّ سُوْقِهِمَا مِنْ وَّرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ قُلُوْبُهُمْ قَلْبٌ وَّاحِدٌ يُسَبِّحُوْنَ اللهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا.

اطرافهُ: ٣٢٤٦، ٣٢٥٤، ٣٣٢٧.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا، ان کی شکل چودھویں رات کے چاند جیسی ہوگی۔ اس میں نہ وہ تھوکیں گے، نہ رینٹھ چھینکیں گے، نہ پاخانہ پھریں گے۔ اس میں ان کے برتن سونے کے ہوں گے۔ ان کی کنگھیاں بھی سونے چاندی کی ہوں گی۔ ان کی انگیٹھیاں ایسی ہوں گی کہ ان سے عود کی خوشبو مہک رہی ہوگی اور ان کے پسینہ سے بھی مُشک کی خوشبو آئے گی اور ان میں سے ہر ایک کی دو دو بیویاں ہوں گی۔ ایسی خوبصورت نازک کہ ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت میں سے دکھائی دے گا۔ نہ ان کے درمیان کوئی اختلاف ہوگا اور نہ ایک دوسرے سے کاوش۔ سب ایک دل ہوں گے۔ صبح وشام اللہ کی تسبیح بیان کریں گے۔

٣٢٤٦: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّذِيْنَ عَلَى إِثْرِهِمْ كَأَشَدِّ كَوْكَبٍ إِضَاءَةً قُلُوْبُهُمْ عَلَى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا يُرَى مُخُّ

٣٢٤٦: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی۔ ابوالزناد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اَعرج سے، اَعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا چودھویں رات کے چاند کی مانند ہوگا اور وہ جو اُن کے بعد ہوں گے وہ نہایت چمکدار ستارہ کی طرح ہوں گے۔ اُن کے دل ایک ہی آدمی کے دل کی وضع پر ہوں گے۔ اُن کے درمیان نہ کوئی اختلاف ہوگا اور نہ ایک دوسرے سے کوئی کاوش ہوگی۔ ان میں سے ہر ایک کی دو دو بیویاں ہوں گی۔ ہر بیوی ایسی خوبصورت نازنین ہوگی کہ اس

سَاقِهَا مِنْ وَرَاءِ لَحْمِهَا مِنَ الْحُسْنِ يُسَبِّحُوْنَ اللهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا لَا يَسْقَمُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ وَلَا يَبْصُقُوْنَ آنِيَتُهُمُ الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ وَأَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَوَقُوْدُ مَجَامِرِهِمْ الْأَلُوَّةُ قَالَ أَبُو الْيَمَانِ يَعْنِي الْعُوْدَ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ. قَالَ مُجَاهِدٌ الْإِبْكَارُ أَوَّلُ الْفَجْرِ وَالْعَشِيُّ مَيْلُ الشَّمْسِ إِلَى أَنْ أُرَاهُ تَغْرُبَ.

اطرافهُ: ٣٢٤٥، ٣٢٥٤، ٣٣٢٧.

کی پنڈلی کا گودا پنڈلی کے گوشت میں سے دکھائی دے گا۔ صبح وشام وہ اللہ کی تسبیح کریں گے۔ نہ وہ بیمار ہوں گے اور نہ رینٹھ پھینکیں گے اور نہ وہ تھوکیں گے ان کے برتن سونے چاندی کے ہوں گے اور اُن کی کنگھیاں بھی سونے کی ہوں گی۔ ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن الوّہ ہوگا۔ ابوالیمان نے کہا: الوّہ کے معنی ہیں عود۔ اور اُن کا پسینہ مُشک کی خوشبو دے گا۔ اور مجاہد نے کہا: اِبْـکَار کے معنی ہیں صبح سویرے اور عَشِيّ سورج ڈھلنے سے سورج ڈوبنے تک کے وقت کو کہتے ہیں۔

٣٢٤٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَدْخُلَنَّ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُوْنَ أَلْفًا أَوْ سَبْعُ مِائَةِ أَلْفٍ لَا يَدْخُلُ أَوَّلُهُمْ حَتَّى يَدْخُلَ آخِرُهُمْ وُجُوْهُهُمْ عَلَى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ.

اطرافهُ: ٦٥٤٣، ٦٥٥٤.

۳۲۴۷: محمد بن ابی بکر مقدمی نے ہم سے بیان کیا کہ فُضَیل بن سلیمان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے، حضرت سہلؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: میری امت میں سے ستر ہزار یا سات سو ہزار (یعنی سات لاکھ) جنت میں داخل ہوں گے۔ جب تک ان میں سے پچھلے داخل نہ ہولیں گے پہلے داخل نہ ہوں گے۔ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔

٣٢٤٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسٌ

۳۲۴۸: عبداللہ بن محمد جعفی نے ہمیں بتایا کہ یونس بن محمد نے ہم سے بیان کیا۔ شیبان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے روایت کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُبَّةُ سُنْدُسٍ وَكَانَ يَنْهَى عَنِ الْحَرِيْرِ فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ أَحْسَنُ مِنْ هَذَا.

اطرافهُ: ٢٦١٥، ٢٦١٦.

نے ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو باریک ریشمی چوغہ ہدیہ دیا گیا اور آپؐ ریشمی کپڑے پہننے سے منع فرمایا کرتے تھے۔لوگوں نے ریشمی چوغہ کی عمدگی کو دیکھ کر تعجب کیا۔اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے، جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے زیادہ اچھے ہوں گے۔

٣٢٤٩: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبٍ مِنْ حَرِيْرٍ فَجَعَلُوْا يَعْجَبُوْنَ مِنْ حُسْنِهِ وَلِيْنِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ أَفْضَلُ مِنْ هَذَا.

اطرافهُ: ٣٨٠٢، ٥٨٣٦، ٦٦٤٠.

۳۲۴۹: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ بن سعید (قطان) نے ہمیں بتایا۔سفیان (بن عیینہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ابواسحاق نے مجھ سے بیان کیا۔ابواسحاق نے کہا: میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے سنا۔وہ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ریشم کا ایک کپڑا لایا گیا۔صحابہ اس کی عمدگی اور نرمی سے تعجب کرنے لگے۔یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں سعد بن معاذ کے رومال تو اس سے بڑھ کر ہوں گے۔

٣٢٥٠: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ

۳۲۵۰: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت کی۔انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک کوڑا رکھنے

الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا.
اطرافهُ: ٢٧٩٤، ٢٨٩٢، ٦٤١٥۔

کی جگہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

٣٢٥١: حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا.

۳۲۵۱: رَوح بن عبدالمومن نے ہمیں بتایا۔ یزید بن زُرَیع نے ہم سے بیان کیا کہ سعید (بن ابی عروبہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے روایت کی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔ آپؐ نے فرمایا: جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ جس کے سایہ میں سوار سو سال تک بھی چلتا رہے، وہ اسے طے نہیں کرے گا۔

٣٢٥٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هِلَالُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِي ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ وَاقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ (الواقعة: ٣١)
طرفهُ: ٤٨٨١۔

۳۲۵۲: محمد بن سنان نے ہم سے بیان کیا کہ فُلَیح بن سلیمان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہلال بن علی سے، ہلال نے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ سے، عبدالرحمٰن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ جس کے سایہ میں سوار سو سال تک بھی چلتا رہے (وہ اسے طے نہیں کرے گا) اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: پھیلے ہوئے سایوں میں۔

٣٢٥٣: وَلَقَابُ قَوْسِ أَحَدِكُمْ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ أَوْ تَغْرُبُ.
طرفهُ: ٢٧٩٣،

۳۲۵۳: اور جنت میں تم میں سے ایک کی کمان برابر جگہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہوگی جن پر سورج چڑھتا ہے یا ڈوبتا ہے۔

٣٢٥٤: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّذِينَ عَلَى آثَارِهِمْ كَأَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً قُلُوْبُهُمْ عَلَى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ لَا تَبَاغُضَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَحَاسُدَ لِكُلِّ امْرِئٍ زَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ يُرَى مُخُّ سُوْقِهِنَّ مِنْ وَّرَاءِ الْعَظْمِ وَاللَّحْمِ.

اطرافهُ: ٣٢٤٥، ٣٢٤٦، ٣٣٢٧۔

۳۲۵۴: ابراہیم بن منذر نے ہمیں بتایا۔ محمد بن فُلَیح نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہلال (بن علی) سے، ہلال نے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ سے، عبدالرحمٰن نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا اور وہ لوگ جو اُن کے پیچھے آئیں گے وہ آسمان کے خوبصورت سے خوبصورت چمک دار ستارے کی مانند روشن ہوں گے۔ ان کے دل ایسے ہوں گے جیسے ایک آدمی کا دل۔ ان کے درمیان نہ کاوش کپٹ ہوگی، نہ انہیں ایک دوسرے سے حسد۔ ہر آدمی کی دو خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی بیویاں ہوں گی۔ ان کی پنڈلیوں کا گودا ہڈی اور گوشت کے پیچھے سے دکھائی دے گا۔

٣٢٥٥: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ أَخْبَرَنِي قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا مَاتَ إِبْرَاهِيْمُ قَالَ إِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ.

اطرافهُ: ١٣٨٢، ٦١٩٥۔

۳۲۵۵: حجاج بن منہال نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: عدی بن ثابت نے مجھے بتایا، کہا: میں نے حضرت براء (بن عازب) رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: جب ابراہیم فوت ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: جنت میں اس کے لئے ایک دودھ پلانے والی مقرر ہے۔

٣٢٥٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ يَتَرَاءَيُوْنَ أَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا يَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْأُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ أَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ تِلْكَ مَنَازِلُ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ قَالَ بَلَى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ رِجَالٌ آمَنُوْا بِاللهِ وَصَدَّقُوْا الْمُرْسَلِيْنَ.

۳۲۵٦: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک بن انس نے مجھے بتایا۔ انہوں نے صفوان بن سُلَیم سے، صفوان نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوسعیدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جنت والے بالا خانوں میں رہنے والوں کو اپنے اوپر اسی طرح دیکھیں گے کہ جس طرح وہ اس چمک دار ستارے کو دیکھتے ہیں جو مشرق یا مغرب کی طرف افق پر پیچھے رہ گیا ہو۔ کیونکہ ان کے درمیان بھی درجوں میں تفاوت ہوگی۔ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! وہ تو انبیاء کے مقام ہوں گے۔ کیا ان کے سوا اور کوئی وہاں نہیں پہنچے گا؟ آپؐ نے فرمایا: کیوں نہیں بلکہ اسی ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ لوگ بھی ہوں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور جنہوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔

طرفهُ: ٦٥٥٦۔

تشریح: **فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ وَأَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ:** عنوانِ باب کے دو حصے ہیں اور اس کے تحت تفسیر ابوالعالیہؒ کا حوالہ بابت آیت قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ (الحاقة: ٢٤) ہے۔ اس کے علاوہ دو اور آیات کے الفاظ کی بھی وضاحت درج کی ہے۔ اور حسن بصریؒ کی تفسیر کا حوالہ بابت آیت وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا (الدهر: ١٢) اور اس کے بعد مجاہد کے حوالے سے آیت عَيْنًا فِيْهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيْلًا (الدهر: ١٩) اور آیت لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ (الصافات: ٤٨) کی شرح کا ذکر ہے۔ اسی طرح آیات وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًاo وَّكَأْسًا دِهَاقًاo (النبأ: ٣٤،٣٥) يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ o خِتَامُهُ مِسْكٌ...... وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيْمٍ o (المطففين: ٢٦تا٢٨) فِيْهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ (الرحمٰن: ٦٧) سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ (الواقعة: ١٦) بِأَكْوَابٍ وَّأَبَارِيْقَ (الواقعة: ١٩) عُرُبًا أَتْرَابًا (الواقعة: ٣٧) سے متعلق حضرت ابن عباسؓ کی شرح کا ذکر ہے اور اس کے بعد بعض کلمات مثلاً رَوْحٌ، رَيْحَانٌ، طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ، عُرُب، مَسْكُوْب، فُرُشٍ مَّرْفُوْعَة، لَغْوًا، تَأْثِيْمًا، أَفْنَانٍ، وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ اور مُدْهَامَّتٰنِ

کے لغوی معنی بتائے گئے ہیں جومختلف آیات میں وارد ہوئے ہیں اور مجاہدؒ سے مروی ہیں۔ان سے جنت کی صورت وشکل اوراس کے اَوصاف کا علم ہوتا ہے۔اورشروع باب میں آیت كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا ...... (البقرة: ۲٦) کا حوالہ دیا گیا ہے۔ تامدنظر رہے کہ صرف نام کا اشتراک ہے۔جنت کی نعمتیں مَا لَا يُتَصَوَّرُ وَلَمْ يَخْطُرُ بِبَالِ أَحَدٍ کا مصداق ہیں۔ان کا تصور اس زندگی میں نہیں کیا جاسکتا، سوا اس کے کہ موعودہ نعمتیں دنیا کی نعمتوں کے مشابہ ہوں گی۔جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کا اس بارے میں یہ قول مروی ہے: لَيْسَ فِي الدُّنْيَا مِمَّا فِي الْجَنَّةِ إِلَّا الْأَسْمَاءَ (فتح الباری جزء٦ صفحہ۳۸٦) یعنی صرف نام کا اشتراک ہے۔ان نعمتوں کی حقیقت کچھ اور ہی ہوگی۔اللہ تعالیٰ سورۃ السجدہ میں فرماتا ہے: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۚ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (السجدة: ۱۸) اور (حقیقت یہ ہے کہ) کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان (مومنوں) کے لئے ان کے اعمال کے بدلہ میں کیا کیا آنکھیں ٹھنڈی کرنے والی چیزیں (جنت میں) چھپا کر رکھی گئی ہیں۔اورحدیث نبویہ میں بھی ہے: مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ۔ وہ نعمتیں نہ آنکھ نے دیکھیں، نہ کان نے سنیں اور نہ ان کا خیال دل میں گزرا۔(روایت نمبر۳۲۴۴) آیت وَأُتُوْا بِهِ مُتَشَابِهًا کی شرح کے لئے دیکھئے اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد۱۰ صفحہ۳۹۸ تا۴۰۰۔

أَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ: امام ابن حجرؒ کی رائے ہے کہ عنوانِ باب کے دوسرے حصہ سے معتزلہ کا عقیدہ ردّ کرنا مقصود ہے جن کے نزدیک جنت قیامت کے روز وجود میں لائی جائے گی، اس وقت موجود نہیں۔امام ابن حجرؒ نے أَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ کے معنی أَنَّهَا مَوْجُوْدَةٌ کئے ہیں اور لکھا ہے کہ باب کے تحت بہت سی روایات نقل کی گئی ہیں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت موجود ہے اور بعض میں ہے کہ وہ مخلوق ہے۔نیز حضرت ابوہریرہؓ کی روایت جو امام احمد بن حنبلؒ اور ابوداؤدؒ نے قوی سند سے نقل کی ہے اس کے یہ الفاظ ہیں: عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ قَالَ لِجِبْرِيْلَ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا...☆ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جب اللہ نے جنت پیدا کی تو جبریل سے فرمایا: جا کر اسے دیکھو۔(فتح الباری جزء٦ صفحہ۳۸۵)

باب ہذا کی روایت نمبر۳۲۴۰ سے ظاہر ہے کہ انسان کی موت کے ساتھ جنت یا دوزخ موجود ہوتی ہے اور روایت نمبر۳۲۴۱، ۳۲۴۲ سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دفعہ جنت میں اور دوزخ میں مرد اور عورتیں دکھائی گئیں اور ایک بار جنت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا محل بھی دکھایا گیا۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ موجود تھے اور یہ سب قدرتِ الٰہی کی تخلیق کا ایک نیا نمونہ ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کتاب دافع الوساوس (آئینہ کمالاتِ اسلام) میں تفصیل و بسط سے فرماتے ہیں کہ خلاّقِ علیم کی صفت خلق کی عجیب تجلّی ہوگی جس کے نمونے عارفوں کو اسی دنیا میں بحالت کامل بیداری دکھائے جاتے ہیں۔(دیکھئے آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد۵ صفحہ۱۴۸ تا۱۵۳)

روایات زیرِ باب میں بیان کردہ نظارے از قبیل مکاشفہ اور تمثلات ہیں۔ان سب کو آیت وَأُتُوْا بِهِ مُتَشَابِهًا اور

☆ (سنن أبي داود، كتاب السنة، باب في خلق الجنة والنار)
(مسند احمد بن حنبل، مسند أبي هريرة، جزء۲ صفحہ۳۳۲)

روایت نمبر ۳۲۴۴ کے مضمون پر ہی محمول کرنا چاہیے۔ عنوانِ باب میں جن آیات کے الفاظ کی شرح بیان کی گئی ہے، ان آیات کی تفسیر مقصود نہیں بلکہ جنت کا وصف بیان کرنا مدنظر ہے۔ اس لئے سورتوں اور آیات کے حوالہ جات دے دیئے گئے ہیں۔ یہ الفاظ متعلقہ سورتوں میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

عنوانِ باب میں بعض اقوال کے جو حوالے دیئے گئے ہیں، وہ امام ابن حجرؒ نے حل کئے ہیں۔ مثلاً ابوالعالیہ کا قول ابن ابی حاتم نے موصولاً نقل کیا ہے اور اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ سے متعلق بسند مجاہد یہ روایت کی ہے کہ وہ سلسلہ تناسل کے لوازمات سے پاک ہوں گی اور یہی روایت بسند قتادہؒ ان معنوں میں نقل کی گئی ہے کہ وہ عورتیں مُطَهَّرَةٌ مِنَ الْأَذٰى وَالْإِثْمِ گند اور گناہ سے پاک ہوں گی۔ (فتح الباری جزء ٦ صفحہ ۳۸۵، ۳۸٦) طبری نے بھی انہی معنوں سے واضح اور مفصل الفاظ میں محولہ بالا روایت نقل کی ہے۔ نیز ایک روایت میں ہے کہ اہل جنت کو ہر بار اسی قسم کا پھل پیش کیا جائے گا اور اُن سے کہا جائے گا: كُلُوْا فَإِنَّ اللَّوْنَ وَاحِدٌ وَالطَّعْمَ مُخْتَلِفٌ کھاؤ رنگ تو ایک ہی ہے مگر مزہ اَور ہے۔☆ (فتح الباری جزء ٦ صفحہ ۳۸٦)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی شرح آیت وَأُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا زیادہ واضح ہے کہ اشتراک تسمیہ ہے اور حسن بصریؒ کا قول بھی اسی آیت کی شرح میں بایں الفاظ نقل کیا گیا ہے۔ مُتَشَابِهًا أَيْ خِيَارًا لَا رَدَاءَ ةَ فِيْهِ یعنی اخروی نعمتیں دنیا کی نعمتوں سے زیادہ اچھی ہوں گی، ان میں نقص اور ردّی پن نہ ہوگا۔ (فتح الباری جزء ٦ صفحہ ۳۸٦)

بَاب ٩: صِفَةُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ

جنت کے دروازوں کا بیان

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجَنَّةِ. فِيْهِ عُبَادَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ.

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی شئے جوڑا جوڑا (اللہ کی راہ میں) نکالی، اسے جنت کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔ حضرت عبادہ (بن صامتؓ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں روایت کی۔

٣٢٥٧: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ فِيْهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانَ

۳۲۵۷: سعید بن ابی مریم نے ہمیں بتایا کہ محمد بن مطرف نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوحازم نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے، حضرت سہلؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جنت میں آٹھ دروازے ہیں۔ اس میں ایک ایسا دروازہ ہے جس کا نام ریّان (یعنی سیراب) ہے۔

☆ (جامع البيان للطبرى، سورة البقرة آيت واتوا به متشابها)
(تفسير ابن ابى حاتم، سورة البقرة آيت واتوا به متشابها)

لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُوْنَ. اس میں سے صرف روزہ رکھنے والے ہی داخل ہونگے۔

طرفہٗ: ١٨٩٦۔

تشریح: صِفَةُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ: عنوان کے بعد فِيْهِ عُبَادَةُ کہہ کر اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو امام موصوفؒ نے کتاب احادیث الانبیاء (باب ٤٧) میں بسند جنادہ بن ابی امیہؒ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے موصولاً نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ... أَدْخَلَهُ اللّٰهُ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ أَيَّهَا شَاءَ۔ جس نے شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ اسے جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جہاں سے چاہے گا، وہاں سے داخل کرے گا۔ (دیکھئے روایت نمبر ٣٤٣٥) اس بارے میں صحاح ستہ میں بھی مختلف سندوں سے ہم معنی روایتیں منقول ہیں۔ایک روایت یہ بھی ہے: إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مَسِيْرَةَ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً☆ دروازۂ جنت کے دو کواڑوں میں چالیس سال کی مسافت کا فاصلہ ہوگا۔مسلم میں بھی اس کے ہم معنی روایت ہے جو موقوف ہے، مرفوع یا موصول نہیں۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ٣٩٦) اور اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو از قبیل تمثیل متصور ہوگی۔اس تعلق میں کتاب الصوم باب٤ بھی دیکھئے۔

بَاب ١٠: صِفَةُ النَّارِ وَأَنَّهَا مَخْلُوْقَةٌ

دوزخ کا بیان اور یہ کہ وہ مخلوق ہے

غَسَّاقًا (النبأ:٢٦) يُقَالُ غَسَقَتْ عَيْنُهُ وَيَغْسِقُ الْجُرْحُ وَكَأَنَّ الْغَسَاقَ وَالْغَسِيْقَ وَاحِدٌ. غِسْلِيْنٍ (الحاقة:٣٧) كُلُّ شَيْءٍ غَسَلْتَهُ فَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ فَهُوَ غِسْلِيْنُ فِعْلِيْنُ مِنَ الْغَسْلِ مِنَ الْجُرْحِ وَالدَّبَرِ.

غَسَّاقًا غَسَقَ يَغْسِقُ سے ہے۔کہتے ہیں: غَسَقَتْ عَيْنُهُ اس کی آنکھیں پیپ سے بہہ رہی ہیں۔اسی طرح کہتے ہیں: يَغْسِقُ الْجُرْحُ زخم پیپ سے بہہ رہا ہے اور غَسَّاق اور غَسِيْق معنی کی رو سے ایک ہی ہیں۔ اور غِسْلِيْن ہر شئے جس کو تو دھوئے جیسے آدمی یا اونٹ کا زخم اور اس سے کچھ نکلے تو یہ دھوون غِسْلِيْن ہے۔یہ لفظ غَسْل سے فِعْلِيْن کے وزن پر ہے۔ (یعنی دوزخیوں کا کھانا پیپ کی دھوون ہوگی۔)

وَقَالَ عِكْرِمَةُ حَصَبُ جَهَنَّمَ (الأنبياء:٩٩) اور عکرمہ نے کہا: حَصَب حبشی زبان میں ایندھن کی

☆ (مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب١) (مسند أحمد بن حنبل، مسند أبي سعيد الخدري، جزء٣ صفحہ٢٩)
(مسند أحمد بن حنبل، مسند الشاميين، حديث عتبة بن غزوان، جزء٤ صفحہ١٧٤)
(مسند أحمد بن حنبل، مسند الكوفيين، حديث بهز بن حكيم، جزء٥ صفحہ٣)

حَطَبٌ بِالْحَبَشِيَّةِ. وَقَالَ غَيْرُهُ حَاصِبًا (الملك:١٨) الرِّيْحُ الْعَاصِفُ وَالْحَاصِبُ مَا تَرْمِي بِهِ الرِّيْحُ وَمِنْهُ حَصَبُ جَهَنَّمَ يُرْمَى بِهِ فِي جَهَنَّمَ، هُمْ حَصَبُهَا وَيُقَالُ حَصَبَ فِي الْأَرْضِ ذَهَبَ وَالْحَصَبُ مُشْتَقٌّ مِنْ حَصْبَاءِ الْحِجَارَةِ. صَدِيْدٍ (إبراهيم:١٧) قَيْحٌ وَدَمٌ. خَبَتْ (بني إسرائيل:٩٨) طَفِئَتْ. تُوْرُوْنَ (الواقعة:٧٢) تَسْتَخْرِجُوْنَ أَوْرَيْتُ أَوْقَدْتُ. لِّلْمُقْوِيْنَ (الواقعة: ٧٤) لِلْمُسَافِرِيْنَ، وَالْقِيُّ الْقَفْرُ.

لکڑی کو کہتے ہیں۔اور (عکرمہ کے علاوہ) دوسروں نے کہا کہ حَاصِبًا کے معنی ہیں جھکڑ۔اور حَاصِب ان چیزوں کو بھی کہتے ہیں جو آندھی لا کر پھینکتی ہے اور اسی سے حَصَبُ جَهَنَّم ہے یعنی جو جہنم میں پھینکا جائے گا۔ (اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ) وہ لوگ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔کہا جاتا ہے: حَصَبَ فِي الْأَرْضِ یعنی زمین میں چلا گیا اور حَصَب مشتق ہے حَصْبَاءِ الْحِجَارَةِ سے (یعنی پتھریلی کنکریاں۔) صَدِیْد کے معنی ہیں پیپ اور خون۔خَبَتْ کے معنی ہیں بجھ جائے۔تُوْرُوْنَ کے معنی ہیں تم نکالتے ہو۔ أَوْرَيْتُ کے معنی ہیں أَوقَدْتُ میں نے آگ سلگائی۔ لِلْمُقْوِيْن کے معنی ہیں مسافروں کیلئے جو بے آب وگیاہ زمین میں اُتریں اور قِيٌّ کے معنی ہیں غیر آباد جگہ۔

وَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: صِرَاطِ الْجَحِيْمِ (الصافات:٢٤) سَوَاءُ الْجَحِيْمِ وَوَسَطُ الْجَحِيْمِ. لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ (الصافات:٦٨) يُخْلَطُ طَعَامُهُمْ وَيُسَاطُ بِالْحَمِيْمِ. زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ (هود:١٠٧) صَوْتٌ شَدِيْدٌ وَصَوْتٌ ضَعِيْفٌ. وِرْدًا (مريم:٨٧) عِطَاشًا. غَيًّا (مريم: ٦٠) خُسْرَانًا.

اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: صِرَاطِ الْجَحِيْم کے معنی ہیں جہنم کے وسط میں۔ لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ کے معنی ہیں کہ ان کے کھانے میں کھولتا ہوا گرم پانی ملایا جائے گا۔زَفِيْرٌ کے معنی ہیں چیخ و پکار اور شَهِيْق کے معنی ہیں دھیمی آواز۔وِرْدًا کے معنی پیاسے۔غَيًّا کے معنی ہیں خسارہ۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ يُسْجَرُوْنَ (المؤمن:٧٣)

اور مجاہد نے کہا: يُسْجَرُوْنَ کے معنی ہیں انہیں آگ

تُوْقَدُ لَهُمُ النَّارُ. وَّنُحَاسٌ (الرحمن:٣٦) الصُّفْرُ يُصَبُّ عَلَى رُءُوْسِهِمْ. يُقَالُ ذُوْقُوْا (العنكبوت:٥٦) بَاشِرُوْا وَجَرِّبُوْا وَلَيْسَ هَذَا مِنْ ذَوْقِ الْفَمِ. مَّارِجٍ (الرحمن:١٦) خَالِصٌ مِّنَ النَّارِ مَرَجَ الْأَمِيْرُ رَعِيَّتَهُ إِذَا خَلَّاهُمْ يَعْدُو بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ. مَّرِيْجٍ (ق:٦) مُلْتَبِسٍ، مَرَجَ أَمْرُ النَّاسِ اخْتَلَطَ، مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ (الرحمن:٢٠) مَرَجْتَ دَابَّتَكَ تَرَكْتَهَا.

میں جھونکا جائے گا جس سے آگ اور بھڑکے گی۔ اور نُحَاس کے معنی ہیں تانبا جو پگھلا کر اُن کے سروں پر ڈالا جائے گا۔ ذُوْقُوْا (کا لفظ جو قرآنِ مجید میں کئی جگہوں پر آیا ہے اس) کے معنی ہیں خود بخود آ کر دیکھ لو اور تجربہ کر لو۔ یہاں ذَوْق کے معنی منہ سے چکھنا نہیں۔ مَارِج کے معنی ہیں خالص آگ۔ جب حاکم اپنی رعایا کو چھوڑ دے کہ وہ ایک دوسرے پر ظلم کریں تو کہتے ہیں: مَرَجَ الْأَمِيْرُ رَعِيَّتَهُ۔ مَرِيْج کے معنی ہیں مشتبہ۔ چنانچہ کہتے ہیں: مَرَجَ أَمْرُ النَّاسِ لوگوں کا معاملہ خلط ملط ہو گیا۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ۔ یعنی اس نے دو سمندروں کو چلایا ہے (مَرَجَ کے معنی ہیں اس نے چھوڑ دیا) اسی سے ہے مَرَجْتَ دَابَّتَكَ تو نے اپنا جانور چراگاہ میں کھلا چھوڑ دیا۔

٣٢٥٨: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُّهَاجِرٍ أَبِي الْحَسَنِ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ أَبْرِدْ ثُمَّ قَالَ أَبْرِدْ حَتَّى فَاءَ الْفَيْءُ يَعْنِي لِلتُّلُوْلِ ثُمَّ قَالَ أَبْرِدُوْا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

اطرافہ: ٥٣٥، ٥٣٩، ٦٢٩۔

٣٢٥٨: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مہاجر ابوالحسن سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے زید بن وہب سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے۔ آپؐ نے (حضرت بلالؓ سے) فرمایا: ٹھنڈا ہونے دو۔ تھوڑی دیر بعد پھر فرمایا: ٹھنڈا ہونے دو۔ یہاں تک کہ سایہ ڈھلنے لگا۔ یعنی ٹیلوں کا سایہ۔ پھر اس کے (تھوڑی دیر) بعد فرمایا: نماز کو ٹھنڈے وقت پڑھو۔ کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی ایک بھاپ ہے۔

٣٢٥٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ

٣٢٥٩: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے،

ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْرِدُوْا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ.

طرفهُ: ۵۳۸۔

اعمش نے ذکوان سے، ذکوان نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کو ٹھنڈے وقت پڑھا کرو۔ کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی ایک بھاپ ہے۔

۳۲۶۰: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَكَتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا فَقَالَتْ رَبِّ أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ فَأَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ وَأَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ.

طرفهُ: ۵۳۷۔

۳۲۶۰: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے زُہری سے روایت کرتے ہوئے ہمیں خبر دی، کہا: ہم سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگ نے اپنے ربّ سے شکایت کی۔ کہنے لگی: اے میرے ربّ! میرا ایک حصہ دوسرے کو کھا گیا ہے۔ اس کے ربّ نے اس کو دو سانس لینے کی اجازت دی۔ ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں۔ سو یہ وہی نہایت شدت کی گرمی ہے جو تم گرمی میں محسوس کرتے ہو اور نہایت شدت کی سردی ہے جو تم سرما میں محسوس کرتے ہو۔

۳۲۶۱: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ هُوَ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ قَالَ كُنْتُ أُجَالِسُ ابْنَ عَبَّاسٍ بِمَكَّةَ فَأَخَذَتْنِي الْحُمَّى فَقَالَ أَبْرِدْهَا عَنْكَ بِمَاءِ زَمْزَمَ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۳۲۶۱: عبداللہ بن محمد نے ہمیں بتایا۔ ابوعامر (عبدالملک عقدی) نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوجمرہ ضبعی سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں مکہ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ مجھے بخار نے آپکڑا۔ انہوں نے کہا: زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کر کے اسے اپنے سے دور کرو، کیونکہ

قَالَ هِيَ الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ أَوْ قَالَ بِمَاءِ زَمْزَمَ، شَكَّ هَمَّامٌ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بخار بھی جہنم کی ایک بھاپ ہے۔ اسے پانی سے ٹھنڈا کرو۔ یا فرمایا: زمزم کے پانی سے، ہمام نے یہ شک کیا ہے (کہ کیا الفاظ تھے۔)

٣٢٦٢: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْحُمَّى مِنْ فَوْرِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوْهَا عَنْكُمْ بِالْمَاءِ.

طرفہ: ٥٧٢٦۔

٣٢٦٢: عمرو بن عباس نے مجھے بتایا۔ عبدالرحمٰن (بن مہدی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ (سعید بن مسروق ثوری) سے، ان کے باپ نے عبایہ بن رفاعہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت رافع بن خدیجؓ نے مجھے بتایا، کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: بخار جہنم کا ایک اُبال ہے۔ اس کو پانی سے ٹھنڈا کر کے تم اپنے سے اتار دو۔

٣٢٦٣: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ.

طرفہ: ٥٧٢٥۔

٣٢٦٣: مالک بن اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ زُہیر نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام (بن عروہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: بخار جہنم کی بھاپ ہے۔ اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

٣٢٦٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ يَّحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ.

طرفہ: ٥٧٢٣۔

٣٢٦٤: مسدد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ (بن سعید قطان) سے، یحيٰ نے عبیداللہ (عمری) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نافع نے مجھے بتایا۔ انہوں نے (حضرت عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت عبداللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: بخار جہنم کی بھاپ ہے۔ پانی سے اس کو تم ٹھنڈا کرو۔

٣٢٦٥: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِنْ نَّارِ جَهَنَّمَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً قَالَ فُضِّلَتْ عَلَيْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّيْنَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا.

۳۲۶۵: اسماعیل بن ابی اویس نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابوالزناد سے، ابوالزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری آگ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ کہا گیا: یارسول للہ! یہی ایک حصہ کافی تھا۔ آپؐ نے فرمایا: دنیا کی آگوں سے وہ اُنہتر حصے بڑھ کر ہوگی۔ ہرایک حصہ اس آگ کی گرمی کے برابر (گرم) ہوگا۔

٣٢٦٦: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ عَطَاءً يُخْبِرُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ. (الزخرف:۷۸)

اطرافهُ: ٣٢٣٠، ٤٨١٩.

۳۲۶۶: قُتَیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے روایت کی کہ انہوں نے عطاء سے سنا۔ وہ صفوان بن یعلیٰ سے نقل کرتے تھے۔ صفوان اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بتاتے تھے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر سورۂ زخرف کی آیت یوں تلاوت کرتے سنا: وَنَادَوْا يَا مٰلِكُ۔

٣٢٦٧: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قِيْلَ لِأُسَامَةَ لَوْ أَتَيْتَ فُلَانًا فَكَلَّمْتَهُ قَالَ إِنَّكُمْ لَتَرَوْنَ أَنِّي لَا أُكَلِّمُهُ إِلَّا أُسْمِعُكُمْ إِنِّي أُكَلِّمُهُ فِي السِّرِّ دُوْنَ أَنْ أَفْتَحَ بَابًا لَا أَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ فَتَحَهُ وَلَا أَقُوْلُ لِرَجُلٍ أَنْ كَانَ عَلَيَّ أَمِيْرًا

۳۲۶۷: علی (بن عبداللہ مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابووائل سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت اسامہ (بن زیدؓ) سے کہا گیا: اگر آپؓ فلاں کے پاس آئیں اور اس سے گفتگو کریں (تو اچھا ہو) انہوں نے کہا کہ تم سمجھتے ہو کہ میں تمہیں سنا کر ہی اس سے بات کروں گا۔ میں پوشیدگی میں اس سے گفتگو کروں گا بغیر اس کے کہ ایسا دروازہ کھولوں

إِنَّهُ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ شَيْءٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا وَمَا سَمِعْتَهُ يَقُوْلُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُهُ فِي النَّارِ فَيَدُوْرُ كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِرَحَاهُ فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُوْنَ أَيْ فُلَانُ مَا شَأْنُكَ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُنَا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَانَا عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا آتِيْهِ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَآتِيْهِ. رَوَاهُ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ.

طرفه: ۷۰۹۸.

جس کو پہلے میں ہی کھولنے والا بنوں اور میں ایک بات کے بعد جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی کسی آدمی سے متعلق بھی یہ نہیں کہوں گا کہ وہ تمام لوگوں سے بہتر ہے خواہ میرا اَمیر ہی ہو۔ لوگوں نے پوچھا: آپؓ نے آنحضرت ﷺ کو کیا فرماتے سنا؟ انہوں نے کہا: میں نے آپؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے روز ایک شخص لایا جائے گا اور وہ آگ میں ڈالا جائے گا تو اس کی انتڑیاں جلد سے باہر نکل کر آگ میں ڈھلک پڑیں گی اور وہ چکر کھائے گا جیسے گدھا اپنی چکی کے اردگرد چکر کھاتا ہے۔ یہ دیکھ کر دوزخی اس کے پاس اکٹھے ہو جائیں گے اور کہیں گے: ارے فلاں! تیری یہ کیا حالت ہے؟ کیا تو ہمیں بھلائی کا حکم نہیں کرتا تھا اور برائی سے نہیں روکتا تھا؟ وہ کہے گا: میں تمہیں بھلائی کا حکم کرتا تھا اور خود بھلائی نہیں کرتا تھا اور برائی سے تمہیں روکتا تھا اور خود برائی کرتا تھا۔ اس حدیث کو غُندر نے بھی شعبہ سے اور شعبہ نے اعمش سے روایت کیا ہے۔

تشریح: صِفَةُ النَّارِ وَأَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ: یہ عنوانِ باب بھی مثل عنوانِ باب ۸ ہے۔ جنت ونار کے بارے میں معتزلہ کی ایک ہی رائے ہے اور امام بخاریؒ نے ان کا ردّ ایک ہی طریق سے کیا ہے۔ یعنی ان کے مخلوق ہونے اور ان کا وجود آیات واحادیث سے ثابت کیا ہے۔ غَسَّاق کی محولہ بالا تشریح مشہور لغوی ابوعبیدہؒ کی ہے۔ غَسَّاق کے معنی ہیں نہایت سرد جو شدت سردی سے جلا دے۔ یہ معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ ۳۹۹) وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِيْن۔ پیپ نکلنے کی سزا اس دنیا میں بھی آتشک کے بیمار کو ملتی ہے۔ جب بیماری کا اثر ناک وحلق تک پہنچتا ہے تو غذا یا پینے کی جو چیز حلق یا پیٹ میں اُترتی ہے تو وہ زخم کی پیپ سے مخلوط ہوتی ہے۔ ایسے بیمار کا ہر گھونٹ نہایت تلخ اور عبرت انگیز ہوتا ہے۔ موت کی خواہش کرتا ہے اور اس کی یہ خواہش بھی پوری نہیں ہوتی۔ فرماتا ہے: مِنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍo يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَأْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ط وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ o (إبراهيم: ۱۷، ۱۸) اس (دنیوی عذاب) کے بعد (اس کے لئے) جہنم

(کا عذاب بھی مقدر) ہے اور (وہاں) اسے تیز گرم پانی پلایا جائے گا۔ وہ اسے تھوڑا تھوڑا کر کے پئے گا اور اسے آسانی سے نگل نہیں سکے گا اور ہر جگہ (اور ہر طرف سے) اس پر موت آئے گی اور وہ مرے گا نہیں اور اس کے علاوہ بھی (اس کے لئے) ایک سخت عذاب (مقرر) ہے۔

علامہ ابن حجرؒ نے مذکورہ بالا سزا سے متعلق یہ سوال اُٹھایا ہے کہ سورۃ الغاشیہ آیت ۷ میں ہے: لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ کہ انہیں صرف تھوہر کا کھانا ملے گا تو دونوں کا تطابق کیا ہے؟ اس کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ اہل النار کے کھانے حسبِ اختلافِ حالات مختلف ہوں گے۔ ان دونوں آیتوں میں تعارض نہیں۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ ۳۹۹)

عنوانِ باب میں بعض الفاظ کے جو حوالے دیئے گئے ہیں اردو ترجمہ میں واضح کئے گئے ہیں۔ جن صحابہ یا تابعین سے ان کے معانی مروی ہیں، امام ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ان کے ماخذ کا ذکر کیا ہے وہ اپنے موقع ومحل پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ محولہ آیات سے دوزخ کی حالت اور کیفیت کا علم ہوتا ہے۔ عنوانِ باب صِفَةُ النَّار کا ترجمہ لفظ ''بیان'' سے کیا گیا ہے جو باب وَصَفَ يَصِفُ وَصْفًا وَصِفَةً سے مصدر ہے۔ اس کا صحیح مترادف بیان، حالت وکیفیت ہی ہے۔

سابقہ باب میں بتایا جا چکا ہے کہ جنت ونار کا بیان تشبیہی وتمثیلی ہے۔ ان کی کیفیت کا بیان ان اسماء واسلوبِ زبان کے بغیر جس سے ہم مانوس ہیں، اصل حقیقت کا تصور ممکن نہیں۔ جن آیات کے مشکل الفاظ کا حل کیا گیا ہے، ان میں سے ایک وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (الرحمٰن:١٦) ہے۔ الْجَانّ اِنْسٌ کے مقابل کا لفظ ہے۔ اِنْسٌ وہ طبقہ بشریہ جس میں مانوس ہونے اور ضابطہ کی پابندی کرنے کی صلاحیت ہو اور لفظ مَّارِجٍ سے خلقت جانّ کے بارے میں جو لغوی شرح کی گئی ہے، اس سے اس طبقہ بشری کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے جس کی طبیعت ناری ہے اور اپنے قوائے غضبیہ میں حدود سے نکلنا اور تمرّد اختیار کرنا اس طبقہ کا خاصہ ہے۔ اس آیت سے ماقبل آیات کے الفاظ دیکھیں تو وہ سب اضداد ہیں جن میں تقابل پایا جاتا ہے:

١) النَّجْمُ (پودے اور بوٹیاں) الشَّجَرُ (تناور درخت)

٢) وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا (فضا جسے بلند کیا) اس کے مقابل وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا (زمین جسے پست رکھا)

٣) فَاكِهَةٌ (پھل) وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ (کھجور جو کُھردری ہے اور اس میں خوشے ہیں)

٤) وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ (کُھردرے دانے، اناج) اور اس کے مقابل میں وَالرَّيْحَانُ خوشبودار نازک پھول اور پودے جن کی شکل وخوشبو میں لطافت ہی لطافت ہے۔ بمقابل ان اشیاء کے جن کا ذکر الرَّيْحَان سے پہلے ہے۔

یہ سارا سلسلہ تخلیق مجموعہ اَضداد وتقابل ہے۔ ان آیات کی ابتداء جو بلحاظِ الفاظ ومعانی اضداد مفہوم کی متضمن ہیں، آیت الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (الرحمٰن:٦) سے فرمائی ہے۔ سورج وچاند معین حساب واندازہ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ ایک کا تعلق دن سے ہے دوسرے کا تعلق رات سے۔ ان کا تعلق نہ صرف روشنی وتاریکی سے ہے بلکہ حرکت وسکون، بعد وقرب اور طلوع وغروب کے نظارے ان کی حرکت سے وابستہ ہیں۔ جو اَزقسم اَضداد ہیں۔ سورج اور چاند کے ایک معین حساب سے حرکت ودَوران سے جہاتِ اربعہ (مشرق ومغرب اور جنوب وشمال) کی سمتیں متعین ہوتی ہیں اور یہ بھی

ازقبیل اضداد ہیں۔ بلکہ انسان میں ابعادِ ستہ کا شعور بھی اسی نظامِ شمسی سے پیدا ہوا ہے۔ اس نظامِ اضداد نے انسان میں انتباہ واحساس اور اس کے خوابیدہ قویٰ میں بیداری پیدا کی اور آخر وہ کائنات کو پڑھنے اور پھر خواص الاشیاء بیان کرنے کے قابل ہوا۔ گویا ان اضداد نے انسان کی سوئی ہوئی قوتوں پر پرکار کا سا کام کیا ہے جس سے وہ بیدار ہوکر اپنے ماحول کی کائنات کی طرف متوجہ ہوا اور یہ رحمانی تخلیق اس کے لئے بہت سے انعامات کا منبع ثابت ہوئی۔ یہ سیاقِ کلام ہے آیات ماقبل خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ٥ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ٥ (الرحمٰن: ۱۵،۱٦) کا۔ انسان وہ طبقہ بشری ہے جو طینی ہیولائے فطرت یعنی اطاعت والی طبیعت رکھتا ہے اور جانّ وہ طبقہ بشری ہے جو ناری طبیعت سے مخصوص ہے۔ اس طبعی فرق کو امام بخاریؒ نے روایات کی بناء پر نمایاں کیا ہے اور لفظ مَارِج کے اشتقاق کا ذکر ضمنی ہے۔ فَتَدَبَّرِ الْآيَاتِ الْبَيِّنَات۔

سیاقِ کلام میں خلقت انسان کے دو وصف بیان ہوئے ہیں، ایک پڑھنا اور دوسرا بیان کرنا۔ سو ان دونوں وصفوں کا ظہور نظامِ اَضداد کے ذریعہ سے ہوا ہے۔ آیا امام بخاریؒ کے ذہن میں سورۃ الرحمٰن کی مذکورہ بالا آیات سے متعلق یہ مفہوم تھا یا نہیں؟ میں اس بارہ میں کچھ نہیں کہتا۔ لیکن اس میں قطعاً شبہ نہیں کہ آیت خَلَقَ الْجَانَّ سے وہ یہی سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد طبقہ بشریہ کی ناری طبیعت رکھنے والی غیر متمدن جنس ہے جو انسانی جنس کے مقابل پر ہے جس کی فطرت میں اطاعت پائی جاتی ہے اور وہ گیلی مٹی کی طرح جس شکل میں منتقل کرنا چاہو ڈھالی جاسکتی ہے۔

لفظ قُرْآنٌ قَرَأَ کا مصدر ہے۔ قِرَاءَةً وَقُرْآنًا کے معنی ہیں پڑھنا۔ خود قرآنِ مجید میں بھی اَلْقُرْآن پڑھنے کے معنوں میں وارد ہوا ہے۔ دیکھئے سورة یونس: ۱٦، سورة حٰمٓ السجدة: ۴۵، سورة القیامة: ۱۹۔ مذکورہ بالاتفسیر آیات نظامِ مادی کے پڑھنے اور بیان کرنے سے متعلق ہے۔ قرآنِ مجید دونوں قسم کے نظاموں سے متعلق بیان پر مشتمل ہے اور سورة القیامة میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے: لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ٥ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ٥ فَإِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ٥ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ٥ (القیامة: ۱۷ تا ۲۰)☆ ان آیات میں آپؐ سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اس قرآن کا بیان کرنا ہمارے ذمہ ہے اور سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی آیات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی نازل ہوئیں۔ (تذکرہ الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۳۵، ۱۷۸، ۲۹۴، ۲۹٦، ۳۱۵، ۵۳۸) جس سے ظاہر ہے کہ قرآنِ مجید کے معارف بیان کرنے کے لئے بھی ایک معین انسان پیدا کئے جانے کا وعدہ سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی آیات میں مضمر ہے جو تفصیل طلب ہے۔ یہاں موضوعِ ابواب یہ نہیں بلکہ بَدْءُ الْخَلْق ہے اور انسان کی پیدائش کا ذکر ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ کی جَانٌّ سے متعلق مَّارِج کی لغوی شرح کے پیشِ نظر اور ان کے نقطہ نگاہ کی تائید میں آیات کا وہ سیاقِ کلام پیش کیا گیا ہے جس کا تعلق مادی نظامِ عالم سے ہے۔

☆ ترجمہ حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ: ''تُو اس کی قرأت کے وقت اپنی زبان کو اس لیے تیز حرکت نہ دے کہ تُو اسے جلد جلد یاد کرے۔ یقیناً اس کا جمع کرنا اور اس کی تلاوت ہماری ذمہ داری ہے۔ پس جب ہم اسے پڑھ چکیں تو تُو اس کی قرأت کی پیروی کر۔ پھر یقیناً اس کا واضح بیان بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔''

اس باب کے تحت دس روایتیں ہیں۔ روایت نمبر ٣٢٥٨ تا ٣٢٦٠ کے تعلق میں ملاحظہ ہو کتاب مواقیت الصلاۃ باب ٩، ١٠۔ روایت نمبر ٣٠٦١ تا ٣٠٦٤ سے ظاہر ہے کہ بخار بھی جہنم کی تپش قرار دیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید میں لڑائی اور نفس کی حسرتیں بھی آگ سے تعبیر کی گئی ہیں۔ جیسے فرمایا: كُلَّمَا أَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللّٰهُ (المائدة: ٦٥) جب کبھی انہوں نے جنگ کی آگ سلگائی، اللہ نے اسے بجھا دیا۔ پھر فرمایا: كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ۝ (البقرة: ١٦٨) اسی طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال حسرتوں کی صورت میں دکھائے گا اور وہ اس آگ سے ہرگز نہیں نکل سکیں گے۔

نَارُكُمْ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِيْنَ جُزْءًا مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ: روایت نمبر ٣٢٦٥ میں جس اندازہ کا ذکر وارد ہوا ہے، وہ آج دنیا میں بھی سچا ثابت ہو چکا ہے۔ ایٹم بم، ہائیڈروجن بم اور کوبالٹ بم (Cobalt Bomb) کی جہنم خیز آتش فشانی کا اندازہ کریں کہ آنحضرت ﷺ کا قول قطعاً مبالغہ نہیں تھا جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔ (فتح الباری جزء ٦ صفحہ ٤٠٢) بلکہ یہ بیان اَمرِ واقع ہے۔

روایت نمبر ٣٢٦٧ کا مضمون خود اس دنیا کے حالات پر بھی صادق آتا ہے اور انہی پر اخروی عذاب کا بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ عالمگیر جنگ ثانی میں ہیروشیما اور ناگا ساکی (جاپان) کے شہروں میں جو قیامت برپا ہوئی تھی وہ ایسی ہیبت ناک تھی کہ دنیا نے ایسا محشر کبھی نہیں دیکھا۔ سورۃ الحج کی آیت ٢١ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِي بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ {اس سے جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے گلا دیا جائے گا اور ان کی جلدیں بھی۔} اور سورۃ الرحمٰن آیت ٤٥ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ آنٍ {وہ اس کے اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان گھومیں گے۔} کی واقعاتی تفسیر تھی۔ انتڑیاں ڈھلکنے اور گدھے کی طرح چکر کھانے کے جس عذاب کا ذکر روایت نمبر ٣٢٦٧ میں وارد ہوا ہے، وہ مذکورہ بالا آیات سے ہی ماخوذ معلوم ہوتا ہے اور اس ہولناک عذاب النار کا نمونہ آج منصۂ ظہور میں آ چکا ہے۔

بَاب ١١ : صِفَةُ إِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهِ

ابلیس اور اس کے لشکروں کے متعلق بیان

وَقَالَ مُجَاهِدٌ يُقْذَفُوْنَ (الصافات: ٩) يُرْمَوْنَ. دُحُوْرًا (الصافات: ١٠) مَطْرُوْدِيْنَ. وَاصِبٌ (الصافات: ١٠) دَائِمٌ. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَّدْحُوْرًا (الأعراف: ١٩) مَطْرُوْدًا.

اور مجاہد نے کہا: يُقْذَفُوْنَ کے معنی ہیں پھینکے جاتے ہیں۔ دَحُوْرًا کے معنی ہیں دھتکارے ہوئے۔ وَاصِب کے معنی ہیں دائمی۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: مَدْحُوْرًا معنی ہیں دھتکارا ہوا۔

يُقَالُ مَرِيْدًا (النساء:١١٨) مُتَمَرِّدًا. بَتَّكَهُ قَطَّعَهُ. وَاسْتَفْزِزْ (بني إسرائيل:٦٥) اسْتَخِفَّ. بِخَيْلِكَ (بني إسرائيل:٦٥) الْفُرْسَانُ. وَالرَّجْلُ الرَّجَّالَةُ وَاحِدُهَا رَاجِلٌ مِثْلُ صَاحِبٍ وَصَحْبٍ وَتَاجِرٍ وَتَجْرٍ. لَأَحْتَنِكَنَّ (بني إسرائيل:٦٣) لَأَسْتَأْصِلَنَّ. قَرِيْنٌ (الصافات:٥٢) شَيْطَانٌ.

کہا جاتا ہے کہ مَرِیْدًا کے معنی ہیں سرکش۔ بَتَّکَهُ کے معنی ہیں اس کو کاٹ دیا۔ وَاسْتَفْزِزْ کے معنی ہیں انہیں بھڑکا اور طیش میں لا۔ اور بِخَیْلِکَ کے معنی ہیں اپنے سواروں کے ساتھ۔ اور اَلرَّجْلُ کے معنی ہیں اپنے پیادوں کے ساتھ۔ رَجلٌ کا مفرد رَاجِلٌ ہے جیسے صَاحِب جس کی جمع صَحْب ہے اور تَاجِر کی جمع تَجْر ہے۔ لَأَحْتَنِکَنَّ کے معنی ہیں میں ضرور جڑ سے اُکھاڑ ڈالوں گا۔ قَرِیْن سے مراد شیطان ہے۔

٣٢٦٨: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا عِيْسَى عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ سُحِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ اللَّيْثُ كَتَبَ إِلَيَّ هِشَامٌ أَنَّهُ سَمِعَهُ وَوَعَاهُ {عَنْ أَبِيْهِ☆} عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُحِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى كَانَ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا يَفْعَلُهُ حَتَّى كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ دَعَا وَدَعَا ثُمَّ قَالَ أَشَعَرْتِ أَنَّ اللهَ أَفْتَانِي فِيْمَا فِيهِ شِفَائِي أَتَانِي رَجُلَانِ فَقَعَدَ أَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِي وَالآخَرُ عِنْدَ

٣٢٦٨: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ عیسیٰ (بن یونس) نے ہمیں بتایا۔ ہشام (بن عروہ) سے مروی ہے۔ انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا۔ لیث (بن سعد) نے بھی کہا: ہشام نے مجھے لکھا کہ انہوں نے {اپنے باپ☆ سے} سنا اور اسے یاد رکھا کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتی تھیں: نبی ﷺ پر جادو کیا گیا۔ آپؐ (ان ایام میں) بعض وقت خیال فرماتے تھے کہ آپؐ نے فلاں کام کر لیا ہے بحالیکہ آپؐ نے وہ نہ کیا ہوتا۔ آخر آپؐ نے ایک دن دعا پر دعا کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ نے مجھے وہ تدبیر بتادی ہے جس میں میری شفا ہے۔ دو شخص میرے پاس آئے، ان میں سے ایک

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء٦ حاشیہ صفحہ٤٠٣) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

رِجْلَيَّ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِلْآخَرِ مَا وَجَعُ الرَّجُلِ فَقَالَ مَطْبُوْبٌ قَالَ وَمَنْ طَبَّهُ قَالَ لَبِيْدُ بْنُ الْأَعْصَمِ قَالَ فِيْمَا ذَا قَالَ فِي مُشْطٍ وَمُشَاقَةٍ وَجُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ قَالَ فَأَيْنَ هُوَ قَالَ فِي بِئْرِ ذَرْوَانَ فَخَرَجَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لِعَائِشَةَ حِيْنَ رَجَعَ نَخْلُهَا كَأَنَّهُ رُءُوْسُ الشَّيَاطِيْنِ فَقُلْتُ اسْتَخْرَجْتَهُ فَقَالَ لَا أَمَّا أَنَا فَقَدْ شَفَانِي اللّٰهُ وَخَشِيْتُ أَنْ يُثِيْرَ ذَلِكَ عَلَى النَّاسِ شَرًّا ثُمَّ دُفِنَتِ الْبِئْرُ.

میرے سرہانے بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پاؤں کی طرف۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: اس شخص کو کیا تکلیف ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ بیمار ہے۔ اس نے پوچھا: کس نے (بزعمِ خویش) اسے بیمار کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: لبید بن اعصم (یہودی) نے۔ اس نے پوچھا: کس چیز سے؟ اس نے جواب دیا: ایک کنگھی میں سر کے بالوں کی گرہیں لگا کر اور نر کھجور کے خشک خوشے میں لپیٹ کر۔ اس نے پوچھا: یہ کہاں ہے؟ جواب دیا۔ ذَروان کے کنوئیں میں۔ چنانچہ نبی ﷺ اس کنوئیں پر گئے اور پھر واپس آئے اور حضرت عائشہؓ سے جب آپؐ لوٹے، فرمایا: اس کنوئیں پر کھجور کے درخت ایسے گھنے تھے جیسے پھنئیر تھوہر۔ میں نے پوچھا: کیا آپؐ نے کنگھی وغیرہ کو نکال لیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ مجھے تو اللہ نے شفا دے دی ہے اور میں یہ خدشہ بھانپ گیا مبادا یہ بات لوگوں میں شر برپا کردے۔ پھر اس کے بعد وہ کنواں (مٹی ڈال کر) دبا دیا گیا۔

اطرافہُ: ٣١٧٥، ٥٧٦٣، ٥٧٦٥، ٥٧٦٦، ٦٠٦٣، ٦٣٩١۔

٣٢٦٩: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلَى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ

٣٢٦٩: اسماعیل بن ابی اویس نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے بھائی نے مجھے بتایا۔ انہوں نے سلیمان بن بلال سے، سلیمان نے یحيٰ بن سعید سے، یحيٰ نے سعید بن مسیّب سے، سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان تم میں سے ایک کے سر کی گدی پر جس وقت وہ سو جاتا ہے تین گرہیں لگاتا ہے اور ہر گرہ پر جہاں وہ

عَلَى كُلِّ عُقْدَةٍ مَكَانَهَا عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَإِنْ صَلَّى انْحَلَّتْ عُقَدُهُ كُلُّهَا فَأَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ.

طرفہ: ١١٤٢۔

ہوتی ہے یہ پھونکتا ہے اور کہتا ہے تمہارے لئے رات ابھی بہت باقی ہے، سو جاؤ۔ اگر وہ جاگ پڑے اور اللہ کی تحمید و تسبیح کرے تو ایک گرہ کھل جائے گی اور اگر وہ وضو کرے تو دوسری گرہ کھل جائے گی اور اگر اس نے اس کے بعد نماز پڑھ لی تو اس کی ساری گرہیں کھل جائیں گی اور وہ تازہ مزاج ہشاش بشاش ہو کر صبح اُٹھے گا۔ ورنہ بدمزاج سُست رہے گا۔

٣٢٧٠: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ نَامَ لَيْلَةً حَتَّى أَصْبَحَ قَالَ ذَاكَ رَجُلٌ بَالَ الشَّيْطَانُ فِي أُذُنَيْهِ أَوْ قَالَ فِي أُذُنِهِ.

طرفہ: ١١٤٤،

٣٢٧٠: عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کا ذکر کیا گیا جو رات بھر سویا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ آپؐ نے فرمایا: یہ وہ شخص ہے جس کے کانوں میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے یا فرمایا: اس کے کان میں۔

٣٢٧١: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَا إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ وَقَالَ بِسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا

٣٢٧١: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ہمام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، منصور نے سالم بن ابی جعد سے، سالم نے کریب سے، کریب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی جب اپنی بیوی کے پاس آئے اور یہ کہے: اللہ کے نام کے ساتھ۔ اے میرے اللہ! شیطان سے ہمیں بچائے رکھیو اور شیطان کو اس سے دور رکھیو

فَرُزِقَا وَلَدًا لَمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ.

جو تم نے ہمیں عطا فرمانے کا ارادہ کیا ہے تو انہیں ایسا بچہ دیا جائے گا جسے شیطان نے ضرر نہ پہنچایا ہوگا۔

اطرافہ: ١٤١، ٣٢٨٣، ٥١٦٥، ٦٣٨٨، ٧٣٩٦.

٣٢٧٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَبْرُزَ وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَغِيْبَ.

٣٢٧٢: محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا کہ عبدہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سورج کا اوپر کا کنارہ نکلے تو تم نماز نہ پڑھو جب تک کہ وہ سارا نہ نکل آئے اور جب سورج کا کنارہ ڈوب جائے۔ تب بھی تم نماز نہ پڑھو جب تک سورج غروب نہ ہو جائے۔

طرفہ: ٥٨٣.

٣٢٧٣: وَلَا تَحَيَّنُوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ أَوِ الشَّيْطَانِ لَا أَدْرِي أَيَّ ذٰلِكَ قَالَ هِشَامٌ.

٣٢٧٣: اپنی نماز کے لئے سورج نکلنے کا انتظار نہ کیا کرو اور نہ ہی اس کے ڈوبنے کا۔ کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے نکلے گا۔ عبدہ نے کہا: میں نہیں جانتا ہشام نے کونسا لفظ کہا شیطان یا الشیطان۔

اطرافہ: ٥٨٢، ٥٨٥، ٥٨٩، ١١٩٢، ١٦٢٩.

٣٢٧٤: حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ☆ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَّ بَيْنَ

٣٢٧٤: ابومعمر نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا۔ یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حُمَید بن ہلال سے، حُمَید نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت☆ ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی

☆ اس جگہ عَنْ أَبِي هُرَيْرَة کے الفاظ بھی بعض نسخوں میں ملتے ہیں۔ (صحیح الإمام البخاری النسخة الیونینیة مطبوعہ دار طوق النجاة، جزء۴ صفحہ۱۲۳) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

يَدَيْ أَحَدِكُمْ شَيْءٌ وَهُوَ يُصَلِّي فَلْيَمْنَعْهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيَمْنَعْهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ.

طرفهُ: ٥٠٩۔

کے سامنے سے کوئی گزرے تو چاہیے کہ وہ اسے روک دے۔ اگر وہ نہ مانے تو اسے روکے۔ پھر اگر نہ مانے تو اس کا مقابلہ کرے کیونکہ وہ شیطان ہے۔

٣٢٧٥: وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ وَكَّلَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ فَأَتَانِي آتٍ فَجَعَلَ يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ فَقَالَ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ لَنْ يَزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللهِ حَافِظٌ وَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ حَتَّى تُصْبِحَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ ذَاكَ شَيْطَانٌ.

اطرافهُ: ٢٣١١، ٥٠١٠۔

۳۲۷۵: اور عثمان بن ہیثم نے کہا کہ عوف نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن سیرین سے، ابن سیرین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی زکوٰۃ (یعنی صدقہ فطر کے غلہ) کی حفاظت کے لئے مجھے مقرر فرمایا۔ ایک آنے والا آیا اور وہ غلہ سے لپ بھر بھر کر لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور میں نے کہا: میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے ضرور پیش کروں گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے ساری حدیث بیان کی۔ اس چور نے کہا: جب تم اپنے بستر پر سونے کے لئے لیٹنے لگو تو آیۃ الکرسی پڑھو۔ اللہ کی طرف سے ہمیشہ ایک نگہبان مقرر رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے تم سے سچ کہا، حالانکہ وہ بڑا جھوٹا ہے اور وہ تو شیطان ہے (جو تمہارے پاس آیا۔)

٣٢٧٦: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ

۳۲۷۶: یحییٰ بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عُقیل سے، عقیل نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: عروہ بن زبیر نے مجھے بتایا کہ حضرت ابو ہریرہ

رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي الشَّيْطَانُ أَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ كَذَا مَنْ خَلَقَ كَذَا حَتَّى يَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَإِذَا بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللهِ وَلْيَنْتَهِ.

رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان تم میں سے ایک کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے: یہ کس نے پیدا کیا اور وہ کس نے پیدا کیا؟ اور آخر میں کہتا ہے کہ اچھا، خدا کو کس نے پیدا کیا؟ جب وہ اس حد تک پہنچ جائے تو چاہیے کہ وہ (بندہ) اللہ کی پناہ لے اور وہیں رُک جائے۔

٣٢٧٧: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي أَنَسٍ مَوْلَى التَّيْمِيِّيْنَ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ.

اطرافهُ: ١٨٩٨، ١٨٩٩۔

٣٢٧٧: یحییٰ بن بکیر نے ہمیں بتایا کہ لیث نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ عُقَیل نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: تیمیوں کے غلام (نافع) ابن ابی انس نے مجھ سے بیان کیا کہ ان کے باپ نے انہیں بتایا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔

٣٢٧٨: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرٌو قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ مُوْسَى قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا

٣٢٧٨: حُمَیدی نے ہم سے بیان کیا۔ سفیان (بن عُیَینہ) نے ہمیں بتایا کہ عمرو (بن دینار) نے ہمیں بتایا، کہا: سعید بن جبیر نے مجھے خبر دی۔ کہتے تھے: میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا: وہ کہتے تھے: ہم سے اُبَیّ بن کعب نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے:

غَدَآءَنَا... قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ (الكهف: ٦٣-٦٤) وَلَمْ يَجِدْ مُوْسَى النَّصَبَ حَتَّى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِي أَمَرَ اللهُ بِهِ.

موسیٰؑ نے اپنے ساتھی نوجوان سے کہا: ہمارا ناشتہ ہمیں دو....اس نے کہا: دیکھئے جب ہم نے چٹان کے پاس آرام کیا تھا تو میں مچھلی بھول گیا اور مجھے شیطان ہی نے اس کی یاد بھلا دی اور حضرت موسیٰؑ نے اس وقت تکان محسوس کی جب وہ اس جگہ سے آگے نکل گئے جس کی بابت اللہ نے حکم دیا تھا۔

اطرافهُ: ٧٤، ٧٨، ١٢٢، ٢٢٦٧، ٢٧٢٨، ٣٤٠٠، ٣٤٠١، ٤٧٢٥، ٤٧٢٦، ٤٧٢٧، ٦٦٧٢، ٧٤٧٨.

٣٢٧٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيْرُ إِلَى الْمَشْرِقِ فَقَالَ هَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَا هُنَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هَا هُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

٣٢٧٩: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے عبداللہ بن دینار سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپؐ مشرق کی طرف اشارہ کر رہے تھے اور آپؐ نے فرمایا: دیکھو وہ فتنہ ادھر سے اٹھے گا۔ وہ فتنہ ادھر سے اٹھے گا جہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

اطرافهُ: ٣١٠٤، ٣٥١١، ٥٢٩٦، ٧٠٩٢، ٧٠٩٣.

٣٢٨٠: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَجْنَحَ اللَّيْلُ أَوْ قَالَ جُنْحُ اللَّيْلِ

٣٢٨٠: یحيٰی بن جعفر نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن عبداللہ انصاری نے ہمیں بتایا۔ ابن جریج نے مجھ سے بیان کیا، کہا: عطاء (بن ابی رباح) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، حضرت جابرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جب رات چھا جائے یا رات

فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ فَإِنَّ الشَّيَاطِيْنَ تَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ الْعِشَاءِ فَخَلُّوْهُمْ وَأَغْلِقْ بَابَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ وَأَطْفِئْ مِصْبَاحَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ وَأَوْكِ سِقَاءَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ وَخَمِّرْ إِنَاءَكَ وَاذْكُرِ اسْمَ اللهِ وَلَوْ تَعْرُضُ عَلَيْهِ شَيْئًا.

شروع ہوجائے تو تم اپنے بچوں کو (باہر جانے سے) روکو۔ کیونکہ شیطان اس وقت پھیل جاتے ہیں۔ جب عشاء کے وقت سے کچھ عرصہ گزر جائے تو انہیں آزادی دے دو اور تم اپنا دروازہ بند کرلو اور اللہ کا نام لو اور دیا بجھاتے وقت اللہ کا نام لو اور مشکیزے کا منہ باندھو اور اللہ کا نام لو اور اپنا برتن ڈھانپو اور اللہ کا نام لو۔ خواہ کوئی چیز ہی اس پر آڑی رکھ دو۔

اطرافهُ: ٣٣٠٤، ٣٣١٦، ٥٦٢٣، ٥٦٢٤، ٦٢٩٥، ٦٢٩٦۔

٣٢٨١: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا فَأَتَيْتُهُ أَزُوْرُهُ لَيْلًا فَحَدَّثْتُهُ ثُمَّ قُمْتُ فَانْقَلَبْتُ فَقَامَ مَعِي لِيَقْلِبَنِي وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَعَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رِسْلِكُمَا إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَقَالَا سُبْحَانَ اللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ

۳۲۸۱: محمود بن غیلان نے ہمیں بتایا۔ عبدالرزاق نے ہم سے بیان کیا کہ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زُہری سے، زُہری نے علی بن حسین سے، علی نے حضرت صفیہؓ بنت حُیّ سے روایت کی۔ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے۔ میں ایک رات آپؐ سے ملنے آئی۔ آپؐ سے باتیں کیں۔ پھر اس کے بعد میں اٹھی اور لوٹنے لگی۔ آپؐ بھی میرے ساتھ کھڑے ہوگئے تا کہ آپؐ مجھے واپس پہنچائیں اور ان کی جائے رہائش (ان دنوں) حضرت اسامہ بن زیدؓ کے گھر میں تھی۔ انصار میں سے دو مرد گزرے۔ جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو وہ دونوں تیز چلے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہرو۔ یہ حُیّ کی بیٹی صفیہؓ ہے۔ ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یا رسول اللہ۔ آپؐ نے فرمایا:

مَجْرَى الدَّمِ وَإِنِّي خَشِيْتُ أَنْ يَّقْذِفَ فِي قُلُوْبِكُمَا سُوْءًا أَوْ قَالَ شَيْئًا.

شیطان انسان میں دورانِ خون کی طرح چلتا ہے اور میں ڈرا کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں بُری بات یا فرمایا: کوئی بات نہ ڈال دے۔

اطرافہُ: ٢٠٣٥، ٢٠٣٨، ٢٠٣٩، ٣١٠١، ٦٢١٩، ٧١٧١۔

٣٢٨٢: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلَانِ يَسْتَبَّانِ فَأَحَدُهُمَا احْمَرَّ وَجْهُهُ وَانْتَفَخَتْ أَوْدَاجُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ لَوْ قَالَ أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ فَقَالُوْا لَهُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَعَوَّذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَقَالَ وَهَلْ بِي جُنُوْنٌ.

٣٢٨٢: عبدان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحمزہ سے، ابوحمزہ نے اعمش سے، اعمش نے عدیؔ بن ثابت سے، عدیؔ نے سلیمان بن صُرَد سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کا چہرہ سرخ ہوگیا اور اس کی گردن کی رگیں پھول گئیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: میں ایک کلمہ جانتا ہوں کہ اگر وہ اسے کہے تو جو غصہ اس کو ہے وہ جاتا رہے گا۔ اگر وہ یہ کہے: میں شیطان سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں تو جو غصہ اس کو ہے وہ جاتا رہے گا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تم شیطان سے (بچنے کے لیے) اللہ کی پناہ مانگو۔ اس نے کہا: کیا مجھے جنون ہے؟

اطرافہُ: ٦٠٤٨، ٦١١٥۔

٣٢٨٣: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا أَتَى أَهْلَهُ قَالَ اللَّهُمَّ

٣٢٨٣: آدم (بن ابی ایاس) نے ہمیں بتایا۔ شعبہ نے ہم سے بیان کیا کہ منصور نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سالم بن ابی الجعد سے، سالم نے کُرَیب سے، کُرَیب نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے

جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنِي فَإِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ وَلَمْ يُسَلَّطْ عَلَيْهِ. قَالَ وَحَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ.

پاس آئے اور کہے: اے اللہ! مجھے شیطان سے الگ رکھیو اور شیطان کو اس سے الگ رکھیو جو تُو نے مجھے عطاء کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ پھر اگر ان دونوں سے بچہ ہوا تو شیطان اسے ضرر نہ دے گا اور نہ وہ اس پر قابو پائے گا۔ شعبہ نے کہا: اور اعمش نے بھی اسی طرح ہمیں بتایا۔ انہوں نے سالم سے، سالم نے کُرَیب سے، کُرَیب نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی۔

اطرافه: ١٤١، ٣٢٧١، ٥١٦٥، ٦٣٨٨، ٧٣٩٦۔

٣٢٨٤: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى صَلَاةً فَقَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِي فَشَدَّ عَلَيَّ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ عَلَيَّ فَأَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْهُ فَذَكَرَهُ.

۳۲۸۴: محمود (بن غیلان) نے ہمیں بتایا۔ شبابہ نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن زیاد سے، ابن زیاد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے ایک نماز پڑھی۔ پھر فرمایا: شیطان میرے سامنے آیا اور مجھ پر حملہ کیا کہ میری نماز توڑ دے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دیا۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے ساری حدیث بیان کی۔

اطرافه: ٤٦١، ١٢١٠، ٣٤٢٣، ٤٨٠٨۔

٣٢٨٥: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نُوْدِيَ بِالصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضُرَاطٌ فَإِذَا قُضِيَ أَقْبَلَ فَإِذَا

۳۲۸۵: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ اَوزاعی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ بن ابی کثیر سے، یحيٰ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کے لئے بلایا جاتا ہے تو شیطان پیٹھ موڑ کر چل دیتا ہے اور گوز مارتا جاتا ہے۔ جب اذان ہو چکتی ہے تو پھر آتا ہے اور جب نماز کیلئے صفیں درست کرنے

ثُوِّبَ بِهَا أَدْبَرَ فَإِذَا قُضِيَ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطِرَ بَيْنَ الْإِنْسَانِ وَقَلْبِهِ فَيَقُوْلُ اذْكُرْ كَذَا وَكَذَا حَتَّى لَا يَدْرِيَ أَثَلَاثًا صَلَّى أَمْ أَرْبَعًا فَإِذَا لَمْ يَدْرِ ثَلَاثًا صَلَّى أَوْ أَرْبَعًا سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ.

اطرافهُ: ٦٠٨، ١٢٢٢، ١٢٣١، ١٢٣٢۔

کے لئے تکبیر اقامت ہوتی ہے تو وہ پیٹھ موڑ کر چل دیتا ہے اور جب تکبیر ہوچکتی ہے تو وہ آجاتا ہے اور آکر انسان اور اس کے دل کے درمیان چکر لگاتا ہے اور کہتا ہے فلاں فلاں بات یاد کرو (اور اس طرح) اسے ایسا مشغول رکھتا ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار۔ جب وہ نہ جانے کہ میں نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ سہو کے دو سجدے کرلے۔

٣٢٨٦: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِي آدَمَ يَطْعُنُ الشَّيْطَانُ فِي جَنْبَيْهِ بِإِصْبَعَيْهِ حِيْنَ يُوْلَدُ غَيْرَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَهَبَ يَطْعُنُ فَطَعَنَ فِي الْحِجَابِ.

اطرافهُ: ٣٤٣١، ٤٥٤٨۔

۳۲۸۶: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالزناد سے، ابوالزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدم کے ہر بیٹے کو جب وہ پیدا ہوتا ہے شیطان اس کے دونوں پہلوؤں میں اپنی انگلیوں سے کونچتا ہے، سوائے عیسیٰ بن مریم کے۔ (انہیں) کونچنے گیا تھا مگر اس نے بچہ دان کے پردے ہی کو کونچا۔

٣٢٨٧: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَدِمْتُ الشَّأْمَ قَالُوْا: أَبُو الدَّرْدَاءِ قَالَ أَفِيْكُمُ الَّذِي أَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطَانِ عَلَى لِسَانِ

۳۲۸۷: مالک بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ اسرائیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مغیرہ سے، مغیرہ نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے علقمہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں شام میں آیا۔ لوگوں نے کہا: حضرت ابوالدرداءؓ کہتے تھے: کیا تم میں وہ شخص تھا جس کو اللہ نے شیطان سے بچائے رکھا؟ جس طرح

نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کے نبی ﷺ نے اپنی زبان سے فرمایا۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُغِيْرَةَ وَقَالَ الَّذِي أَجَارَهُ اللّٰهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي عَمَّارًا.

سلیمان بن حرب نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مغیرہ سے روایت کرتے ہوئے یہی بتایا اور انہوں نے یوں کہا: اللہ نے اس کو بچایا جیسا کہ اس کے نبی ﷺ نے اپنی زبان سے فرمایا۔ مغیرہ کی مراد اس سے حضرت عمار (بن یاسرؓ) تھے۔

اطرافہ: ٣٧٤٢، ٣٧٤٣، ٣٧٦١، ٤٩٤٣، ٤٩٤٤، ٦٢٧٨۔

٣٢٨٨: قَالَ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ أَخْبَرَهُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَلَائِكَةُ تَتَحَدَّثُ فِي الْعَنَانِ وَالْعَنَانُ الْغَمَامُ بِالْأَمْرِ يَكُوْنُ فِي الْأَرْضِ فَتَسْتَمِعُ الشَّيَاطِيْنُ الْكَلِمَةَ فَتَقَرُّهَا فِي أُذُنِ الْكَاهِنِ كَمَا تُقَرُّ الْقَارُوْرَةُ فَيَزِيْدُوْنَ مَعَهَا مِائَةَ كَذِبَةٍ.

٣٢٨٨: (امام بخاری نے) کہا: اور لیث (بن سعد) نے کہا: خالد بن یزید نے مجھے بتایا کہ سعید بن ابی ہلال سے مروی ہے کہ ابوالاسود (محمد بن عبدالرحمٰن) نے انہیں خبر دی کہ عروہ سے روایت ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: ملائکہ اَبر یعنی بادل میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں، اس واقعہ کے متعلق جو زمین میں ہونے والا ہو۔ شیطان بھی کوئی بات سن لیتے ہیں۔ پھر وہ اسے کاہن کے کان میں اس طرح ڈال دیتے ہیں جیسے شیشے کے برتن میں کوئی چیز ڈالی جاتی ہے تو وہ اس کے ساتھ ایک سو جھوٹ اَور بڑھاتے ہیں۔

اطرافہ: ٣٢١٠، ٥٧٦٢، ٦٢١٣، ٧٥٦١۔

٣٢٨٩: حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

٣٢٨٩: عاصم بن علی نے ہم سے بیان کیا کہ ابوذئب کے بیٹے نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعید مقبری سے، سعید نے اپنے باپ (کیسان) سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَالَ هَا ضَحِكَ الشَّيْطَانُ.

سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: جمائی بھی شیطان کی وجہ سے ہی ہوتی ہے۔ اس لئے جب تم میں سے کوئی جمائی لے تو جہاں تک ہو سکے چاہیے کہ وہ اس کو روکے۔ کیونکہ جب تم میں سے کوئی (جمائی لیتے وقت) ہاہا کی آواز نکالتا ہے تو شیطان ہنستا ہے۔

اطرافهُ: ٦٢٢٣، ٦٢٢٦۔

٣٢٩٠: حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ هِشَامٌ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ هُزِمَ الْمُشْرِكُوْنَ فَصَاحَ إِبْلِيْسُ أَيْ عِبَادَ اللهِ أُخْرَاكُمْ فَرَجَعَتْ أُوْلَاهُمْ فَاجْتَلَدَتْ هِيَ وَأُخْرَاهُمْ فَنَظَرَ حُذَيْفَةُ فَإِذَا هُوَ بِأَبِيْهِ الْيَمَانِ فَقَالَ أَيْ عِبَادَ اللهِ أَبِي أَبِي فَوَاللهِ مَا احْتَجَزُوْا حَتَّى قَتَلُوْهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ غَفَرَ اللهُ لَكُمْ قَالَ عُرْوَةُ فَمَا زَالَتْ فِي حُذَيْفَةَ مِنْهُ بَقِيَّةُ خَيْرٍ حَتَّى لَحِقَ بِاللهِ.

٣٢٩٠: زکریا بن یحییٰ نے ہمیں بتایا کہ ابواسامہ نے ہم سے بیان کیا۔ ہشام نے کہا۔ انہوں نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں خبر دی۔ ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: جب احد کی جنگ ہوئی مشرکوں کو شکست ہوئی اور ابلیس چلّایا: اللہ کے بندو! اپنے پچھلوں سے بچو۔ یہ سن کر ان سے اگلے لوٹ آئے اور یہ اور پچھلے آپس میں تلواروں سے ایک دوسرے پر پل پڑے۔ حضرت حذیفہ (بن یمانؓ) نے نگاہ کی تو کیا دیکھا کہ ان کے باپ حضرت یمانؓ سے لوگ لپٹے ہوئے ہیں۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا: اللہ کے بندو! یہ میرا باپ ہے، میرا باپ۔ بخدا وہ نہ رُکے، انہیں مار ہی ڈالا۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا: اللہ تمہیں بخشے۔ عروہ کہتے تھے: حضرت حذیفہؓ اپنے باپ کے مارے جانے پر (ان کیلئے) بھلی دعا ہی کرتے رہے یہاں تک کہ وہ اللہ سے جا ملے۔

اطرافهُ: ٣٨٢٤، ٤٠٦٥، ٦٦٦٨، ٦٨٨٣، ٦٨٩٠۔

٣٢٩١: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قَالَتْ

٣٢٩١: حسن بن ربیع نے ہم سے بیان کیا کہ ابوالاحوص نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اَشعث سے، اشعث نے اپنے باپ (سلیم) سے، انہوں نے مسروق سے روایت کی کہ

عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْتِفَاتِ الرَّجُلِ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْتَلِسُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ أَحَدِكُمْ.

طرفهُ: ٧٥١.

٣٢٩٢: حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيْرَةِ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وَحَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللهِ وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا حَلَمَ أَحَدُكُمْ حُلُمًا يَخَافُهُ فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْ شَرِّهَا فَإِنَّهَا لَا تَضُرُّهُ.

اطرافهُ: ٥٧٤٧، ٦٩٨٤، ٦٩٨٦، ٦٩٩٥، ٦٩٩٦، ٧٠٠٥، ٧٠٤٤.

٣٢٩٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ

انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا جو نماز میں مڑ کر دیکھتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: شیطان کی وہ ایک جھپٹ ہی ہوتی ہے جو تم میں سے کسی ایک کی نماز سے جھپٹا مار کر لے لیتا ہے۔

٣٢٩٢: ابوالمغیرہ نے ہم سے بیان کیا کہ اَوزاعی نے ہمیں بتایا، کہا: یحيٰی نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی قتادہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

سلیمان بن عبدالرحمٰن نے بھی مجھ سے بیان کیا کہ ولید نے ہمیں بتایا۔ اَوزاعی نے ہم سے بیان کیا، کہا: یحيٰی بن ابی کثیر نے مجھ سے بیان کیا، کہا: عبداللہ بن ابی قتادہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی۔ ان کے باپ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور پریشان خواب شیطان کی طرف سے، اگر تم میں سے کوئی پریشان خواب دیکھے جس سے وہ خوف کرے تو چاہیے کہ وہ اپنی بائیں طرف تھوکے اور اس خواب کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے۔ پھر وہ اس کو نقصان نہ دے گا۔

٣٢٩٣: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوبکر کے آزاد کردہ

عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهُ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَكَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِّنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذَلِكَ حَتَّى يُمْسِيَ وَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا أَحَدٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ.

طرفهُ: ٦٤٠٣۔

غلام سُمَیّ سے، سُمَیّ نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دن میں سو بار یہ کہے کہ ایک اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لئے ہر ایک خوبی ہے اور وہ ہر شے پر پورا پورا قادر ہے تو یہ کلمہ اس کے لئے ثواب میں دس گردنوں کے آزاد کرنے کے برابر ہوگا اور اس شخص کے لئے ایک سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس سے ایک سو گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور یہ کلمہ اس کے لئے شیطان سے سارا دِن شام تک بچاؤ کا سبب ہوگا اور کوئی شخص اس سے بہتر عمل کرنے والا نہ ہوگا مگر وہی جس نے اس سے زیادہ یہ کلمہ پڑھا ہوگا۔

٣٢٩٤: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ نِسَاءٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُكَلِّمْنَهُ

٣٢٩٤: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہمیں بتایا۔ یعقوب بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ (ابراہیم بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے صالح (بن کیسان) سے، صالح نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید نے مجھے خبر دی کہ محمد بن سعد بن ابی وقاص نے انہیں بتایا۔ ان کے باپ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا: حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اندر آنے کی) اجازت مانگی اور اس وقت آپؐ کے پاس قریش کی کچھ عورتیں تھیں جو آپؐ سے باتیں کر رہی تھیں اور آپؐ سے زیادہ خرچ مانگ رہی تھیں۔ ان کی

وَيَسْتَكْثِرْنَهُ عَالِيَةً أَصْوَاتُهُنَّ فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ قُمْنَ يَبْتَدِرْنَ الْحِجَابَ فَأَذِنَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ فَقَالَ عُمَرُ أَضْحَكَ اللهُ سِنَّكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ عَجِبْتُ مِنْ هَؤُلَاءِ اللَّائِي كُنَّ عِنْدِي فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ قَالَ عُمَرُ فَأَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللهِ كُنْتَ أَحَقَّ أَنْ يَهَبْنَ ثُمَّ قَالَ أَيْ عَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ أَتَهَبْنَنِي وَلَا تَهَبْنَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ نَعَمْ أَنْتَ أَفَظُّ وَأَغْلَظُ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ.

اطرافہُ: ٣٦٨٣، ٦٠٨٥۔

آوازیں بلند تھیں۔ جب حضرت عمرؓ نے اجازت مانگی وہ اُٹھ کھڑی ہوئیں اور جلدی سے پردے میں ہوگئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ آپؐ کو ہمیشہ ہنسائے۔ آپؐ نے فرمایا: ان عورتوں پر مجھے تعجب آیا جو میرے پاس تھیں۔ جب انہوں نے تمہاری آواز سنی، جلدی سے پردے میں ہوگئیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ وہ آپؐ سے مرعوب ہوتیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا: اے اپنی جانوں کی دشمنو! کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ تم بہت اکھڑ سنگ دل ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب کبھی بھی شیطان تم سے کسی راستے میں چلتے ہوئے ملتا ہے، وہ بجائے تمہارے راستے پر چلنے کے کسی اور راستے پر ہو لیتا ہے۔

٣٢٩٥: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ يَّزِيْدَ

٣٢٩٥: ابراہیم بن حمزہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابوحازم کے بیٹے نے مجھے بتایا۔ انہوں نے یزید (بن عبداللہ)

عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ {عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ☆} قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أُرَاهُ أَحَدُكُمْ مِّنْ مَّنَامِهِ فَتَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيْتُ عَلَى خَيْشُوْمِهِ.

سے، یزید نے محمد بن ابراہیم سے، انہوں نے عیسیٰ بن طلحہ سے، عیسیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، {☆حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی} کہ آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے جاگے اور پھر وہ وضو کرے تو چاہیے کہ وہ تین بار ناک میں پانی لے کر اسے جھاڑ کر صاف کرے۔ کیونکہ شیطان اس کی ناک کے بالائی حصے کی اندرونی ہڈیوں پر رات بسر کرتا ہے۔

تشریح: **صِفَةُ إِبْلِيْسَ وَجُنُوْدِهِ:** إِبْلِيْس نام اکثر کے نزدیک عجمی ہے۔ علامہ ابن انباریؒ نے دلیل یہ دی ہے کہ اگر عربی نام ہوتا تو وہ عربی لفظ کی طرح منصرف ہوتا۔ لیکن علامہ طبریؒ نے یہ دلیل قبول نہیں کی اور بتایا ہے کہ یہ عربی نام ہے جو اَبْلَسَ يُبْلِسُ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں مایوس ہوگیا اور اس کی نظیر عربی زبان میں کم ہے جس کی وجہ سے یہ غیر منصرف ہے اور عجمی نام پر محمول کیا گیا ہے۔ لیکن اسے عجمی نام قرار دینے والوں نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ آدم کے دشمن کا مذکورہ بالا نام رحمت الٰہی سے مایوس ہونے اور جنت سے دھتکارے جانے سے قبل ہی تھا جس سے وہ مخاطب کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ ۴۰۸، ۴۰۹) اللہ تعالیٰ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: قَالَ يَا إِبْلِيْسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ (الحجر:۳۳) اس نے کہا: اے ابلیس! (تمہیں جب میں نے حکم دیا تھا) تجھے سجدہ کرنے سے کس نے روکا؟ اس کی وضاحت میں بتایا گیا ہے کہ أَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ (البقرة:۳۵) اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ إِبْلِيْس اسم علم ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کے خاص دشمن کا یہ نام تھا اور کوئی مانع نہیں کہ اس کا اشتقاق أَبْلَسَ سے ہو اور علم بھی ہو اور غیر منصرف بھی۔ اَز روئے اشتقاق إِبْلِيْس اسم وصفی بھی ہوسکتا ہے۔ اس کی جمع أَبَالِيْس اور أَبَالِسَه ہے۔ اسم وصفی کے اعتبار سے ہر ابلیسی صفت انسان کو ابلیس کہہ سکتے ہیں۔ جیسے متکبر اور مغرور انسان کو فرعون کہا جاتا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ کی ایک روایت مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ إِنَّ عَرْشَ إِبْلِيْسَ عَلَى الْبَحْرِ فَيَبْعَثُ سَرَايَاهُ فَيَفْتِنُوْنَ النَّاسَ فَأَعْظَمُهُمْ عِنْدَهُ أَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً.[2] ابلیس سمندر پر چھا جائے گا اور اپنے دستہ ہائے فوج اِدھر اُدھر بھیجے گا جو لوگوں کو گمراہ کریں گے اور ان میں سے سب سے زیادہ فتنہ پرداز اس کے نزدیک معزز ترین ہوگا۔ یہاں ابلیس سے مراد ابلیسی وصف دجال مراد ہے جیسا کہ حضرت تمیم داریؓ کی مشہور حدیث میں صراحت ہے۔ (دیکھئے مسلم، كتاب الفتن، باب قصة الجساسة)

۱ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء٦ حاشیہ صفحہ ۴۰۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔
۲ (مسلم، كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه لفتنة الناس)

غرض عنوانِ باب ابلیس اور اس کے لشکروں کے ذکر سے متعلق ہے اور اس کے تحت اٹھائیس روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ جن سے الفاظ ابلیس اور شیطان کے خاص و عام مفہوم کا علم حاصل ہوتا ہے۔ عنوانِ باب میں جو چھ آیات کریمہ کی شرح کا حوالہ دیا گیا ہے، پہلے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

آغاز میں سورۃ الصافات کی دو آیات کے حوالے دیے گئے ہیں۔ سورۃ الصافات آیت ۵ تا ۱۰ میں اس شیطانی لاؤ لشکر کا ذکر ہے جو انبیاء کی آسمانی شریعت کو بگاڑنا چاہتے ہیں۔ مگر وہ اپنی کوششوں میں ناکام کر دیئے جاتے ہیں۔ جیسے ستارے مادی دنیا کی زینت ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام سمائے روحانی کی زینت۔ ان کی وحی شیطانی دست بُرد سے محفوظ کی جاتی ہے اور شیطانِ مارد (بدارادہ گروہ) شریعت بگاڑنے میں کبھی کامیاب ہونے لگے تو شہاب ثاقب (مجدد) کے ذریعے سے اس کی ظلمت کا ازالہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ وعدہ اور سنت الٰہی ہے، اسلامی شریعت کی حفاظت کے لئے۔ ان آیات کی شرح کے لئے دیکھئے آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد ۵ حاشیہ صفحہ ۹۹ تا ۱۰۸، نیز تفسیر صغیر زیر آیات مذکورہ بالا۔

پھر سورۃ الاعراف کی آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کے سیاق وسباق میں شیطان ہی کا ذکر ہے کہ اس نے سجدۂ اطاعت سے انکار کر دیا تھا۔ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ o ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ o (الأعراف: ۱۷،۱۸) کہا: چونکہ تو نے مجھے غاوی یعنی حدود سے آگے نکلنے والا بنایا ہے، اس لئے میں تیرے صراطِ مستقیم پر بیٹھ جاؤں گا اور لوگوں کے پاس ان کے سامنے سے (اعلانیہ طور پر) اور ان کے پیچھے سے (خفیہ طور پر) اور ان کی دائیں طرف سے (یعنی دینی راہ سے) اور ان کے بائیں طرف (یعنی دنیا کی راہوں) سے آؤں گا (اور انہیں صراطِ مستقیم سے بہکاؤں گا) اور تو ان میں سے بہتوں کو شکر گزار نہیں پائے گا۔ مذکورہ بالا مکالمہ بصورت قَالَ اور قُلْنَا مکالمہ حال ہے۔ شیطان اسم جنس ہے اور مجموعہ شہواتِ نفس (اھواء) کا نام ہے۔ ہر شہوت کا طبعی میلان حدّ سے تجاوز کرنا ہے۔ مثلاً بھوک ہے کھانے بیٹھتا ہے، کھاتا چلا جاتا ہے۔ اگر اس کا پیٹ محدود نہ ہوتا تو کھاتا چلا جاتا۔ اسی طرح ہر شہوتِ نفس کا حال ہے کہ وہ حد اعتدال پر قرار نہیں پاتی۔ انسان کی قوتِ غضبیہ کا یہی حال ہے۔ شیطان کا مذکورہ قول فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي اپنے خالق سے خطاب ہے کہ تو نے مجھے حدود سے نکلنے والا بنایا ہے، اس لئے اپنا یہ فرضِ منصبی تیرے سیدھے راستے پر بیٹھ کر بجا لاؤں گا اور میرے اس فرض بجا لانے اور آزمائش کے نتیجے میں بعض جہنم کے مستحق ہوں گے اور بعض جنت کے۔ محولہ بالا آیات کی تفسیر کا یہ مقام نہیں۔ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ عنوانِ باب میں جس دوسری آیت (الأعراف: ۱۹) کا حوالہ دیا گیا ہے، اس کا تعلق بھی شیطان اور اس کے فرضِ منصبی سے ہے جس کے ذریعے سے اچھے اور بُرے کی تمیز ہوتی ہے۔

تیسری آیت یہ ہے: اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنَاثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا o (النساء: ۱۱۸) مشرک اللہ کو چھوڑ کر محض کمزور اور بے جان چیزوں کو پکارتے ہیں اور سوائے متمرد (سرکش) شیطان کے کسی کو نہیں پکارتے۔ محولہ بالا آیت کے سیاق میں بھی شیطان ہی کا ذکر ہے جو بنی نوع انسان کے گمراہ کرنے اور بگاڑنے کا ٹھیکیدار اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہے۔

چوتھی آیت کا حوالہ بھی اسی سیاق سے تعلق رکھتا ہے۔ آیت اور اس کا ترجمہ حاشیہ[1] میں شامل کر دیا گیا ہے، تا سمجھنے میں آسانی ہو۔ پانچویں آیت بھی سورۃ بنی اسرائیل کی ہے، اس میں لفظ لَأَحْتَنِكَنَّ[2] آیا ہے۔ کہتے ہیں اِحْتَنَکَ مَا عِنْدَهُ أَی أَخَذَ جو کچھ اس کے پاس تھا سارا لے لیا۔ اس میں شیطانی ذریت ہی کا ذکر ہے کہ شیطان جتنا چاہے زور آزمائی کرے اور دھوکہ دے، وہ ناکام ہوگا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَکَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ (بنی اسرائیل:٦٦) کہ میرے بندوں اور پرستاروں پر تیرا ہرگز تسلط نہیں ہوگا۔ چھٹی آیت میں بھی شیطان ہی کا ذکر ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محولہ بالا آیاتِ کریمہ کا عنوانِ باب سے کیا تعلق ہے جس کی بندش الفاظ صِفَةُ إِبْلِيسَ وَجُنُودِهِ سے ہے۔ دراصل امام بخاریؒ ان کمزور روایات کی صحت کے بارے میں متفق نہیں جن میں آیا ہے کہ ابلیس فرشتوں میں سے تھا اور اس وقت اس کا نام عزازیل تھا اور اس کا نام حارث اور حَکَم بھی تھا اور اس کی کنیت ابومرہ اور ابوالکروبیین تھی۔ جب اس فرشتے نے سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اس کا نام ابلیس ہوا۔ یہ روایات ابن ابی الدنیا و ابن خالویہ وغیرہ نے نقل کی ہیں۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ ٤٠٩) یہ نہ صرف سند کے لحاظ سے کمزور ہیں بلکہ قرآنِ مجید کی نص صریح کے بھی خلاف۔ اللہ تعالیٰ ملائکہ کی نسبت فرماتا ہے: لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (التحریم:٧) وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور ہر حکم جو انہیں ملتا ہے بجا لاتے ہیں۔ اس لئے امام موصوف نے ایسی روایات نظرانداز کر کے وہ آیات پیش کی ہیں جن سے ظاہر ہے کہ ابلیس خواہ اسم خاص ہو یا اسم عام، شیطان کا مظہر ہے۔ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ (البقرۃ:٣٥) آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مدمقابل کفار میں سے ایک متمرد (سرکش) اور نافرمان شخص تھا۔ مذکورہ بالا آیات کے حل کردہ الفاظ کے لئے جن صحابہ اور تابعین کی روایتوں کے حوالے دیئے گئے ہیں وہ فتح الباری جزء٦ صفحہ ٤٠٩ نیز عمدۃ القاری جزء١٥ صفحہ ١٦٨، ١٦٩ میں ملاحظہ ہوں۔ روایات زیر باب کی تشریح نمبروار حسب ذیل ہے۔

سُحِرَ النَّبِيُّ ﷺ ... : روایت نمبر ٣٢٦٨ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جادو کئے جانے اور اس کے اثر سے بذریعہ دعا شفایابی کا جو ذکر ہے، اس کی تفصیل کتاب الطب میں آئے گی۔ جہاں تک اس روایت کا باب کے نفس مضمون

---

1. وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِکَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِکَ وَرَجِلِکَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًاo (بنی اسرائیل:٦٥) {ترجمہ از تفسیر صغیر: اور (ہم نے کہا: جا) ان میں سے جس پر تیرا بس چلے، اسے اپنی آواز سے فریب دے کر (اپنی طرف) بلا اور اپنے سواروں اور پیادوں کو ان پر چڑھا لا۔ اور (ان کے) مالوں اور اولادوں میں ان کا حصہ دار بن اور ان سے (جھوٹے) وعدے کر (اور پھر اپنی کوششوں کا نتیجہ دیکھ) اور شیطان جو وعدے بھی کرتا ہے فریب کی نیت ہی سے کرتا ہے۔}
2. لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗ اِلَّا قَلِيْلًاo (بنی اسرائیل:٦٣)
{ترجمہ از تفسیر صغیر: اگر تو نے مجھے قیامت کے دن تک مہلت دی تو (مجھے تیری ہی ذات کی قسم ہے کہ) میں اس کی (تمام) اولاد کو قابو میں کر لوں گا سوائے تھوڑے سے لوگوں کے (جنہیں تو بچا لے)

سے تعلق ہے شارحین کو دقت محسوس ہوئی ہے۔ لیکن یہ دقت حل ہو جاتی ہے، اگر ابلیس وجنودہ اور شیطان سے متعلق امام بخاریؒ کا تصور مدنظر ہو۔ ان کے نزدیک ابلیسی صفت تمام لوگ شیطان کے مظہر ہیں اور ان میں سے ایک بڑا گروہ وہ ہے جو جادوگروں اور کاہنوں کے نام سے مشہور ہے۔ تاریخ ادیانِ قدیمہ سے متعلق علماء یورپ وغیرہ نے بڑی تحقیق کر کے ضخیم اور قابل قدر کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ اس گروہ کا نہ صرف قدیم مصر اور صحرائے افریقہ کے دور و نزدیک علاقوں کے قدیم باشندوں ہی کے مذہبی عقائد پر تسلط تھا۔ بلکہ ایشیا کے طول وعرض پر اس گروہ کا جادو بھوت کی طرح سروں پر سوار تھا۔ دور جانے کی ضرورت نہیں خود ہندوستان میں اب تک مشرک اقوام کے پنڈت پروہتوں کا منتر جنتر چلتا ہے اور اَزمنہ قدیمہ سے دینِ سحری (جادوگری) مشرکانہ عقائد اور بدرسوم وعاداتِ قبیحہ کا بہت بڑا گہوارہ رہا ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے ابلیس اور اس کے لشکروں کے ذکر میں سب سے پہلے اس گروہ کا ذکر کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی یہ گروہ پایا جاتا تھا اور مشرکین کے کاہن طواغیت العرب کے نام سے مشہور تھے۔ یہود میں بھی یہ طبقہ ساحرین کا پایا جاتا تھا۔ قرآنِ مجید نے بھی ان کا ذکر آیت اَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰؤُلَاءِ أَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا سَبِيْلًا ٥ (النساء:۵۲)☆ میں کیا ہے۔ جِبْت کے معنی ہیں اَلسِّحْرُ وَالسَّاحِرُ، الَّذِى لَاخَيْرَ فِيْهِ. (اقرب الموارد – جبت) جادو اور جادوگر جس میں کوئی بھلائی نہ ہو۔ طَـاغُـوْت فن جادوگری کا دوسرا نام تھا۔ اور یہودیوں میں بھی سحرکاری بہت رائج تھی جیسے مشرکین کے مذہبی سرداروں میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین اور یہود دونوں کا جادو توڑنے میں کامیاب ہوئے، جس کی تفصیل آئندہ کتاب الطب باب ۴۹، ۵۰ میں آئے گی۔

روایت نمبر ۳۲۶۸ میں آپؐ کے جس مکاشفہ کا ذکر ہے اس کی یہی تعبیر ہے کہ آپؐ کے ذریعہ سے اس گمراہ اور گمراہ کن گروہ کا جادو بھی توڑ دیا جائے گا۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہ جادوگر ہر ملک میں اپنی سحرکاری کے لئے ویرانوں و گنجان جنگلوں میں اپنا ٹھکانہ بناتے اور اس سے انسانوں کی قوت متخیّلہ و واہمہ کو مرعوب ومتاثر کرتے تھے۔ یہاں موضوع باب ذریت ابالسہ ہے اور اس ذریت کی انواع واقسام کا ذکر مابعد کی روایات میں موجود ہے اور ان میں سے بعض میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح شیطانی تاثرات کو دور فرمایا۔

روایات نمبر ۳۲۶۹، ۳۲۷۰ کے لیے دیکھئے کتاب التهجد باب ۱۲، ۱۳۔ سر کی گدی پر افسون، کانوں میں پیشاب کرنا، اس روایت سے شیطان کی غیر مرئی اقسام کا بیان کرنا مقصود ہے۔ روایت نمبر ۳۲۷۲، ۳۲۷۳ کے لئے دیکھئے کتاب مواقیت الصلاة، باب ۳۰ تا ۳۳۔ روایت نمبر ۳۲۷۴ میں نمازی کے سامنے گزرنے والا اور روایت نمبر ۳۲۷۵

☆ ترجمه حضرت خليفة المسيح الرابعؒ: ''کیا تو نے ان کی طرف نظر نہیں دوڑائی جن کو کتاب میں سے ایک حصہ دیا گیا تھا۔ وہ بتوں اور شیطان پر ایمان لاتے ہیں اور اُن لوگوں کے متعلق جنہوں نے انکار کیا کہتے ہیں کہ یہ لوگ مسلک کے لحاظ سے ایمان لانے والوں سے زیادہ درست ہیں۔''

میں صدقات کی کھجوریں چرانے والا شیطان سے ملقب کیا گیا ہے۔ روایت نمبر ۳۲۷۴ کی مزید وضاحت کے لیے کتاب الصلاۃ باب ۱۰۰، ۱۰۱ دیکھئے اور حضرت ابوہریرہؓ کی کھجوروں کے چور والی روایت (نمبر ۳۲۷۵) کے لیے دیکھئے کتاب الوکالۃ باب ۱۰ روایت نمبر ۲۳۱۱۔ روایت نمبر ۳۲۷۶ میں وسواس نفسیہ شیطان کے نام سے موسوم کئے گئے ہیں۔ روایت نمبر ۳۲۷۷ میں جنت کے دروازے کھلنے سے تحریکات نیکی جاری اور جہنم کے دروازے بند ہونے سے تحریکات بدی بند ہونا مراد ہے۔ اسی طرح سے شیطان قید کئے جانے سے مراد محرکات بدی کی بندش ہے۔ روایت نمبر ۳۲۷۸ میں نسیان شیطانی فعل قرار دیا گیا ہے۔ اس سے سورۂ کہف کی آیت قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ .... (الکہف: ۶۴) کی طرف اشارہ ہے۔ (ترجمہ) اس نے کہا کہ بتایئے (اب کیا ہوگا) جب ہم (آرام کے لئے) اس چٹان پر ٹھہرے تو میں مچھلی (کا خیال) بھول گیا اور مجھے یہ بات شیطان کے سوا کسی نے نہیں بُھلائی۔

إِنَّ الْفِتْنَةَ هَاهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ: روایت نمبر ۳۲۷۹ میں دجال کے ظہور و غلبہ کو قَرْنُ الشَّيْطَان (شیطانی سینگ) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یورپ کی عیسائی اقوام نے اٹھارویں صدی عیسوی میں مختلف تجارتی کمیٹیاں ہندوستان وغیرہ مشرقی بلاد کی طرف بھیجنا شروع کیں۔ آخر برطانیہ کی ایسٹ انڈیا کمپنی باقی تجارتی کمپنیوں پر غالب آئی۔ جس سے رفتہ رفتہ اسلام و مسلمانوں کے خلاف دجالی طاقتوں کے موجودہ غلبہ کی تاریخ شروع ہوئی۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب الفتن، باب ذکر الدجال۔ فتنہ سے مراد دجالی فتنہ ہے۔ امام ابن حجرؒ نے مشرق سے شیطانی سینگ نکلنے کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ وَحَاصِلُهُ أَنَّ مَنْشَأَ الفِتَنِ مِنْ جِهَةِ الْمَشْرِقِ۔ (فتح الباری جزء ۶ صفحہ ۴۱۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا پیشگوئی کا ماحصل یہی ہے کہ مشرق کی سمت فتنوں کا منبع ہوگی اور موجودہ واقعات بھی اسی امر واقع کی تصدیق کرتے ہیں۔ عربی میں قَرْنُ الشَّمْسِ سے مراد ہے أَوَّلُ مَا يَبْدُوْ مِنْهَا۔ سورج کی پہلی کرن کا نکلنا۔ اَلْقَرْنُ مِنَ الْمَطَرِ بارش کی پہلی بوچھاڑ۔ مذکورہ بالا روایت کا عنوانِ باب سے تعلق ظاہر ہے کہ دجالی کارکن جو بکثرت ہیں سب ابلیس وجنودہٖ کے زمرے میں شمار کئے گئے ہیں۔

فَإِنَّ الشَّيَاطِيْنَ تَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ: روایت نمبر ۳۲۸۰ لفظ شیطان کے مفہوم میں اور بھی وسعت پیدا کرتی ہے۔ سورج غروب ہونے کے ساتھ ہی نہ صرف حشرات الارض (زمین کے کیڑے مکوڑے) سانپ بچھو اپنے بِلّوں سے نکلنے شروع ہو جاتے ہیں اور بخارات سے حبس محسوس ہوتا ہے بلکہ وہ جانور جن کا تعلق دِن کے ساتھ ہے، وہ بھی اپنے ٹھکانوں میں واپس آتے ہیں۔ گلی کوچوں اور راستوں میں اژدحام ہوتا ہے۔ جن سے بچوں کو آزاد رہنے دینے سے ان کے لئے خطرۂ جان اور صحت بگڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس صورت حال کی وجہ سے ایسی تمام نقصان دِہ کائنات کو شیطان کا نام دیا گیا ہے۔ شَيْطَان کا اسم مشتق ہے شَطَنَ سے یا شَيَطَ سے۔ شَطَنَ کے معنی ہیں دور نکل گیا اور شَاطَ کے معنی ہیں جل گیا۔ دونوں میں خباثت اور ہلاکت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ عربی زبان میں الشَّاطِنُ کے معنی ہیں اَلرَّجُلُ الْخَبِيْثُ بداَخلاق بدکردار شخص۔ شَطَنَ عَنِ الْحَقِّ - حق سے دور نکل گیا اور جب شَاطَ فُلَانٌ کہیں تو معنے ہوں گے هَلَكَ

ہلاک ہوگیا۔ الغرض اَز روئے لغت ہر سرکش، ہلاک ہونے والا شیطان کہلاتا ہے خواہ انسان ہو یا پوشیدہ مخلوق یا جانور۔ شَیَاطِیْنُ الْعَرَب کا لفظ کاہن، ہرڑ پوپو وغیرہ پر بولا جاتا ہے☆ جن سے جادو، ٹونا، گنڈہ، تعویذ کرایا جاتا اور قسمت کی باتیں معلوم کی جاتی ہیں۔ عربوں کا اعتقاد تھا کہ وہ شر پہنچا سکتے ہیں۔ عربی میں سانپ کو بھی شیطان کہتے ہیں۔ پیاس کا نام شَیْطَانُ الْفَلَا (بیابان کا شیطان) ہے۔ کیونکہ پانی دستیاب نہ ہونے سے وہ ہلاکت کا موجب ہوتی ہے۔ غرض لفظ شَیْطَان کا مفہوم و استعمال وسیع ہے۔ (دیکھئے اقرب الموارد - شطن، شیط)

رات کے تغیرات و احتمالات سے بچوں کو محفوظ رکھنے کی ہدایت ارشادِ نبوی میں مضمر ہے۔ جن کا نفس لطیف ادنیٰ تغیر سے بھی متاثر ہوتا ہے۔ اس تعلق میں ابن جوزیؒ کہتے ہیں کہ عاقل بالغ انسان تو بذریعہ ذکرِ الٰہی شیطانی تاثیرات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکتا ہے، بچے نہیں رکھ سکتے۔ فَلِذَلِكَ خِيْفَ عَلَى الصِّبْيَانِ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت بچوں سے متعلق اندیشہ ہوتا ہے کہ ان کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ۴۱۱) چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا ہدایت آدابِ عامہ سے تعلق رکھتی ہے، اس لئے امام بخاریؒ نے یہ روایت کتاب الادب (کتاب الاستئذان باب۴۹، ۵۰) میں بھی نقل کی ہے اور یہ روایت اس غرض سے یہاں لائی گئی ہے کہ الفاظ ابلیس و شیطان کے مفہوم کی وسعتِ اطلاق کا علم ہو۔

روایت نمبر۳۲۸۱ سے ظاہر ہے کہ بدظنی وساوس شیطان میں سے قرار دی گئی ہے۔ یہ روایت کتاب الاعتکاف باب۸، ۱۱، ۱۲ میں گزر چکی ہے۔ روایت نمبر۳۲۸۲ سے غصہ و غضب کو بھی شیطانی فعل قرار دیا گیا ہے۔ روایت نمبر۳۲۷۱ اور نمبر۳۲۸۳ سے ظاہر ہے کہ نفس کی اچھی بری حالت نطفہ پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس لئے مباشرت کے وقت شیطان سے پناہ مانگنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آئینہ کمالاتِ اسلام میں امام احمد بن حنبلؒ کی روایت کا حوالہ اس تعلق میں نقل کیا ہے اور فرماتے ہیں:

> ''... لمّہ ملک اور لمّہ ابلیس برابر طور پر انسان کو دیئے گئے ہیں۔ یعنی ایک داعی خیر اور ایک داعی شر۔ تا انسان اس ابتلاء میں پڑ کر مستحق ثواب یا عقاب کا ٹھہر سکے۔...''

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد۵ حاشیہ صفحہ۸۳)

روایت نمبر۳۲۸۴ کے لئے دیکھئے کتاب الصلاة باب۷۵ تشریح روایت نمبر۴۶۱۔ اور روایت نمبر۳۲۸۵ کے لئے دیکھئے کتاب الأذان باب۴۔

كُلُّ بَنِي آدَمَ يَطْعُنُ الشَّيْطَانُ فِي جَنْبَيْهِ: روایت نمبر۳۲۸٦ میں كُلُّ بَنِي آدَمَ سے مراد ہر وہ مولود ہے جو باپ یا ماں کے بداثر سے متاثر ہوتا اور بعض مخفی اسباب سے اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے محروم ہوجاتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام بلا باپ تھے، اس لئے پردہ مشیمہ (بچہ دانی) کا ذکر وارد ہوا ہے۔ یہود کے نزدیک ان کی پیدائش

☆ (التحرير والتنوير لابن عاشور، تفسير سورة البقرة، آیت۱۰۲، جزءاوّل صفحہ٦۲۹)

قابل اعتراض تھی۔ اس لئے مس شیطانی سے ان کی معصومیت کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا ہے۔ اگلی روایت لاکر امام بخاریؒ نے وضاحت کردی ہے کہ ایک خاص شخص کا ذکر دوسرے اشخاص سے نفی کا مستلزم نہیں۔ تمام انبیاء اور اولیاء اللہ اور صحابہ کرام کو الٰہی حفاظت حاصل تھی۔

أَفِيكُمُ الَّذِى أَجَارَهُ اللّٰهُ مِنَ الشَّيْطَانِ: روایت ۳۲۸۷ اپنے سیاق میں مختصر ہے۔ **کتاب المناقب، بـاب مـنـاقب عمار** میں مفصل آئے گی۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ بھی شیطان کے اثر سے محفوظ رکھے گئے تھے۔ اس حدیث سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی پناہ وحفاظت میں ہو، اس پر شیطان کا کسی قسم کا تسلط نہیں ہوگا۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ۴۱۲) یہ مفہوم قرآنِ مجید کی نص کے بھی مطابق ہے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کے ذکر سے دوسروں کی نفی نہیں۔

اَلْـمَلَائِكَةُ تَتَحَدَّثُ فِي الْعَنَانِ: روایت نمبر ۳۲۸۸ معلق ہے جسے ابونعیم نے اپنی کتاب مستخرج میں ابوصالح سے بسند ابوحاتم رازی نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ۴۱۲) اسی مفہوم کی روایت اس سے قبل نمبر ۳۲۱۰ میں زیر باب٦ ایک دوسری سند سے گزر چکی ہے، وہاں اس کی تشریح دیکھئے۔ کاہن سے مراد پنڈت، جوتشی، نجومی اور ہرڑ پوپو وغیرہ ہیں۔ عَنَان کے معنی بادل راوی کی طرف سے کئے گئے ہیں۔ یہ لفظ بادل پر بطور استعارہ اطلاق پاتا ہے۔ اصل معنی اس کے آسمان کی بلندی کے ہیں۔ **(القاموس المحيط –عنن) (اقرب الموارد– عنن)**

اَلتَّثَاؤُبُ مِـنَ الشَّيْطَانِ: روایت نمبر ۳۲۸۹ سے شیطان کے مفہوم میں مزید وسعت دکھائی گئی ہے۔ جمائی کا سبب بعض انسانی بیماریاں اور کمزوریاں ہوتی ہیں۔

فَصَاحَ إِبْلِيسُ...: روایت نمبر ۳۲۹۰ کے لئے **کتاب المغازی**، باب۱۸ بھی دیکھئے۔ ابلیس سے مراد کفارِ قریش میں سے فریب دینے والا شخص ہے۔ جیسا کہ طبقات ابن سعد میں ابن قمیئہ سے متعلق صراحت ہے کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر کے آپؐ کو زخمی کیا جس سے آپؐ گر پڑے اور یہ شیطان چلایا کہ محمد (ﷺ) مارے گئے۔ **(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد، غزوة رسول الله ﷺ أحدًا، جز۲ صفحہ۴۱)** اس واقعہ سے متعلق سیرت ابن ہشام میں ہے: **فَأُتِيْنَا مِنْ خَلْفِنَا وَصَرَخَ صَارِخٌ اَلَا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ... (السيرة النبوية لابن هشام غزوة أحد، حديث الزبير عن سبب الهزيمة)** پھر وہ ہمارے پیچھے سے آئے اور ایک پکارنے والا پکارا: محمد قتل ہو چکے ہیں جس پر لوگ پلٹے اور ہم پر پل پڑے۔

روایت نمبر ۳۲۹۱ میں بھی شیطان سے مراد غفلت ہے جس سے نماز میں توجہ الی اللہ منتشر ہو جاتی ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے **کتاب الأذان** باب۹۳ روایت نمبر ۷۵۱۔ اور روایت نمبر ۳۲۹۲ میں پریشان خواب شیطان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں، سوءِ ہضمی اس کا باعث ہو یا کوئی اور سبب۔

روایت نمبر ۳۲۹۳ میں ذکر الٰہی اور دعائے تعوذ بہترین علاج بتایا گیا ہے جس سے شیطانی اثرات سے نفس کو محفوظ

رکھا جاسکتا ہے۔سوتے وقت ذکر الٰہی اور دعا سے استعانت ہمارے تجربہ میں ہے کہ انسان راحت کی نیند سوتا اور اچھی حالت میں بیدار ہوتا ہے۔اس تعلق میں کتاب الدعوات، ابواب ٦ تا ١١ بھی دیکھئے۔

روایت نمبر ۳۲۹۴ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرعوب ہونے والے شیطان صفت لوگ ہی تھے۔اس روایت میں قریش کی جن عورتوں کے خرچ مانگنے کا ذکر ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہی تھیں جن میں حضرت عمرؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ بھی شامل تھیں۔تاریخ اسلامی میں یہ واقعہ خیار کے نام سے مشہور ہے۔

روایت نمبر ۳۲۹۵ میں ناک کے بالائی حصے میں رینٹھ کا انجماد شیطانی قرار دیا گیا ہے۔اسی لئے ناک میں پانی لے کر اس کے ازالہ کی ہدایت کی گئی ہے تا کسل دور ہو اور نشاط عود کرے۔

غرض مذکورہ بالا روایات میں اسم شیطان کا اطلاق مندرجہ ذیل معنوں میں ہوا ہے:-

نفس ناطقہ بشریہ کا میلان جو طبعی خواہشات اور قوائے غضبیہ کے استعمال میں بصورت اسراف انسان کو حدود سے نکال دیتا ہے جس کا عام فہم نام محرکِ بدی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریحات میں لمۂ شیطانیہ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے جو محرک خیر یا لمہ ملکیہ کے بالمقابل نفس ناطقہ بشریہ میں موجود ہے اور ہر شخص ان دو محرکوں کی موجودگی کو محسوس کرتا ہے اور یہ دونوں میلان طبعی نفس کی تخلیق میں مودع ہیں۔روایت نمبر ۳۲۷۱، ۳۲۷٦، ۳۲۸۲، ۳۲۸۳، ۳۲۸۵ صحیح بخاری کی ان روایتوں کی تائید صحیح مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِيْنُهُ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِيْنُهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ قَالُوْا وَإِيَّاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَإِيَّايَ إِلَّا أَنَّ اللّٰهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک قرین (رفیق) جنّ کی نوع میں سے اور ایک قرین فرشتوں میں سے مؤکل ہے۔صحابہؓ نے عرض کیا کہ کیا آپؐ کے ساتھ بھی؟ فرمایا: ہاں، میرے ساتھ بھی۔مگر اللہ نے مجھے اس پر غالب کر دیا ہے اور وہ میرے قابو میں ہے۔بجز نیکی کے مجھے اور کوئی بات نہیں کہتا۔قرآنِ مجید میں بھی اس کا نام قرین رکھا گیا ہے۔فرماتا ہے: قَالَ قَرِيْنُهُ رَبَّنَا مَآ أَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِي ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ○ (قٓ:۲۸) اس کے رفیق نے کہا: اے ہمارے ربّ! میں نے اسے حدود سے جبراً نہیں نکالا۔لیکن یہ خود ہی پرلے درجہ کی گمراہی میں تھا۔اور اسی سورۃ میں اس قرین جنّ کا نام قَعِيْدٌ بھی ہے اور اس کا عمل وسوسہ اندازی بتایا گیا ہے۔(قٓ:۱۸) جو بائیں جانب سے یعنی نفس بشری میں بدی کی تحریکات کرتا ہے اور اس کے بالمقابل قرین ملکی بطور رقیب ومحافظ کے دائیں جانب یعنی نیک تحریکات کرتا ہے۔سورۃ الاعراف کی آیت قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ (الأعراف:۱۷) میں حدود سے نکالنے کے لئے صراطِ مستقیم پر دھرنا مار کر بیٹھنے اور ہر جہت سے نفس کو شہوات میں حدود سے نکالنے کا ذکر ہے۔نفس کے اس مخصوص میلانِ طبعی کے اعتبار سے اس قَعِيْدٌ کا نام نفس امارہ ہے۔

☆ (صحیح مسلم، کتاب صفة القیامة، باب تحریش الشیطان وبعثه سرایاه لفتنة الناس)

الفاظ غاوی وطاغوت وشیطان جو غوایہ وطغیان اور شیط وشطن سے مشتق ہیں سب میں حدود سے نکلنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ہر شہوت وقوت میں لامحدود میلان اور پھیلاؤ کی قابلیت موجود ہے۔ احکام الٰہی کی بجا آوری میں اسے حدود کے اندر اور حد اعتدال پر رکھنے کے لئے خود نفس بشری کو بہت بڑی جدوجہد کرنی پڑتی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے خالق کی خوشنودی اور ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے اور اس کے لئے قوت ارادہ کا ہتھیار اسے دیا گیا ہے۔ نفس کی اس مخصوص باطنی تخلیق کو جِنّ کا نام دیا گیا ہے کہ وہ نفس میں پوشیدہ ہے۔ عربی میں جِنّ کے معنی ہی پوشیدہ مخلوق کے ہیں۔ قرآنِ مجید میں اس نفسی کیفیت کو عام فہم اسلوب میں مختلف پیرایوں میں واضح کیا گیا ہے۔ ان اشخاص پر جو مذکورہ بالا باطنی کیفیت کے مظہر ہیں شیطان کا اطلاق ہوتا ہے۔ یعنی صفت شیطنت ان کے خیالات واعمال میں تمام پہلوؤں کے اعتبار سے نمایاں طور پر غالب ہے یا وہ کسی ایک وصف میں یا بعض اوصاف میں اس کے مصداق ہیں۔ (دیکھئے روایات نمبر ۳۲۶۸، ۳۲۷۴، ۳۲۸۲، ۳۲۸۴، ۳۰۶۱، ۳۲۹۴، ۳۲۹۵)

قرآنِ مجید میں ایسے اشخاص پر لفظ شیطان کا اطلاق بکثرت ہوا ہے جیسے سورۃ البقرہ آیت ۱۵ میں مشرکین کے رہنماؤں کے لئے فرماتا ہے: وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيٰطِيْنِهِمْ... ۔ جنگ احد کے موقع پر عبداللہ بن اُبَیّ اپنے تین سو ساتھیوں سمیت مدینہ کو لوٹ گیا تھا اور جنگ میں شریک نہیں ہوا تھا۔ منافقین کے اس سردار کے لئے لفظ شیطان اپنے لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ فرماتا ہے: إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا (آل عمران: ۱۵۶) جس دن دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تھے، اس دن تم میں سے جنہوں نے پیٹھ پھیر لی تھی انہیں صرف ان کے بعض اعمال کی وجہ سے شیطان نے گرانا چاہا تھا اور اب اللہ یقیناً انہیں معاف کر چکا ہے۔ اللہ یقیناً بہت بخشنے والا (اور) بردبار ہے۔

الغرض وساوس نفس پر، حشرات الارض نقصان دہ جانور اور زہریلے مواد پر اور خلاف صحت مواد، کیفیات باطنیہ یا جسمانیہ پر بھی لفظ شیطان اطلاق پاتا ہے۔ عنوانِ باب ۱۱ میں مذکورہ بالا تمام اقسام ابلیس وجنودہٖ کے شمار میں ہیں اور احادیث میں ان سے محفوظ رہنے کا علاج نماز و روزہ، دعا اور ذکر الٰہی اور توسل باری تعالیٰ بتایا گیا ہے۔

یہ خلاصہ ہے باب ۱۱ کا۔ اگر اس قدر وضاحت کے بعد بھی کوئی مطمئن نہ ہو اور خیالی دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ کا ابلیس مردود اور شیطانِ لعین پیر فرتوت ڈھونڈنا چاہے تو اس کی مرضی۔ قرآنِ مجید تو ہم سے یہی فرماتا ہے: وَفِي الْأَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ o وَفِيْٓ أَنْفُسِكُمْ ۭ أَفَلَا تُبْصِرُوْنَ o (الذاریات: ۲۱، ۲۲) اس زمین میں اور تمہارے نفوس میں یقین کرنے والوں کے لئے بڑے بڑے نشانات ہیں۔ کیا تم بصیرت سے کام نہیں لیتے۔ جب تک ہم خیالات میں سرگردان رہیں گے نفس امارہ کے امراض کی تشخیص اور ان کی اصلاح نہیں ہوگی۔

بَاب ١٢ : ذِكْرُ الْجِنِّ وَثَوَابُهُمْ وَعِقَابُهُمْ

جنوں کا ذکر اور ان کا ثواب وعقاب

لِقَوْلِهِ: يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ إِلَى قَوْلِهِ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ○ (الأنعام: ١٣١-١٣٣) بَخْسًا (الجن: ١٤) نَقْصًا.

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے معاشرۂ جنّ وانس! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے جو تمہیں میرے احکام سناتے تھے اور تمہیں آج کے دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم اپنے خلاف خود گواہی دیتے ہیں اور ورلی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال دیا اور انہوں نے اپنے خلاف آپ یہ گواہی دی کہ وہ کافر تھے۔{یہ اس لیے (ہوگا) کہ اللہ کسی بستی کو ظلم سے ہلاک نہیں کرتا اس حال میں کہ اس کے رہنے والے غافل ہوں۔ اور سب کیلئے جو انہوں نے عمل کیے، ان کے مطابق درجے ہیں اور تیرا ربّ اس سے غافل نہیں جو وہ کیا کرتے تھے۔} بَخْسًا کے معنی ہیں کمی، گھاٹا۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ (الصافات: ١٥٩) قَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ الْمَلَائِكَةُ بَنَاتُ اللهِ وَأُمَّهَاتُهُنَّ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ قَالَ اللهُ: وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ○ (الصافات: ١٥٩) سَيُحْضَرُوْنَ لِلْحِسَابِ. جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ (يس: ٧٦) عِنْدَ الْحِسَابِ.

مجاہد نے کہا: (سورۃ الصافات میں جو ہے) اور انہوں نے اللہ اور جنوں کے درمیان رشتہ تجویز کیا ہے، کفارِ قریش کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور ان کی مائیں جنّ سرداروں کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ نے فرمایا: جنات کو علم ہو چکا ہے کہ انہیں ضرور محاسبہ کے لئے حاضر کیا جائے گا۔ (سورۃ یٰس میں فرمایا:) ان معبودوں کو حساب کے وقت حاضر کیا جائے گا۔ (یعنی دونوں آیات ہم معنی اور معبودانِ باطلہ اور ان کے پرستاروں سے متعلق ہیں۔)

٣٢٩٦: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَّالِكٍ

٣٢٩٦: قُتیبہ (بن سعید) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَهُ إِنِّي أَرَاكَ تُحِبُّ الْغَنَمَ وَالْبَادِيَةَ فَإِذَا كُنْتَ فِي غَنَمِكَ وَبَادِيَتِكَ فَأَذَّنْتَ بِالصَّلَاةِ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَلَا إِنْسٌ وَلَا شَيْءٌ إِلا شَهِدَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَبُو سَعِيْدٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

مالک سے، مالک نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ انصاری سے، عبدالرحمٰن نے اپنے باپ (عبداللہ) سے روایت کی کہ انہوں نے ان کو بتایا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم بکریاں اور جنگل پسند کرتے ہو، اس لئے تم جب اپنی بکریوں اور جنگل میں ہو اور نماز کی اذان دو تو اذان میں اپنی آواز کو بلند کیا کرو۔ اس لئے کہ جو جنّ وانسان اور جو بھی مؤذن کی آواز آخری حد تک سنے گا وہ ضرور اس کے لئے قیامت کے روز شہادت دے گا۔ حضرت ابوسعیدؓ نے کہا: میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

اطرافہُ: ٦٠٩، ٧٥٤٨.

تشریح: **ذِكْرُ الْجِنِّ وَثَوَابُهُمْ وَعِقَابُهُمْ:** عنوانِ باب جنوں کے ذکر اور ان کے ثواب وعقاب سے متعلق قائم کر کے اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو معتزلہ وغیرہ نے جنوں کے وجود اور ان کے مکلّف شریعت یا غیر مکلّف ہونے کی نسبت اُٹھایا ہے۔ اس ضمن میں امام ابن حجرؒ نے متعدد روایتیں نقل کی ہیں اور علماء وائمہ کے اقوال کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق مندرجہ ذیل سوالات سے ہے جو جنوں کے بارے میں اُٹھائے گئے ہیں۔

(اوّل) آیا جنوں کا وجود ان معنوں میں ہے جو عامۃ الناس کے نزدیک مشہور ہے؟ فلسفی اور دہریہ اس کے منکر ہیں۔ بعض اربابِ دین کو بھی انکار ہے اور وہ ارواحِ لطیفہ ہی کو جنّ سمجھتے ہیں جو مخفی کائنات ہیں اور ان کے نزدیک وہ شریعت بشری کے مکلّف نہیں۔

(دوم) آیا جنوں کا انسانوں سے تعلق اور ان پر تسلط ہے جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے؟ امام بیہقیؒ نے ربیعؒ کی سند سے امام شافعیؒ کا قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے: مَنْ زَعَمَ اَنَّهُ يَرَى الْجِنَّ أَبْطَلْنَا شَهَادَتَهُ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ نَبِيًّا جو یہ دعویٰ کرے کہ وہ جنوں کو دیکھتا ہے، ہم اس کی شہادت باطل قرار دیں گے۔ سوا اس کے کہ کسی نبی نے ایسی رؤیت کی بابت ذکر کیا ہو۔ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ اپنی اصل شکل میں مخفی کائناتِ لطیفہ آنکھوں سے نہیں دیکھی جاسکتیں۔ البتہ

متمثل ہوسکتی ہیں۔جیسا کہ آنحضرت ﷺ کو دکھائی دیا گیا جو ایک مکاشفہ تھا۔(دیکھئے کتاب الصلاة، روایت نمبر۴۶۱)
اور یہ مکاشفہ پورا ہوا۔

(سوم) آیا جن بھوت اپنے آپ کو مختلف شکلوں میں تبدیل کر سکتے ہیں؟ ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس بارے میں ایک قول صحیح سند سے نقل کیا ہے کہ وہ اپنی طبعی شکل تبدیل نہیں کر سکتے۔

(چہارم) اگر جن مکلّف شریعت ہیں تو آیا ان میں رسول مبعوث ہوتے ہیں یا انسانی رسول ہی ان کے لئے مامور ہیں؟ علامہ طبریؒ نے بعض روایتیں نقل کی ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ عالم جنات میں جنّ رسول بھیجے جاتے ہیں۔☆ جمہور کے نزدیک جن وانس کے رسول ایک ہی ہیں اور ان کا استدلال ان آیات سے ہے: وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْآنَ ... قَالُوْا يٰقَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (الأحقاف: ۳۰-۳۱) اور جب ہم نے تیری طرف جنوں میں سے کچھ لوگوں کی توجہ پھیر دی جو قرآن سننے کی خواہش رکھتے تھے......انہوں نے اپنی قوم سے کہا: اے ہماری قوم ہم نے ایک ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد اُتاری گئی ہے اور جو کتابیں اس سے پہلے اُتری ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے اور حق کی طرف اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

ان آیات کے علاوہ بھی ابن حزمؒ نے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن وانس کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اور آپؐ کے سوا کوئی اور نبی نہیں جو یہ شان رکھتا ہو۔ابن تیمیہؒ کے نزدیک علماءِ سلف صحابہ، تابعین اور ائمۃ المسلمین کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا دائرہ جنّ وانس پر محیط ہے۔ اس بارہ میں بزارؒ سے یہ حدیث نبوی نقل کی گئی ہے: وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ وَبُعِثْتُ اِلَى الْاِنْسِ وَالْجِنِّ ۔نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوا کرتا تھا اور میں انس وجنّ کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔جس سے ظاہر ہے دونوں گروہ توحید و ارکان اسلام کے مکلّف ہیں۔سوائے فروعات کے۔(فتح الباری جزء۶ صفحہ۴۱۴ تا ۴۱۶)

یہ خلاصہ ہے جمہور کے مذہب کا اور ان سوالات کے جواب کا جو جنوں کے تعلق میں اُٹھائے گئے ہیں۔مختلف روایتیں اور خیالات نقل کرنے کے بعد امام ابن حجرؒ نے اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ امام بخاریؒ نے جنوں کے ذکر میں دو باب (نمبر۱۲، ۱۳) قائم کر کے کوئی ایسی روایت یا حدیث ان ابواب کی ذیل میں نقل نہیں کی جس کا تعلق مذکورہ سوالات و اختلافات سے ہو۔آیات واقوال کے حوالے دیے گئے ہیں اور اس باب میں اذان سے متعلق صرف ایک حدیث نقل کی ہے جو کتاب الأذان، باب۵، روایت نمبر۶۰۹ میں گزر چکی ہے۔

عنوان باب صِفَةُ الْجِنِّ سے نہیں بلکہ الفاظ ذِكْرُ الْجِنِّ سے قائم کر کے ان کے مکلّف شریعت اسلامیہ اور ان کے ثواب وعقاب کے بارے میں سورۃ الانعام کی ان آیات سے استدلال کیا ہے جو اپنے سیاق میں بڑی واضح ہیں۔یہ

☆ (جامع البيان للطبری، تفسير سورة الأنعام آيت: يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ)

آیات جنّ وانس کو ایک ہی نوع کے معاشرہ میں شامل رکھتی اور ایک ہی قسم کے حکم سے خطاب کرتی ہیں۔ وہ آیات یہ ہیں: **یٰــمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ أَلَمْ یَأْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ ... یَعْمَلُوْنَ o (الأنعام: ۱۳۱تا۱۳۳)** اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تم میں سے (ہی) تمہارے پاس رسول نہیں آئے جو تمہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتے تھے اور تمہیں آج کے دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ ہم اپنے خلاف (خود) گواہی دیتے ہیں اور ورلی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال دیا اور انہوں نے اپنے خلاف (آپ یہ) گواہی دی کہ وہ کافر تھے۔

آیا ان آیات میں ایک ہی معاشرہ سے تعلق رکھنے والے دو گروہ ہیں یا غیر جنس ہیں؟ اس کی وضاحت سیاقِ کلام ہی میں ہے۔ مذکورہ بالا آیات سے قبل یہ دو آیتیں ہیں: **یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَکْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ... بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ o (الأنعام: ۱۲۹، ۱۳۰)** اے جنوں کی جماعت! تم نے انسانوں سے بہت کام لیا اور ان کے انسان مددگار کہیں گے کہ اے ہمارے ربّ! ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا ہے اور ہم اپنی اس مدت کو پہنچ گئے ہیں جو تو نے ہمارے لئے مقرر کی تھی۔ وہ فرمائے گا: آگ تمہارا ٹھکانہ ہے۔ اس میں تم ایک لمبے عرصہ تک رہو گے۔ سوائے اس کے کہ خدا کی مشیئت کچھ اور چاہے۔ {یقیناً تیرا ربّ صاحب حکمت (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔ اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض پر مسلط کر دیتے ہیں بسبب اس کسب کے جو وہ کرتے ہیں۔}

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جنّ وہ طبقہ بشریہ ہے جو طبقہ انس کو اپنے زیر نگین کئے ہوئے ہے جیسا کہ الفاظ **وَقَالَ أَوْلِیَاءُ هُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ** سے ظاہر ہے۔ ایک طبقہ دوسرے کا آقا و سرپرست ہے اور معاشرہ کے دونوں طبقے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور حاکم ومحکوم، راعی و رعیّت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اَوْلِیَــاء جمع **وَلِـي** کی ہے اور **وَلِـي** کے معنی علاوہ کارساز، سرپرست، دوست ومددگار اور حاکم کے بھی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **هُنَـا لِکَ الْـوَلَایَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ (الکھف: ۴۵)** کہ اس وقت حکومت اللہ الحق ہی کی ہے اور فرماتا ہے: **وَاِذْ قُـلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ط کَـانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهٖ ط أَفَـتَـتَّـخِذُوْنَهٗ وَذُرِّیَّتَهٗٓ اَوْلِیَـآءَ مِنْ دُوْنِي وَهُمْ لَکُمْ عَدُوٌّ ط بِـئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا o (الکھف: ۵۱)** اور اس وقت کو بھی یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ تم آدم کے ساتھ (مل کر) سجدہ کرو۔ اس پر انہوں نے (تو اس حکم کے مطابق اس کے ساتھ ہو کر) سجدہ کیا مگر ابلیس نے (نہ کیا) وہ جنوں میں سے تھا۔ سو اس نے (اپنی فطرت کے مطابق) اپنے ربّ کے حکم کی نافرمانی کی۔ (اے میرے بندو!) کیا تم مجھے چھوڑ کر اس کو (یعنی شیطان کو) اور اس کی نسل کو (اپنے) دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ وہ (یعنی شیطان) ظالموں کے لئے بہت ہی بُرا بدلہ ثابت ہوا ہے۔

اس آیت کا سیاق بھی بڑا واضح ہے۔ احکامِ الٰہی سے سرتابی کرنے والے، ابلیس اور اس کی ذریت کو اپنا سرپرست وحاکم بنانے والے جنّ وانس دونوں ایک ہی جنس بنی آدم ہیں اور دونوں ہی ظالم قرار دیئے گئے ہیں۔ امر واقعہ کو چھوڑ کر ایسے جنوں کی تلاش کرنا جن کا سرپرستی اور حکومت کے اعتبار سے بطور مخاطب قطعاً کوئی وجود نہ ہو۔ صرف ایک خیالی

مفروضہ کی اتباع ہے اور اس کے سوا اِس کی کوئی حقیقت نہیں۔ آیت وَكَذٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ (الأنعام:١٣٠) {اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض پر مسلط کر دیتے ہیں بسبب اس کسب کے جو وہ کرتے ہیں۔} سے دونوں طبقے احکامِ الٰہی کی نافرمانی کی وجہ سے ظالم قرار دیئے گئے ہیں اور دونوں ہی بعثت رسول کی وجہ سے مکلّف بشریت اور اپنے اعمال کے لئے عنداللہ جوابدہ ہیں۔ جیسے فرمایا: وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ط وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ○(الأنعام:١٣٣) {اور سب کے لیے جو انہوں نے عمل کیے ان کے مطابق درجے ہیں اور تیرا ربّ اس سے غافل نہیں جو وہ کیا کرتے ہیں۔}

مذکورہ بالا سیاقِ کلام سے امام بخاریؒ کا حسن انتخاب ظاہر ہے اور عنوانِ باب سے متعلق سوالات کا جواب محولہ بالا آیات میں موجود ہے۔ طبقہ حاکمہ پر جِنّ کا لفظ اس لئے اطلاق پاتا ہے کہ وہ ہر زمانہ میں حتیٰ کہ ہمارے زمانہ جمہوریت میں بھی پس پردہ رہ کر اپنے مقاصد انجام دینے کا عادی ہے اور یہ طبقہ بجائے احکامِ الٰہی کی پیروی کرنے اور منوانے کے اپنی طاغوتی حکومت کا جُوا بنی نوع کی گردنوں میں ڈالتے ہیں۔ اسی لئے ابلیسِ آدم کا شمار اسی طبقہ بشریہ میں کیا گیا ہے۔

سورۃ الانعام کی آیات کے ہم معنی آیات سورۃ الاعراف میں بھی وارد ہوئی ہیں اور ان میں يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِي (الأعراف:٣٦){اے ابنائے آدم! اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں جو تم پر میری آیات پڑھتے ہوں...} کے الفاظ سے خطاب شروع کر کے ظالموں کے لئے حکم الٰہی ان الفاظ میں صادر ہوا ہے: قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ط جن وانس کی جو ظالم اُمّتیں پہلے گزر چکی ہیں انہی کے ساتھ آگ میں تم بھی شامل ہو جاؤ۔ مذکورہ بالا خطاب يٰبَنِيْ آدَمَ سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ جن وانس کے یہ دونوں ظالم طبقے بنی آدم ہی سے تعلق رکھتے ہیں اور دونوں ہی نافرمانی کی وجہ سے الٰہی سزا کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ ایک ظالم متکبر اور گمراہ کن گروہ اور دوسرا اس کے تابع۔ اور ان آیات کا اختتام بھی انہی ہم معنی الفاظ میں ہے جن سے سورۃ الانعام والی آیات کا خاتمہ ہے۔ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ○ (الأعراف:٤٠) سزا چکھو بباعث اپنے ظلم اور اپنی بدعملی کے۔

ان آیات کے بعد کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ امام بخاریؒ نے عنوانِ باب کے تعلق میں محولہ بالا آیات کا کس غرض سے انتخاب کیا ہے۔ مجھے اس سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

رہا یہ امر کہ لفظ جِنّ زبان عربی میں انسانوں پر اطلاق پاتا رہا ہے یا نہیں؟ سو عربی لغت کی ہر بڑی اور چھوٹی کتاب میں دیکھا جاسکتا ہے۔ جِنَانُ الْجِبَالِ پہاڑی قوموں کو کہتے ہیں۔ ان کی بود و باش ازمنہ قدیم میں متمدن آبادیوں سے منقطع اور روپوشی کی ہوا کرتی تھی۔ یہ غیر متمدن وحشی قبائل عام طور پر وادیوں اور غاروں میں دن چھپ کر بسر کرتے اور رات کو نکلتے اور بھیس بدل بدل کر ہمسایہ آبادیوں پر یلغار کرتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے انہی وحشی پہاڑی قوموں کو مغلوب کر کے ان سے ہیکل کی تعمیر کرائی۔ ان سے دن بھر محنت ومزدوری کا تعمیری کام لیا جاتا اور رات کو وہ

قید خانوں میں بند کردیئے جاتے تھے۔ان قید خانوں کی یاد اب تک بیت المقدس میں محفوظ ہے۔جنہیں دیکھنے کا موقع مجھے اُن دنوں بارہا ہوا جب میں عالمگیر جنگ عظیم اوّل کے دوران کلیہ صلاح الدین ایوبی میں تاریخ الادیان کا استاد تھا۔ قرآنِ مجید میں بھی متمرد سرکش معمار جنوں کا ذکر بایں الفاظ وارد ہوا ہے۔ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَّغَوَّاصٍ ٥ وَاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ٥ (ص: ۳۸،۳۹) اور ہم نے سلیمان کے لئے متمرد سرکش لوگوں کو بھی مسخر کردیا تھا جو معمار و غوطہ خور تھے اور ان کے علاوہ کچھ اور تھے جو زنجیروں میں بندھے تھے۔اس تعلق میں دیکھئے تشریح روایت نمبر ۳۴۶۱ نیز دیکھئے **النهاية في غريب الأثر**- جنن۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ غلط فہمی پیدا نہ ہو کہ لفظ جِنّ بنوآدم کے ماسوا کائنات پر اطلاق نہیں پاتا۔آدمیوں کے علاوہ دوسری اجناس کے لئے بھی یہ لفظ وارد ہوا ہے۔ ہماری بحث کا تعلق باب کی محولہ بالا آیات سے ہے اور اس سے حضرت امام بخاریؒ کا استدلال واضح کرنا مقصود ہے اور یہ امر ذہن نشین کرنا ہے کہ قرآنِ مجید میں اِنس کے ساتھ لفظ جِنّ جہاں وارد ہوا ہے تو اس سے مراد وہ بنوآدم ہیں جو انسانوں کے سرپرست و مسخر طبقہ حاکم ہیں۔وہ خود بھی احکامِ الٰہی سے سرکش ہیں اور اپنے ماتحتوں کو بھی روگرداں رکھتے ہیں۔جیسا کہ سورۃ الرحمٰن کی آیات کے ضمن میں امام بخاریؒ کی الفاظ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ سے متعلق لغوی تشریح بالوضاحت تمرد اور سرکشی پر دلالت کرتی ہے۔(دیکھئے باب۱۰)

خلاصہ یہ کہ آیات باری تعالیٰ میں دونوں طبقے بنی آدم ہی کی نوع میں شمار کئے گئے ہیں اور دونوں ایک ہی شریعت کے مخاطب و مکلّف ہیں اور دونوں کا انجام نافرمانی کی وجہ سے جہنم قرار دیا گیا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ الاعراف ہی میں فرماتا ہے: وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ٥ (الأعراف: ۱۸۰) اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو (رحمت کے لئے) پیدا کیا ہے مگر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں سے اکثر جہنم کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ان کے دل تو ہیں مگر ان کے ذریعہ سے وہ سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں تو ہیں مگر ان کے ذریعہ سے وہ دیکھتے نہیں اور ان کے کان تو ہیں مگر ان کے ذریعہ سے وہ سنتے نہیں۔ وہ لوگ چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔(اصل بات یہ ہے کہ) وہ بالکل جاہل ہیں۔

اس آیت میں جن وانس دونوں کا نہ صرف انجام ایک ہی بتایا گیا ہے بلکہ ان کی خِلْقت، صورت وشکل بھی ایک جیسی بتائی گئی ہے۔ دونوں کے آنکھ، کان اور دل ایک سے ہیں۔ یہ آیت بھی مثل سابقہ آیات کے اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے۔قرآنِ مجید میں جہاں بھی الفاظ جن وانس اکٹھے وارد ہوئے ہیں وہاں بنی آدم کی ذریت ہی مراد ہے۔جنوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ کہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور انہی دونوں طبقوں میں سے انبیاء ورُسل کے دشمن ہوتے ہیں۔جیسا کہ فرماتا ہے: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ٥ (الأنعام: ۱۱۳)

اور ہم نے انسانوں اور جنوں میں سے سرکشوں کو اسی طرح ہر ایک نبی کا دشمن بنا دیا تھا۔ ان میں سے بعض بعض کو دھوکا دینے کے لئے (ان کے دل میں) برے خیال ڈالتے ہیں جو محض ملمع کی بات ہوتی ہے اور اگر تیرا ربّ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس تو ان کو بھی اور ان کے جھوٹ کو بھی نظر انداز کر۔

انبیاء علیہم السلام کی مخالفت اور تدبیریں کرنے والے طبقہ حاکم سے متعلق مذکورہ بالا آیات کے بعد فرماتا ہے: **وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا (الأنعام: ١٢٤)** اور ہم نے ہر ایک بستی میں اس کے بڑے بڑے مجرموں کو ایسا ہی بنا دیا ہے۔ (یعنی وہ اپنے بُرے اعمال اچھی شکل میں دیکھتے ہیں) جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس (بستی) میں (نبیوں کے خلاف) تدبیریں کرتے ہیں۔ یہ اکابر اور شیاطین الانس والجنّ اعداءِ انبیاء بنی آدم ہی میں سے ہیں جو امر واقع ہے۔

رہا لفظ جِنّ کا اطلاق ایسی کائنات پر جو نوعِ بشر سے نہیں اور نظروں سے اوجھل ہے تو ان معنوں کی رو سے حشرات الارض، کیڑے مکوڑے، بچھو، سانپ اور جراثیم تمام ایسی مخلوقات بھی بوجہ پوشیدہ رہنے کے جِنّ اور جَانّ کہلاتی ہے۔ خود قرآنِ مجید میں لفظ جَانّ سانپ کے لئے وارد ہوا ہے۔ فرماتا ہے: **فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ (النمل: ١١)** جب موسیٰ نے اپنی لاٹھی کو دیکھا کہ وہ ایسے ہل رہی ہے جیسے کہ ایک چھوٹا پتلا سانپ تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگا اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ حاکم اور ابن حبان کی روایتوں میں سانپ، بچھو اور چوہے جو حشرات الارض ہی کی قسم ہیں جَانّ شمار کئے گئے ہیں☆ (فتح الباری جزء٦ صفحہ ٣١٦) لید اور ہڈی کو طہارت میں استعمال کرنے کی جو ممانعت صحیح احادیث (مذکورہ کتاب الوضوء، باب ٢٠، ٢١) میں وارد ہوئی ہے، اس کی وجہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں طَعَامُ الْجِنّ بتائی گئی ہے۔ (دیکھئے کتاب مناقب الانصار، روایت نمبر ٣٨٦٠) یعنی یہ دونوں چیزیں جنوں کی خوراک ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ کیڑے مکوڑے اور دیگر حشرات الارض ان چیزوں کو فی الواقعہ کھاتے اور نگلتے ہیں۔ یہ ہمارا آنکھوں دیکھا مشاہدہ ہے، اس کے خلاف خیال کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ ان چیزوں کو بطور خوراک استعمال کرنے والی کوئی اور کائنات از قسم بھوت پریت ہوگی جو جِنّ کے نام سے موسوم ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حشرات الارض پر لفظ جِنّ کا اطلاق فرمایا ہے اور کیڑے مکوڑے، سانپ، بچھو بالعموم اپنے بلوں ہی میں چھپ کر اوقات گزارتے ہیں تو کیوں نہ لید اور ہڈی کھانے والے جِنّ یہی مخلوق سمجھی جائے، خصوصاً جب لفظ جِنّ کا استعمال اپنے لغوی معنوں کی رو سے ایسی مخلوق کے لئے بھی ہوا ہے۔ اور بلحاظ موقع و محل اور سیاقِ کلام لفظ جِنّ اور جَانّ سے ایسی مخلوق ہی مراد لی جائے گی جن کے بارے میں ہمارا مشاہدہ ہے، نہ کوئی اَور جسے ہم نہ جانیں نہ پہچانیں۔

☆ (صحيح ابن حبان، كتاب التاريخ، باب بدء الخلق)
(المستدرك على الصحيحين للحاكم، كتاب التفسير، تفسير سورة الأحقاف)

لفظ جِنّ کا اطلاق ایک اور قسم کی مخلوق کے لئے بھی قرآنِ مجید میں وارد ہوا ہے اور یہ وہ ناری طبیعت رکھنے والی مخلوق ہے جو نوعِ انسانی سے قبل اس زمین پر اس وقت آباد اور مسلط تھی جب یہ کرۂ ارضی قطعہ نارِ سموم تھا اور نوعِ بشر کے لئے ناقابل رہائش۔ یہ تیز و تند مزاج وحشی مخلوق جنگلوں اور غاروں میں چھپ کر اپنی زندگی گزارتی تھی۔ فرماتا ہے: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ٥ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ٥ (الحجر: ٢٧، ٢٨) ہم نے انسان کو ایسی سرشت سے پیدا کیا ہے جو گارے کی مانند ہیئت تبدیل کرنے والی ہے اور ٹھونکنے سے آواز دیتی ہے اور انسان سے قبل ہم نے جانّ کو پیدا کیا، نارِ سموم (آگ بگولہ) سے پیدا کیا۔ یعنی جو تند و گرم مزاج اور متوحش و سرکش تھا اور دورِ اوّل کی مخلوق تھا۔ اور اس کے بعد دورِ ثانی کی مخلوق بشر تھا جس سے سلسلہ بنی آدم چلا۔ اس آیت میں پہلے دور کی مخلوق آتش پارہ کے لئے جانّ کا لفظ اور مابعد کی آیت میں آدم علیہ السلام سے تعلق رکھنے والی مخلوق کے لئے بشر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ دونوں دور ایک دوسرے سے متصل ہیں۔ جہاں تک مشرکین کے اعتقاد کا تعلق ہے اس کے اعتبار سے قرآنِ مجید میں لفظ اَلْجِنّ ان معبودانِ باطلہ کے لئے بھی وارد ہوا ہے جن کی نسبت یہ سمجھا جاتا ہے کہ تمام کائناتِ عالم میں ان کا حلول ہے۔ ان کے نزدیک ہر شئے حجر و شجر، نار و ریاح، شمس و قمر اور کواکب السماء میں سے ہر کوکب میں ارواح نے بسیرا کیا ہوا ہے جو ان کے نفع و نقصان کی مالک ہیں۔ ان اشیاء کے سامنے ماتھا ٹیکنے اور نذر و نیاز اور قربانی کی پیشکش سے ان کی خوشنودی حاصل ہوتی اور ان کی ناراضگی سے بچا جاتا ہے۔ اَلْجِنّ کے معنی پوشیدہ۔ خلاصہ یہ کہ ہر موقع و محل کی مناسبت سے لفظ جِنّ یا جانّ کا مفہوم لیا جائے گا نہ یہ کہ سیاقِ کلام سے آنکھیں بند کرکے ہر جگہ وہ خیالی کائنات جو قصے کہانیوں کا موضوع ہے۔

تاریخ بشری کا یہ ایک مشترکہ سانحہ ہے کہ ہر ملک و قوم میں مذکورہ بالا تصور و عقیدہ کم و بیش ایک سا پایا جاتا ہے اور ان کی شکل و نام و تصرفات سے متعلق عالمگیر اشتراکِ تخیل ہے۔ ہمارے ملک میں جو قصے کہانیاں مشہور ہیں، اسی قسم کے قصے کہانیاں دوسری قوموں میں بھی ہیں۔ جن، بھوت پریت، بونے، ڈائن اور چڑیل کے ناموں سے کون ناواقف ہے۔ بچے اپنے باپ دادوں سے سنتے چلے آئے ہیں کہ یہ مخلوق اپنی شکلیں تبدیل کر لیتی ہیں۔ کبھی کتے، بندر کی شکل اور کبھی لنگور و سؤر کی شکل، کبھی انسان اور کبھی درندہ۔ عربی ممالک میں بھی ان کے نام اَلسِّعْلَاءُ وَالسِّعْلَاةُ (جمع سَعَالَی)، غُوْلٌ وَغِيْلَان اور قُطْرُب وغیرہ ہیں۔ انگریزی جاننے والے الفاظ Giant، Ghosts، Nymphs، Specter اور Spooks وغیرہ ناموں سے ضرور واقف ہوں گے۔ افریقہ کے وسیع ممالک میں جنوں کے بیسیوں نام ہیں۔ میکسیکو میں بھی اس غریب الاطوار خیالی کائنات کے مختلف نام تھے اور ان کے متعلق قصے کہانیوں سے ایک بات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ سبھی انسان کے دشمن و ظالم طبع ہیں اور انہیں راضی کرنے کے لئے انہیں پوجا جائے اور ان کے لئے قربانی کی جائے۔ بنی بشر میں سے بعض ان آفات بے درماں کی تسخیر پر قدرت رکھتے ہیں اور یہ کہ مسخر کرنے والے اکثر و بیشتر کاہنوں اور جادوگروں کا ٹولہ ہے جو قدیم سے ہر ملک میں پایا جاتا رہا ہے اور اگر اس ٹولے کی پس پردہ کارستانیوں کی تاریخ دیکھی جائے

تو معلوم ہوگا کہ ہر جگہ اس نے مختلف بھیسوں اور طریقوں سے بنو آدم کو دہشت زدہ کیا ہوا تھا اور انہیں مرعوب کر کے ان سے ناجائز فائدہ اُٹھاتا یا اسے ہلاک کرتا۔ یہ کاہن عربی ممالک میں شیاطین کے نام سے مشہور تھے[۱] (دیکھئے تشریح باب ۱۱) مشرکوں کے اسی باطل عقیدہ کا ردّ آیت وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهُ... (الأنعام:۱۰۱) میں کیا گیا ہے۔ ترجمہ اس آیت کا یہ ہے: اور انہوں نے اللہ کے ساتھ جنوں میں سے شریک مقرر کئے ہیں۔ حالانکہ اس (یعنی اللہ) نے انہیں پیدا کیا ہے اور انہوں نے اس کے لئے جھوٹے طور پر بغیر علم کے بیٹے اور بیٹیاں بنائی ہیں، وہ پاک ہے۔

غرض سمجھا جاتا تھا کہ روحیں کائناتِ عالم میں پوشیدہ ہیں۔ اس لئے لفظ اَلْجِنّ ان کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے صحیح سند سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ غیلان (بھوتوں) کا ان کے پاس ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ کوئی مخلوق اپنی طبعی شکل تبدیل نہیں کر سکتی۔ یہ بھوت ان کے جادوگر ہیں جیسے تمہارے ہاں جادوگر ہیں۔ اہل کلام کی بھی یہی رائے ہے کہ شکل وغیرہ تبدیل کرنے کی بابت جو قصے کہانیاں مشہور ہیں وہ قوتِ متخیلہ کا نتیجہ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب تم ایسا دیکھو تو اذان دو۔ (فتح الباری جزء ٦ صفحہ ۴۱۴، ۴۱۵) امام ابن حجرؒ نے امام احمد بن حنبلؒ اور حاکمؒ کی ایک روایت بسند عکرمہ عن ابن عباس نقل کی ہے کہ خیبر سے ایک شخص نکلا جس کے پیچھے دو آدمی لگے اور ان دو آدمیوں کے پیچھے ایک تیسرا آدمی تھا۔ جس نے انہیں روکا اور کہا کہ واپس آؤ اور اس کا پیچھا نہ کرو۔ چنانچہ وہ لوٹ آئے۔ یہ تیسرا آدمی اس شخص سے آکر ملا اور اس نے کہا کہ یہ دو شیطان تھے جو تمہارا پیچھا کرنا چاہتے تھے۔ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچو تو سلام عرض کرنا اور آپؐ سے کہنا: ہم اپنے صدقات جمع کر رہے ہیں۔ اگر مناسب ہو تو ہم یہ صدقات آپؐ کو بھجوا دیں۔ جب اس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ماجرا بیان کیا تو آپؐ نے تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا[۲] (فتح الباری جزء ٦ صفحہ ۴۱۵، ۴۱٦) مشرکین عرب کے کاہن بھی شیطان کہلاتے تھے[۱] صحابہ کرام اگر فی الحقیقت خیالی جنّوں اور ان کی تسخیر کو ماننے والے ہوتے تو امام بخاریؒ باب ۱۲ کے تحت ان کی کوئی ایک روایت تو درج کرتے۔ صرف آیات ہی پر اِکتفا نہ کرتے۔ مذکورہ بالا آیت وَخَرَقُوْا لَهُ بَنِيْنَ وَبَنَاتٍ (الأنعام:۱۰۱) سے ظاہر ہے کہ یہ ارواح جنات سے متعلق مشرکین کا عقیدہ ایک خیالی تخلیق ہے جو ذہنی کمزوری کا نتیجہ تھی۔ خَرَقَ کے معنی ہیں تَخَيَّلَ۔ اسی سے اَخْرَقَ ہے جس کے معنی کمزور اور احمق ہیں۔

سورۃ الانعام کی معنونہ آیت کے علاوہ عنوانِ باب ۱۲ میں بعض اور آیات کے حوالے بھی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

بَخْسًا— اس لفظ سے سورۃ الجنّ کی آیت ۱۴ کی طرف اشارہ ہے: وَاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۝ (الجنّ:۱۴) اور ہم نے تو جب ہدایت کا کلمہ سنا، اس پر ایمان لے آئے اور جو شخص اپنے ربّ پر ایمان لاتا ہے تو وہ نہ کسی نقصان سے ڈرتا ہے اور نہ کسی ظلم سے۔ یہ سورت اس مضمون سے شروع ہوتی

۱ (التحرير والتنوير لابن عاشور، تفسير سورة البقرة، آیت ۱۰۲، جزء اوّل صفحہ ٦۲۹)

۲ (مسند أحمد بن حنبل، مسند بنی هاشم، مسند عبد الله بن العباس، جزء اوّل صفحہ ۲۷۸)
(المستدرک علی الصحيحين، کتاب الجهاد، جزء ۲ صفحہ ۱۱۱)

ہے کہ جنوں میں سے کچھ لوگوں نے قرآنِ مجید کو غور سے سنا تو وہ کہنے لگے: ہم نے عجیب قرآن سنا جو راستی کی طرف رہنمائی کرتا ہے پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے ربّ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور اللہ کی ذات اس سے بہت بالا ہے کہ وہ بیوی یا بچہ اختیار کرے۔ ہم میں سے بیوقوف اللہ سے متعلق طرح طرح کی بے جا باتیں کہتے تھے۔ ہمیں گمان نہ تھا کہ انس و جنّ اللہ کی شان کے خلاف جھوٹ باندھیں گے۔ انسانوں میں سے بعض مرد جنّ مردوں کی پناہ لیتے تھے تو انہوں نے ان کو غلط رَوِی میں بڑھایا اور انہیں یقین ہے جیسا تمہیں یقین ہے کہ اللہ کسی کو مبعوث نہیں کرے گا۔

ان آیات کے سیاق سے ظاہر ہے کہ قرآن غور سے سننے والی یہ جماعت تثلیث پرست عقیدہ سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ بنوآدم کے دونوں طبقے حاکم و محکوم میں سے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ وہ قرآنِ مجید کی رہنمائی سے فائدہ اُٹھانے والے ہیں۔ جیسا کہ نجاشی وغیرہ نے اُٹھایا۔ سورۃ الجن کا نزول طائف سے واپسی[1] اور ہجرت سے دو سال قبل ہوا، جبکہ ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئے تھے اور قریش کی مخالفت نہایت شدت اختیار کر چکی تھی۔ آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی کہ اگر آپؐ کی قوم قریش نہیں مانتی تو ایک غیر قوم مانے گی۔ لفظ جنّ اجنبی قوم پر بھی اطلاق پاتا ہے۔ بیت المقدس کی ہمسایہ غیر بنی اسرائیل قوموں عمالقہ وغیرہ کو بوجہ اجنبی ہونے کے جِنّ کہا جاتا تھا۔ (سباء:۱۳) اس تعلق میں ملاحظہ ہو تواریخ ۲ باب ۲ آیت ۱۲ تا ۱۸۔ انہی قوموں کے معماروں اور غوطہ خوروں کو سورۃ ص کی آیت ۳۸ میں شیطان کہا گیا ہے۔ جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے۔ لفظ شیطان یا جنّ سے نفوس متمردہ یا خبث رکھنے والے لوگ مراد ہیں نہ وہ کائنات جو نظروں سے اوجھل رہے اور قدماءِ عرب بھی غیر عرب اقوام پر لفظ جنّ کا اطلاق کیا کرتے تھے۔ چنانچہ تاج العروس، قاموس اور لسان العرب وغیرہ کتب لغت میں لفظ جنّ کے ایک معنی **معظم الناس** کے درج کئے گئے ہیں یعنی لوگوں کا بڑا حصہ[2] لوگوں کی اکثریت سے مراد ماسوائے عرب ہیں۔ بنی اسرائیل کے ہاں غیر اقوام کے لئے جنّ کا لفظ بولا جاتا تھا۔

سورۃ الجن کی محولہ آیت سے عنوانِ باب کے موضوع ہی کی مزید تائید ہوتی ہے کہ غیر عرب عیسائی لوگوں کے ایمان لانے پر انہیں نیک بدلہ ملے گا۔ ان کے ثواب میں کوئی کمی اس بناء پر نہیں ہوگی کہ وہ غیر قوم ہیں۔ اس سورۃ میں ایک اہم پیشگوئی کا ذکر ہے جس کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متصل زمانے سے بھی ہے اور آپؐ کے مابعد دُور زمانے سے بھی۔ قریب زمانے سے یہ ہے کہ عیسائی اجنبی قومیں دعوتِ اسلام کو غور سے سنیں گی اور ایمان لائیں گی۔ ہجرتِ مدینہ سے قبل بعض صحابہ کو قریش کے ناقابل برداشت ظلم وستم سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔ جہاں نجاشی کے دربار میں قرآنِ مجید پڑھا اور غور سے سنا گیا۔ خود شاہِ حبشہ نے تصدیق کی اور اس کے بعد مدینہ میں عیسائی وفد کا آنا اور اس کا اسلام سے متاثر ہونے کا واقعہ بھی تاریخ اسلام میں مشہور ہے۔ علاوہ ازیں دور و نزدیک عیسائی قوموں میں مبلغین اسلام کو جو قبولیت حاصل ہوئی، یہ ایسا واقعہ ہے جس سے کوئی مؤرخ انکار نہیں کرسکتا۔ مذکورہ بالا پیشگوئی آئندہ زمانہ میں پوری ہونے

---

[1] (سیرہ النبی لابن ھشام، أمر الجن الذین استمعوا له و آمنوا به، جزءاوّل صفحہ۴۲۱)

[2] (تاج العروس، باب النون فصل الجیم-جنن) (لسان العرب-جنن) (القاموس المحیط، باب النون فصل الجیم- جنن)

کا ذکر بھی اسی سورۃ کے آخری رکوع میں ہے کہ اسلام کی دعوتِ توحید غیر قوموں میں مقبول ہوگی۔جس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک پیغام رساں کا انتخاب فرمائے گا۔فرماتا ہے کہ جب یہ قومیں وہ بات دیکھیں گی جس سے انہیں انذار کیا جارہا ہے تو اس گھڑی انہیں اپنی بے بسی اور کمزوری کا علم ہوگا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ اِنْ أَدْرِي أَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا (الجنّ:۲٦) لوگوں کو کہہ دو کہ مجھے علم نہیں کہ یہ وعدہ کی گھڑی قریب ہے یا اللہ نے اس کے لئے ایک لمبی مدت مقرر کی ہے۔یہ وحی الٰہی کا مخصوص پیرایہ بیان دونوں زمانوں کو شامل رکھتا ہے۔اس طرز کا شاہانہ اسلوب بیان (حرف اَوْ سے) قرآنِ مجید میں کئی جگہ وارد ہوا ہے۔دیکھئے سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۹ تا ۱۱۱، سورۃ الاحقاف آیت ۹، سورۃ الاحزاب آیت ٦۴، سورۃ الشوریٰ آیت ۱۸۔دور والی میعاد وہی ہے جس کا ذکر دانیال باب ۷ کی پیشگوئی میں بایں الفاظ ہے:-

> ''میں نے رات کی رؤیا میں دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص آدم زاد کی مانند آسمان کے بادلوں کے ساتھ آیا اور قدیم الایام تک پہنچا۔وہ اسے اس کے حضور لائے اور سلطنت اور حشمت اور مملکت اسے دی گئی۔تاکہ سب لوگ اور اُمتیں اور اہل لغت اس کی خدمت گزاری کریں۔اس کی سلطنت ابدی سلطنت ہے جو جاتی نہ رہے گی اور اس کی مملکت لازوال ہوگی۔'' (دانی ایل، باب ۷، آیت ۱۳، ۱۴)

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ أَحَدًاo اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًاo (الجن: ۲۷، ۲۸) میں اَلْغَيْب سے مراد اسلام سے متعلق وہ مہتم بالشان پیشگوئیاں ہیں جو انبیاء بنی اسرائیل کے ذریعے سے ہوئیں اور ان کا وعدہ قرآنِ مجید میں کیا گیا اور امت محمدیہ کے ہر مجدد زمانہ کے ذریعے سے وقتاً فوقتاً ان کی وضاحت اور یاددہانی ہوتی رہی ہے۔لِيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًاo (الجنّ: ۲۹) تا اس کا علم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ربانی پیغامات پایۂ تکمیل کو پہنچائے گئے۔اور وہ اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے جو اُن کے پاس ہے اور اُس نے ہر چیز کا گنتی کے لحاظ سے شمار کر رکھا ہے۔سورۃ الجن کا یہ خاتمہ کتنا عظیم الشان ہے۔بشرطیکہ زبانِ عربی اور اسلام سے متعلق تمام پیشگوئیوں کا علم رکھتے ہوئے اس کے سیاق وسباق پر غور کیا جائے، ورنہ پڑھنے والا آیت اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ أَقْفَالُهَا (محمد:۲۵) کا مصداق ہے۔

امام بخاریؒ نے جو باب قائم کرکے آیات وغیرہ کے حوالے دیئے اور احادیث نقل کی ہیں وہ درحقیقت کلید ہیں ان ابواب کی۔باب ۱۲ کے تحت مثلاً جو حدیث نقل کی ہے، اس کا تعلق دعوت تبلیغ اسلام سے ہے۔جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ یہ ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ دعوتِ اسلام کو جتنا بلند کیا جائے گا، اسی قدر مختلف قومیں اسلام کی برکات سے فیضیاب ہوں گی۔روایت نمبر ۳۲۹٦ کے لئے دیکھئے کتاب الأذان، باب ۵ تشریح روایت نمبر ۶۰۹۔

عنوانِ باب کے تحت ایک اور آیت کا حوالہ دے کر مجاہد کا قول نقل کیا گیا ہے جس سے ملائکہ اور جِنّات کی نسبت کفار قریش وغیرہ کا باطل عقیدہ نمایاں کرنا مقصود ہے۔(دیکھئے سورۃ الصافات آیات ۱۵۰ تا ۱٦۰) ان آیات کے آخر میں

ذات باری تعالیٰ کو مشرکانہ خیالاتِ باطلہ سے منزہ ٹھہرایا اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے قربت کا تعلق صرف اللہ کے ان بندوں کو ہے جو شیطان کی کڑی آزمائشوں سے پاک وصاف اور نقائص سے کندن کئے گئے ہیں۔

پھر فرماتا ہے: وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ○ (الصافات: ۱۵۹) بندگانِ خدا کے سوا جو بھی متمرد اور سرکش لوگ ہیں، انہیں بار بار کی سزاؤں سے یقیناً علم ہو چکا ہے کہ جناب الٰہی کے حضور وہ جوابدہ اور قابل مؤاخذہ ہیں۔ان آیات کے آخر میں فرماتا ہے: اے مشرکو! تم اور وہ جن کی تم پوجا کرتے ہو صرف انہی لوگوں کو گمراہ کر سکتے ہو جو جہنم میں خود پڑنا چاہیں۔(الصافات:۱۶۲تا۱۶۴) اس سیاقِ کلام میں لفظ اَلْجِنَّة سے مراد ابلیسی صفت کا وہ سرکش گروہ ہے جس کا ذکر سورۃ الانعام، سورۃ الاعراف اور سورۃ الکہف وغیرہ میں گزر چکا ہے۔

قرآنِ مجید اور زبانِ عربی کی اصطلاح کو چھوڑ کر مشرکین کے اوہام کو اختیار کرنا منشائے نصوص الٰہیہ کے خلاف ہے۔ مجاہدؒ کے حوالہ سے یہی بات ذہن نشین کرانا مدنظر ہے۔کیونکہ دو قول پہلو بہ پہلو رکھے گئے ہیں تا اُن کا ایک دوسرے سے متباین نظر آئے۔ قَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ الْمَلَائِكَةُ بَنَاتُ اللّٰهِ وَأُمَّهَاتُهُمْ بَنَاتُ سَرَوَاتِ الْجِنِّ ۔کفار کے اس قول کے مقابل میں اللہ تعالیٰ کا قول مذکور ہے۔ یہ دونوں اقوال ایک دوسرے سے الگ اور ضِدّ ہیں۔فریابیؒ نے مجاہد کا قول عبداللہ بن ابی نجیح کی سند سے نقل کیا ہے۔(فتح الباری جزء٦ صفحہ ۴۱۷)

اس تعلق میں سورۃ یٰسین کی آیت کا حوالہ بلاوجہ نہیں۔اس سے سورۃ الصافات کی آیات کا مفہوم پوری وضاحت سے عیاں ہوجاتا ہے۔فرماتا ہے: وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ○ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ○ (يٰسٓ: ۷۵،۷٦)☆ مذکورہ بالا آیت میں لفظ مُحْضَرُوْن سے مراد محاسبہ کے روز معبودانِ باطلہ کی حاضری اور جوابدہی ہے۔ یہ محاسبہ کس صورت وشکل میں قائم ہوگا، اگلی آیات میں خلاق علیم کی نئی تجلی کا ذکر کیا گیا ہے جس کا اِدراک واحاطہ اس دنیا میں ممکن نہیں۔

بَاب ۱۳ : قَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ
وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ اِلَى قَوْلِهِ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ○

اللہ عزوجل کا یہ فرمانا: اور جب ہم نے تیری طرف جنوں کے ایک گروہ کی توجہ پھیری...(الأحقاف:۳۰تا۳۳)

مَصْرِفًا (الكهف: ٥٤) مَعْدِلًا. صَرَفْنَا (الأحقاف: ۳۰) أَيْ وَجَّهْنَا.

مَصْرِفًا کے معنی مَعْدِلًا ایک طرف الگ جگہ، جہاں وہ جا کر اس آگ سے ہٹ سکیں۔ صَرَفْنَا کے معنی ہیں وَجَّهْنَا یعنی ہم نے متوجہ کیا، بھیجا۔

☆ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: {اورانہوں نے اللہ کے سوا معبود اپنا رکھے ہیں شاید کہ وہ (ان کی طرف سے) مدد دیے جائیں۔ وہ اُن کی مدد کی کوئی استطاعت نہیں رکھیں گے جبکہ وہ تو ان کے خلاف (گواہی دینے کے لیے) حاضر کیے گئے لشکر ہوں گے۔}

تشریح: وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ: ان آیات کا ترجمہ یہ ہے اور جب ہم جنوں میں سے کچھ لوگوں کو تیری طرف پھیر کر لے آئے جو قرآن سننے کی خواہش رکھتے تھے۔ سو جب وہ (مجلس تلاوت قرآن میں) حاضر ہوئے تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا: چپ ہو جاؤ اور جب قرآن کی تلاوت ختم ہوگئی تو وہ اپنی قوم کی طرف واپس چلے گئے اور ان میں جا کر اسلام کی اشاعت شروع کر دی۔

ان آیات میں اس بات کا ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنوں کا ایک وفد آیا۔ پھر سورۃ الجن میں بھی ذکر آتا ہے کہ جنوں کے ایک گروہ نے قرآنِ مجید سنا۔ سورۃ الجن کے نزول کا زمانہ ہجرت سے دو سال قبل بتایا جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ذکر الجن جزء۱۶ صفحہ۳۰۹) اور سورۃ الاحقاف ان سات سورتوں میں سے ہے جن کا سرنامہ حٰم سے ہے اور ان کے نزول کا زمانہ سورۃ الجن سے پہلے کا ہے۔

دونوں سورتوں کی آیات زیرِ شرح کا موضوع بالکل الگ الگ ہے۔ ایک میں عیسائی عقیدۂ ابنیّت کا ذکر ہے اور دوسرے میں اسرائیلی وفد سے متعلق صراحت ہے کہ اس نے قرآن مجید سنا اور اپنے وطن میں واپس جا کر اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ افاغنہ وکشامرہ قوم سے متعلق اب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیں ہیں جنہیں حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے موعود کل عالم حضرت خاتم الانبیاء کی بشارت دی اور یہ بھی تاریخ میں ہے کہ ان اقوام میں سے بعض نے جو افاغنہ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا سُن کر ایک وفد آپؐ کی خدمت میں بھیجا اور یہ بھی امر واقعہ ہے کہ بنی اسرائیلی لوگ فرداً فرداً نہیں بلکہ من حیث القوم اسلام میں داخل ہوئے۔ ان حالات کے پیش نظر میری رائے میں سورۃ الاحقاف والی آیات میں مذکورہ قوم کی جماعت کے وفد کے آنے کا ذکر ہے۔

امام بخاریؒ کا سورۃ الاحقاف کی آیات کے لئے الگ باب قائم کرنے سے بھی یہی سمجھانا مقصود ہے کہ ان کا سورۃ الجن والی آیات سے تعلق نہیں۔ دونوں کا الگ موضوع ہے۔ ان آیات کے آخر میں لفظ مَصْرِفٌ کی لغوی تشریح بلاوجہ نہیں۔ اس سے بتایا ہے کہ یہ آیتیں الگ ہیں۔

بَاب ١٤: قَوْلُ اللهِ تَعَالٰى وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: اس زمین میں ہر قسم کے جاندار پھیلا دیئے ہیں (البقرة:١٦٥) (لقمان:١١)

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الثُّعْبَانُ الْحَيَّةُ الذَّكَرُ مِنْهَا يُقَالُ الْحَيَّاتُ أَجْنَاسٌ الْجَانُّ وَالْأَفَاعِي وَالْأَسَاوِدُ.

حضرت ابن عباسؓ نے کہا: ثُعْبَان کے معنی نر سانپ کے کئے جاتے ہیں اور سانپ کئی قسم کے ہیں۔ جَانٌّ (سفید باریک) اور أَفَاعِي (زہریلے سانپ کی مادہ جس کا مفرد أَفْعَى ہے) اور أَسَاوِدُ (کالا ناگ جس کا مفرد أَسْوَد) ہے۔

اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا (هود:٥٧) فِي مِلْكِهِ وَسُلْطَانِهِ.

(اورسورۂ ہود میں فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ ہر جانور کو اس کی چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے۔ مراد یہ ہے کہ ہر جانور اس کی حکومت اور سلطنت میں ہے۔

وَيُقَالُ صٰٓفّٰتٍ (الملك:٢٠) بُسُطٌ أَجْنِحَتَهُنَّ. يَقْبِضْنَ (الملك:٢٠) يَضْرِبْنَ بِأَجْنِحَتِهِنَّ.

صٰٓفّٰتٍ کے معنی ہیں اپنے پروں کو پھیلایا ہوا ہے۔ يَقْبِضْن اور پھر وہ ان کو سمیٹ لیتے ہیں۔

٣٢٩٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ وَاقْتُلُوا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ وَالْأَبْتَرَ فَإِنَّهُمَا يَطْمِسَانِ الْبَصَرَ وَيَسْتَسْقِطَانِ الْحَبَلَ.

اطرافہُ: ٣٣١٠، ٣٣١٢، ٤٠١٦.

٣٢٩٧: عبداللہ بن محمد نے ہمیں بتایا۔ ہشام بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زُہری سے، زُہری نے سالم سے، سالم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ منبر پر کھڑے لوگوں سے مخاطب تھے۔ فرما رہے تھے: سانپوں کو مار ڈالو۔ دو سفید دھاری والے اور دُم کٹے سانپ کو بھی مار ڈالو۔ کیونکہ یہ آنکھ کی بینائی مٹا دیتے ہیں اور حمل گرا دیتے ہیں۔

٣٢٩٨: قَالَ عَبْدُ اللهِ فَبَيْنَا أَنَا أُطَارِدُ حَيَّةً لِأَقْتُلَهَا فَنَادَانِي أَبُو لُبَابَةَ لَا تَقْتُلْهَا فَقُلْتُ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَرَ بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ فَقَالَ إِنَّهُ نَهَى بَعْدَ ذَلِكَ عَنْ

٣٢٩٨: حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) کہتے تھے: ایک دفعہ میں ایک سانپ کے پیچھے لگا ہوا تھا کہ اس کو مار ڈالوں کہ اتنے میں ابولبابہؓ نے مجھے آواز دی کہ اسے نہ مارو۔ میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سانپوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے کہا: آپؐ نے اس کے بعد گھریلوؤں سے روک دیا ہے۔

ذَوَاتِ الْبُيُوْتِ وَهِيَ الْعَوَامِرُ.
اطرافہ: ۳۳۱۱، ۳۳۱۳۔

یعنی وہ سانپ جو گھروں میں رہنے والے ہوں۔

۳۲۹۹: وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ... فَرَآنِي أَبُو لُبَابَةَ أَوْ زَيْدُ بْنُ الْخَطَّابِ. وَتَابَعَهُ يُوْنُسُ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَإِسْحَاقُ الْكَلْبِيُّ وَالزُّبَيْدِيُّ. وَقَالَ صَالِحٌ وَابْنُ أَبِي حَفْصَةَ وَابْنُ مُجَمِّعٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فَرَآنِي أَبُو لُبَابَةَ وَزَيْدُ بْنُ الْخَطَّابِ.

۳۲۹۹: اور عبدالرزاق نے معمر سے یوں روایت کی ہے۔ حضرت ابولبابہؓ نے مجھے دیکھا یا حضرت زید بن خطابؓ نے۔ اور معمر کی طرح یونس اور ابن عیینہ اور اسحاق کلبی اور زبیدی نے بھی کہا۔ اور صالح اور ابن ابی حفصہ اور ابن مجمع نے زُہری سے، زُہری نے سالم سے، سالم نے حضرت ابن عمرؓ سے یوں روایت کی۔ مجھے ابولبابہؓ اور زید بن خطابؓ نے دیکھا۔

تشریح: وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ: عنوانِ باب آیت وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ (البقرة :۱۶۵) سے قائم کر کے اس کے تحت صرف ایک روایت (متعدد اسناد سے) نقل کی گئی ہے اور اس کے علاوہ عنوان ہی کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ کا وہ قول ہے جو ابن ابی حاتم سے موصولاً مروی ہے۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ۴۱۹) جو باب کی روایات کا مؤید ہے۔ ان روایتوں سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ جِنَّات کا اطلاق حشرات الارض پر فرمایا ہے۔ مزید برآں اس سے آیات محولہ بالا کی شرح بھی ہوتی ہے۔ ایک آیت یہ ہے: مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ط اِنَّ رَبِّي عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ○ (ھود:۵۷) یعنی روئے زمین پر کوئی بھی چلنے والا (جاندار) ایسا نہیں کہ خدا اس کی پیشانی کو پکڑے ہوئے نہ ہو۔ میرا ربّ یقیناً (مومنوں کی مدد کرنے کے لئے) سیدھی راہ پر کھڑا ہے۔

دوسری آیت یہ ہے: اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ط مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ط اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ○ (الملک:۲۰) {ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: کیا انہوں نے پرندوں کو اپنے اوپر پَر پھیلاتے اور سمیٹتے ہوئے نہیں دیکھا۔ رحمان کے سوا کوئی نہیں جو انہیں روکے رکھے۔ یقیناً وہ ہر چیز پر گہری نظر رکھتا ہے۔}

دونوں آیتوں کی مذکورہ بالا تفسیر ابوعبیدہ سے مروی ہے۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ ۴۱۹) مخلوق زمینی ہو یا آسمانی تمام خالق کے دست قدرت وتصرف میں ہے اور وہ اس کی مطیع ہے۔ جب عربی زبان میں کہیں کہ نَاصِيَةُ فُلَانٍ فِي يَدِ فُلَانٍ تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ فلاں فلاں کے قبضہ ملکیت وتصرف میں ہے اور جب عرب غلام آزاد کرتے تو اس کی پیشانی کے بال کاٹ دیتے اور یہ علامت ہوتی کہ وہ اب آزاد ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۵ صفحہ۱۸۸) عبداللہ بن ابی نجیحؒ کی سند سے صٰٓفّٰت کے معنی بَسْطُ أَجْنِحَتِهِنَّ یعنی پروں کا پھیلانا ہی مروی ہیں۔ جیسا کہ خود آیت میں اس لفظ کے انہی معنوں پر لفظ يَقْبِضْنَ دلالت کرتا ہے۔

اَلْحَيَّاتُ أَجْنَاسٌ: سانپوں کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں سے چھ قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) اَلْجَانّ سپید پتلا سانپ۔ (۲) اَلثُّعْبَان اژدھا۔ (۳) اَلْاَفَاعِي جَمْعُ اَفْعٰی مادہ سانپ۔ (۴) اَلْاَسَاوِدُ کالا ناگ، پھنئیر سانپ جو نہایت زہریلا ہے۔ (۵) ذُوْ الطُّفْيَتَيْنِ وہ سانپ جس کی پیٹھ پر دو سفید دھاریاں ہوں اور ٦: اَلْاَبْتَـرُ نیلے رنگ کا دُم کٹا سانپ۔ اس کی دم چھوٹی ہوتی ہے۔ ان دونوں سے متعلق مشہور ہے کہ ان کو دیکھنے سے انسان اندھا اور اسقاطِ حمل ہوجاتا ہے۔ ابن خالویہ نے سانپ کی ستر (۷۰) قسمیں شمار کی ہیں۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ ۴۱۹) یہ اور بچھو قسم کائنات جنات کے زمرے میں شمار ہے۔ زہریلے سانپ کے قتل کرنے کی نسبت حکم الگ ہے اور بے ضرر سانپ قتل کرنے کی ممانعت الگ۔ پہلا حکم علی الاطلاق ہے۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہر سانپ کا قتل کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ غلط فہمی دور کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے ارشاد سے انہیں آگاہ کیا۔

عنوانِ باب سے اس روایت کا تعلق محولہ بالا آیات کے ضمن میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انواع واقسام کی مخلوقات زمین وآسمان میں پیدا کی ہیں اور وہ نفع ونقصان کے اعتبار سے کلیۃً اس کے قبضہ قدرت وتصرف میں ہیں۔ انسان کو جو اشرف المخلوقات ہے، ان پر مسخر کیا گیا ہے۔ کوئی مخلوق ایسی نہیں جس کے قبضہ قدرت میں انسان کی تسخیر ہو۔ یہ خیال باطل اور نص صریح کے خلاف ہے کہ فلاں کو جنّ چمٹ گئے ہیں یا فلاں شخص مسخرِ جنّات ہے اور وہ لوگوں کو جنّوں کے ذریعہ سے نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔

فَرَآنِي أَبُو لُبَابَةَ أَوْ زَيْدُ بْنُ الْخَطَّابِ: روایت نمبر ۳۲۹۹ میں باب کی ان روایات سے متعلق ایک سند کی اصلاح کی گئی ہے۔ مسند عبدالرزاق میں یہی روایت معمر سے بسند زُہریؒ شک کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ میں ایک دن ایک سانپ کے پیچھے لگا ہوا تھا کہ اسے مار ڈالوں تو حضرت ابولبابہؓ یا حضرت زید بن خطابؓ نے دیکھا[۱] شک کے ساتھ روایت کرنے والے یونس بن یزید، سفیان بن عیینہ، اسحاق کلبیؒ اور زبیدی بھی ہیں۔ امام مسلمؒ نے یونس کی شک والی روایت نقل کی ہے[۲] اور امام احمد بن حنبلؒ اور حمیدیؒ نے اپنی مسندوں میں مشارٌ الیہ روایت سفیان بن عیینہ سے نقل کی ہے[۳] اور امام مسلم[۲] نے اور ابوداؤد[۴] نے بھی اسے موصولاً نقل کیا ہے۔ صحیح مسلم کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: **وَكَـانَ ابْنُ عُمَرَ يَقْتُلُ كُلَّ حَيَّةٍ وَجَدَهَا فَأَبْصَرَهُ أَبُو لُبَابَةَ بْنُ عَبْدِ الْمُنْذِرِ اَوْ زَيْدُ بْنُ الْخَطَّابِ** ۔ محمد بن ولید حمصی زبیدیؒ کے یہ الفاظ ہیں جو صحیح مسلم میں موصولاً مروی ہیں: **قَـالَ عَبْـدُ الـلّٰـهِ بْـنُ عُـمَـرَ فَكُنْتُ لَا اَتْرُكُ حَيَّةً اَرَاهَا اِلَّا قَتَلْتُهَا**[۲] (فتح الباری جزء٦ صفحہ ۴۲۰، ۴۲۱)

وَقَـالَ صَـالِحٌ وَابْنُ اَبِى حَفْصَةَ وَابْنُ مُجَمِّعٍ ...: ان تین راویوں نے بیان کیا کہ حضرت

---

[۱] (مصنف عبد الرزاق، كتاب أهل الكتابين، باب قتل الحية والعقرب، جزء۱۰ صفحہ۴۳۴)
[۲] (صحيح مسلم، كتاب السلام، باب قتل الحيات وغيرها)
[۳] (مسند احمد، مسند عبد الله بن عمر، جزء۲ صفحہ۹) (مسند الحميدي، أحاديث بن عمر، جزء۲ صفحہ۲۷۹)
[۴] (سنن أبى داود، كتاب الأدب، باب في قتل الحيات)

ابولبابہؓ اور حضرت زید بن خطابؓ دونوں نے مجھے دیکھا اور سانپ مارنے سے روک دیا۔ ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع انصاری مدنی کی روایت بغویؒ سے منقول ہے☆ اور ابن سکن کا قول ہے کہ ابن مجمع اور جعفر بن برقان کے سوا اور کسی نے روایت نہیں کی کہ حضرت ابولبابہؓ اور حضرت زید بن خطابؓ دونوں اکٹھے تھے جب حضرت ابن عمرؓ نے سانپ کا پیچھا کیا اور ان دونوں نے انہیں روکا۔ ان کی روایت محل اعتراض ہے۔ ابن سکنؒ سے امام بخاریؒ کی مذکورہ بالا روایت نظر انداز ہوگئی ہے جو متعدد راویوں کی تصدیق کی وجہ سے مشکوک روایت پر مقدم رکھی گئی ہے۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ ٤٢١) مذکورہ بالا تبصرہ امام موصوف کی وسعت نظر پر دال ہے۔ اس تعلق میں روایت نمبر ٣٣١٠، ٣٣١١، ٣٣١٢ زیر باب ١٥ بھی دیکھئے۔

خلاصہ باب یہ کہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ وقدرت میں ہر نوع کی مخلوق ہے اور انسان زمین میں خلیفۃ اللہ ہونے کی حیثیت سے اس کا مسخر بنایا گیا ہے۔ اسی تسلسل میں اگلے باب کا موضوع ہے۔

بَاب ١٥ : خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ

مسلمان کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جنہیں ساتھ لئے پہاڑوں کی چوٹیوں پر اُن کے پیچھے پیچھے پھرے گا

٣٣٠٠: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكَ أَنْ يَكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الرَّجُلِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهِ مِنَ الْفِتَنِ.

اطرافهُ: ١٩، ٣٦٠٠، ٦٤٩٥، ٧٠٨٨.

٣٣٠٠: اسماعیل بن ابی اویس نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ سے، عبدالرحمٰن نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ زمانہ قریب ہے جبکہ آدمی کا بہترین مال بکریاں ہوں گی۔ جنہیں ساتھ لئے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش کی جگہوں پر اُن کے پیچھے پیچھے پھرے گا۔ وہ اپنے دین کو بچاتے ہوئے فتنوں سے بھاگے گا۔

٣٣٠١: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ

٣٣٠١: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالزناد سے،

☆ (معجم الصحابة للبغوي، باب الزاء، ذكر زيد بن الخطاب، جزء٢ صفحہ ٤٤٩)

الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي أَهْلِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ وَالْفَدَّادِيْنَ أَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِيْنَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ.

ابوالزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کفر کی چوٹی مشرق کی طرف ہے اور فخر اور تکبر گھوڑے والوں، اونٹوں والوں اور زمینداروں میں ہے اور طمانیت، سکون اور دھیما پن بکری والوں میں۔

اطرافهُ: ٣٤٩٩، ٤٣٨٨، ٤٣٨٩، ٤٣٩٠.

٣٣٠٢: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ إِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِي قَيْسٌ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرٍو أَبِي مَسْعُوْدٍ قَالَ أَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ نَحْوَ الْيَمَنِ فَقَالَ الْإِيْمَانُ يَمَانٍ هَا هُنَا أَلَا إِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَّادِيْنَ عِنْدَ أُصُوْلِ أَذْنَابِ الْإِبِلِ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ فِي رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ.

٣٣٠٢: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ (بن سعید قطان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسماعیل (بن ابی خالد) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: قیس (بن ابی حازم) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت عقبہ بن عمرو ابی مسعودؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے یمن کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ایمان یمن کا ہے، اس طرف دیکھو۔ سن رکھو ہر طرح کی بے رحمی اور سنگدلی ان گنواروں میں ہے جو اونٹوں کی دموں کے پیچھے زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہاں جہاں سے شیطان کے سینگ نکلیں گے۔ یعنی ربیعہ اور مضر میں۔

اطرافهُ: ٣٤٩٨، ٤٣٨٧، ٥٣٠٣.

٣٣٠٣: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمْ

٣٣٠٣: قُتَیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے جعفر بن ربیعہ سے، جعفر نے اَعرج سے، اَعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

صِيَاحَ الدِّيَكَةِ فَاسْأَلُوا اللهَ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيْقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ رَأَى شَيْطَانًا.

فرمایا: جب تم مرغ کی بانگ سنو تو اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ کیونکہ وہ فرشتہ دیکھتا ہے اور جب تم گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو۔ کیونکہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔

٣٣٠٤: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا رَوْحٌ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ أَوْ أَمْسَيْتُمْ فَكُفُّوْا صِبْيَانَكُمْ فَإِنَّ الشَّيَاطِيْنَ تَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَتْ سَاعَةٌ مِّنَ اللَّيْلِ فَحُلُّوْهُمْ وَأَغْلِقُوْا الْأَبْوَابَ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا. قَالَ وَأَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ نَحْوَ مَا أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ وَلَمْ يَذْكُرْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ.

۳۳۰۴: اسحاق (بن راہویہ) نے ہم سے بیان کیا کہ رَوح نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: ابن جریج نے ہمیں خبر دی، کہا: عطاء نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رات چھا جائے یا (فرمایا:) جب تمہیں شام ہو جائے تو تم اپنے بچوں کو (اِدھر اُدھر پھرنے سے) روک دو۔ کیونکہ شیطان اس وقت پھیل جاتے ہیں اور جب کچھ رات گزر جائے تو پھر انہیں جانے دو اور دروازے بند کر لیا کرو اور اللہ کا نام لو۔ کیونکہ شیطان بند دروازہ نہیں کھولتا۔ ابن جریج نے کہا: اور عمرو بن دینار نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے یہی سنا جو عطاء نے مجھے بتایا اور انہوں نے یہ بیان نہیں کیا: اور اللہ کا نام لو۔

اطرافه: ٣٢٨٠، ٣٣١٦، ٥٦٢٣، ٥٦٢٤، ٦٢٩٥، ٦٢٩٦۔

٣٣٠٥: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

۳۳۰۵: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ وُہیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے خالد (حذاء) سے، خالد نے محمد (بن سیرین) سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ

فُقِدَتْ أُمَّةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ لَا يُدْرَى مَا فَعَلَتْ وَإِنِّي لَا أُرَاهَا إِلَّا الْفَأْرَ إِذَا وُضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الْإِبِلِ لَمْ تَشْرَبْ وَإِذَا وُضِعَ لَهَا أَلْبَانُ الشَّاءِ شَرِبَتْ فَحَدَّثْتُ كَعْبًا فَقَالَ أَنْتَ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُهُ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لِي مِرَارًا فَقُلْتُ أَفَأَقْرَأُ التَّوْرَاةَ.

٣٣٠٦: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عُفَيْرٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْوَزَغِ الْفُوَيْسِقُ وَلَمْ أَسْمَعْهُ أَمَرَ بِقَتْلِهِ.

طرفہ: ١٨٣١۔

وَزَعَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِهِ.

٣٣٠٧: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ

نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی ایک قوم گم ہوگئی۔ پتہ نہیں کہاں گئی اور میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ وہ چوہے ہی ہیں۔ اگر ان کے سامنے اونٹوں کا دودھ رکھا جائے تو اُسے نہ پیئیں، اگر بکریوں کا دودھ رکھا جائے تو پی لیں۔ (حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے:) میں نے یہ حدیث حضرت کعبؓ سے بیان کی تو انہوں نے پوچھا: کیا تم نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ انہوں نے مجھ سے بار بار یہی پوچھا۔ میں نے کہا: اگر اُن سے نہیں تو کیا میں تورات پڑھنا جانتا ہوں؟

٣٣٠٦: سعید بن عُفَیر نے ہمیں بتایا۔ ابن وہب سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: یونس نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے روایت کی کہ وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کو چھوٹا فاسق قرار دیا ہے۔ اور میں نے آپؐ سے نہیں سنا کہ آپؐ نے اس کے مار ڈالنے کا حکم دیا ہو۔

اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا خیال تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مار ڈالنے کا حکم دیا ہے۔

٣٣٠٧: صدقہ بن فضل نے ہم سے بیان کیا کہ (سفیان) بن عیینہ نے ہمیں خبر دی۔ عبدالحمید بن جبیر بن شیبہ نے ہمیں بتایا۔ سعید بن میسّب سے

أَنَّ أُمَّ شُرَيْكٍ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهَا بِقَتْلِ الْأَوْزَاغِ.

طرفہ: ۳۳۵۹۔

روایت ہے کہ امّ شریک نے ان کو بتایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا ہے۔

۳۳۰۸: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْتُلُوْا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ فَإِنَّهُ يَطْمِسُ الْبَصَرَ وَيُصِيْبُ الْحَبَلَ. تَابَعَهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَخْبَرَنَا☆ أُسَامَةُ.

طرفہ: ۳۳۰۹۔

۳۳۰۸: عبید بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابواسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ کہتی تھیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو دھاری والے سانپ کو مار ڈالو۔ کیونکہ وہ آنکھ پر ہی جھپٹا مارتا ہے اور حمل گرا دیتا ہے۔ ابواسامہ کی طرح☆ حماد بن سلمہ نے بھی یہی روایت کی۔

۳۳۰۹: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْأَبْتَرِ وَقَالَ إِنَّهُ يُصِيْبُ الْبَصَرَ وَيُذْهِبُ الْحَبَلَ.

طرفہ: ۳۳۰۸۔

۳۳۰۹: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰی (قطان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میرے باپ (عروہ) نے مجھے بتایا۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتی تھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کٹے سانپ کے مار ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا: وہ بینائی کو صدمہ پہنچاتا ہے اور حمل ضائع کر دیتا ہے۔

۳۳۱۰: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ أَبِي يُوْنُسَ الْقُشَيْرِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ

۳۳۱۰: عمرو بن علی (فلاس) نے مجھ سے بیان کیا کہ ابن ابی عدی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابو یونس قشیری سے، ابو یونس نے ابن ابی مُلیکہ سے روایت کی کہ

☆ بخاری مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی میں اس جگہ الفاظ "تَابَعَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَبَا أُسَامَةَ" ہیں۔ (صحیح بخاری مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، جلد اوّل صفحہ ۴۶۷) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ ثُمَّ نَهَى قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدَمَ حَائِطًا لَّهُ فَوَجَدَ فِيْهِ سِلْخَ حَيَّةٍ فَقَالَ انْظُرُوْا أَيْنَ هُوَ فَنَظَرُوْا فَقَالَ اقْتُلُوْهُ فَكُنْتُ أَقْتُلُهَا لِذَلِكَ.

اطرافهُ: ٣٢٩٧، ٣٣١٢، ٤٠١٦.

(حضرت عبداللہ) بن عمرؓ سانپوں کو مار ڈالتے تھے۔ پھر (وہ ان کے مارنے سے لوگوں کو) منع کرنے لگے۔ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک دیوار گرائی تو اس میں سانپ کی کینچلی پائی۔ آپؐ نے فرمایا: دیکھو تو وہ کہاں ہے؟ لوگوں نے اُسے دیکھ لیا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے مار ڈالو۔ اس لیے میں انہیں جہاں پاتا مار ڈالا کرتا تھا۔

۳۳۱۱: فَلَقِيْتُ أَبَا لُبَابَةَ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقْتُلُوْا الْجِنَّانَ إِلَّا كُلَّ أَبْتَرَ ذِي طُفْيَتَيْنِ فَإِنَّهُ يُسْقِطُ الْوَلَدَ وَيُذْهِبُ الْبَصَرَ فَاقْتُلُوْهُ.

اطرافهُ: ٣٢٩٨، ٣٣١٣.

۳۳۱۱: پھر میں حضرت ابولبابہؓ سے ملا اور انہوں نے مجھے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پتلے سفید سانپوں کو نہ مارا کرو۔ البتہ ہر سفید دو دھاری والا دم کٹا جو سانپ ہے، اس کو مار ڈالو۔ کیونکہ وہ حمل گرا دیتا ہے اور بینائی ضائع کر دیتا ہے۔

۳۳۱۲: حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ.

اطرافهُ: ٣٢٩٧، ٣٣١٠، ٤٠١٦.

۳۳۱۲: مالک بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ جریر بن حازم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ وہ سانپوں کو مار ڈالا کرتے تھے۔

۳۳۱۳: فَحَدَّثَهُ أَبُو لُبَابَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ قَتْلِ جِنَّانِ الْبُيُوْتِ فَأَمْسَكَ عَنْهَا.

اطرافهُ: ٣٢٩٨، ٣٣١١.

۳۳۱۳: پھر ان سے حضرت ابولبابہؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں کے پتلے سانپوں کو مارنے سے روک دیا تھا۔ پھر وہ ان سے رُک گئے۔

تشریح: **خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ:** انسانی تسخیر کے تعلق ہی میں یہ باب اور اس کی روایتیں ہیں۔ چنانچہ مختلف حیوانات کی تسخیر اور ان سے استفادہ کے ذکر میں روایتیں نقل کرکے آخر میں سانپ مارنے کے حکم اور اس سے روکنے کا اعادہ آخری روایتوں (نمبر ۳۳۰۸ تا ۳۳۱۳) میں کیا گیا ہے۔ اس باب کے تحت کل چودہ روایتیں

ہیں۔ان روایتوں میں مخلوق کی تسخیر اور اس سے منفعت حاصل کرنے یا اس کی مضرت سے محفوظ رہنے کا ذکر ہے۔سوائے روایت نمبر ٣٣٠٥ کے، جس میں بنی اسرائیل کی ایک قوم کے گم ہونے اور اس کے چوہوں کی شکل میں مسخ ہونے کا ذکر ہے۔پہلے اسی روایت کا ذکر کیا جاتا ہے۔

فُقِدَتْ أُمَّةٌ مِنْ بَنِي اِسْرَائِيْلَ: حضرت ابوہریرہؓ کی یہ روایت مُعَنْعَن ہے اور حضرت کعبؓ کے بار بار حضرت ابوہریرہؓ سے دریافت کرنے اور ان کے جواب پر آخر خاموشی اختیار کرنے سے سمجھایا گیا ہے کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے، اس کی نسبت انکار کرنے سے خاموش رہنا مناسب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب بھی اسی بات کا تقاضا کرتا ہے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ جب حضرت کعبؓ نے حضرت ابوہریرہؓ سے بار بار دریافت کیا کہ کیا تم نے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہے تو آخر حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: أَفَأَقْرَأُ التَّوْرَاةَ ۔امام مسلمؒ کی روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: أَفَأُنْزِلَتْ عَلَيَّ التَّوْرَاةُ ☆ یعنی کیا تورات مجھ پر اُتری تھی جو میں اس کی باتیں بیان کر رہا ہوں؟ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس روایت کو تورات کی بناء پر بیان نہیں کر رہے تھے بلکہ وہ کہتے تھے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی سنا ہے۔

امام ابن حجرؒ اس روایت کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ غالباً حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت کعبؓ دونوں کو حضرت ابن مسعودؓ کی اس روایت کا علم نہیں تھا جس میں آتا ہے کہ جو بنی اسرائیل بندر وسؤر بنا دیئے گئے تھے، ان کی نسل آگے نہیں چلی۔ پس ان دونوں روایات کی موجودگی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا کہ حقیقتاً بنی اسرائیل قوم مسخ ہو کر چوہے بن گئی۔لیکن بعد میں (وحی الٰہی سے) آپؐ پر انکشاف ہوا کہ ایسا نہیں۔گویا لَا أُرَاهَا إِلَّا الْفَأْرَ کا فقرہ انکشاف سے پہلے کا ہے۔اس بارے میں ابن قتیبہ کہتے ہیں: اِنْ صَحَّ هَذَا الْحَدِيْثُ وَإِلَّا فَالْقِرَدَةُ وَالْخَنَازِيْرُ هِيَ الْمَمْسُوْخُ بِأَعْيَانِهَا تَوَالَدَتْ ۔اگر حدیث اَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ لِلْمَسْخِ نَسْلًا وَّلَا عَقْبًا صحیح سمجھی جائے تو مذکورہ بالا تاویل مناسب ہے، ورنہ مسخ شدہ بندروں اور خنزیروں ہی کی نسل ایک دوسرے سے پیدا ہونا ماننا پڑے گی۔ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ حدیث مذکورہ صحیح ہے۔(فتح الباری جزء٦ صفحہ ٤٢٦) نیز اس تعلق میں کتاب احادیث الانبیاء، باب ٣٦ بھی دیکھئے جس کا عنوان ایک آیت ہے اور اس کے تحت کوئی روایت نہیں۔محولہ آیت یہ ہے: وَاسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ......(الأعراف:١٦٤تا١٦٧) اور (اے رسول) ان (بنی اسرائیل) سے اس بستی کے متعلق پوچھ جو سمندر کے کنارہ پر تھی۔جبکہ وہ (یعنی یہود) سبت کے حکم میں زیادتی سے کام لیتے تھے جبکہ ان کی مچھلیاں ان کے سبت کے دن گروہ در گروہ آتی تھیں اور جس دن وہ سبت نہیں کرتے تھے، نہیں آتی تھیں۔اسی طرح ہم ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان کا امتحان لیتے تھے اور جب ان میں سے ایک گروہ نے (دوسرے گروہ سے) کہا: تم کیوں اس قوم کو نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا سخت عذاب دینے والا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: تمہارے ربّ کے پاس عذر پیش کرنے

☆ (صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب في الفأر وأنه مسخ)

کے لئے (کہ ہم نے ان لوگوں کو نصیحت کر دی تھی) اور تا کہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔ پس جب ان لوگوں نے اس نصیحت کو بھلا دیا جواُن کو کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو جو بُری باتوں سے روکتے تھے، نجات دے دی اور جو لوگ ظالم تھے، انہیں ایک نہایت تکلیف دہ عذاب میں مبتلا کر دیا۔ کیونکہ وہ اطاعت سے نکل رہے تھے۔ پھر جب انہوں نے ان باتوں سے جن سے اُن کو روکا گیا تھا، باز آنے کی بجائے ان میں اور بھی ترقی کرنی شروع کی تو ہم نے ان کو کہا: ذلیل بندر ہو جاؤ۔

جہاں تک اس آیت کی شرح کا تعلق ہے کہ بنی اسرائیل بندر اور سؤر بنا دیئے گئے تھے وہ (کتاب احادیث الانبیاء زیر باب ۳۶) اپنے موقع پر بیان ہوگی انشاء اللہ۔ اور بتایا جائے گا کہ کن معنوں میں مذکورہ مسخ وقوع پذیر ہوا۔ اور جہاں تک گم شدہ قبائل بنی اسرائیل کے چوہوں کی شکل میں مسخ ہوجانے کا ذکر ہے تو اس بارہ میں مندرجہ ذیل امور مدنظر رہنے چاہئیں:

(۱) آیت **وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ** (المائدة: ٦١) کے تحت بخاری میں نہ حضرت ابوہریرہؓ کی طرف منسوب شدہ روایت نقل کی گئی ہے اور نہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت نقل کی گئی ہے۔

(۲) حضرت کعبؓ کا تکرار اس روایت کو مشکوک ظاہر کرتا ہے۔

(۳) روایت مُعَنْعَن ہے۔ (یعنی حرف عَنْ سے مروی ہے جو سند کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ نہیں سمجھا جاتا)

(۴) حضرت ابوہریرہؓ کی طرف جو بات منسوب کی گئی ہے کہ انہوں نے حضرت کعبؓ کو جواباً کہا: **أَفَأَقْرَأُ التَّوْرَاةَ** ان سے اس جواب کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ وہ عیسائی قبیلہ دَوس میں سے تھے اور ۷ھ میں اسلام میں داخل ہوئے۔ قیاس یہی ہے کہ وہ تورات سے لاعلم نہیں ہو سکتے تھے۔ اور نہ یہ امر درست ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ تورات کے واقعات بیان نہیں کرتے تھے۔ خود صحیح بخاری میں ان کی بعض ایسی روایتیں ہیں جو تورات سے ماخوذ ہیں۔

(۵) تورات میں بھی کہیں ذکر نہیں کہ بنو اسرائیل کا مفقود قبیلہ چوہوں میں مسخ کیا گیا۔

علاوہ ازیں اس روایت کا مضمون فی ذاتہ ایسا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی شان رکھنے والی شخصیت کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی اور وہ روایت اتنی کمزور ہے کہ کتاب احادیث الانبیاء میں جہاں اس کے ذکر کا موقع ہے، وہ نظرانداز کی گئی ہے۔ ایسی کمزور روایت **کتاب بدء الخلق** کے تعلق میں اندراج سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ یہ ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ اگر کسی مضمون کی ماہیت سمجھ میں نہ آئے تو خاموشی بہتر ہے۔

جو بات اس باب کے تعلق میں قابل توجہ ہے، وہ صحابہ کرام کے ادب کا نمونہ ہے جو حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اسوہ میں پیش کیا گیا ہے۔ اس امر کے سوا باب کے نفس مضمون سے اس روایت کا بظاہر کوئی جوڑ معلوم نہیں ہوتا اور جن یہود کے بارے میں سورۃ المائدہ کی آیت **مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ** (آیت نمبر ۶۱) وارد ہوئی ہے، ان مسخ شدہ بندروں اور خنزیروں اور عبادالطاغوت کی نسبت اس آیت کے بعد یہ بھی ذکر ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آتے اور کہتے کہ وہ مومن ہیں بحالیکہ وہ کافر

ہیں اور گناہوں اور شرارت اور اُکل حرام میں دلیر۔ فرماتا ہے: وَإِذَا جَآءُ وْكُمْ قَالُوْا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ٥ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥ لَوْ لَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ٥ (المائدة: ٦٢ تا ٦٤) اور جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں حالانکہ وہ کفر (ہی کے عقیدہ) کے ساتھ داخل ہوئے تھے اور (پھر) وہ اس (عقیدہ) کے ساتھ (ہی) نکل گئے تھے اور جو کچھ وہ چھپاتے ہیں، اسے اللہ (سب سے بڑھ کر) جانتا ہے اور تو ان میں سے بہتوں کو دیکھتا ہے کہ وہ گناہ اور زیادتی اور اپنے حرام کھانے کے (افعال کی طرف) دوڑ کر جاتے ہیں۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں، وہ یقیناً بہت برا ہے۔ عارف (لوگ) اور علماء انہیں ان کے جھوٹ بولنے اور ان کے حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے؟ جو کچھ وہ کرتے ہیں، وہ یقیناً بہت برا ہے۔

ان آیات کا سارا سیاقِ کلام ہی بتاتا ہے کہ وہ روحانی طور پر مسخ ہوئے تھے، نہ کہ اپنی شکلوں میں جیسا کہ کمزور روایتوں میں آیا ہے جن میں سے ایک کا ذکر امام ابن حجرؒ نے اپنی شرح میں کیا ہے۔ (دیکھئے فتح الباری جزء٦ صفحہ ۵۵۱ شرح کتاب احادیث الانبیاء، باب ٣٦) غرض اگر ان میں کوئی صحیح روایت بھی ہو تو وہ قرآنِ مجید کی مذکورہ بالا نص صریح کے مفہوم میں لی جائے گی۔

روایت نمبر ٣٣٠٠، ٣٣٠١، ٣٣٠٢ کے لئے دیکھئے کتاب الایمان تشریح روایات نمبر ١٩، ۵٢، ۵٣۔ اَهْلُ الْمَدَر کے معنی ہیں اَهْلُ الْحَضَر یعنی شہری لوگ جو مکانات میں سکونت رکھتے ہیں اور اَهْلُ الْوَبَر کے معنی ہیں اَهْلُ الْبَادِيَة صحرا میں رہنے والے اور اَلْفَدَّادُوْن کے معنی ہیں ہل چلانے والے، زراعت پیشہ۔ فَدَّان ہل وغیرہ آلاتِ زراعت کو کہتے ہیں اور اَلْفَدِيْد کے معنی ہیں کرخت آواز۔ اخفش کے نزدیک فَدَّادُوْن وہ لوگ ہیں جو (فَدَافِد) صحراؤں اور جنگلوں میں رہنے والے ہوں۔ اَلْإِيْمَانُ يَمَانٍ یعنی اہل یمن ایمان قبول کرنے میں سبقت کریں گے۔ قَرْنَا الشَّيْطَان کے معنی ہیں جَانِبَا رَأْسِهٖ۔ قَرْنُ الشَّيْطَانِ ضرب المثل ہے جس کا مفہوم خطابیؒ کے نزدیک ایسے امور کا ظہور ہے جن کا انجام اچھا نہیں۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ ٤٢٤، ٤٢۵)

صِيَاحُ الدِّيَكَةِ: روایت نمبر ٣٣٠٣ کا مطلب یہ ہے کہ مرغ کی آواز سے رات کے اوقات کا علم صحیح طور پر ہو جاتا ہے۔ اس کی اذان میں جو وقفے ہوتے ہیں، ان میں بھی اوقات کی صحت ہوتی ہے جو اُسے طبعی ملکہ سے حاصل ہوتی ہے اور اس خاصۂ فطرت میں وہ دوسرے جانداروں میں ممتاز ہے۔ رؤیت ملک کا یہی مفہوم معلوم ہوتا ہے جس کی امر واقعہ سے تائید ہوتی ہے۔ بھلائی کے تمام کام مَلَکی تحریکات کا نتیجہ ہیں۔ مرغ کی اذان سے نماز کے اوقات کا علم ہوتا ہے۔ گدھا عموماً شہوانی تحریک پر ہینگتا ہے، اس لئے اس کی آواز رؤیت شیطان کی طرف منسوب کی گئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف حوادث سے ذکر الٰہی اور استغفار کی یاددہانی کے لئے کام لیا ہے۔ مثلاً چھینک

آئے تو الحمدللہ کہو اور ایک دوسرے کے لئے یَرْحَمُکَ اللّٰہ کی دعا کرو۔ ہلال دیکھو تو دعا کرو، وغیرہ۔ ان امور میں سے گدھے کی آواز اور مرغ کی اذان بھی ہے۔ دنیاوی حکومت بھی اپنے وجود کو تسلیم کرانے کی غرض سے ایسی تدبیریں اختیار کرتی ہے جس سے رعایا کو احساس رہتا ہے کہ وہ کسی بالا طاقت کے سامنے جواب دِہ اور قابل مؤاخذہ ہیں۔

روایت نمبر ۳۳۰۴ کی تشریح باب ۱۱ (روایت نمبر ۳۲۸۰) کے تعلق میں گزر چکی ہے۔ شیطان کا اطلاق چور اور رہزن پر بھی آتا ہے۔ لفظ جنّ اور شیطان روایتوں میں مترادف و ہم معنی وارد ہوئے ہیں۔

روایت نمبر ۳۳۰۶ تا ۳۳۱۳ سے ظاہر ہے کہ انسان کو موذی جانور کو مارنے اور بےضرر جانور کو زندہ رہنے دینے کی ہدایت ہے۔ وہ ان کا مسخر ہے، نہ ان کے زیر تسخیر اور ان کا پرستار۔ مشرک قومیں سانپوں وغیرہ کو دیوتا سمجھ کر اُن کی پوجا کرتی تھیں اور ان کا مارنا بڑا پاپ سمجھا جاتا تھا۔ گرگٹ کی بھی پوجا ہوتی تھی، اس لئے گرگٹ کو مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔

بَاب ١٦ : إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ دَاءً وَفِي الْآخِرِ شِفَاءً☆

تم میں سے کسی کے پینے کی چیز میں جب مکھی گر پڑے تو چاہیے کہ وہ اس کو ڈبو دے
کیونکہ اس کے دو پَروں میں سے ایک میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفاء☆

وَخَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ

پانچ جانور موذی ہیں جو حرم میں بھی مارے جاسکتے ہیں

٣٣١٤: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ الْفَأْرَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْحُدَيَّا وَالْغُرَابُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ.

طرفه: ١٨٢٩۔

۳۳۱۴: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یزید بن زُرَیع نے ہمیں بتایا، (کہا:) معمر نے ہم سے بیان کیا انہوں نے زُہری سے، زُہری نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: پانچ جانور موذی ہیں جو حرم میں (بھی) مارے جاسکتے ہیں۔ چوہا، بچھو، چیل، کوا اور کاٹنے والا کتا۔

☆ یہ عنوانِ باب سرخسی کی روایت کے مطابق یہاں ہے جبکہ ابوذر کی روایت میں یہ اس سے اگلے باب کا عنوان ہے۔ (دیکھئے فتح الباری جزء ٦ صفحہ ۴۲۹، ۴۳۴)

٣٣١٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ مَنْ قَتَلَهُنَّ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ الْعَقْرَبُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ.

طرفهُ: ١٨٢٦۔

۳۳۱۵: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے عبداللہ بن دینار سے، عبداللہ بن دینار نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور ایسے ہیں جن کو کوئی محرم ہونے کی حالت میں بھی مار ڈالے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بچھو، چوہا، کاٹنے والا کتا، کوا اور چیل۔

٣٣١٦: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ كَثِيْرٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا رَفَعَهُ قَالَ خَمِّرُوْا الْآنِيَةَ وَأَوْكُوا الْأَسْقِيَةَ وَأَجِيْفُوا الْأَبْوَابَ وَاكْفِتُوا صِبْيَانَكُمْ عِنْدَ الْمَسَاءِ☆ فَإِنَّ لِلْجِنِّ انْتِشَارًا وَخَطْفَةً وَأَطْفِئُوا الْمَصَابِيْحَ عِنْدَ الرُّقَادِ فَإِنَّ الْفُوَيْسِقَةَ رُبَّمَا اجْتَرَّتِ الْفَتِيْلَةَ فَأَحْرَقَتْ أَهْلَ الْبَيْتِ. قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَحَبِيْبٌ عَنْ عَطَاءٍ فَإِنَّ لِلشَّيَاطِيْنِ.

۳۳۱۶: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کثیر سے، کثیر نے عطاء سے، عطاء نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے اس روایت کو آنحضرت ﷺ تک پہنچایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: برتنوں کو ڈھانکے رکھو اور مشکوں کا منہ باندھو، دروازوں کو بند کرو اور عشاء☆ کے وقت گھروں سے باہر جانے سے اپنے بچوں کو روکے رکھو۔ کیونکہ جنّ پھیلتے اور جھپٹتے ہیں اور سوتے وقت چراغ گل کیا کرو۔ کیونکہ چوہیا بھی کبھی بتی کھینچ کر لے جاتی ہے اور گھر والوں کو جلا دیتی ہے۔ ابن جریج اور حبیب نے عطاء سے روایت کرتے ہوئے جنّ کے لفظ کی بجائے شیطان نقل کیا (اور کہا کہ وہ پھیلتے اور جھپٹتے ہیں۔)

اطرافهُ: ٣٢٨٠، ٣٣٠٤، ٥٦٢٣، ٥٦٢٤، ٦٢٩٥، ٦٢٩٦۔

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ "الْعِشَاءِ" ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۵ صفحہ ۱۹۶) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

٣٣١٧: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ إِسْرَائِيْلَ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَارٍ فَنَزَلَتْ وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ○ (المرسلات: ٢) وَإِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيْهِ إِذْ خَرَجَتْ حَيَّةٌ مِنْ جُحْرِهَا فَابْتَدَرْنَاهَا لِنَقْتُلَهَا فَسَبَقَتْنَا فَدَخَلَتْ جُحْرَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُقِيَتْ شَرَّكُمْ كَمَا وُقِيْتُمْ شَرَّهَا. وَعَنْ إِسْرَائِيْلَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ مِثْلَهُ. قَالَ وَإِنَّا لَنَتَلَقَّاهَا مِنْ فِيْهِ رَطْبَةً. وَتَابَعَهُ أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُّغِيْرَةَ. وَقَالَ حَفْصٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَسُلَيْمَانُ بْنُ قَرْمٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللهِ.

اطرافہُ: ١٨٣٠، ٤٩٣٠، ٤٩٣١، ٤٩٣٤۔

۳۳۱۷: عبدہ بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ بن آدم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اسرائیل سے، اسرائیل نے منصور سے، منصور نے ابراہیم سے، ابراہیم نے علقمہ سے، علقمہ نے حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غار میں تھے کہ سورۃ المرسلٰت نازل ہوئی اور ہم ابھی آپؐ کے منہ سے سیکھ ہی رہے تھے کہ اتنے میں ایک سانپ اپنے بِل میں سے نکلا اور ہم اس کی طرف جلدی سے لپکے کہ اسے مار ڈالیں۔ مگر وہ ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی اپنے بِل میں گُھس گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس طرح تم اس کے شر سے بچائے گئے ہو، وہ تمہارے شر سے بچایا گیا ہے۔ اور (یحییٰ نے) اسرائیل سے، اسرائیل نے اعمش سے، اعمش نے ابراہیم سے، ابراہیم نے علقمہ سے، علقمہ نے حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) سے اسی طرح کی حدیث نقل کی۔ اس میں یوں ہے کہ ہم ابھی اس (سورۃ) کو آپؐ کے منہ سے تازہ بتازہ سیکھ ہی رہے تھے۔ (اسرائیل کی طرح) ابوعوانہ نے بھی مغیرہ سے یہی نقل کیا۔ اور حفص (بن غیاث) اور ابومعاویہ اور سلیمان بن قرم نے اعمش سے، اعمش نے ابراہیم سے، ابراہیم نے اسود سے، اسود نے حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) سے نقل کیا۔

٣٣١٨: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَخَلَتْ امْرَأَةٌ النَّارَ فِي هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ. قَالَ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

اطرافهُ: ٢٣٦٥، ٣٤٨٢.

۳۳۱۸: نصر بن علی نے ہم سے بیان کیا۔ عبدالاعلیٰ نے ہمیں خبر دی۔ عبید اللہ بن عمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے آگ میں داخل ہوئی۔ اس نے اس کو باندھے رکھا۔ نہ تو اسے کھلایا اور نہ اسے چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھاتی۔ عبدالاعلیٰ نے کہا: ہمیں عبیداللہ نے اسی طرح بتایا ہے۔ انہوں نے سعید مقبری سے، سعید نے حضرت ابوہریرہؓ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی روایت کی۔

٣٣١٩: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَزَلَ نَبِيٌّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَلَدَغَتْهُ نَمْلَةٌ فَأَمَرَ بِجَهَازِهِ فَأُخْرِجَ مِنْ تَحْتِهَا ثُمَّ أَمَرَ بِبَيْتِهَا فَأُحْرِقَ بِالنَّارِ فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ فَهَلَّا نَمْلَةً وَّاحِدَةً.

طرفهُ: ٣٠١٩.

۳۳۱۹: اسماعیل بن ابی اویس نے ہم سے بیان کیا، کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابوالزناد سے، ابوالزناد نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبیوں میں سے ایک نبی نے کسی درخت کے نیچے ڈیرہ لگایا ہوا تھا۔ ایک چیونٹی نے ان کو کاٹا۔ انہوں نے اپنے سامان کو اُٹھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ درخت کے نیچے سے وہ سامان نکال لیا گیا۔ پھر انہوں نے ان چیونٹیوں کے گھر کے متعلق حکم دیا اور وہ آگ سے جلا دیا گیا۔ اللہ نے انہیں وحی کی کہ کیوں نہ ایک ہی چیونٹی کو جلایا۔

تشریح: **خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ فَوَاسِقُ:** یہ باب بھی سابقہ باب ہی کے تسلسل میں ہے اور اس کے تحت چھ روایتیں ہیں۔ جن میں پانچ موذی جانوروں کا ذکر ہے اور انہیں مارنے یا ان کے شر سے محفوظ رہنے کی ہدایت ہے۔

نَـزَلَ نَبِيٌّ ... فَلَدَغَتْهُ نَمْلَةٌ فَأَمَرَ: روایت نمبر ۳۳۱۹ کا تعلق قصص بنی اسرائیل سے ہے۔ یہ روایت کتاب الجہاد والسیر میں بھی آئی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: **قَرَصَتْ نَمْلَةٌ نَبِيًّا مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَأُحْرِقَتْ** (کتاب الجهاد باب ۱۵۳، روایت نمبر ۳۰۱۹) اس سے موذی جانور کے ہلاک کرنے سے متعلق استدلال کیا گیا ہے۔ لفظ قَرْيَةٌ عربی زبان میں چیونٹیوں کے گھروندے کے لئے استعمال ہوتا ہے جس طرح وَطَن انسان کی جائے سکونت، عَطَن اونٹ کی، عَرِين اور غابة شیر کی، كِنَاس ہرن کی، وِجَار ریچھ کی، عُش پرندے کی اور نَافِق چوہے اور چھچھوندر کی رہائش گاہ کے لئے۔ (فتح الباری جزء ۶ صفحہ ۴۳۲) اس قصے سے یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ یہ جاندار مخلوق بَدْءُ الْخَلْق کے سلسلۂ کائنات کا ایک ضروری حصہ ہے۔ ان میں سے موذی جانداروں کے ایذاء سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا جا سکتا ہے اور ان کے قتل کرنے کی اجازت محدود ہے۔ وہی نابود کیا جائے جس سے ضرر کا اندیشہ ہو۔ اس اجازت سے ظاہر ہے کہ یہ کائنات انسان کے زیر تسخیر ہے نہ کہ انسان ان کی زیر تسخیر۔ جیسا کہ مشرکین کا وہم ہے کہ ہر شئے مسکن جانّ (پوشیدہ ارواح) ہیں جنہیں اگر خوش نہ رکھا گیا تو وہ ضرر رساں ہوں گی۔ حجر وشجر اور کواکب پرستی مشرکین کے اسی قسم کے توہمات تھے۔

بَاب ۱۷: إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ فَإِنَّ فِي إِحْدَى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَفِي الْأُخْرَى شِفَاءً

تم میں سے کسی کے پینے کی چیز میں جب مکھی گر پڑے تو چاہیے کہ وہ اس کو ڈبو دے
کیونکہ اس کے دو پَروں میں سے ایک میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفاء

۳۳۲۰: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُتْبَةُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ بْنُ حُنَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَقَعَ

۳۳۲۰: خالد بن مخلد نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان بن بلال نے ہمیں بتایا، کہا: عتبہ بن مسلم نے مجھ سے بیان کیا، کہا: عبید بن حنین نے مجھے بتایا، کہا: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کے پینے کی چیز میں جب مکھی گر پڑے تو چاہیے

الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ فَإِنَّ فِي إِحْدَى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَالْأُخْرَى شِفَاءً.

طرفهُ: ٥٧٨٢۔

کہ وہ اسے ڈبودے اور پھر اسے نکال ڈالے۔ کیونکہ اس کے پَروں میں سے ایک پَر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا۔

٣٣٢١: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْأَزْرَقُ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُفِرَ لِامْرَأَةٍ مُّوْمِسَةٍ مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلَى رَأْسِ رَكِيٍّ يَلْهَثُ قَالَ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ فَنَزَعَتْ خُفَّهَا فَأَوْثَقَتْهُ بِخِمَارِهَا فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ فَغُفِرَ لَهَا بِذَلِكَ.

طرفهُ: ٣٤٦٧۔

۳۳۲۱: حسن بن صباح نے ہمیں بتایا کہ اسحاق ازرق نے ہم سے بیان کیا کہ عوف نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حسن اور ابن سیرین سے، ان دونوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: ایک کنچنی عورت بخش دی گئی۔ وہ کنویں کے کنارے پر ایک کتے کے پاس سے گزری تھی جو ہانپ رہا تھا۔ فرمایا: قریب تھا کہ پیاس اسے ہلاک کردے۔ اس (کنچنی) نے اپنا موزہ اُتارا اور اس کو اپنی اوڑھنی سے باندھ کر اس کے لئے پانی نکالا۔ اس وجہ سے اس کی مغفرت ہوئی۔

٣٣٢٢: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْتُهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ كَمَا أَنَّكَ هَا هُنَا أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا صُوْرَةٌ.

۳۳۲۲: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے یہ حدیث زُہری سے اس طرح یاد رکھی ہے (کہ مجھے اس میں کوئی شک نہیں) جس طرح (اس میں شک نہیں) کہ تم یہاں ہو۔ (انہوں نے کہا:) عبیداللہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے، حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہم سے، حضرت ابوطلحہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا اور مورت ہو۔

اطرافهُ: ٣٢٢٥، ٣٢٢٦، ٤٠٠٢، ٥٩٤٩، ٥٩٥٨۔

٣٣٢٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ.

۳۳۲۳: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا۔

٣٣٢٤: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ يَّحْيَى قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا يَنْقُصْ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ كَلْبَ مَاشِيَةٍ.

طرفہ: ٢٣٢٢۔

۳۳۲۴: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا۔ ہمام نے ہمیں بتایا کہ یحيٰی سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: ابوسلمہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کتا رکھا، اس کے عمل سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا جائے گا۔ مگر کھیت یا مویشیوں کی نگہبانی کے لئے اگر کتا رکھا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

٣٣٢٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ قَالَ أَخْبَرَنِي يَزِيْدُ بْنُ خُصَيْفَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي السَّائِبُ بْنُ يَزِيْدَ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ أَبِي زُهَيْرٍ الشَّنَئِيَّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا لَا يُغْنِي عَنْهُ زَرْعًا وَلَا ضَرْعًا نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ فَقَالَ السَّائِبُ أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا عَنْ

۳۳۲۵: عبداللہ بن مسلمہ نے ہم سے بیان کیا کہ سلیمان (بن بلال) نے ہمیں بتایا، کہا: یزید بن خُصَیفہ نے مجھے بتایا۔ یزید نے کہا: حضرت سائب بن یزیدؓ نے مجھے بتایا کہ انہوں نے حضرت سفیان بن ابی زُہَیر شَنَئیؓ سے سنا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: جس نے ایسا کتا رکھا جو نہ کھیتی کی حفاظت کے کام آتا ہو اور نہ اونٹ بکریوں کی حفاظت کے، اس کے عمل سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا جائے گا۔ حضرت سائبؓ نے پوچھا: کیا آپؓ نے رسول اللہ

رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِي وَرَبِّ هَذِهِ الْقِبْلَةِ.
صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں اور اس قبلہ کے ربّ کی قسم ہے۔

طرفہ: ۲۳۲۳۔

تشریح: **اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ:** روایت نمبر ۳۳۲۰ میں جو ارشادِ نبوی مکھی سے متعلق وارد ہوا ہے، وہ اس مسلمہ اصل پر مبنی ہے کہ ہر مخلوق میں نفع وضرر کے پہلو پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ الفلق میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ کائناتِ عالم کی ہر شئے باعث خیر وشر ہے اور ہر چیز کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کا حکم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ظاہر ہے کہ مکھی میں خیر کا بھی پہلو ہے۔ اگر ذہن میں یہ امر ہو تو پینے والا پینے کے برتن سے مکھی نکال کر بغیر کراہت محسوس کئے پی سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ نازک احساس ہے تو اس کے لئے ضروری نہیں کہ وہ پئے۔ بعض لوگوں کا احساس اتنا شدید ہوتا ہے کہ ناپسندیدہ یا بدمزہ شئے ان کے حلق سے قطعاً نہیں اُتر سکتی۔ اگر طبیعت پر زور دے کر وہ پئیں تو وہ قے ہو جائے۔ مذکورہ بالا ارشادِ نبوی حکم نہیں بلکہ ایسی ہدایت ہے جس سے کم احساس رکھنے والے احساسِ کراہت کا ازالہ کر سکتے ہیں۔ احساس کی کمی وبیشی کا تعلق ذہنی تصور سے ہے جو بدلا جا سکتا ہے۔ امام بخاریؒ یہ روایت کتاب الطب (باب ۵۸) میں بھی لائے ہیں۔

مَرَّتْ بِكَلْبٍ عَلَى رَأْسِ رَكِيٍّ: روایت نمبر ۳۳۲۱ سے جانداروں پر رحم کا سبق سکھایا گیا ہے۔ کتاب بَدْءُ الْخَلْق کے ابواب ایک بامعنی ترتیب سے قائم کئے گئے ہیں جن کا خاتمہ اس امر پر ہے کہ کائنات کی ہر شئے کارآمد ہے حتیٰ کہ مکھی اور کتے بھی۔ روایت نمبر ۳۳۲۳ میں جن کتوں کے مار ڈالنے کا ذکر ہے وہ نقصان دہ اور موذی کتے ہیں۔

عہد نامہ قدیم میں پہلی کتاب کا نام پیدائش ہے جو اِن الفاظ سے شروع ہوتی ہے:

> ''خدا نے ابتداء میں زمین وآسمان کو پیدا کیا اور زمین ویران اور سنسان تھی اور گہراؤ کے اوپر اندھیرا تھا اور خدا کی روح پانی کی سطح پر جنبش کرتی تھی۔ اور خدا نے کہا کہ روشنی ہو جا اور روشنی ہو گئی اور خدا نے دیکھا کہ روشنی اچھی ہے اور خدا نے روشنی کو تاریکی سے جدا کیا اور خدا نے روشنی کو تو دِن کہا اور تاریکی کو رات۔ اور شام ہوئی اور صبح ہوئی۔ سو پہلا دن ہوا۔'' (پیدائش باب ۱ آیت ۱ تا ۵)

ایسی کتاب یہود اور نصاریٰ کے نزدیک کلام اللہ ہو تو ہو، اس کا کتاب بَدْءُ الْخَلْق سے ذرا مقابلہ یا موازنہ کیا جائے، جسے امام بخاریؒ نے آیاتِ قرآن کریم اور احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال صحابہ کرامؓ وغیرہ کو مدنظر رکھ کر ترتیب دیا ہے۔ دونوں کے مضامین اور ترتیب ابواب میں جو فرق ہے، وہ خود بخود نمایاں ہو جائے گا۔ ایک میں تذکرۂ پیدائش کائنات عالم کہ ابتداء میں زمین وآسمان اور دن رات، صبح وشام کا ظہور ہوا۔ اور بتایا گیا ہے کہ خالق نے انسان کو اپنا شبیہ بنا کر برّ وبحر کو اسے معمور ومحکوم کرنے کا اختیار دیا ہے اور اس کتاب کے خاتمہ پر حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ

بیٹوں اوران سے بارہ قبیلے پیدا ہونے کا ذکر باسلوب افسانہ نویسی۔اور کتاب بَـدْءُ الْـخَـلْـق میں کائناتِ عالم سے بڑی سے بڑی اور لطیف سے لطیف موجودات کا ذکر ترتیب سے چلتا اور ادنیٰ سے ادنیٰ مخلوقات کے ذکر پر ختم ہوتا ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ ان میں سے کوئی شئے عبث نہیں۔ ہر شئے انسان کے لئے مفید اور کارآمد ہے جس پر خالق نے اسے قدرتِ تسخیر وتصرف دی ہے۔ وہ اس کے خیر سے متمتع اور اس کے شر سے محفوظ ہوسکتا ہے۔اسے موذی اشیاء کو ہلاک کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔اس کتاب کے بعد اور اسی مضمون بَدْءُ الْخَلْق کے تعلق میں آدم کی پیدائش اور ان کی ذریت میں سے اعلیٰ طبقہ یعنی انبیاء کا ذکر ہے۔کتاب پیدائش مرتّبہ احبارِ یہود اور کتب اناجیل مرتّبہ حواری کا کتاب بَـدْءُ الْـخَـلْـق مرتّبہ امام بخاریؒ سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو ان کے درمیان فرق ظاہر ہو جائے گا۔کتاب پیدائش کا یہ فقرہ کہ ''خدا کی روح پانی کی سطح پر جنبش کرتی تھی'' جتنا بھونڈا ہے،اس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں۔قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کو خَـالِـقُ كُلِّ شَـیءٍ، خَالِقُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ، خَالِقُ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْر قرار دیا گیا ہے۔وہ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْض ہے جس کے نور کی تجلی کا ایک نمونہ انبیاء علیہم السلام کا وجود ہے جن میں نفخ روحانی کر کے صفاتِ باری تعالیٰ کا مشاہدہ کرایا گیا ہے۔تورات کے مذکورہ بالا فقرہ سے بڑھ کر بھونڈا انجیل یوحنا کا یہ فقرہ ہے:

''ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔''
(یوحنا، باب ۱، آیت ۱ تا ۳)

جس قدر سوفسطائیہ یہ فقرہ ہے،اسے کوئی منطق صحیح قرار نہیں دے سکتی۔کیونکہ متکلم کے بغیر کلام کا وجود ناممکن ہے۔ سیدھا یہ کیوں نہ مان لیا جائے کہ ابتداء میں خَـالِقُ كُلِّ شَیءٍ کا وجود تھا جو صفت تکلّم اور دیگر تمام صفاتِ حسنہ سے متصف تھا۔عیسائی صاحبان کی منطق اگر اپنی کتاب تک ہی محدود رہتی تو ہمیں زیادہ افسوس نہ ہوتا۔لیکن افسوس اس امر کا ہے کہ ان کے مُنَادقرآنِ مجید میں حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت كَلِمَةٌ مِّنْهُ وارد شدہ دیکھ کر جہلاء کو دھوکا دیتے اور کہتے ہیں کہ دیکھا اسلام کی کتاب قرآنِ مجید نے بھی مسیح کو خدا تسلیم کر لیا ہے۔ایک غیر منطقی قول جو اُن کے کسی حواری کا ہوگا،اسے اُٹھا کر اس کتاب مبین کے ایک فقرہ كَلِمَةٌ مِّنْهُ پر چسپاں کر دینا سوءِ تصرف ہے جس نے بار بار مسیح کو (عَبْدًا لِلّٰه) اللہ کا بندہ قرار دیا ہے اور جو مخلوق پرستی کی مذمت وبُرائی اور توحید باری تعالیٰ سے بھری پڑی ہے۔اور یہ فقرہ عربی زبان میں ہے جس کے معنی ہیں مسیح کی پیدائش اللہ کی ایک پیشگوئی تھی۔لفظ كَلِمَة سے یوحنا کا قول مراد لینا اور قرآنِ مجید سے حضرت مسیح علیہ السلام کی خدائی ثابت کرنا مغالطہ اور فریب دہی کی بڑی عمدہ مثال ہے۔جس سے سورۃ آل عمران کی آیت فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِي قُلُوْبِهِمْ زَيْـغٌ فَيَتَّبِـعُـوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيْلِهٖ (آل عمران:۸) کا مفہوم بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔اس تعلق میں دیکھئے کتاب التفسیر سورۃ آل عمران باب ۱۔ وہاں ترجمہ آیت اور شرح تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿✿

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٦٠- كِتَابُ أَحَادِيْثِ الْأَنْبِيَاءِ

بَاب ۱ : خَلْقُ آدَمَ وَ ذُرِّيَّتِهِ

آدم (علیہ صلوات اللہ) اوران کی اولاد کی پیدائش

صَلْصَالٍ (الرحمن: ١٥) طِيْنٌ خُلِطَ بِرَمْلٍ فَصَلْصَلَ كَمَا يُصَلْصِلُ الْفَخَّارُ وَيُقَالُ مُنْتِنٌ يُرِيْدُوْنَ بِهِ صَلَّ كَمَا يُقَالُ صَرَّ الْبَابُ وَصَرْصَرَ عِنْدَ الْإِغْلَاقِ مِثْلُ كَبْكَبْتُهُ يَعْنِي كَبَبْتُهُ.

صَلْصَال کے معنی ہیں گیلی مٹی جس میں ریت ملی ہوئی ہو اور وہ ایسی آواز دے جیسے مٹی کا برتن آواز دیتا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ (صَلْصَال کے معنی) بدبودار (کے ہوتے ہیں) اور ان کی مراد اس سے یہ ہے کہ یہ لفظ صَلَّ سے مشتق ہے (فَعْلَلَ کے وزن پر صَلْصَلَ ہے) جیسے (صَرَّ سے صَرْصَرَ) کہتے ہیں صَرَّ الْبَابُ وَصَرْصَرَ (الْبَابُ) یعنی بند کرتے وقت دروازے سے آواز نکلی۔ جیسے كَبْكَبْتُهُ اور كَبَبْتُهُ ہے جس کے معنی ہیں میں نے اسے پچھاڑ دیا۔

فَمَرَّتْ بِهٖ (الأعراف: ١٩٠) اسْتَمَرَّ بِهَا الْحَمْلُ فَأَتَمَّتْهُ. اَلَّا تَسْجُدَ (الأعراف: ١٣) أَنْ تَسْجُدَ.

حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ یعنی حمل کو اُٹھائے آسانی سے اِدھر اُدھر چلتی پھرتی رہی اور اس طرح اس نے وہ مدتِ حمل و وضع کی جو مقرر ہے پوری کی۔ (اور اسی سورۃ میں فرمایا: مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ أَمَرْتُكَ یعنی سجدہ کرنے سے تو کیوں رکا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا (کہ آدم کو سجدہ کرو۔)

وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى: وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ط (البقرة: ٣١)

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: جب تیرے ربّ نے ملائکہ سے کہا میں اس زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (الطارق:٥) إِلَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ. فِيْ كَبَدٍ (البلد:٥) فِي شِدَّةِ خَلْقٍ. وَرِيَاشًا الْمَالُ وَقَالَ غَيْرُهُ الرِّيَاشُ وَالرِّيْشُ وَاحِدٌ وَهُوَ مَا ظَهَرَ مِنَ اللِّبَاسِ.

حضرت ابن عباسؓ نے کہا: یہ جو آتا ہے لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ یہاں لَمَّا کے معنی إِلَّا کے ہیں۔ ترجمہ یوں ہوگا: مگر ضرور اس نفس پر ایک نگہبان (مقرر) ہے۔ (فرمایا: لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ) فِي كَبَدٍ کے معنی شدتِ خلق کے ہیں۔ (یعنی پیدائش کے دوران اسے سخت حالتوں میں سے گزرنا پڑا) رِيَاش کے معنی ہیں مال اور دوسروں نے کہا: رِيَاش اور رِيْش ایک ہی ہیں اور رِيْش کے معنی اس لباس کے ہیں جو ظاہر نظر آتا ہو۔

مَا تُمْنُوْنَ (الواقعة:٥٩) النُّطْفَةُ فِي أَرْحَامِ النِّسَاءِ.

مَا تُمْنُوْنَ سے مراد نطفہ ہے جو عورتوں کے رحموں میں تم ڈالتے ہو۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ (الطارق:٩) النُّطْفَةُ فِي الْإِحْلِيْلِ. كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ (السجدة:٨) فَهُوَ شَفْعٌ السَّمَاءُ شَفْعٌ. وَالْوَتْرُ (الفجر:٤) اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ. فِيْ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (التين:٥) فِي أَحْسَنِ خَلْقٍ. أَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ (التين:٦) إِلَّا مَنْ آمَنَ. خُسْرٍ (العصر:٣) ضَلَالٍ، ثُمَّ اسْتَثْنَى فَقَالَ إِلَّا مَنْ آمَنَ. لَازِبٍ (الصافات:١٢) لَازِمٍ. نُنْشِئَكُمْ (الواقعة:٦٢) فِي أَيِّ خَلْقٍ نَّشَاءُ. نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ (البقرة:٣١) نُعَظِّمُكَ.

اور مجاہد نے کہا: آیت إِنَّهُ عَلٰى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ سے یہ مراد ہے کہ وہ اس نطفہ کو ذَکر میں دوبارہ لوٹانے پر قادر ہے۔ (اَلَّذِی أَحْسَنَ) كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ سے مراد ہے کہ ہر چیز کو جوڑا پیدا کیا گیا ہے۔ آسمان بھی (زمین کا) جوڑا ہے اور طاق و یکتا اللہ عزوجل ہی کی ذات ہے۔ أَحْسَنِ تَقْوِيْم سے مراد بہترین پیدائش ہے اور پھر فرمایا: (ثُمَّ رَدَدْنٰهُ) أَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ یعنی ہم نے اس کو پست ترین کردیا۔ سوائے ان کے جو ایمان لائے ہیں اور خُسْر سے مراد گمراہی ہے۔ پھر استثناء کیا اور فرمایا مگر وہ لوگ جو ایمان لائے۔ لَازِب سے مراد چپکنے والی۔ نُنْشِئَكُمْ کے معنی ہیں جس پیدائش میں ہم چاہیں تم کو پیدا کرتے ہیں۔ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ کے معنی ہیں ہم تیری بڑائی بیان کرتے ہیں۔

وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ فَتَلَقّٰىٓ اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ (البقرة:٣٨) فَهُوَ قَوْلُهُ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا (الأعراف: ٢٤).

اورابوالعالیہ نے کہا: (یہ جوفرمایا) فَتَلَقّٰی آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمَاتٍ یعنی آدمؑ نے اپنے ربّ سے چند کلمات سیکھے، یہ کلمات حضرت آدمؑ کی یہ دعا ہے: اے ہمارے ربّ! ہم نے اپنی جانوں پرظلم کیا اور اگر تو نے ہماری پردہ پوشی فرماتے ہوئے ہم سے درگزر نہ کیا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو یقیناً ہم نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہونگے۔

فَاَزَلَّهُمَا (البقرة:٣٧) فَاسْتَزَلَّهُمَا. وَ يَتَسَنَّهْ (البقرة:٢٦٠) يَتَغَيَّرْ. اٰسِنٍ (محمد:١٦) مُتَغَيِّرٌ. وَالْمَسْنُوْنُ الْمُتَغَيِّرُ. حَمَاٍ (الحجر:٢٧) جَمْعُ حَمْأَةٍ وَهُوَ الطِّيْنُ الْمُتَغَيِّرُ. يَخْصِفٰنِ (الأعراف:٢٣) أَخْذُ الْخِصَافِ مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (الأعراف:٢٣) يُؤَلِّفَانِ الْوَرَقَ وَيَخْصِفَانِ بَعْضَهُ إِلَى بَعْضٍ. سَوْاٰتِهِمَا (الأعراف:٢٨) كِنَايَةٌ عَنْ فَرْجَيْهِمَا. وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (البقرة:٣٧) (الأعراف:٢٥) هَاهُنَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. الْحِيْنُ عِنْدَ الْعَرَبِ مِنْ سَاعَةٍ إِلَى مَا لَا يُحْصَى عَدَدُهُ. قَبِيْلُهٗ (الأعراف:٢٨) جِيْلُهُ الَّذِي هُوَ مِنْهُمْ.

(یہ جوفرمایا:) فَأَزَلَّهُمَا اس سے یہ مراد ہے کہ شیطان نے ان دونوں کو پھسلانا چاہا (اور) لَمْ يَتَسَنَّهْ کے معنی ہیں بگڑا نہیں۔ آسِن کے معنی ہیں بگڑا ہوا (اور غَيْرُ آسِنٍ کے معنی غیر متغیر) مَسْنُوْن کے معنی ہیں متغیر اور حَمَأٌ جمع ہے حَمْأَةٌ کی اور حَمْأَةٌ وہ کیچڑ ہوتا ہے جو بدبودار ہو۔ طَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ یعنی وہ دونوں اس باغ کے پتوں کو ایک دوسرے سے چپکا کر اپنے آپ کو ڈھانپنے لگے۔ سَوْاٰتِهِمَا میں اشارہ ہے ان کی شرمگاہوں کی طرف۔ اور فرمایا: مَتَاعٌ إِلٰى حِيْن ۔ حِيْن سے مراد یہاں روزِ قیامت تک ہے۔ عربوں کے نزدیک حِيْن کا لفظ ایک گھڑی سے لے کر اس زمانہ تک بولا جاتا ہے جو گنتی میں نہ آسکے۔ قَبِيْلُهُ کے معنی ہیں (شیطان کا) گروہ جس میں سے وہ خود ہے۔

٣٣٢٦: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ

۳۳۲۶: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معمر سے، معمر

هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللهُ آدَمَ وَطُولُهُ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلَى أُولَئِكَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّوْنَكَ تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالُوْا السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ فَزَادُوْهُ وَرَحْمَةُ اللهِ فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُوْرَةِ آدَمَ فَلَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ حَتَّى الْآنَ.

طرفهُ: ٦٢٢٧۔

نے ہمام سے، ہمام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ نے آدم کو پیدا کیا اور ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ رکھی گئی۔ پھر فرمایا: تم جاؤ اور ان فرشتوں کو سلام کرو اور سنو جو سلام کا جواب تمہیں دیں، وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ آدم نے کہا: السلام علیکم (یعنی تم پر سلامتی ہو) فرشتوں نے کہا: السلام علیک ورحمۃ اللہ۔ (یعنی سلامتی اور اللہ کی رحمت تجھ پر ہو) انہوں نے ورحمۃ اللہ کے الفاظ ان کے سلام پر زیادہ کئے۔ سو ہر ایک جو جنت میں داخل ہوگا، آدم کی صورت پر ہوگا اور تبھی سے اب تک بناوٹ میں کمی ہو رہی ہے۔

٣٣٢٧: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ زُمْرَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلَى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ عَلَى أَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً لَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَتْفِلُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ

٣٣٢٧: قُتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمارہ سے، عمارہ نے ابوزُرعہ سے، ابوزُرعہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا، وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا۔ پھر جو ان کے بعد جائیں گے، وہ اس چمک دار ستارے کی طرح ہوں گے جو آسمان میں نہایت ہی روشن ہے۔ وہ نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ اور نہ تھوکیں گے اور نہ ناک کی رینٹھ نکالیں گے۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کا پسینہ مشک (کستوری) ہوگا اور ان کی

الْأَلَنْجُوْجُ عُوْدُ الطِّيْبِ وَأَزْوَاجُهُمُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ عَلَى خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ عَلَى صُوْرَةِ أَبِيْهِمْ آدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ.

اطرافهُ: ٣٢٤٥، ٣٢٤٦، ٣٢٥٤۔

انگیٹھیوں میں عود یعنی خوشبودار اگر جلے گا۔ ان کی بیویاں خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں والی ہوں گی۔ سب ایک ہی مرد کی بناوٹ میں ہوں گے۔ یعنی اپنے باپ آدم کی شکل پر جو ساٹھ ہاتھ اونچائی میں تھے۔

٣٣٢٨: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ اللهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ الْغَسْلُ إِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ نَعَمْ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ. فَضَحِكَتْ أُمُّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يُشْبِهُ الْوَلَدُ.

اطرافهُ: ١٣٠، ٢٨٢، ٦٠٩١، ٦١٢١۔

٣٣٢٨: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحیٰ (قطان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام بن عروہ سے، ہشام نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے زینب بنت ابی سلمہ سے، زینب نے حضرت امّ سلمہؓ سے روایت کی کہ حضرت امّ سُلیمؓ (حضرت انسؓ کی والدہ) نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ حق بات سے نہیں شرماتا۔ کیا عورت کے لئے بھی نہانا ضروری ہے، جب اس کو احتلام ہو؟ فرمایا: ہاں۔ اگر وہ پانی دیکھے۔ یہ سن کر حضرت امّ سلمہؓ ہنس پڑیں اور کہنے لگیں: کیا عورت کو احتلام ہوتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر بچہ (اس کے) مشابہ کیوں ہوتا ہے؟

٣٣٢٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بَلَغَ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَلَامٍ مَقْدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَأَتَاهُ فَقَالَ إِنِّي سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا نَبِيٌّ قَالَ مَا

٣٣٢٩: محمد بن سلام نے ہم سے بیان کیا کہ (مروان) فزاری نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حُمَید سے، حُمَید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت عبداللہ بن سلامؓ کو خبر پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آرہے ہیں۔ پھر وہ آپؐ کے پاس آئے۔ کہنے لگے: میں آپؐ سے تین باتیں پوچھنے لگا ہوں جنہیں صرف نبی ہی جانتا ہے۔ انہوں

أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَمِنْ أَيِّ شَيْءٍ يَنْزِعُ الْوَلَدُ إِلَى أَبِيْهِ وَمِنْ أَيِّ شَيْءٍ يَنْزِعُ إِلَى أَخْوَالِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَّرَنِي بِهِنَّ آنِفًا جِبْرِيْلُ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ ذَاكَ عَدُوُّ الْيَهُوْدِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَوَّلُ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ وَأَمَّا أَوَّلُ طَعَامٍ يَأْكُلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوْتٍ وَأَمَّا الشَّبَهُ فِي الْوَلَدِ فَإِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَشِيَ الْمَرْأَةَ فَسَبَقَهَا مَاؤُهُ كَانَ الشَّبَهُ لَهُ وَإِذَا سَبَقَ مَاؤُهَا كَانَ الشَّبَهُ لَهَا قَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ الْيَهُوْدَ قَوْمٌ بُهْتٌ إِنْ عَلِمُوْا بِإِسْلَامِي قَبْلَ أَنْ تَسْأَلَهُمْ بَهَتُوْنِي عِنْدَكَ فَجَاءَتِ الْيَهُوْدُ وَدَخَلَ عَبْدُ اللهِ الْبَيْتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ

نے کہا: قیامت کی نشانیوں میں سے پہلی نشانی کیا ہے؟ اور وہ کونسا پہلا کھانا ہے جو جنتی کھائیں گے؟ اور کس وجہ سے بچہ اپنے باپ سے مشابہ ہوتا ہے اور کس وجہ سے اپنے ننہال سے مشابہ ہوتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے جبریل نے ابھی ابھی یہ باتیں بتا دی ہیں۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا: یہ (جبریل) ملائکہ میں سے یہودیوں کا دشمن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی علامتوں میں سے پہلی علامت وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف ہانک کر لے جائے گی اور پہلا کھانا جو جنتی کھائیں گے وہ فالتو ٹکڑا ہے جو مچھلی کے کلیجہ پر ہوتا ہے اور بچہ میں جو مشابہت ہوتی ہے وہ اس لئے کہ جب مرد عورت سے جماع کرتا ہے اگر مرد کا پہلے انزال ہو تو مشابہت اس کی ہوتی ہے اور اگر عورت کا پہلے ہو تو مشابہت عورت کی ہوتی ہے۔ (حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے آنحضرت ﷺ کے جوابات سن کر) کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر اس کے بعد انہوں نے کہا: یارسول اللہ! یہود انتہا درجہ کے جھوٹے فریبی لوگ ہیں۔ اگر انہوں نے جان لیا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے پیشتر اس کے کہ آپؐ ان سے میرے متعلق پوچھیں تو وہ مجھ پر بہتان لگائیں گے۔ اتنے میں یہودی آ گئے اور حضرت عبداللہ (بن سلامؓ) کوٹھڑی میں چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم میں عبداللہ بن سلامؓ کیسے آدمی ہیں؟ کہنے لگے:

رَجُلٍ فِيْكُمْ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوْا أَعْلَمُنَا وَابْنُ أَعْلَمِنَا وَأَخْبَرُنَا☆ وَابْنُ أَخْبَرِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللهِ قَالُوْا أَعَاذَهُ اللهُ مِنْ ذَلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللهِ إِلَيْهِمْ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ فَقَالُوْا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا وَوَقَعُوْا فِيْهِ.

اطرافہ: ٣٩١١، ٣٩٣٨، ٤٤٨٠۔

وہ ہم میں سب سے بڑھ کر عالم ہیں اور ہم میں سب سے بڑھ کر عالم کے بیٹے ہیں اور ہم سب سے بہتر☆ ہیں اور سب سے بہتر آدمی کے بیٹے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھلا بتاؤ تو سہی اگر عبداللہ مسلمان ہو جائیں؟ وہ بولے: اللہ ان کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ ان کے پاس باہر آئے اور کہنے لگے: میں اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اعلان کرتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سن کر یہودی کہنے لگے: یہ ہم میں نہایت برا اور نہایت ہی برے آدمی کا بیٹا ہے اور لگے ان کی مذمت کرنے۔

٣٣٣٠: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ يَعْنِي لَوْ لَا بَنُو إِسْرَائِيْلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ وَلَوْ لَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنَّ أُنْثَى زَوْجَهَا.

طرفہ: ٣٣٩٩۔

٣٣٣٠: بشر بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی کہ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہمام سے، ہمام نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا۔ یعنی اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت نہ سڑتا اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔

٣٣٣١: حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَمُوْسَى بْنُ حِزَامٍ قَالَا حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ

٣٣٣١: ابوکُریب اور موسیٰ بن حزام دونوں نے ہم سے بیان کیا کہ حسین بن علی (بن ولید) نے ہمیں بتایا۔

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق و مطبوعہ انصاریہ میں اس جگہ الفاظ "اَخْيَرُنَا وَابْنُ اَخْيَرِنَا" ہیں۔ (فتح الباری جزء٦ حاشیہ صفحہ ٤٣٧) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَيْسَرَةَ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ.

اطرافهُ: ٥١٨٤، ٥١٨٦۔

انہوں نے زائدہ (بن قدامہ) سے، زائدہ نے میسرہ اشجعی سے، میسرہ نے ابوحازم سے، ابوحازم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے بارے میں میری وصیت پر کاربند ہو۔ بھلائی سے ان کے ساتھ پیش آیا کرو۔ کیونکہ عورت کی پیدائش بھی پسلی ہی کی ہے اور تم دیکھتے ہی ہو کہ پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھا حصہ اوپر کا ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو تو اس کو توڑ دو گے اور اگر اسے چھوڑ دو تو ٹیڑھا ہی رہے گا۔ اس لئے عورتوں کے متعلق میری وصیت پر عمل کرو۔

٣٣٣٢: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللهُ إِلَيْهِ مَلَكًا بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ فَيُكْتَبُ عَمَلُهُ وَأَجَلُهُ وَرِزْقُهُ وَشَقِيٌّ أَمْ سَعِيْدٌ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ فَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ

٣٣٣٢: عمر بن حفص نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا کہ اعمش نے ہم سے بیان کیا کہ زید بن وہب نے ہمیں بتایا۔ حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) نے ہم سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا اور آپؐ سچے ہیں، آپؐ سے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ بھی سچا ہے کہ تم میں ایک اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک آہستہ آہستہ بنتا رہتا ہے۔ پھر وہ اتنی ہی مدت میں علقہ بن جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد اتنی ہی مدت میں مضغہ بن جاتا ہے۔ پھر اللہ اس کے پاس فرشتہ کو چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتا ہے اور لکھا جاتا ہے جو وہ عمل کرے گا اور جس وقت تک وہ دنیا میں رہے گا اور جو اس کا رزق ہوگا اور یہ کہ وہ بدبخت ہوگا یا نیک بخت۔ پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ اسی لئے ایک آدمی دوزخیوں کے کام کر رہا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان

وَ بَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُ النَّارَ.

اطرافهُ: ٣٢٠٨، ٦٥٩٤، ٧٤٥٤.

صرف ایک ہاتھ (فاصلہ) رہتا ہے کہ اتنے میں نوشتہ تقدیر اس پر جلدی سے چل جاتا ہے اور پھر وہ جنتیوں کے کام کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے کہ جنتیوں کے کام کر رہا ہوتا ہے اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہی ہاتھ (فاصلہ) رہتا ہے کہ اتنے میں نوشتہ تقدیر اس پر جلدی سے چل جاتا ہے اور پھر وہ دوزخیوں کے کام کرتا ہے اور دوزخ میں داخل ہوتا ہے۔

٣٣٣٣: حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ وَكَّلَ فِي الرَّحِمِ مَلَكًا فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ نُطْفَةٌ يَا رَبِّ عَلَقَةٌ يَا رَبِّ مُضْغَةٌ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّخْلُقَهَا قَالَ يَا رَبِّ أَذَكَرٌ أَمْ أُنْثَى يَا رَبِّ أَشَقِيٌّ أَمْ سَعِيْدٌ فَمَا الرِّزْقُ فَمَا الْأَجَلُ فَيُكْتَبُ كَذَلِكَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ.

اطرافهُ: ٣١٨، ٦٥٩٥.

۳۳۳۳: ابوالنعمان نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ بن ابی بکر بن انس بن مالک سے، عبیداللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے، حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ نے رحم میں ایک ملک مقرر کیا ہوا ہے جو کہتا ہے: اے ربّ! اب یہ نطفہ ہے۔ اے ربّ! اب یہ علقہ ہے۔ اے ربّ! اب یہ گوشت کا لوتھڑا ہے۔ جب وہ اس کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے: اے ربّ! کیا یہ مرد ہو یا عورت۔ اے ربّ! بدبخت ہو یا نیک بخت۔ اور اس کی روزی کیا ہو اور اس کی عمر کیا ہو۔ یہ سب باتیں ویسی کی ویسی اس کی ماں کے پیٹ میں ہی لکھ دی جاتی ہیں۔

٣٣٣٤: حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

۳۳۳۴: قیس بن حفص نے ہم سے بیان کیا کہ خالد بن حارث نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔

عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ أَنَسٍ يَرْفَعُهُ إِنَّ اللهَ يَقُوْلُ لِأَهْوَنِ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا لَوْ أَنَّ لَكَ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ كُنْتَ تَفْتَدِي بِهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَقَدْ سَأَلْتُكَ مَا هُوَ أَهْوَنُ مِنْ هَذَا وَأَنْتَ فِي صُلْبِ آدَمَ أَنْ لَا تُشْرِكَ بِي فَأَبَيْتَ إِلَّا الشِّرْكَ.

اطرافہ: ٦٥٣٨، ٦٥٥٧۔

انہوں نے ابوعمران جونی سے، ابوعمران نے حضرت انسؓ سے روایت کی۔ وہ اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے (آپؐ نے فرمایا) کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے جسے دوزخیوں میں سب سے ہلکا عذاب ہوگا پوچھے گا، جو کچھ بھی زمین میں ہے اگر تمہارا ہو تو کیا تم اسے دے کر اپنے تئیں چھڑا لوگے؟ وہ کہے گا: ہاں۔ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: میں نے تو تم سے وہ بات چاہی تھی جو اس سے بہت ہی آسان تھی اور ابھی تم آدم کی پشت میں ہی تھے۔ یعنی یہ کہ تم میرا شریک نہ ٹھہرانا، مگر تم نے نہ مانا۔ شریک ہی ٹھہرایا۔

٣٣٣٥: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُرَّةَ عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَنِ ابْنِ آدَمَ الْأَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ.

اطرافہ: ٦٨٦٧، ٧٣٢١۔

٣٣٣٥: عمر بن حفص بن غیاث نے ہمیں بتایا۔ میرے باپ نے ہم سے بیان کیا کہ اعمش نے ہمیں بتایا، کہا: عبداللہ بن مرہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جان بھی ناحق ماری جاتی ہے، اس کے خون کے وبال کا ایک حصہ آدم کے پہلے بیٹے پر پڑتا ہے۔ کیونکہ وہی پہلا شخص ہے جس نے قتل کرنے کی بناء قائم کی۔

تشریح: خَلْقُ آدَمَ وَذُرِّيَّتِهِ: اس باب میں لفظ صَلْصَال کے لغوی مفہوم کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جس طرح گیلی مٹی سے شکل بنانے والا جیسے اس کو ڈھالے گا، ویسے وہ ڈھلتی جائے گی اور جس طرح وہ عامل کا اثر قبول کرتی ہے اسی طرح انسان اپنی تخلیق میں اثر پذیر ہے اور مٹی کا برتن خشک ہو کر مکمل ہونے پر بجانے سے آواز دیتا ہے۔ عناصر عالم سے جو اضداد کی طبیعت رکھتے ہیں، انسان میں بھی اسی قسم کا ردِّ فعل ہوتا ہے جو اس کے اندر شعور و انتباہ و جرأتِ عمل پیدا کرنے اور اسے ایک ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف منتقل کرنے کا باعث ہے۔ صَلْصَال فعل کی اس خصوصیت کو

مثالوں سے نمایاں کیا گیا ہے۔ صَلْصَال کے ایک معنی بودار سڑاند والا بھی کئے جاتے ہیں۔طبری نے یہ معنی مجاہدؒ سے روایت کئے ہیں اور حضرت ابن عباسؓ سے مَسْنُوْن بمعنی مُنْتِنٌ (بدبودار) مروی ہیں۔(فتح الباری جزء۶ صفحہ۴۳۹) مذکورہ بالا معانی نقل کر کے امام بخاریؒ نے صَرَّ اور صَرْصَرَ الْبَابُ کا حوالہ دے کر لفظ صَلْصَال کے معنی وہ کئے ہیں جو اوپر بیان ہوئے ہیں اور انسان کی تدریجی تخلیق جو بالفعل ہوئی ہے اس کی تصدیق تاریخ ارتقاء بشری سے ہوتی ہے۔

فَمَرَّتْ بِهٖ: اس سے آیت سورۃ الاعراف کے مضمون فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ انسانی نسل جوڑے سے چلائی گئی۔ پوری آیت یہ ہے: هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ٥ (الأعراف:۱۹۰) وہ اللہ ہی ہے جس نے ایک ہی (نوع) نفس سے تمہیں پیدا کیا اور اسی سے نفس بشری کا جوڑا بنایا تا وہ اس سے مل کر سکون پائے۔ پس جب اس نے اپنی جورو کو اپنا لیا تو وہ حاملہ ہوئی۔ایک ہلکا سا حمل لئے چلتی پھرتی رہی۔ جب بوجھل ہوئی تو دونوں اپنے ربّ سے دعائیں کرنے لگے کہ اگر تو نے ہمیں تندرست بچہ دیا تو ہم تیرے شکر گزار ہوں گے۔اس آیت کے بعد یہ مضمون ہے کہ جب ان کی مراد پوری ہوئی تو انہوں نے اپنے بچے کی پیدائش کے بارے میں غیر اللہ کو شریک بنایا۔اس مضمون کے تعلق میں عنوانِ باب کا یہ جملہ ہے: فَأَتَمَّتْهُ - عورت نے ایامِ حمل پورے کئے اور حسب مراد صحت مند بچہ جنی۔اس کے بعد شیطان کے سجدہ کرنے سے انکار کا حوالہ ہے جس کا ذکر سورۃ الاعراف کی آیت قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ (الأعراف:۱۳) میں ہے۔ فرمایا تجھے سجدہ کرنے سے کیا روک ہے، جب میں نے تجھے سجدہ کا حکم دیا تھا۔امام بخاریؒ نے اس آیت کی شرح کرنے میں ابوعبیدہ کے قول کا حوالہ دیا ہے کہ اَنْ لَّا تَسْجُدَ میں حرفِ نافیہ لَا زائد ہے اور دو نفیوں (مَنَعَ اور لَا) سے مثبت مفہوم پیدا ہوتا ہے۔انہوں نے لَا کو حروفِ زوائد میں سے شمار کیا ہے اور اس شعر سے استدلال کیا ہے:

وَتَلْحَيْنَنِي فِي اللَّهْوِ أَنْ لَا أُحِبَّهُ   وَلِلَّهْوِ دَاعٍ دَائِبٌ غَيْرُ غَافِلٍ

بعض نے حرف لَا کو زائد نہیں سمجھا۔ بلکہ لفظ اَلسُّجُوْد کو مقدر کیا ہے۔اس صورت میں آیت کی تشریح یوں سمجھی جائے گی: مَا مَنَعَكَ مِنَ السُّجُوْدِ فَحَمَلَكَ عَلَى أَنْ لَّا تَسْجُدَ۔(فتح الباری جزء۶ صفحہ۴۳۹) کوئی بھی صورت ہو مفہوم ایک ہی ہے اور یہ باب بطور تمہید ہے اور بعد ازاں حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کی بعثت اور باقی بنی بشر سے ان کے امتیاز کا ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ جسمانی پیدائش کے اعتبار سے تو نوعِ بشر سے کوئی فرق نہیں لیکن روحانی اعتبار سے وہ نوعِ بشر سے بہت بلند و بالا ہیں۔اس لئے ذریت آدم میں سے ان کی پیدائش کا ذکر مقدم کیا گیا ہے اور پہلے دو ابواب میں متعدد آیات کے حوالے دے کر بتایا ہے کہ حضرت آدمؑ بحیثیت خلیفۃ اللہ کے مسجود ملائکہ ہیں اور یہی حیثیت انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلَائِکَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً: صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں یہ الگ باب ہے۔جبکہ اس نسخہ میں الفاظ وَقَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلَائِکَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً .... کا عطف ماسبق پر ہے۔ پوری آیت یہ ہے: وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلَائِکَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً ط قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِکُ الدِّمَآءَ ج وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ط قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ (البقرۃ: ۳۱) یعنی (اے انسان تو اس وقت کو بھی یاد کر) جب تیرے ربّ نے ملائکہ سے کہا کہ مَیں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔(اس پر) انہوں نے کہا کہ کیا تو اس میں (ایسے شخص بھی) پیدا کرے گا جو اس میں فساد کریں گے اور خون بہائیں گے اور ہم (تو وہ ہیں جو) تیری حمد کے ساتھ (ساتھ) تیری تسبیح بھی کرتے ہیں اور تجھ میں سب بڑائیوں کے پائے جانے کا اقرار کرتے ہیں۔فرمایا: میں یقیناً وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

ملائکۃ اللہ کے تعلق میں کتاب بدء الخلق باب ۶ کی تشریح دیکھئے جہاں مفصل بتایا جاچکا ہے کہ وہ خالق ومخلوق کے درمیان بطور واسطہ ہیں اور سورۂ بقرہ کی آیت ۳۱ میں قَالَ اور قَالُوْا لفظ قَوْل وقِيْلَ کے عام اور متداول مفہوم میں نہیں۔بحالت مکاشفہ ورؤیا بعض وقت الفاظ نہیں ہوتے۔بلکہ معانی کا انتقالِ ذہنی یا قلبی ہی گفت وشنید کا قائم مقام ہوتا ہے جو ہمارا تجربہ شدہ امر واقعہ ہے۔اسی قسم کے مکاشفہ وغیرہ کے ذریعہ سے ملائکۃ اللہ پر ارادہ الٰہیہ کا انکشاف ہوا۔جس کے تعلق میں انہیں اپنا فرضِ منصبی ادا کرنا تھا۔کیونکہ ہر ذرۂ کائنات کے وہ محافظ ہیں اور انہیں علم ہے کہ ہر شئے اپنے خالق کی لسانِ حال سے تسبیح کرتی ہے۔اس لئے جب ملائکۃ اللہ کو مکاشفہ الٰہیہ سے معلوم ہوا کہ اس زمین میں ایک ایسا وجود پیدا کیا جانے والا ہے جو اس میں خلیفۃ اللہ ہوگا اور جس کے وجود کے ساتھ کشت وخون اور فتنہ وفساد کا ہونا لازمی ہے تو اس حالت مشہودہ پر یہ سوال پیدا ہونا بھی لازمی ہے۔جیسا کہ ہمارے دلوں میں بھی بالفعل پیدا ہوتا ہے کہ فاسق فاجر اور قاتل وظالم لوگوں کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی جو خالق کی سبوحیت کے لئے بدنما داغ ہیں۔یہ سوال طبعی ہے اور امر واقعہ سے تعلق رکھتا ہے جس کا اظہار قَالَ وَ قَالُوْا کے اسلوب میں کیا گیا ہے۔حقائق دقیقہ واضح کرنے کی غرض سے یہ پیرایہ بیان اختیار کیا جاتا ہے۔ملائکۃ اللہ کا قول وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ بھی حقیقت پر مبنی ہے۔مخلوقاتِ ارضی وسماوی میں سے ہر شئے مخزن ہے حسن واحسانِ ربانی کا، جو پوشیدگی میں محفوظ ومقفل ہے اور علم الٰہی جس کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ملائکہ ان بے بہا مخازن کے محافظ ہیں۔اسی حقیقت کے پیش نظر مذکورہ بالا آیت کے بعد آیت اِنْ کُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (الطارق: ۵) کا حوالہ دیا گیا ہے۔اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ ہر نفس پر ایک نہ ایک محافظ مقرر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

> ”جیسا کہ انسان کے ظاہر وجود کے لئے فرشتہ مقرر ہے جو اس سے جدا نہیں ہوتا ویسا ہی اس کے باطن کی حفاظت کے لئے بھی مقرر ہے جو باطن کو شیطان سے روکتا ہے

اور گمراہی کی ظلمت سے بچا تا ہے اور وہ روح القدس ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں پر شیطان کا تسلط ہونے نہیں دیتا اور اسی کی طرف یہ آیت بھی اشارہ کرتی ہے کہ اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ (الحجر: ۴۳) اب دیکھو کہ یہ آیت کیسی صریح طور پر بتلا رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا فرشتہ انسان کی حفاظت کے لئے ہمیشہ اور ہر دم اس کے ساتھ رہتا ہے اور ایک دم بھی اس سے جدا نہیں ہوتا۔.... پس اس نص قطعی اور یقینی سے ثابت ہے کہ روح القدس یا یوں کہو کہ اندرونی نگہبانی کا فرشتہ ہمیشہ نیک انسان کے ساتھ ایسا ہی رہتا ہے جیسا کہ اس کی بیرونی حفاظت کے لئے رہتا ہے۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۷۷، ۷۸)

اس کے بعد آپؑ نے قرآنِ مجید کی آیات بینات کے حوالے سے مذکورہ بالا حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۷۸ تا ۱۰۲۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ: كَبَدٍ کے معنی شدتِ خلق حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں۔ ابن عیینہؒ نے بھی یہی معنے صحیح سند سے روایت کئے ہیں کہ اس میں بچے کی پیدائش کا ذکر ہے جو سخت اور نازک مرحلے میں ہوتی ہے۔ مثلاً بچے کو دانت وغیرہ نکالنے کی تکلیف اور دیگر عوارض کا خطرہ ہوتا ہے۔ حاکمؒ نے بھی مستدرک میں كَبَدٍ کے یہی معنے کئے ہیں اور ابوعبیدہ نے بھی۔ (فتح الباری جزء ۶ صفحہ ۴۴۰) انسان کو روحانی پیدائش میں بھی نہایت کڑی منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں۔ سورۃ البلد کی آیت لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ (البلد: ۵) میں سیاقِ کلام کے اعتبار سے اسی سنت الٰہی کا ذکر ہے۔ جیسا کہ آیت وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ (البلد: ۳) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا ہے کہ مکہ کے شہر میں اس وقت تیرے متعلق اہل شہر کی طرف سے اجازت دی گئی ہے کہ تیری جان وعزت پر جو چاہے حملہ کرے تو اس میں غیر محفوظ ہے۔ تیری حریت وعزت کا پاس نہیں بحالیکہ یہ بلد حرام ہے جو اس میں داخل ہو وہ پناہ میں آ جاتا ہے۔ اس کی جان ومال اور آبرو وعزت امن میں ہوتی ہے۔ حِلٌّ کے معنی ہیں ہدف، نشانہ تیراندازی۔ فرمایا: وہ شہر جہاں تیری یہ حالت ہے، تیری سچائی کی کون شہادت دے گا؟ اس سیاقِ کلام میں كَبَدٍ کے مذکورہ بالا معنی واضح ہیں۔ (مزید تشریح کے لئے دیکھئے تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۵۸۱ تا ۶۱۵)

وَرِيَاشًا - اَلْمَالُ .... : سورۃ الاعراف کی آیت ۲۷ کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ یہ ہے: يٰبَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۖ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۖ ذٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ (الأعراف: ۲۷) اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے لئے ایک ایسا لباس پیدا کیا ہے جو تمہاری چھپانے والی

جگہوں کو چھپاتا ہے اور زینت (کا موجب بھی) ہے اور تقویٰ کا لباس (تو) سب سے بہتر لباس ہے۔ یہ (لباس کا حکم) اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ رِیَاش کے معنے حضرت ابن عباسؓ نے مال کے کئے ہیں جو ابن ابی حاتم سے موصولاً مروی ہیں اور ابوعبیدہ نے اس کے معنی معاش (سامانِ زندگی) بھی کئے ہیں۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ ٤٤٠) جو شئے انسان کے لئے بطور نعمت ہو، اس کے لئے لفظ نزول قرآنِ مجید میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ جیسے فرمایا: وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ (الحدید: ٢٦) اور فرمایا: قَدْ أَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا (الطلاق: ١٢،١١) ظاہر ہے لوہا اور رسول آسمان سے نازل نہیں ہوتے۔

عنوانِ باب میں حوالے حضرت آدمؑ اور انبیاء علیہم السلام کی پیدائش اور بعثت کے تعلق میں بطور تمہید ہیں۔ الفاظ مَّا تُمْنُوْنَ سے آیت أَفَرَأَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ○ ءَ أَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُوْنَ (الواقعة: ٦٠،٥٩) کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی کیا تم نے غور کیا جو نطفہ ڈالتے ہو، کیا تم اسے پیدا کرتے ہو یا ہم اس کے خالق ہیں۔ تُمْنُوْنَ سے رِحم مادر میں نطفہ ڈالنا مراد ہے۔ یہ شرح فراء ادیب کی ہے۔ مَنَى اور أَمْنَى باب فَعَلَ اور أَفْعَلَ دونوں طرح سے زبانِ عربی میں آتا ہے۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ ٤٤٠)

عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ- النُّطْفَةُ فِي الْإِحْلِيْلِ: اس سے آیت اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ (الطارق: ٩) کی اس تفسیر کی طرف اشارہ ہے جو مجاہد سے فریابی نے روایت کی ہے کہ اس سے نطفے کا لوٹایا جانا مراد ہے۔ امام ابن حجرؒ نے اس تفسیر پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ضمیر (ہٗ) کی مرجع ما قبل کی آیات میں انسان ہے، اس لئے (ہٗ) سے مراد نطفہ نہیں لیا جا سکتا۔ نطفہ جس کی پیدائش کا ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ پسلیوں اور پیٹھ کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ تحقیق کی رو سے ثابت ہو چکا ہے کہ جنین کا اصل مقامِ پیدائش جوفِ بطن میں گردے کے قریب ہے اور بعد میں انڈے نالیوں کے ذریعہ فوطے اور مبیض میں اُترتے ہیں۔ اس نالی کو لاطینی زبان میں Inguinal Canal کہتے ہیں۔ اس لفظ کے معنی ہی صُلْب کے ہیں۔ یعنی پشت کا عقبی (پچھلا) پنجر جس میں سے ریڑھ کی ہڈی گزرتی ہے۔ گردوں اور نر و مادہ کے اعضاءِ تناسل (خصیہ اور مبیض) کا اصل محل وقوع جوفِ بطن کے اس مذکورہ بالا حصے میں ہے اور بَيْنَ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ (الطارق: ٨) کی ذیل میں شامل ہیں۔ مبیض وہ عضو ہے جہاں انڈے بنتے ہیں۔ وہ حیوانات جنہیں بزبانِ عربی ذَوَاتُ الثَّـدْيِ (پستان والے) اور انگریزی میں Mammals کہتے ہیں۔ ان میں سے بعض کے خصیئے اپنی اصلی جگہ پر ہی برقرار رہتے ہیں۔ فوطوں میں نیچے نہیں اُترتے۔ علاوہ ازیں وہ اعصاب جو اخراج منی کا بصورت مَاءٍ دَافِقٍ محرک ہوتے ہیں، ان کی جائے وقوع بھی صُلْب و تَرَائِب کے درمیان ہے۔ شدید صدمہ غم وغیرہ کی وجہ سے یہ اعصاب بے حرکت ہو جاتے ہیں اور مردمی طاقت محو ہو جاتی ہے۔ اس لئے مجاہد کی تفسیر ان معنوں میں درست ہے کہ اللہ تعالیٰ قوتِ مردمی پیدا اور فنا کرنے پر قادر ہے۔ لفظ اِحْلِيْل جو مجاہد کی تفسیر میں ہے، اس کا اطلاق دو قسم کی نالیوں پر ہوتا ہے۔

(۱) مَخْرَجُ الْبَوْل وہ نالی جہاں سے پیشاب نکلتا ہے۔(۲) مَخْرَجُ اللَّبَنِ مِنَ الثَّدْيِ چھاتی سے دودھ نکلنے کی نالی۔ اِحْلِيْل کی جمع أَحَالِيْل ہے۔دودھ اور منی غدود میں تیار ہوکر نالیوں کے ذریعہ سے نکلتے ہیں۔

مذکورہ بالا تفسیر نقل کر کے امام بخاریؒ کا اس پر وہ جرح نہ کرنا جو امام ابن حجرؒ نے کی ہے، قابل تعجب ہے۔سوا اس کے کہ یہ فرض کر لیا جائے کہ علم تشریح الابدان کا موجودہ نظریہ مجاہدؒ اور امام موصوفؒ کو معلوم تھا۔جیسا کہ یہ نظریہ بھی کہ کائنات کی ہر شئے شفع (جوڑے) کی صورت میں ہے۔جو اَب ثابت شدہ صداقت ہے اور سورۃ الذاریات کی آیت وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ٥ (الذاریات: ۵۰) میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔امام موصوفؒ نے مجاہدؒ کی مذکورہ بالا تفسیر کے معاً بعد اس آیت کا بھی حوالہ دیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ کائناتِ عالم کی ہر شئے جوڑوں کی شکل میں ہے۔حتیٰ کہ ذرات اور ان کی قوت پنہانی، کہرباء وغیرہ بھی ازدواجی صورت میں کام کر رہی ہے۔اس آیت سے ماقبل کی آیت میں آسمان اور زمین جوڑا قرار دیئے گئے ہیں۔فرماتا ہے: وَالسَّمَاءَ بَنَيْنٰهَا بِأَيْدٍ وَّإِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ٥ وَالْأَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ٥ (الذاریات: ۴۸، ۴۹) اور آسمان کو ہم نے بڑی بڑی طاقتوں کے ساتھ بنایا ہے اور ہم (اس میں) اور بھی وسعت پیدا کرنے والے ہیں اور زمین کو بچھا دیا ہے۔سو ہم کیا ہی اچھا بچھونا بچھانے والے ہیں۔بچھونے سے اشارہ ہے کہ زمین آسمان کا پانی قبول کرنے کے لئے عورت کی طرح بچھ جاتی ہے اور طرح طرح کی روئیدگیاں پیدا کرتی ہے۔اس کے بعد فرمایا: فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ہم نے اس مضمون کے لئے بہت اچھی تمہید اُٹھائی ہے کہ ہمارا پیوند جب تک اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہ ہوگا ہمارے لئے خطرہ ہی ہے۔چنانچہ فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ ط اِنِّي لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ٥ (الذاریات: ۵۱) کی آیات میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

وَالْوَتْرُ اللّٰهُ: کائنات عالم میں سے ہر شئے کا جوڑا ہے اور انسان کی ارتقائی تکمیل اللہ تعالیٰ سے پیوند پکڑنے میں ہے اور مماثلت صفات کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات یکتا و بے مثل ہے۔انسان اس کا ہمسر نہیں۔وہ خدا نہیں بن سکتا۔گویا اس فقرہ میں اس مشرکانہ خیال کا رڈ کیا گیا ہے جو عیسائیوں وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔کتاب احادیث الانبیاء میں انسانی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے اس کے آغاز اور منتہاء پرواز سے متعلق دونوں آیتوں کا حوالہ برمحل ہے اور اس کے بعد انسان کے ارتقاء کی اعلیٰ اور اسفل جہتوں کا ذکر دو آیتوں کے حوالہ سے کیا گیا ہے۔

آیت لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ اور آیت ثُمَّ رَدَدْنٰهُ أَسْفَلَ سَافِلِيْنَ (التین: ۵،۶) مجاہد نے أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ کے معنی أَحْسَنِ خَلْقٍ کئے ہیں۔نہایت خوبصورت پیدائش جو صفاتِ باری تعالیٰ کا مظہر اور پیکر حسن کامل ہے اور جب انسان اپنے اس مقام ارفع سے گرتا ہے تو حیوانوں سے بھی نیچے گر جاتا ہے جو اپنی خواہشات پورا کرنے میں طبعی حدود سے تجاوز نہیں کرتے مگر انسان انہیں توڑ دیتا ہے۔یہ تفسیر فریابی نے مجاہدؒ سے نقل کی ہے۔ إِلَّا مَنْ آمَنَ سے انہوں نے آیت إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ٥ (التین: ۷) کی طرف توجہ دلائی ہے کہ انتہائی گراوٹ کے بعد بھی انسان ایمان اور عمل صالحہ کے ذریعہ سے اپنے مقام پر بحال ہوکر اپنی محنت کا

ناختم ہونے والا بدلہ حاصل کرسکتا ہے۔لفظ خُسْر سے آیت وَالْعَصْرِ o اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِی خُسْرٍ o (العصر :٢،٣) کی طرف اشارہ ہے۔اس میں زمانہ کو بطور شہادت پیش کر کے انسان کے خسارۂ عظیمہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ انسان جب اپنی عمر میں ایک سال یا ایک ماہ یا ایک دن کی مہلت پاتا ہے تو اس کے ساتھ اسے موقع ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی گوناں گوں نعمتوں سے فیضیاب ہو اور اگر وہ مہلت کا ایک دن ضائع کرتا ہے تو وہ ایک دن نہیں بلکہ ہزاروں نعمتوں کا زریں موقع کھو دیتا ہے۔مجاہدؒ نے خُسْر کے معنی ضَلَال کے کئے ہیں یعنی گمراہی،اللہ تعالیٰ سے بُعد اور دُوری۔ انسان اگر ارادہ کرلے تو ایک لحہ میں بھی ایمان کے ذریعہ سے اپنے خالق سے پیوند حاصل کرسکتا ہے۔ سورۃ العصر کی آیت إِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ o (نمبر٤) میں بھی مومن اور اعمالِ صالحہ بجالانے والے خسارے سے مستثنیٰ کئے گئے ہیں۔مجاہدؒ کی مذکورہ بالا تفسیر إِلَّا مَنْ آمَنَ کے الفاظ سے تفسیر بالمعنیٰ ہے۔(فتح الباری جزء٦ صفحہ٤٤١)

لَازِب سے آیت فَاسْتَفْتِهِمْ أَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ط إِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ o (الصافات: ١٢) کی طرف اشارہ ہے۔یعنی پس تو ان سے پوچھ کیا بلحاظ پیدائش ان کو پیدا کرنا مشکل ہے یا (ان کے سوا ملاءِ اعلیٰ کا) جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے۔انہیں ہم نے چپکنے والی مٹی سے پیدا کیا ہے۔مجاہدؒ نے لَازِب کے معنی لَازِق یعنی چمٹنے والی کئے ہیں اور ابوعبیدہؒ نے لَازِم کے۔ لَازِب، لَازِم اور لَازِق کا ایک ہی مفہوم ہے۔یعنی وہ مٹی جو اپنے قوام میں چمٹنے والی ہے، رِحم مادر میں قرار پاتی اور اس سے پیوست ہو جاتی ہے۔اس آیت میں جسمانی پیدائش کا ذکر ہے اور روحانی واخروی پیدائش کا ذکر آیات نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ o عَلٰى اَنْ نُّبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُوْنَ o وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْ لَا تَذَكَّرُوْنَ o (الواقعة:٦١ تا٦٣) میں ہے جس کی طرف لفظ نُنْشِئُكُمْ سے اشارہ کیا ہے۔ترجمہ آیات یہ ہے: ہم نے تمہارے درمیان موت مقرر کی ہے اور ہم عاجز نہیں کہ (موت کے بعد) تمہاری مشابہ شکلیں تبدیل کر دیں اور تمہیں ایسی پیدائش میں اُٹھائیں جس کا تمہیں علم نہیں اور تمہیں پہلی پیدائش کا تو یقیناً علم ہو چکا ہے۔کیا تم اس پیدائش سے نصیحت نہیں حاصل کرتے؟ لفظ نَشْأَة اور اِنْشَاءٌ میں ترتیب وتدریج کا مفہوم پایا جاتا ہے۔محض اُٹھانا مراد نہیں جیسا کہ فرماتا ہے: وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (الرعد:١٣) بوجھل بادل اُٹھاتا ہے جو بخارات کے ذرات سے تدریجاً تیار ہوتے ہیں۔

نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ سے ملائکۃ اللہ کی تسبیح وتقدیس وتحمید کا حوالہ دیا گیا ہے جس کا ذکر استخلافِ آدم اور خونریزی ومفسدہ پردازیٔ بنی آدم کے تعلق میں بایں الفاظ ہے: وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (البقرة: ٣١) اور ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری تقدیس کرتے ہیں۔تسبیح کے معنی ہیں نقائص سے پاک ٹھہرانا۔تحمید کے معنی ہیں خوبیوں کا اظہار اور تقدیس کے معنی ہیں مخلوق کے لئے منبع برکات سمجھنا۔سورۃ الحشر کی آیت ٢٤ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ کی صفات سے کیا گیا ہے کہ وہ ایسا بادشاہ ہے جو مخلوق کے لئے برکت وسلامتی کا موجب

ہے۔سورۃ الجمعہ(آیت:٢) میں اَلْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ فرمایا۔دونوں جگہ صفت قدوسیت کو صفت مالکیت کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔جس سے ظاہر ہے کہ تسبیح میں نقص وعیب کی نفی اور تحمید میں صفاتِ حسنہ کا پایا جانا مراد ہے۔ عَزِيْز صفت کا اشتقاق عَزَّ سے ہے اور حَكِيْم کا حَكَم سے۔دونوں کے معنی میں قوت وغلبہ اور پختگی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ عَزِيْز وہ ذات جس کی ہر صفت میں غلبہ وظہور کی شان پائی جاتی ہے۔اس کی صفات ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت اور ملکیت وغیرہ دن بدن نمایاں سے نمایاں تر ہوتی چلی جارہی ہیں۔اسی طرح اس کے کاموں میں پختہ کاری بھی جلوہ گر ہے۔یہ مفہوم ہے وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْم کا۔

مذکورہ بالا دونوں وصف (تسبیح وتحمید) ذاتِ الوہیت سے بلحاظ وحدانیت کے مخصوص ہیں اور قدوسیت کا وصف بلحاظ مخلوق کے ہے کہ صفاتِ باری تعالیٰ اس کے لئے مصدر رحمت و برکت ہیں۔جن کا ظہور انسان میں روح القدس کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔فرماتا ہے کہ وہ مومنوں کی تائید روح القدس سے کرتا ہے۔جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی تائید بھی روح القدس سے فرمائی۔ دیکھئے البقرة: ٨٨، ٢٥٤، المجادله :٢٣، الأنفال :٢٧۔صفت قدوسیت سے متعلق محولہ آیات کے ہم معنی اور بھی آیات ہیں۔جن سے تسبیح، تحمید اور تقدیس کے درمیان فرق واضح ہوجاتا ہے۔مجاہدؒ نے آیت نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ کا مفہوم نُعَظِّمُكَ سے بیان کیا ہے۔یعنی ہم تیری عظمت کا اظہار کرتے ہیں۔ملائکۃ اللہ کے مذکورہ بالا قول سے ذات باری تعالیٰ پر اعتراض مقصود نہیں ہے۔جیسا کہ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ سے عیاں ہے۔بلکہ ایک امر واقعہ کا بیان ہے کہ حضرت آدمؑ کے خلیفہ بنائے جانے سے پایا جاتا ہے کہ زمین میں کشت وخون اور فتنہ وفساد برپا کرنے والے لوگ پیدا ہوں گے جن کی روک تھام اور امن قائم کرنے کی غرض سے خلافت کے قیام کی ضرورت ہے۔امر واقعہ کا بیان اعتراض نہیں کہلاتا۔انبیاء علیہم السلام کی خلافت قائم ہونے سے ہی صفاتِ الٰہیہ کا خارق عادت ظہور ہوتا اور زمین میں فتنہ وفساد برپا کرنے والوں کا قلع قمع کر دیا جاتا ہے۔

تسبیح وتحمید وتقدیس دو قسم کی ہے۔ایک وہ جو ملائکہ کے ذریعے سے اور یہ کائناتِ عالم میں پوشیدہ ہے اور دوسری وہ جس کا ظہور آدم اور بنی آدم خاص کر انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے۔ملائکہ کی تسبیح وتحمید کا ایک حصہ کائناتِ عالم کے وجود سے ظاہر ہے اور ایک حصہ مخفی جو بنی آدم کی تخلیق اور انبیاء علیہم السلام سے مخصوص تجلی ربانی کے ذریعہ واشگاف ہوتی ہے۔ ان دو قسم کی تسبیح وتحمید، ظاہر وپوشیدہ کا ذکر آیت اَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۙ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ○ (البقرة: ٣٤) میں فرمایا گیا ہے۔اس آیت کا ترجمہ یہ ہے: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ آسمانوں اور زمین کے غیب (پوشیدہ باتوں) کا مجھے علم ہے اور جو تم ظاہر کررہے ہو اور جو تم چھپاتے تھے، اس کا بھی مجھے علم ہے۔اس آیت سے واضح ہے کہ کائناتِ عالم کے رازہائے پوشیدہ کے اظہار کا فرض حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت کو سونپا گیا ہے جو ملائکہ تنہا نہیں کرسکتے تھے۔

وَقَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمَاتٍ: جو کلمات حضرت آدم علیہ السلام کو وحی کئے

گئے، ابوالعالیہ کے نزدیک ان کی یہ دعا ہے: قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا سكتة وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ o (الأعراف: ۲۴) دونوں نے کہا: اے ہمارے ربّ! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہماری پردہ پوشی فرماتے ہوئے ہم سے درگزر نہ کیا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو یقیناً ہم نقصان اُٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

مذکورہ بالا آیت میں کلمات سے اس دعا کا غالبًا الفاظ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (البقرۃ:۳۸) سے استدلال ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت اسی طرح جاری ہے کہ وہ توبہ، دعاؤں اور اعمالِ صالحہ بجالانے سے اپنے بندے کو مغفرت و رحمت سے نوازتا ہے۔ علامہ طبری☆ نے ابوالعالیہ کا محولہ بالا قول صحیح سند سے نقل کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ۴۴۱) کلمات سے دعائیہ کلمات کے علاوہ بعض اوامر ونواہی بھی مراد ہوسکتے ہیں۔ صرف توبہ واستغفار سے متعلق دعائیہ کلمات پر حصر کرنا جب تک قرینہ قویہ نہ ہو، درست نہیں۔ سورۃ الاعراف کی مذکورہ بالا دعا کے بعد یہ آیت ہے: قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ج وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ o (الأعراف: ۲۵) فرمایا: تم یہاں سے دوسری جگہ چلے جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لئے اسی زمین میں ٹھکانہ ہے اور کچھ مدت تک فائدہ اُٹھانا۔ یہ صورتِ حال جو اس آیت میں بیان ہوئی ہے، متقاضی ہے کہ کوئی ضابطہ بھی انہیں دیا گیا ہو جو امن کی حالت برقرار رکھنے والا ہو۔ جس کے بغیر نہ استقرار ممکن ہے اور نہ استفادہ۔ اس لئے کلمات میں دعا کے ماسوا بعض دیگر ہدایات بھی ضرور شامل ہیں۔

بعض علماء نے ابوالعالیہ کے قول سے متعلق اعتراض اُٹھا کر یہ جواب دیا ہے کہ حکم اهْبِطُوْا پہلے صادر ہوا تھا اور دعائیہ کلمات بعد میں سکھائے گئے اور یہ کہ سورۃ الاعراف کی دونوں آیتوں میں ترتیب نہیں۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ۴۴۱) یہ جواب درست نہیں۔ بلکہ قرآن کریم کی آیتوں اور سورتوں میں ترتیب ابلغ ہے۔ عربی زبان میں ظلم کے معنے ہوتے ہیں کسی کو حق سے محروم کرنا یا اس کا حق چھیننا۔ انسان کا اپنے نفس پر ظلم وہ معصیت ہے جو قربِ الٰہی اور روحانی ارتقاء سے محروم کر دیتی ہے۔ پھر وہ اپنے نفس کو اس سے روکتا ہے اور اپنی کمزوری کے متعلق اس کے اندر شعور اور احساسِ ندامت پیدا ہوتا ہے جو اس کے لئے باعث اصلاح بن جاتا ہے۔ مذکورہ بالا دعا سے ظاہر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنے اسی احساس کی برکت سے بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوئے اور یہ احساس ان بڑے ممیّزات میں سے ہے جو انسان کو باقی مخلوق سے ممتاز کرتا ہے۔

وَقَالَ فَأَزَلَّهُمَا: اَزَلَّ کے معنی ہیں اسْتَزَلَّهُمَا ۔یعنی اپنی باتوں کے ذریعہ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی کو اس درخت سے متعلق پُھسلا دیا اور جس حالت میں وہ دونوں تھے، اس سے انہیں نکال دیا۔ پوری آیت یہ ہے: فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ (البقرۃ:۳۷) {ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: پس شیطان نے ان دونوں کو اس (درخت) کے معاملہ میں پھسلا دیا پس اس سے انہیں نکال دیا جس میں

☆ (جامع البيان في تأويل القرآن للطبري، تفسير سورة البقرة، آیت۳۷)

وہ پہلے تھے۔} قرآنِ مجید میں اَزَلَّ اور اسْتَزَلَّ دونوں طرح وارد ہوا ہے۔فرماتا ہے: اِنَّ الَّـذِيْـنَ تَـوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّـمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا (آل عمران: ۱۵۶) {ترجمه حضرت خليفة المسيح الرابعؒ: یقیناً تم میں سے وہ لوگ جو اُس دن پھر گئے جس دن دو گروہ متصادم ہوئے۔ یقیناً شیطان نے انہیں پھسلا دیا بعض ایسے اعمال کی وجہ سے جو وہ بجا لائے۔} امام ابن حجرؒ نے اس تعلق میں لکھا ہے کہ ابوعبیدہؒ نے اَزَلَّ کی تفسیر اسْتَزَلَّ سے کی ہے نہ کہ ابوالعالیہؒ نے۔ یہ غلطی ابوذر کاتب صحیح بخاری سے ہوئی ہے۔ اصل نسخے میں تھا وَقَالَ غَيْرُهُ۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ ۴۴۱)

لفظ يَتَسَنَّه سے آیت فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ (البقرة: ۲۶۰) کی طرف اشارہ ہے اور لَمْ يَتَسَنَّهْ کے معنی ہیں لَمْ يَتَغَيَّرْ یعنی تیرے کھانے اور پینے کی چیزیں باسی نہیں ہوئیں۔ بغیر تبدیلی کے ویسی ہی ہیں جیسی پہلے تھیں۔ اٰسِنٌ کے معنی مُتَغَيِّرٌ۔ فرماتا ہے: فِيْهَـا أَنْهَـارٌ مِّنْ مَّاءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ (محمد: ۱۶) جنت میں ایسے پانی کے دریا ہیں جو رنگ و بو اور مزے میں تبدیل نہیں ہونے والے۔ بشر کی پیدائش کے تعلق میں آیت وَاِذْ قَـالَ رَبُّكَ لِلْـمَـلٰئِكَةِ اِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (الحجر: ۲۹) میں حَمَاٍ مَّسْنُوْن کے معنی ہیں ایسا گارا جس کی شکل تبدیل ہو چکی ہو۔ بعض علماء نے امام بخاریؒ پر اعتراض کیا ہے کہ انہوں نے مذکورہ بالا الفاظ کی شرح بلا ضرورت کی ہے، جسے امام ابن حجرؒ نے ردّ کیا اور بتایا ہے کہ دراصل ان کا مقصود روایت و درایت کی رو سے قرآنِ مجید کے معانی الفاظ کا ضبط ہے۔ کتاب کا حجم بڑھانا مقصود نہیں جیسا کہ خیال کیا گیا ہے۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ ۴۴۱)

آیت وَطَـفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (الأعراف: ۲۳) (طٰهٰ: ۱۲۲) میں يَخْصِفَان کے معنی ہیں درختوں کے پتوں سے کپڑا بنایا۔ پتے آپس میں جوڑے اور انہیں ٹانکا۔ یہ تفسیر ابوعبیدہ کی ہے۔ عرب کہتے ہیں: خَـصَـفْتُ النَّعْلَ - میں نے جوتی گانٹھی۔ اور سورۃ الاعراف میں فرمایا: فَـوَسْـوَسَ لَهُـمَـا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُرِيَ عَـنْهُـمَـا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهـٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْـخٰـالِدِيْنَ ○ (الأعراف: ۲۱) شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کہا کہ تمہارے ربّ نے اس درخت سے صرف اسی لئے روکا ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ کی زندگی پانے والے نہ ہو جاؤ۔ لِيُبْـدِيَ لَهُـمَـا مَـا وُرِيَ عَنْهُمَا - یہ وسوسہ اندازی اس لئے کی تا کہ جو کچھ ان کے ننگ میں سے پوشیدہ ہے، وہ ان پر ظاہر کر دے۔ اس آیت میں لفظ سَوْاٰة کنایہ ہے اندامِ نہانی سے۔ یہ تفسیر بھی ابوعبیدہ کی ہے۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ ۴۴۲) بدی کے شعور و احساس میں ہی انسان کی ترقی یا تباہی کا راز ہے۔ احساس کے بعد ہی وہ اصلاح کی توفیق پاتا ہے اور اگر احساس نہ ہو تو اصلاح کی امید بھی نہیں ہو سکتی۔

وَلَـكُـمْ فِـي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ: حِيْن سے مراد مطلق وقت ہے۔ یہ لفظ عربی زبان میں قیامت تک کی مدت پر بھی اطلاق پاتا ہے۔ یہ قول بھی ابوعبیدہ کا ہے۔ اسی طرح انہوں نے قَبِيْـلُـهٗ کے معنی جِيْلُهٗ مِّنَ الْجِنِّ وَالشَّيَاطِيْنِ کئے ہیں۔ یعنی جنّ و انس میں سے ان لوگوں کا ٹولہ جو شیطان خصلت ہیں۔

اس باب کے تحت متعدد آیات و احادیث کا حوالہ اور ان کی شرح بیان کرنے کے بعد گیارہ حدیثیں منقول ہیں۔ بعض نسخوں میں آخری حدیث کے لئے الگ عنوانِ باب ہے۔(فتح الباری جزء ٦ صفحہ ۴۴۲)

پہلی روایت (نمبر ۳۳۲٦) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے جو مُعَنْعَنْ ہے مرفوع نہیں۔حضرت آدم علیہ السلام کے قد و قامت کی لمبائی اور اس کے بعد اس میں تدریجاً کمی کا جو ذکر اس روایت میں ہے۔امام ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ یہ ایسی مشکل بات ہے جو ابھی تک انہیں حل نہیں ہوئی۔کیونکہ ثمود وغیرہ اقوام قدیمہ سے متعلق جو آثار اکتشافات کے ذریعہ معلوم ہوئے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ ان کی رہائش گاہیں اونچائی وغیرہ میں حسب معمول ہیں جن سے ان کے قد و قامت کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔(فتح الباری جزء ٦ صفحہ ۴۴۳)

دوسری روایت (نمبر ۳۳۲۷) بھی مُعَنْعَنْ ہے اور حضرت ابوہریرہؓ ہی کی روایت بتائی جاتی ہے اور اس سے پایا جاتا ہے کہ اہل جنت کی صورت و شکل اور قد و قامت کا ذکر ہے۔آپؐ کو جنت والوں کی حالت کشفاً دکھائی گئی ہے۔اس سے مذکورہ بالا اشکال حل ہوجاتا ہے۔تیسری روایت (نمبر ۳۳۲۸) سے یہاں بتایا گیا ہے کہ مذکورہ بالا جس مشابہت کا ذکر کیا گیا ہے اس میں عورت شریک ہے جو آدم ہی کی ذریت ہے۔

چوتھی روایت (نمبر ۳۳۲۹) میں یہودی سائل کا قول نقل کیا گیا ہے کہ جبریل یہود کا دشمن ہے۔اس تعلق میں **کتاب التفسير، سورة البقرة**، باب ٦ بھی دیکھئے۔اہل جنت کے جس پہلے کھانے کا ذکر اس روایت میں وارد ہوا ہے، اس کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔یہ ایک مکاشفہ ہے جو ظاہر پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔سننے والے صحابی نے اپنے عقل و فہم سے قیاس کیا ہے جو ضروری نہیں درست ہو جیسا کہ سابقہ روایت میں حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں قد و قامت ساٹھ ہاتھ تھا۔

پانچویں روایت (نمبر ۳۳۳۰) بھی اسرائیلیات میں سے ہے جس کے راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں اور مُعَنْعَنْ ہے کہ جب بنی اسرائیل بیابان میں تھے تو جنگل کے پرند چرند کا حاصل کردہ گوشت ذخیرے میں رکھتے جس سے اس میں سڑاند پیدا ہوجاتی تھی اور اسی سے گوشت ذخیرہ کرنے کا طریق شروع ہوا ہے۔اس روایت کی تشریح حدیث مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً...☆ سے ہوتی ہے۔حوّا علیہا السلام کی جس خیانت کا ذکر اس روایت میں وارد ہوا ہے، اس سے مراد درخت کا ممنوعہ پھل ہے جس کے کھانے کی ترغیب انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو دی جیسا کہ توریت کا بیان ہے۔(دیکھئے پیدائش باب ۳) قرآنِ مجید میں اس کا ذکر نہیں۔

فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ: چھٹی روایت (نمبر ۳۳۳۱) میں عورت کی طبعی کمزوری کا ذکر تمثیلاً کیا گیا ہے۔ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ کا محاورہ اسی طرح کا ہے جس طرح خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (الأنبياء: ۳۸) یا مِنْ صَلْصَالٍ (الحجر: ۲۷، ۲۹، ۳۴) (الرحمٰن: ۱۵) یا مِنْ نَّارٍ (الأعراف: ۱۳) (الحجر: ۲۸) (صٓ: ۷۷) کا

☆ (صحيح مسلم، كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة ومن دعاالى هدى أو ضلالة)

جو قرآنِ مجید میں وارد ہوا ہے۔ علامہ ابن حجرؒ نے لکھا ہے: وَقِيْلَ هُوَ ضَرْبُ الْمَثَلِ لِلطَّلَاقِ کہ پسلی سے عورت کی پیدائش کا ذکر بطور ضرب المثل ہے۔ اس کی اصلاح پر زیادہ زور ڈالنے سے اندیشہ ہے کہ وہ ٹوٹ جائے گی۔ یعنی طلاق ہو جائے گی۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ ۴۴۵)

ساتویں اور آٹھویں روایت (نمبر ۳۳۳۲، ۳۳۳۳) میں انسانی پیدائش کے ان مدارج کا ذکر ہے جو عام مشاہدہ میں ہیں اور ان سے متعلق علم حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب بدء الخلق تشریح باب ۶۔

روایت نمبر ۳۳۳۳ کا یہ مطلب نہیں کہ خالق اور فرشتے کے درمیان کوئی گفتگو عام بول چال کے طریق پر ہوتی ہے اور اللہ کو ان تغیرات کا علم نہیں ہوتا جو رحمِ مادر میں ہو رہے ہوتے ہیں۔ بلکہ عام فہم اسلوب بیان سے ہر کس و ناکس کو سمجھانا مقصود ہے کہ رحم کے اندر کا سلسلہ پیدائش اسی طرح مَلَکی تصرفات سے تکمیل پاتا ہے جس طرح خارجی عالم کے تغیرات بتوسط ملائکۃ اللہ انجام پا رہے ہیں۔ باطن رحم میں نامور مَلک الٰہی مشیئت کے عین مطابق زندگی کے ہر دَور کو مکمل کر کے حکم کی بجا آوری کا فعلاً اعلان کرتا جاتا ہے۔

دونوں روایتوں (نمبر ۳۳۳۲، ۳۳۳۳) کا مضمون قرآنِ مجید میں متعدد جگہ بیان ہوا ہے۔ سورۃ الحج آیت ۶، سورۃ المؤمن آیت ۶۸، سورۃ القیامۃ آیات ۳۸-۳۹، سورۃ العلق آیت ۳، سورۃ المؤمنون آیات ۲ تا ۵ نیز آیات ۱۳ تا ۱۸ میں جسمانی پیدائش اور روحانی پیدائش کا پہلو بہ پہلو ذکر کر کے چھ درجوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کی شرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ حصہ پنجم میں بالتفصیل بیان فرمائی ہے۔ دیکھئے ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۱۸۵ تا ۲۲۱۔ آخری درجہ کمال پر اس حُسنِ کامل کا ظہور مقدر ہے جس کے مظہرِ اَتم سرورِ کائنات فخرِ موجودات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ستودہ صفات ہے۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔ اس مفصل بیان میں ملائکۃ اللہ کا جو عمل ہے، وہ بھی واضح کیا گیا ہے۔

نویں روایت (نمبر ۳۳۳۴) میں دوزخ کی سزا کا اصل سبب توحید باری تعالیٰ کو نظر انداز کرنا ہے اور اس میں کیا شبہ ہے کہ انسان کی ساری مصیبتوں کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی پیدائش کی غرض و غایت ملحوظ نہیں رکھتا اور اس کے خلاف چلتا ہے۔ توحید کے معنی ہی اپنی مرضی تابع مرضیٔ مولیٰ کرنا ہے۔ اسی توحید میں انسان اپنی جنت پاتا ہے اور اسے چھوڑ کر اپنے لئے جہنم بھڑکاتا ہے۔

وَأَنْتَ فِي صُلْبِ آدَمَ: امام ابن حجرؒ کے نزدیک اس فقرے سے آیت وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ ۚ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ۝ (الأعراف: ۱۷۳) کی طرف اشارہ ہے۔ {ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: اور (یاد کرو) جب تیرے ربّ نے بنی آدم کی صُلب سے ان کی نسلوں (کے مادّۂ تخلیق) کو پکڑا اور خود انہیں اپنے نفوس پر گواہ بنا دیا (اور پوچھا) کہ کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! ہم گواہی دیتے ہیں۔ مبادا تم قیامت کے دن یہ کہو کہ ہم تو اس سے یقیناً بے خبر تھے۔}

روایت نمبر۳۳۳۵ کا تعلق جس طرح موجدِ شر کے ساتھ ہے، اسی طرح بموجب حدیث اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهٖ[1] موجد خیر کے ساتھ بھی ہے۔ مذکورہ بالا روایتیں احادیث الانبیاء کے تعلق میں بطور تمہید ہیں کہ انبیاء کا وجود خاص تقدیر الٰہی سے ظہور پذیر ہوتا ہے اور ان کی بعثت کی غرض توحید باری تعالیٰ کا قیام اور شرک و بدی کا استیصال ہے جس کی تخم ریزی شیطان کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

بَاب ٢ : اَلْأَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ

روحیں بھی فوجیں ہیں جو الگ الگ دستہ بند ہیں

٣٣٣٦: قَالَ وَقَالَ اللَّيْثُ عَنْ يَّحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْأَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ. وَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ بِهٰذَا.

۳۳۳٦: (امام بخاری نے) کہا: اور لیث نے بتایا۔ انہوں نے یحییٰ بن سعید (انصاری) سے، یحییٰ نے عمرہ سے، عمرہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ کہتی تھیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: روحیں بھی فوجیں ہیں جو الگ الگ دستہ بند ہیں۔ اس لئے ان میں سے جنہوں نے ایک دوسری کو پہچان لیا، ایک دوسری سے مانوس ہوگئیں۔ جنہوں نے نہ پہچانا، انہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور یحییٰ بن ایوب نے کہا: یحییٰ بن سعید نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی۔

تشریح: اَلْأَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ: نیک فطرت انسان نیکوں کی صحبت اور بدفطرت بدوں کی صحبت میں سکون پاتا ہے۔ طبائع کی اس مماثلت کا مشاہدہ روزمرہ کی بات ہے۔ علاوہ ازیں دیکھا گیا ہے کہ بُرا انسان نیکوں کی صحبت میں نیک ہوجاتا ہے۔ یہ امر مذکورہ بالا کلیہ کے خلاف نہیں۔ کیونکہ انسان کی فطرت میں نیکی ودیعت کی گئی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے: مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ[2] یعنی جو بھی بچہ اس دنیا میں آتا ہے وہ فطرتِ صحیحہ لے کر آتا ہے۔ بعد ازاں اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں۔ پس نیکی کا یہ پیدائشی میلان صحبت صالحہ سے اُبھرتا اور صحبت طالحہ سے مکدر ہوتا ہے۔ جو شخص ہمیں بظاہر بدنظر آتا ہے اور پھر نیک صحبت سے اصلاح پذیر ہوجاتا ہے، اس کی روح یقیناً ان ارواح میں سے ہے جو فطرتاً استعدادِ صالح رکھتی ہیں۔

---

[1] (سنن الترمذی، كتاب العلم، باب ما جاء الدال على الخير كفاعله)

[2] (صحیح البخاری، كتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصبي فمات هل يصلى عليه، حدیث نمبر۱۳۵۸)

انبیاء علیہم السلام جن کا ذکر اگلے ابواب میں آئے گا، وہ بلحاظِ پیدائش ایک ہی زمرۂ ابرار سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ ان کا عقیدہ ایک اور کردار بھی ایک۔

مذکورہ بالا کلیہ میں روحیں صف آراء فوجیں قرار دی گئی ہیں۔ان کے درمیان ایک کشمکش جاری ہے۔شر وخیر میں جنگ ہمارا مشاہدہ ہے اور قرآنِ مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ میں ہی رحمت ربانی پنہاں ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے: وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ο اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ط وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ط وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ο (هود: ١١٩، ١٢٠) یعنی اگر تیرا ربّ اپنی ہی مشیت نافذ کرتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت بنا دیتا (اور چونکہ اس نے ایسا نہیں کیا اور انہیں ان کی عقل پر چھوڑ دیا ہے) وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔سوائے ان کے جن پر تیرے ربّ نے رحم کیا ہے اور اسی رحم (کا مورد بنانے) کے لئے اس نے انہیں پیدا کیا ہے اور تیرے ربّ کا یہ فرمودہ ضرور پورا ہوگا کہ میں جہنم کو یقیناً (ان سب) جنوں اور انسانوں سے (جو اختلاف کا موجب بنتے ہیں) پُر کروں گا۔

معنونہ روایت امام بخاریؒ کی کتاب الأدب المفرد[1] میں منقول ہے۔یحییٰ بن سعید کے حوالے سے سند کی کمزوری کا ازالہ کیا گیا ہے۔یہ روایت مسند ابی یعلیٰ میں موصولاً نقل کی گئی ہے۔[2] (فتح الباری جزء٦ صفحہ ٤٤٦)

بَاب ٣: قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ (هود: ٢٦)

اللہ عزوجل کا فرمانا: اور یقیناً ہم نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیج چکے ہیں

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَادِيَ الرَّأْيِ (هود: ٢٨) مَا ظَهَرَ لَنَا. اَقْلِعِيْ (هود: ٤٥) أَمْسِكِي. وَفَارَ التَّنُّوْرُ (هود: ٤١) نَبَعَ الْمَاءُ. وَقَالَ عِكْرِمَةُ وَجْهُ الْأَرْضِ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْجُوْدِيّ (هود: ٤٥) جَبَلٌ بِالْجَزِيْرَةِ. دَأْب (المؤمن: ٣٢) مِثْلُ حَالٍ.

حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ بَادِيَ الرَّأْيِ کے معنی ہیں جو ہمارے سامنے ظاہر ہے۔ اَقْلِعِيْ کے معنی ہیں تھم جاؤ۔اور فَارَ التَّنُّوْرُ کے معنی ہیں پانی پھوٹ پڑا۔عکرمہ نے کہا: تَنُّوْر کے معنی ہیں سطح زمین۔اور مجاہد نے کہا: جُوْدِيّ دوآبہ دجلہ وفرات میں ایک پہاڑ ہے۔ دَأْب کے معنی ہیں حالت۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی

[1] (الأدب المفرد للبخاري، باب الأرواح جنود مجندة، روایت نمبر ٩٠٠)
[2] (مسند أبي يعلى الموصلي، مسند عائشة، جزء ٧ صفحہ ٣٤٤)

اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّأْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ إِلَى آخِرِ السُّوْرَةِ (نوح: ٢-٢٩)

طرف یہ کہہ کر بھیجا تھا کہ اپنی قوم کو اس وقت سے پہلے ہوشیار کر جبکہ ان پر دردناک عذاب نازل ہو......

وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ إِلَى قَوْلِهِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ (يونس: ٧٢-٧٣)

نیز انہیں نوح کی خبر پڑھ کر سنا جب اس نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! اگر میرا خداداد مرتبہ اور اللہ کے نشانوں کے ذریعہ تمہیں تمہارا فرض یاد دلانا ناگوار گزرتا ہے تو یاد رکھو کہ صرف اللہ کی ذات پر ہی میں بھروسہ رکھتا ہوں۔ تم اپنے تجویز کردہ شریکوں سمیت اپنی بات کے متعلق سب پختگی کے سامانوں کو جمع کر لو اور نیز چاہیے کہ تمہاری بات تم پر کسی پہلو سے مشتبہ نہ رہے۔ پھر اسے مجھ پر نافذ کر دو اور مجھے کوئی موقع اور مہلت نہ دو۔ پھر بھی اگر تم پھر جاؤ تو (اس میں میرا کوئی نقصان نہیں بلکہ تمہارا ہی ہے کیونکہ) میں نے تم سے اس کے بدلہ میں کوئی اجر نہیں مانگا۔ میرا اَجر اللہ کے سوا کسی اَور پر نہیں ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کے کامل فرمانبرداروں میں سے بنوں۔

٣٣٣٧: حَدَّثَنَا عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَالِمٌ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنِّي لَأُنْذِرُكُمُوْهُ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ لَقَدْ أَنْذَرَ نُوْحٌ قَوْمَهُ وَلَكِنِّي أَقُوْلُ لَكُمْ فِيْهِ

٣٣٣٧: عبدان نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے زُہری سے روایت کی کہ سالم نے کہا: اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے اللہ کی وہ تعریف کی جو اس کے شایان ہے۔ پھر آپؐ نے دجال کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا: میں بھی تم کو اس سے ہوشیار کرتا ہوں اور کوئی بھی ایسا نبی نہیں ہوا جس نے اس سے اپنی قوم کو ہوشیار نہ کیا ہو۔ نوحؑ نے بھی اپنی

قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِّقَوْمِهِ تَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ أَعْوَرُ وَأَنَّ اللهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ.

قوم کو ہوشیار کیا۔ لیکن میں تمہیں اس کے متعلق ایک ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی۔ تمہیں یہ علم رہے کہ وہ کانا ہوگا اور اللہ کانا نہیں۔

اطرافہ: ٣٠٥٧، ٣٤٣٩، ٤٤٠٢، ٦١٧٥، ٧١٢٣، ٧١٢٧، ٧٤٠٧.

٣٣٣٨: حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَّحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا عَنِ الدَّجَّالِ مَا حَدَّثَ بِهِ نَبِيٌّ قَوْمَهُ إِنَّهُ أَعْوَرُ وَإِنَّهُ يَجِيءُ مَعَهُ بِمِثَالِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِي يَقُوْلُ إِنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ وَإِنِّي أُنْذِرُكُمْ كَمَا أَنْذَرَ بِهِ نُوْحٌ قَوْمَهُ.

٣٣٣٨: ابونعیم نے ہم سے بیان کیا کہ شیبان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ (بن ابی کثیر) سے، یحيٰ نے ابوسلمہ سے روایت کی۔ (انہوں نے کہا:) میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں دجال کے متعلق ایسی بات نہ بتاؤں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی۔ وہ کانا ہوگا اور وہ اپنے ساتھ ایسی (نعمتیں اور دُکھ) لائے گا جو جنت اور دوزخ کی مانند ہوں گے۔ پس وہ (نعمتیں) جن کی نسبت وہ کہے گا کہ یہ جنت ہیں وہ دوزخ ہوں گی اور دیکھو کہ میں بھی تم کو اسی خطرہ سے آگاہ کرتا ہوں جس سے متعلق حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو آگاہ کیا۔

٣٣٣٩: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجِيءُ نُوْحٌ وَأُمَّتُهُ فَيَقُوْلُ اللهُ تَعَالَى هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُوْلُ نَعَمْ أَيْ رَبِّ فَيَقُوْلُ لِأُمَّتِهِ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ لَا مَا جَاءَنَا مِنْ نَّبِيٍّ فَيَقُوْلُ لِنُوْحٍ مَنْ

٣٣٣٩: موسیٰ بن اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ عبدالواحد بن زیاد نے ہم سے بیان کیا کہ اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوصالح سے، ابوصالح نے حضرت ابوسعیدؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت نوحؑ اور ان کی امت کے لوگ آئیں گے اور اللہ تعالیٰ پوچھے گا: کیا تم نے (میرا پیغام) پہنچا دیا تھا؟ تو وہ کہیں گے: ہاں اے میرے ربّ۔ پھر (اللہ تعالیٰ) ان کی امت سے پوچھے گا: کیا اس نے تم کو (میرا پیغام) پہنچا دیا تھا؟ تو وہ کہیں گے: نہیں۔

يَّشْهَدُ لَكَ فَيَقُوْلُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمَّتُهُ فَنَشْهَدُ أَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ وَهُوَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (البقرة: ١٤٤) وَالْوَسَطُ الْعَدْلُ.

اطرافہ: ٤٤٨٧، ٧٣٤٩۔

ہمارے پاس تو کوئی نبی نہیں آیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ حضرت نوحؑ سے پوچھے گا: تمہاری کون شہادت دے گا؟ تو وہ کہیں گے کہ محمد ﷺ اوران کی امت۔ پھر ہم شہادت دیں گے کہ انہوں نے یقیناً حق پہنچا دیا تھا اور یہی مراد ہے اللہ جل ذکرہ کے اس قول سے (وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا) یعنی اس لئے ہم نے تم کو اعلیٰ درجہ کی امت بنایا ہے کہ تم ان انکار کرنے والوں کے خلاف گواہ ٹھہرو۔ اوراس آیت میں وَسَطٌ کے معنی ہیں مُعْتَدِلٌ۔ یعنی اعلیٰ درجہ کی۔

٣٣٤٠: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُوحَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَعْوَةٍ فَرُفِعَتْ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً وَقَالَ أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هَلْ تَدْرُوْنَ بِمَنْ يَجْمَعُ اللهُ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ فِي صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَيُبْصِرُهُمُ النَّاظِرُ وَيَسْمَعُهُمُ☆ الدَّاعِي وَتَدْنُو مِنْهُمُ الشَّمْسُ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ أَلَا تَرَوْنَ إِلَى مَا أَنْتُمْ فِيْهِ إِلَى مَا بَلَغَكُمْ أَلَا تَنْظُرُوْنَ إِلَى مَنْ

۳۳۴۰: اسحاق بن نصر نے ہمیں بتایا۔ محمد بن عبید نے ہم سے بیان کیا کہ ابوحیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوزُرعہ سے، ابوزُرعہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایک دعوت میں تھے کہ آپؐ کے سامنے بکری کا بازو پیش کیا گیا اور آپؐ بازو کا گوشت پسند فرمایا کرتے تھے۔ آپؐ نے اس سے تھوڑا سا تناول فرمایا اور فرمایا: میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں گا۔ کیا تم جانتے ہو کہ کس ذریعہ سے اللہ پہلوں اور پچھلوں کو ایک ہی میدان میں اکٹھا کرے گا کہ دیکھنے والا ان کو دیکھ لے گا اور بلانے والا ان کو سنائے☆ گا۔ اوران سے سورج قریب ہو جائے گا۔ اس وقت بعض لوگ کہیں گے: کیا تم اپنی اس حالت کو نہیں دیکھتے جو تمہاری ہو چکی ہے، جس نوبت کو تم پہنچ چکے ہو؟ کیا

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ يُسْمِعُهُمُ ہے۔ (عمدۃ القاری جزء۱۵ صفحہ ۲۲۰) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

يَّشْفَعُ لَكُمْ إِلَى رَبِّكُمْ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ أَبُو كُمْ آدَمُ فَيَأْتُوْنَهُ فَيَقُوْلُوْنَ يَا آدَمُ أَنْتَ أَبُو الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهِ وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ وَأَسْكَنَكَ الْجَنَّةَ أَلَا تَشْفَعُ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيْهِ وَمَا بَلَغَنَا فَيَقُوْلُ رَبِّي غَضِبَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَنَهَانِي عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوْا إِلَى غَيْرِي اذْهَبُوْا إِلَى نُوْحٍ فَيَأْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُوْنَ يَا نُوْحُ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَسَمَّاكَ اللهُ عَبْدًا شَكُوْرًا، أَمَا تَرَى إِلَى مَا نَحْنُ فِيْهِ أَلا تَرَى إِلَى مَا بَلَغَنَا أَلَا تَشْفَعُ لَنَا إِلَى رَبِّكَ فَيَقُوْلُ رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ نَفْسِي نَفْسِي ائْتُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَأْتُوْنِي فَأَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَاشْفَعْ

تم ایسے شخص کو تلاش نہیں کرتے جو تمہارے لئے تمہارے ربّ کے پاس سفارش کرے؟ بعض لوگ کہیں گے: تمہارا باپ آدمؑ ہے اور وہ ان کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے آدمؑ! آپ سب انسانوں کے باپ ہیں۔ اللہ نے آپؑ کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور آپؑ میں اپنی روح پھونکی اور ملائکہ کو حکم دیا اور وہ آپؑ کے فرمانبردار ہو گئے اور آپؑ کو جنت میں ٹھہرایا۔ کیا آپؑ ہمارے لئے اپنے ربّ کے پاس سفارش نہیں کریں گے؟ کیا آپؑ نہیں دیکھ رہے کہ جس حالت میں ہم ہیں اور جس نوبت کو ہم پہنچے ہوئے ہیں؟ اور وہ کہیں گے: میرا ربّ اس قدر ناراض ہے کہ اس سے پہلے ایسا ناراض کبھی نہیں ہوا اور نہ اس کے بعد ایسا ناراض ہوگا اور اس نے مجھے درخت سے روکا تھا مگر میں نے (اس کی) نافرمانی کی تھی۔ مجھے تو خود اپنی ہی پڑی ہے۔ تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ جاؤ نوحؑ کے پاس۔ اور وہ نوحؑ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے نوحؑ! آپؑ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہیں اور اللہ نے آپؑ کو شکر گزار بندہ فرمایا ہے۔ کیا آپؑ نہیں دیکھتے کہ جس حالت میں ہم ہیں اور کیا آپؑ نہیں دیکھتے کہ جس نوبت کو ہم پہنچ گئے؟ کیا اپنے ربّ کے پاس آپؑ ہماری سفارش نہیں کرتے؟ وہ کہیں گے: میرا ربّ آج اس قدر ناراض ہے کہ اس سے پہلے ایسا ناراض کبھی نہیں ہوا اور نہ ایسا ناراض اس کے بعد ہوگا۔ مجھے تو خود اپنی ہی جان کی پڑی ہوئی ہے۔ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ چنانچہ وہ میرے پاس آئیں

تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ لَا أَحْفَظُ سَائِرَهُ.

اطرافهُ: ۳۳۶۱، ۴۷۱۲۔

گے۔ میں عرش کے نیچے جا کر سجدہ کروں گا۔ مجھے کہا جائے گا: محمدؐ! اپنا سر اُٹھاؤ اور سفارش کرو۔ تمہاری سفارش قبول کی جائے گی اور مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ محمد بن عبید نے کہا: باقی حدیث مجھے یاد نہیں۔

۳۳۴۱: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر:۱۶) مِثْلَ قِرَاءَةِ الْعَامَّةِ.

۳۳۴۱: نصر بن علی بن نصر نے ہم سے بیان کیا کہ ابواحمد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سفیان (ثوری) سے، سفیان نے ابواسحاق سے، ابواسحاق نے اَسوَد بن یزید سے، اَسوَد نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورۃ القمر میں) فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ پڑھا جس طرح عام لوگ پڑھتے ہیں۔

اطرافهُ: ۳۳۴۵، ۳۳۷۶، ۴۸۶۹، ۴۸۷۰، ۴۸۷۱، ۴۸۷۲، ۴۸۷۳، ۴۸۷۴۔

تشریح: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلٰى قَوْمِهٖ: انبیاء کے روحانی لشکر میں سے حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام پہلے صاحب شریعت رسول ہیں جو عراق عرب میں اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوئے۔ سورۂ مریم کی آیت ۵۹ میں چار اہم دَوروں کا ذکر ہے۔ دورِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام کا، دَورِ ثانی حضرت نوح علیہ السلام کا، دَورِ ثالث حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جو آپؑ کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کے لقب اسرائیل کی وجہ سے اسرائیلی شریعت کے نام سے ممتاز ہے اور اسی سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ انبیاء شامل ہیں اور چوتھے دَور کا آغاز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذریت سے ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکمیل شریعت کے لئے منتخب کیا گیا۔ سلسلہ انبیاء کی یہی ترتیب واقعاتِ تاریخ عالم سے تصدیق پاتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت قرآنِ مجید سے ظاہر ہے کہ انہیں دعائیہ کلمات کی تعلیم دی گئی اور یہ کہ درخت کے قریب جانے سے وہ روکے گئے تھے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر اس کے قریب گئے تو تم ظالم (مشرک) ہو جاؤ گے اور شیطان کہتا ہے کہ تم فرشتوں جیسے ہو جاؤ گے اور تمہیں ابدی زندگی حاصل ہوگی۔ (الاعراف:۲۰،۲۱) اس سے درخت کی نوعیت ظاہر ہے کہ اس کی پرستش کی جاتی تھی۔ قریب جانے کی ممانعت سے حضرت آدم علیہ السلام نے یہ سمجھا کہ اس کا پھل کھانا ممنوع نہیں۔ اس غلط فہمی سے ٹھوکر کھائی۔ انتہائی احتیاط کا تقاضا تھا کہ پھل نہ کھایا جاتا۔ جیسے سورج نکلنے پر نماز

پڑھنا منع ہے۔ پہلی مشرکانہ عبادت جو دنیا میں رائج تھی وہ شجر پرستی ہی تھی جس کی اصلاح حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ سے ہوئی اور چند دعائیں ان کو سکھلائی گئیں۔ اور یہ خیال درست نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام صرف ایک ہی حکم **لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ** کا دیئے گئے تھے جس کا بُھلایا جانا یا مدنظر نہ رکھنا قابل تعجب ہو۔(**فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ**) وہ اسی طرح شیطان کی وسوسہ اندازی سے بھول گئے جس طرح ہم بھول جاتے ہیں اور قرآنِ مجید نے صراحت فرمائی ہے: **وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا** (طٰہٰ:۱۱۶) کہ ان کا ارادۂ گناہ نہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عصمت انبیاء کے تعلق میں فرماتے ہیں:-

"گناہ کی تعریف یہ ہے کہ گناہ ایک فعل کو اس وقت کہا جائے گا جب کہ ایک انسان اس فعل کے ذریعہ سے خدا کے حکم کو توڑ کر سزا کے لائق ٹھہرے۔ اس صورت میں ضروری ہے کہ گناہ کے صادر ہونے سے پہلے خدا کا حکم موجود ہو اور نیز اس گناہ کے مرتکب کو وہ حکم پہونچ بھی گیا ہو اور نیز اس فعل کے مرتکب کی نسبت عقل تجویز کرسکتی ہو کہ اس فعل کے ارتکاب سے وہ درحقیقت سزا کے لائق ٹھہر گیا ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم ان افعال پر بحث کریں جن کو انبیاء کے گناہ کہا جاتا ہے، اس امر کی طرف ناظرین کو توجہ دلانا ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو خدا نے ہر ایک قسم کی سزا سے ہمیشہ کے لئے بری ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ قرآنِ شریف سورۂ انبیاء میں صاف الفاظ میں فرماتا ہے: **اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۝** ....جن کے لیے ہم نے پہلے سے ہی نیک بدلا مقرر کر رکھا ہے وہ دوزخ سے بہت دور رہیں گے، اس کی آہٹ تک بھی نہیں سنیں گے اور ہمیشہ کے لیے ایسی زندگی بسر کریں گے جو ان کے دل چاہتے تھے۔"

(ریویو آف ریلیجنز، جولائی ۱۹۰۲، جلد ۲ نمبر ۷ صفحہ ۲۵۵)

پھر اسی تعلق میں فرماتے ہیں:-

"سورۂ طٰہٰ میں حضرت آدمؑ کے قصہ کے ابتداء میں ایک ہی آیت اس فیصلہ کے لیے کافی ہے کہ کس طرح پر حضرت آدمؑ اس عصیان کے مرتکب ہوئے۔ وہ آیت یہ ہے: **وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا** (طٰہٰ: ۱۱۶) ترجمہ: اس سے پہلے ہم نے آدمؑ کو ایک حکم دیا تھا سو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا گناہ پر عزم نہیں پایا۔ اس سے حضرت آدم کی صاف صاف بریت ہوتی ہے کہ انہوں نے عمداً

حکم الٰہی کو نہیں توڑا..... اس میں شک نہیں کہ آدمؑ حکم الٰہی کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوا مگر اس کا ارادہ نہ تھا کہ خلاف ورزی کرے بلکہ بھول کر ایک ایسا فعل اس سے ہو گیا جس کا نتیجہ ایک حکم الٰہی کی خلاف ورزی تھا۔ اس لئے خواہ ہم نتیجہ کو عصیان ہی کہیں مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ آدم اس میں بے قصور تھا اور آدم کا گناہ اس کو نہیں کہا جا سکتا۔ اس میں ارادہ کی جزو جو گناہ کے لئے نہایت ضروری ہے، بالکل مفقود ہے اور خود خدا تعالیٰ اس معاملہ میں آدم کے گناہ کی نفی کرتا ہے۔''

(ریویو آف ریلیجنز، جولائی ۱۹۰۲، جلد۲ نمبر ۷ صفحہ ۲۵٦)

رہی انبیاء کی شفاعت سے متعلق معذرت تو یہ ان کی بھول چوک سے متعلق شدتِ احساس کی دلیل ہے۔

امام بخاریؒ نے کتاب الانبیاء میں حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے ذکر سے باب ۳ قائم کیا ہے جس کے تحت پانچ روایتیں منقول ہیں۔ عنوانِ باب میں آیت وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰى قَوْمِهٖ کا حوالہ دیا ہے۔ جس سے سورۂ ھود کا تیسرا رکوع شروع ہوتا ہے اور دو رکوعوں میں ان کی بعثت و رسالت اور قوم کی طرف سے مخالفت اور اس کے بدانجام کا ذکر ہے۔ محولہ بالا آیات کا اسلوب بیان تاریخی نہیں جو بعض تفاسیر میں اختیار کیا گیا ہے اور شارحین فتح الباری و عمدۃ القاری نے ان کے بعض اقوال نقل کئے ہیں جن کی زیادہ تر بنیاد عہد نامہ قدیم کے بیانات پر ہے۔ دیکھئے فتح الباری جزء٦ صفحہ ۴۴۹، عمدۃ القاری جزء۱۵ صفحہ ۲۱٦، ۲۱۷۔ پیدائش باب ۵ نیز باب ۹ آیات ۲۸، ۲۹۔ امام بخاریؒ نے وہ اقوال نظر انداز کر کے قرآنِ مجید و مستند احادیث تک ہی اپنے آپ کو محدود رکھا ہے جو محفوظ صورت ہے۔

قرآنِ مجید نے انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں عقیدۂ توحید سے متعلق ان کی اصولی تعلیم، عبودیت الٰہی، شفقت علیٰ خلق اللہ اور ان کے صبر آزما عزم و استقلال اور تحمل مصائب میں ان کی یگانگت و مماثلت اور ان کی قوموں کے فسادِ اخلاق اور شدید معاندانہ رویے میں ان کی باہمی مشابہت اور ان کے عبرتناک انجام کو بیان فرمایا ہے جو اصل مقصود ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے حالات سے متعلق جن آیات کا حوالہ دیا گیا ہے، ان میں انہی آٹھ امور کا ذکر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی اور آپؐ کے مخالفوں کی ناکامی کے بارے میں پیشگوئی سورۂ ھود کے چوتھے رکوع کے آخر میں بایں الفاظ کی گئی ہے: تِلْكَ مِنْ اَنْبَاۤءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَاۤ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ۠ (ھود: ۵۰) یہ وہ غیب کی اہم خبریں ہیں جو ہم وحی کے ذریعہ سے تجھ پر نازل کرتے ہیں۔ نہ تو ان کو اس سے پہلے جانتا تھا اور نہ تیری قوم۔ سو تو صبر سے کام لے۔ انجام متقیوں کے حق ہی میں ہوتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیان سے متعلق یہ خاتمہ قرآنِ مجید کی شان کو واضح طور پر دکھاتا ہے جو تواریخ کے بیان سے ممتاز ہے۔

امام بخاریؒ نے حدیث اَلْأَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ سے تمہید بلا وجہ نہیں اُٹھائی۔ انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں قرآنِ مجید کی آیات کو منتخب کیا گیا ہے۔ جن میں ارواحِ طیبہ اور ارواحِ خبیثہ کے اخلاق و طور و طریق بیان ہوئے ہیں اور

ان میں سے ہر ایک گروہ کے ساتھ جو سلوک ہوا ہے وہ نمایاں کیا گیا ہے۔ اس شرح بخاری میں امام موصوفؒ کے مقاصد ہی نمایاں کئے جائیں گے جو ابواب کا موضوع ہیں۔ سورۃ ھود کی محولہ بالا آیات میں مشکل الفاظ کے مندرجہ ذیل معانی مروی ہیں۔ اوّلاً آیات علیٰ حسب ترتیب یہ ہیں:

۱- فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ○ (ھود: ۲۸) {ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: پس اس کی قوم میں سے اُن سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا کہ ہم تو تجھے محض اپنے جیسا ہی ایک بشر دیکھتے ہیں۔ نیز ہم اس کے سوا تجھے کچھ نہیں دیکھتے کہ جن لوگوں نے تیری پیروی کی ہے وہ بادیٔ النظر میں ہمارے ذلیل ترین لوگ ہیں اور ہم اپنے اوپر تمہاری کوئی فضیلت نہیں سمجھتے بلکہ تمہیں جھوٹے گمان کرتے ہیں۔}

۲- حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ...(ھود: ۴۱) ترجمہ: یہاں تک کہ جب ہمارا (عذاب کا) حکم آ جائے اور چشمے پھوٹ کر بہہ پڑیں تو ہم کہیں گے کہ ہر ایک (قسم کے جانوروں) میں سے ایک جوڑا یعنی دو (ہم جنس جوڑوں) کو اور اپنے اہل (وعیال) کو (بھی) سوائے اس (فرد) کے جس (کی ہلاکت) کی نسبت (اس عذاب کے آنے سے) پہلے (ہی ہمارا قطعی) فرمان جاری ہو چکا ہے اور نیز ان کو جو تجھ پر ایمان لائے ہیں، اس میں سوار کرا دے اور اس پر سوائے قلیل تعداد کے کوئی ایمان نہ لایا تھا۔

۳- وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ...(ھود: ۴۵) ترجمہ: اس کے بعد (زمین سے بھی) کہہ دیا گیا (کہ) اے زمین! تو (اب) اپنے پانی کو نگل جا اور (آسمان سے بھی) اے آسمان! (اب تو برسنے سے) تھم جا اور پانی جذب کر دیا گیا اور یہ معاملہ ختم کر دیا گیا اور وہ کشتی جودی پر (جا کر) ٹھہر گئی اور کہہ دیا گیا کہ (اے عذاب کے فرشتو) ظالم لوگوں کے لئے ہلاکت مقدر کر دو۔

حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت میں بَادِيَ الرَّأْيِ کے معنے کئے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے، آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے کہ رذیل لوگ تیرے پیرو ہیں۔ اعلیٰ پایہ کے لوگ تجھے مانتے تو یہ سمجھا جاتا کہ تجھ میں غیر معمولی قابلیت ہے۔ دونوں باتیں کہ تو ہمارے جیسا انسان ہے اور تجھے ماننے والے معمولی طبقہ کے لوگ ہیں۔ کھلی حقیقت ہے جس سے ظاہر ہے کہ تجھے ہم پر کوئی فضیلت نہیں کہ تجھے راستباز سمجھا جائے۔ بلکہ ہمارا یقین ہے کہ تو اور تیرے ماننے والے سب جھوٹے ہیں۔

اس آیت میں چار باتیں بیان ہوئی ہیں جو ہر رسول سے کہی جاتی ہیں اور وہ ان کی تکذیب کے لئے مخالفین کی طرف سے بطور دلیل پیش ہوتی ہیں۔ امام ابن ابی حاتم نے عطاء بن ابی رباح کی سند سے حضرت ابن عباسؓ کی مذکورہ بالا شرح نقل کی ہے۔ اور انہی سے اَقْلِعِي کے معنی اَمْسِكِي اسی سند سے مروی ہیں۔ یعنی اے بادل برسنے سے تھم جا۔ اور فَارَ التَّنُّوْر کے معنے ہیں سطح زمین کے سوتے اُبل پڑے۔ تَنُّوْر کے یہ معنی ابن جریر نے عکرمہ سے بسند ابی اسحاق موصولاً نقل کئے ہیں۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ۴۴۹)

مذکورہ بالا آیت میں جودی پہاڑ پر سفینہ نوح کے ٹھہرنے کا ذکر ہے۔ مجاہد نے عراق عرب کے سلسلہ کوہستان کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کا نام جودی بتایا ہے جو دو آبہ دجلہ وفرات کے درمیان شمال مشرق میں واقع ہیں۔ (عمدۃ القاری جزء۱۵ صفحہ۲۱۸) توریت میں اس علاقہ کا نام ارارط مذکور ہے۔ چنانچہ پیدائش باب۸ (آیت۳) میں آتا ہے ''اور ساتویں مہینے کی سترھویں تاریخ کوکشتی ارارط کے پہاڑوں پر ٹک گئی۔'' اس سے ظاہر ہے کہ ارارط علاقے کا نام ہے جو فرات ودجلہ بجانب شمال دیار بکر تک ممتد ہے اور یہ سلسلہ کوہستان عراق اور آرمینیا کے درمیان حد فاصل ہے۔ کلدانی قوم کی قدیم روایات میں بھی سفینہ نوح کا ذکر پایا جاتا ہے۔ پہاڑ کا یونانی نام Gordyoei ہے جس کا عربی تلفظ جودی ہے۔ عیسائیوں نے حسب عادت وہاں ایک دَیر اور معبد بھی سفینہ نوح کے نام سے تعمیر کیا ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ ہرقل شاہِ روم بھی اس کی زیارت کے لئے وہاں گیا تھا۔ زیارت گاہ وہیکل ''الجودی'' پہاڑ کے نام سے مشہور تھے۔ مجاہدؒ کی شرح میں الجودی کا محل وقوع خیالی نہیں بلکہ قدیم تاریخ سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ مسیحی روایات میں تو یہاں تک ہے کہ وہاں گڈریوں وغیرہ نے سفینہ نوحؑ کی تختیوں کے ٹکڑے پائے اور ان سے کاٹ کر تعویذ استعمال کیے۔ آثارِ قدیمہ سے متعلق اکتشافات نے ان پہاڑوں کی چوٹیوں اور غاروں میں دریائی جانوروں کے پنجر پائے ہیں جس سے انہیں تعجب ہوا اور قیاس کیا ہے کہ طوفانِ نوحؑ کی بلند لہروں کے بہاؤ نے دریائی جانور وہاں پھینکے یا وہاں قدیم زمانے میں سمندر تھا اور آتش فشانی کے نتیجے میں تہہ سمندر کے پہاڑ زمین پر اُبھر آئے اور ان کے ساتھ آبی جانور بھی۔ یہ سب قیاس آرائیاں ہیں۔ ان سے اس وقت تک کوئی حتمی نتیجہ اخذ نہیں کیا گیا۔ روایات سے جو یقینی بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت کا تعلق دو آبہ فرات ودجلہ کی سرزمین اور اس کی قوم سے ہے اور وہیں طوفان آیا اور اسی علاقہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر سفینہ نوح ٹھہری اور پانی خشک ہونے پر نئے سرے سے آبادی ہوئی اور ایک نئے دَور کا آغاز ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں وہ پہاڑ جودی نام سے مشہور تھا جس کا یونانی تلفظ Gordyoei ہے۔

كَدَأْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ: دَأْب کے معنی ہیں حال۔ فریابی نے لفظ دَأْب کے یہ معنی مجاہد سے نقل کئے ہیں۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ۴۴۹) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین کا بھی وہی حال ہوگا جو آلِ فرعون اور ان سے قبل کے منکرین کا ہوا۔ پوری آیت مع سیاق یہ ہے: **اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝** (آل عمران: ۱۱،۱۲) یعنی جو لوگ کافر ہیں ان کے اموال اور ان کی اولادیں اللہ کے مقابلہ میں کچھ بھی کام نہیں آئیں گی اور یہی لوگ دوزخ کا ایندھن ہیں۔ ان کا طریق عمل فرعون کے اتباع اور ان لوگوں کے طریق کے مطابق ہے جو ان سے پہلے تھے۔ انہوں نے ہمارے نشانات کو جھٹلایا تھا۔ اس پر اللہ نے ان کے قصوروں کے بدلہ انہیں پکڑ لیا اور اللہ کا عذاب سخت ہوتا ہے۔

دوسری آیت جس کا ذکر روایت سے قبل کیا گیا ہے، یہ ہے: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنَ ○ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ (یونس: ٧٢،٧١) اور تو انہیں نوحؑ کا حال بھی سنا۔ کیونکہ اس نے (بھی) اپنی قوم سے کہا تھا (کہ) اے میری قوم! اگر تمہیں میرا (خداداد) مرتبہ اور اللہ کے نشانوں کے ذریعہ سے تمہیں (تمہارا فرض) یاد دلانا دوبھر (اور ناگوار گزرتا) ہے تو تم اپنے تجویز کردہ شریکوں سمیت اپنی بات (سے متعلق سب پختہ سامان) جمع کرلو (اور) نیز چاہیے کہ تمہاری بات تم پر (کسی پہلو سے) مشتبہ نہ رہے۔ پھر اسے مجھ پر نافذ کردو اور مجھے (کوئی موقع اور) مہلت نہ دو۔ پھر بھی اگر تم پھر جاؤ تو اس میں میرا کوئی نقصان نہیں (بلکہ تمہارا ہی ہے) کیونکہ میں نے تم سے (اس کے بدلہ میں) کوئی اجر نہیں مانگا۔ میرا اجر اللہ کے سوا اور کسی پر نہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں (اس کے) کامل فرماں برداروں میں سے ہوں۔

آیات اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ ...(نوح: ١تا٢٩) جن کا حوالہ دیا گیا ہے، ان میں حضرت نوح علیہ السلام کی دعوتِ حق اور انذار کا ذکر ہے اور قوم کے معبودانِ باطلہ ودّ، سُواع، یغوث، یعوق اور نسر کا ذکر ہے۔ جس سے قومِ نوح کے عقائد کا علم ہوسکتا ہے۔ مشرکین عرب کے ہاں انہی ناموں کے بت تھے۔ ستاروں کے اس قسم کے نام باعتبار برج یعنی ان کی منزلوں کے لحاظ سے تھے۔ آج تک برج اور ستارے حیوانوں کے نام سے موسوم ہیں۔ مثلاً دُبِّ اکبر (Great Bear)، دُبِّ اصغر (Small Bear) وغیرہ۔ ان میں ایک سیارے کا نام عقرب (بچھو) بھی ہے۔ جسے انگریزی میں Scorpion کہتے ہیں۔ بت پرست قومیں ان سیاروں کو خدا سمجھتی تھیں اور ان کے نام سے بت بنائے جاتے تھے۔ جنہیں قاضی الحاجات یقین کرتے اور ان کی پرستش کی جاتی تھی۔ مذکورہ بالا ناموں سے یہ دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کہ قومِ نوح کے بتوں کے ہو بہو یہی نام تھے۔ ان کی زبان بالکل الگ تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ چار ہزار سال پہلے کا ہے۔ تمام توہم پرست مشرک اقوام عالم میں باوجود بُعدِ مکان و زبان ستارہ پرستی اور بت پرستی سے متعلق مماثلت پائی جاتی ہے۔ ہندو اقوام کو دیکھ لیں کہ ان میں ستارہ پرستی کو بہت بڑی اہمیت حاصل رہی ہے اور برجوں کے حساب سے زائچہ اور فال لینے کا رواج ان کے ہاں اب تک ہے اور ہزاروں برس سے سیاروں اور برجوں کے ایک ہی نام چلے آرہے ہیں۔ عرب اور کلدانی، آسوری، آرامی، فینیقی اور کنعانی وغیرہ سامی النسل قومیں تھیں۔ ان کے درمیان تعلقات تھے۔ ہبل، اساف اور نائلہ نامی سامی قوموں کے بت تھے۔ جن کی پرستش عمرو بن لحی وغیرہ نے قریش میں رائج کی۔ (کتاب المناقب، باب ٩)

علاوہ ازیں سب سے زیادہ قابل توجہ و اہمیت قرآنِ مجید کا مخصوص اسلوب ہے جو نظر انداز نہیں ہونا چاہیے۔ انبیاء علیہم السلام کے ذکر میں اصل مقصود عہد نبوی کے خیالاتِ باطلہ کی اصلاح ہے نہ کہ سابقہ اقوام کے حالات کا ذکر۔ اس

مقصد کے پیشِ نظر یہ سوال نہیں کہ ہلاک شدہ قوموں میں ان کے معبودان کے کیا نام تھے۔ جو نام تھے وہ معناً وہی تھے جو اصنامِ عرب کے تھے اور یہ ضروری نہیں کہ عربوں کے ہاں جو نسر نامی معبود تھا، اسی نام سے قومِ نوح کے معبود کا بھی نام ہو۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس نام سے دو ستارے ہیں۔ اَلنَّسْرُ الطَّائِر اور اَلنَّسْرُ الْوَاقِع۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کواکب پرست تھی۔ جس کا ذکر باسلوب طنزیہ کلام سورۃ الانعام آیات ۷۷ تا ۷۹ میں وارد ہوا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے ذکر میں یہ مدنظر رہے کہ طوفانِ نوح کے عالمگیر ہونے کا خیال سوائے روایتی خیال کے کچھ حقیقت نہیں رکھتا اور اس بارہ میں تاریخ عالم سے حوالہ جات کی تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر کبیر سورۃ ھود صفحہ ۱۹۸ تا ۲۰۲۔

مذکورہ بالا آیات کا حوالہ عنوانِ باب میں دینے کے بعد اس کے تحت پانچ روایتیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے فتنہ دجال سے ڈرایا اور میں بھی ڈراتا ہوں۔ اس کی علامت یہ ہے کہ وہ کانا ہوگا اور اس کے ساتھ جنت و نار ہوگی۔ یہ روایتیں قدرے زیادتی کے ساتھ کتاب الفتن باب ۲۶ میں بھی آئیں گی۔ وہاں ان کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ یہاں جو بات قابل ذکر ہے وہ یہ کہ دجال شریعت الٰہیہ کے مخالف ہوگا اور قرآنِ مجید کے بیان سے ظاہر ہے کہ سب سے پہلے صاحب شریعت حضرت نوح علیہ السلام تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے آغاز ہوا تھا اور ان کو شریعت نہیں دی گئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ط (الشوریٰ: ۱۴) اللہ نے تمہیں (اصولی طور پر) وہی دین دیا ہے جس کی تاکید اس نے نوح کو کی تھی اور جو ہم نے اب تجھ پر (قرآن کے ذریعہ سے) اُتارا ہے اور جس کی تاکید ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو کی تھی اور وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو دنیا میں قائم کرو اور اس (یعنی دین) کے بارہ میں اختلاف کبھی نہ کرو۔ مشرکوں پر وہ (تعلیم بڑی) گراں گزرتی ہے جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی دشمن شریعت دجال کے شر سے آگاہ فرمایا ہے، قیاس چاہتا ہے کہ دوسرے انبیاء کو بھی ضرور آگاہ کیا ہوگا۔ کیونکہ ان سب کا نصب العین ایک ہے اور اس نصب العین کے عدوّ اکبر سے ہوشیار رکھنا ازبس ضروری تھا۔

تیسری روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ امت محمدیہ تمام اقوامِ عالم سے متعلق شہادت دے گی کہ انبیاء نے انہیں تبلیغ حق کی۔ اسی شہادت کی وجہ سے ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خَاتَمُ النَّبِيِّيْن ملقب فرمائے گئے ہیں۔ خَاتَم (یعنی مہر) سے شہادت کا کام لیا جاتا ہے۔ آپؐ کے نام اور آیت لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ سے پایا جاتا ہے کہ تمام اقوامِ عالم کو دین اسلام کی جو انبیاء علیہم السلام کا دین ہے تبلیغ کی جائے گی اور انہیں دعوتِ اسلام لامحالہ قبول کرنی پڑے گی۔ جیسا کہ یسعیاہ علیہ السلام کی کتاب کے باب ۹ (آیت ۶) میں آخری موعود صاحب شریعت کو سلامتی کا شہزادہ وابدیت کا باپ کہا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے دیباچہ تفسیر القرآن، پانچویں پیشگوئی صفحہ ۸۱ تا ۹۳۔ اس پیشگوئی میں صراحت ہے کہ ساری قوموں کے لئے جھنڈا کھڑا کیا جائے گا۔ (یسعیاہ باب ۵ آیت ۲۶)

چوتھی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سید الناس اور شفیع بنی آدم ہونے کا ذکر ہے۔ کتاب الرقاق، بَاب صِفَةُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ کے تحت آپؐ کے مقامِ محمود کا ذکر آئے گا جس کی وجہ سے آپؐ سید الناس ٹھہرے۔

پانچویں روایت میں سورۃ القمر کی آیات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جن میں حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء کے ذکر میں فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ کے الفاظ کا تکرار ہے۔ یعنی کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ سورۃ القمر میں اقتراب الساعۃ اور انشقاق القمر کی پیشگوئی ہے جس کے تعلق میں فرماتا ہے: يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ (القمر:۷) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، ایسا داعئ حق مبعوث ہوگا جو تمام دنیا کے لئے نذیر ہوگا۔ جس کے سامنے آنکھیں جھک جائیں گی۔ لوگ قبروں سے نکل آئیں گے اور سارا جہاں ایک شدید عذاب الٰہی کی گرفت میں ہوگا۔ جس سے انہیں ہوش آجائے گا اور وہ انبیاء کی دعوتِ حقہ کے شناسا ہوں گے۔ يَوْمٌ عَسِرٌ کا تعلق اس دنیا کے عذاب سے ہے اور قبروں سے نکلنے والے روحانی مردے ہیں۔ آیا اس عذاب شدید کا تعلق اس دنیا سے ہے، یہ سیاقِ کلام سے ظاہر ہے کیونکہ اس سورۃ میں انبیاء علیہم السلام کے زمانے سے متعلق جن عذابوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ اسی دنیا سے تعلق رکھنے والے تھے نہ کہ موت کے بعد حیاۃِ آخرت سے تعلق رکھنے والے۔ انشقاق القمر اور اقتراب الساعۃ کی پیشگوئی کے تعلق میں دیکھئے کتاب الرقاق، باب ۳۹ قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ نیز باب ۴۶ قَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ۔ دجال کے زمانہ میں ایک قیامت برپا ہونے کی پیشگوئی ہے جسے علماءِ اسلام نے قیامت صغریٰ قرار دیا ہے۔ ساری دنیا کی قومیں ایک دوسری سے ایسا تعلق رکھیں گی جیسے ایک علاقہ کے باشندے ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں۔ شدتِ تپش کا یہ حال ہوگا کہ جیسے سورج قریب ہو اور تمام قومیں ایک محشر نار کا نظارہ دیکھیں گی اور عذاب الٰہی کی شدت سے نڈھال ہوکر بے اختیار پکار اُٹھیں گی: هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ (القمر:۹) اس وقت اگر نجات کا سامان ہوگا تو صرف دعوتِ اسلام کے قبول کرنے میں ہوگا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ حضرت نوح علیہ السلام کے ذکر میں دجال سے متعلق روایتیں بلا وجہ نہیں لائے اور پھر اس ذکر کے ضمن میں بالآخر سورۃ القمر کی آیت فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر:۱۶) کا حوالہ دیا ہے۔ جس کا تعلق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے ہے۔ بظاہر یہ آخری روایت بے جوڑ سی معلوم ہوتی ہے تاوقتیکہ آیت وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ (البقرة:۱۴۴) والی روایت اور اس سے ماقبل فتنہ دجال والی روایتوں اور شفیع الناس والی روایت سے اس کا تعلق نہ ہو۔

درحقیقت ان کا تعلق آپس میں یہ ہے کہ فتنہ دجال کو قلع قمع کرنے والے داعئ حق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لقب بھی نوح ہے اور آپؑ کو بھی حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ان الفاظ سے خطاب ہوا ہے:-

''اِصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔ یعنی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا۔

جولوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں، وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے،
ان کے ہاتھوں پر۔'' (دیکھئے سرورق کشتی نوح روحانی خزائن جلد١٩)

اس کتاب میں خالص اسلامی تعلیم کی دعوت ہے اور بنی نوع انسان کے لئے اس عالمگیر عذاب الٰہی سے نجات کی ضمانت ہے جس کا نوحِ ثانی کے ذریعہ سے تمام قوموں کو برملا انذار کیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید قصوں کی کتاب نہیں۔ اگر قصہ خوانی ہی کسی دینی کتاب کی زینت ہوسکتی ہے تو ہندومت کی پوتھیاں اور صحف یہود وعیسائیت کو سب ادیان پر سبقت ہوگی۔ قرآنِ مجید میں جس قدر قصص بیان ہوئے ہیں ان میں پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں انبیاء کے قصص سے متعلق ان الفاظ میں صراحت ہے: وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ٥ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ٥ (الفرقان: ٦، ٧) اور وہ کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) تو پہلوں کی باتیں ہیں جو اس نے (کسی سے) لکھوالی ہیں اور اب وہ صبح وشام اس کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ (تا کہ وہ قرآن اچھی طرح لکھ لے) تو کہہ دے کہ اس (قرآن) کو تو اُس (خدا) نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کے رازوں سے واقف ہے۔ وہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ پھر فرماتا ہے: لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ٥ (یوسف: ١١٢) یعنی (ان لوگوں) کے ذکر میں عقل مندوں کے لئے ایک عبرت (کا نمونہ موجود) ہے۔ یہ ایسا کلام (ہرگز) نہیں ہے جو (اپنے پاس سے) گھڑا گیا ہو۔ بلکہ (یہ) اپنے سے پہلے (کلامِ الٰہی کی پیشگوئیوں) کو کامل طور پر پورا کرنے والا ہے اور ہر بات کی پوری تفصیل بیان کرنے والا ہے اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے واقعات سے متعلق قرآنِ حکیم کی مذکورہ بالا خصوصیت کہ ان کے ذکر میں عبرت، تصدیق، تفصیل، ہدایت اور رحمت ہے اور وہ انباءِ الغیب پر مشتمل ہے، قرآنِ مجید میں بار بار بیان ہوئی ہے اور امام بخاریؒ جیسے فہیم وبصیر کی نظر باریک بین سے مخفی نہیں رہ سکتی تھی۔ مذکورہ بالا روایات کی ترتیب قصداً اختیار کی گئی ہے جس میں مفسرین کا مالوف طریق بیان بالکل نظر انداز ہے اور کتاب الفتن کی روایات حضرت نوح علیہ السلام کے ذکر میں بلا وجہ نہیں لائی گئیں۔ جس خصوصیت قرآنِ مجید کا اوپر ذکر ہوا ہے اس سے متعلق دیکھئے سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۵، سورۃ ھود آیت نمبر ۵۰، ۱۲۱، ۱۲۴۔ خود امام موصوفؒ نے حضرت نوح علیہ السلام کے ذکر میں ان آیات کا حوالہ دیا ہے جن میں قرآنِ مجید کی مذکورہ بالا خصوصیت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

بَاب ٤ : وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ (الصافات: ١٢٤)

اور الیاس بھی ان لوگوں میں سے ہے جنہیں پیغام پہنچانے کے لئے بھیجا گیا تھا

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ○ اِلٰی وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○ (الصافات: ١٢٥-١٣٠)

جب اس نے اپنی قوم سے کہا: تم اللہ کی ناراضگی سے بچتے کیوں نہیں؟ کیا بعل کو تم پکارتے ہو اور اسے چھوڑتے ہو جو بہترین پیدائش کرنے والا ہے۔ اللہ تمہارا ربّ ہے اور تمہارے ان باپ دادوں کا ربّ ہے جو پہلے تھے۔ لیکن انہوں نے اسے جھٹلایا، اس لئے ان کو جواب دہی کے لئے حاضر کیا جائے گا۔ مگر اللہ کے ان بندوں کو نہیں پیش کیا جائے گا جنہیں گناہوں سے پاک صاف کیا ہوگا اور ہم نے الیاس کے ذکر کو بعد میں آنے والوں میں باقی رکھا۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُذْكَرُ بِخَيْرٍ.

حضرت ابن عباسؓ نے کہا: یعنی ان کا ذکر خیر ہوتا رہے گا۔

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ○ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (الصافات: ١٣١-١٣٣)

الیاس سے تعلق رکھنے والوں پر سلامتی ہو۔ ہم اسی طرح اچھے کام کرنے والوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔

يُذْكَرُ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ إِلْيَاسَ هُوَ إِدْرِيْسُ.

حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت الیاسؑ ہی حضرت ادریسؑ ہیں۔

بَاب ٥ : ذِكْرُ إِدْرِيْسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

حضرت ادریس علیہ السلام کا بیان

وَهُوَ جَدُّ أَبِي نُوْحٍ وَيُقَالُ جَدُّ نُوْحٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ. وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ○ (مريم: ٥٨)

اور وہ حضرت نوحؑ کے والد کے دادا تھے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت نوحؑ علیہما السلام کے دادا تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: ہم نے اس کو بلند مرتبہ دیا۔

٣٣٤٢: قَالَ عَبْدَانُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح. حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ كَانَ أَبُو ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ فَفَرَجَ صَدْرِي ثُمَّ غَسَلَهُ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّإِيْمَانًا فَأَفْرَغَهَا فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ فَلَمَّا جَاءَ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيْلُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ افْتَحْ قَالَ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا جِبْرِيْلُ قَالَ مَعَكَ أَحَدٌ قَالَ مَعِي مُحَمَّدٌ قَالَ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَافْتَحْ فَلَمَّا عَلَوْنَا السَّمَاءَ إِذَا رَجُلٌ عَنْ يَّمِيْنِهِ أَسْوِدَةٌ وَعَنْ يَّسَارِهِ أَسْوِدَةٌ فَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هَذَا

۳۳۴۲: عبدان نے کہا: عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ یونس نے زُہری سے روایت کرتے ہوئے ہمیں خبر دی۔ نیز احمد بن صالح نے ہمیں بتایا۔ عنبسہ نے ہم سے بیان کیا کہ یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے: حضرت انس بن مالکؓ نے کہا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر کا چھت کھولا گیا۔ میں اس وقت مکہ میں تھا۔ جبریل نازل ہوئے اور انہوں نے میرا سینہ چاک کیا۔ پھر انہوں نے اس کو زمزم کے پانی سے دھویا۔ پھر وہ ایک سونے کا طشت لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا اور انہوں نے اس کو میرے سینہ میں انڈیل کر خالی کر دیا۔ پھر انہوں نے سینہ کو بند کر دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر چڑھا لے گئے۔ جب سب سے نیچے کے آسمان پر پہنچے۔ جبریل نے آسمان کے داروغہ سے کہا: کھولو۔ اس نے پوچھا: کون ہے؟ کہا: جبریل۔ اس نے پوچھا: تمہارے ساتھ بھی کوئی ہے؟ انہوں نے کہا: میرے ساتھ محمدؐ ہیں۔ اس نے پوچھا: کیا انہیں بلا بھیجا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، اور کھول دو۔ (اس پر اس نے دروازہ کھول دیا۔) جب ہم آسمان پر چڑھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص بیٹھا ہے جس کے دائیں طرف چیزوں کے پرچھائیں ہیں اور اس کے بائیں طرف بھی پرچھائیں۔ جب وہ دائیں طرف دیکھتا ہے ہنس پڑتا ہے اور جب وہ اپنی بائیں طرف دیکھتا ہے تو رو پڑتا ہے۔ اس نے کہا: نیک نبی اور نیک

يَا جِبْرِيْلُ قَالَ هَذَا آدَمُ وَهَذِهِ الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيْهِ فَأَهْلُ الْيَمِيْنِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْأَسْوِدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ فَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِيْنِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى ثُمَّ عَرَجَ بِي جِبْرِيْلُ حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ لِخَازِنِهَا افْتَحْ فَقَالَ لَهُ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ الْأَوَّلُ فَفَتَحَ. قَالَ أَنَسٌ فَذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمَوَاتِ إِدْرِيْسَ وَمُوسَى وَعِيْسَى وَإِبْرَاهِيْمَ وَلَمْ يُثْبِتْ لِي كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ غَيْرَ أَنَّهُ قَدْ ذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَإِبْرَاهِيْمَ فِي السَّادِسَةِ. وَقَالَ أَنَسٌ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيْلُ بِإِدْرِيْسَ قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا إِدْرِيْسُ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوسَى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ وَقُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا مُوسَى ثُمَّ مَرَرْتُ بِعِيْسَى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ

بیٹے کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔ میں نے کہا: جبریل یہ کون ہیں؟ جواب دیا: یہ آدمؑ ہیں اور یہ پرچھائیں جو ان کے دائیں اور بائیں ہیں یہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔ ان میں سے جو دائیں طرف والے ہیں وہ جنتی ہیں اور وہ پرچھائیں جو ان کے بائیں طرف ہیں وہ دوزخی ہیں۔ جس وقت وہ اپنی دائیں طرف دیکھتے ہیں ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں روتے ہیں۔ اس کے بعد جبریل مجھے اوپر لے گئے۔ یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچے۔ انہوں نے اس کے چوکیدار سے کہا: کھولو۔ اس آسمان کے داروغہ نے بھی ان سے ویسا ہی پوچھا جو پہلے نے پوچھا تھا۔ چنانچہ اس نے کھول دیا۔ حضرت انسؓ کہتے تھے: حضرت ابوذرؓ نے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے آسمانوں پر حضرت ادریسؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسٰیؑ اور حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات کی۔ مگر یہ بیان نہیں کیا کہ کون کون سے آسمان پر کس کس سے ملاقات ہوئی۔ ہاں اتنا بیان کیا ہے کہ آپؐ نے سب سے نچلے آسمان میں حضرت آدمؑ کو پایا اور چھٹے میں حضرت ابراہیمؑ کو۔ اور حضرت انسؓ نے کہا: جب جبریل حضرت ادریسؑ کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا: نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ کہا: یہ ادریسؑ ہیں۔ پھر میں حضرت موسیٰؑ کے پاس سے گزرا اور انہوں نے کہا: خوشی سے آئیں۔ ہم نیک نبی اور نیک بھائی کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ موسیٰؑ ہیں۔ پھر میں حضرت

قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ عِيْسَى ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا إِبْرَاهِيْمُ قَالَ وَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا حَيَّةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُوْلَانِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُرِجَ بِي حَتَّى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى أَسْمَعُ صَرِيْفَ الْأَقْلَامِ قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ اللهُ عَلَيَّ خَمْسِيْنَ صَلَاةً فَرَجَعْتُ بِذَلِكَ حَتَّى أَمُرَّ بِمُوسَى فَقَالَ مُوسَى مَا الَّذِي فُرِضَ عَلَى أُمَّتِكَ قُلْتُ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسِيْنَ صَلَاةً قَالَ فَرَاجِعْ رَبَّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذَلِكَ فَرَجَعْتُ فَرَاجَعْتُ رَبِّي فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ فَوَضَعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذَلِكَ

عیسیٰ کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے کہا: خوشی سے آئیں یہ نیک نبی اور نیک بھائی۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ عیسیٰ ہیں۔ پھر میں حضرت ابراہیمؑ کے پاس سے گزرا اور انہوں نے کہا: خوشی سے آئیں یہ نیک نبی اور یہ نیک بیٹے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ ابراہیمؑ ہیں۔ ابن شہاب کہتے تھے: مجھے (ابوبکر) ابن حزم نے بتایا کہ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوحیہ انصاریؓ دونوں کہتے تھے: نبی ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے اوپر لے گئے۔ یہاں تک کہ میں ایک ہموار جگہ پر چڑھ گیا جہاں میں قلموں کے لکھنے کی آواز سنتا تھا۔ ابن حزم اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اللہ نے مجھ پر پچاس نمازیں فرض کیں اور انہیں کو لے کر واپس آ گیا۔ یہاں تک کہ جب حضرت موسیٰؑ کے پاس سے گزرنے لگا تو حضرت موسیٰؑ نے پوچھا: آپؐ کی امت پر کیا فرض کیا گیا ہے؟ میں نے کہا: اس پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ انہوں نے کہا: اپنے ربّ سے واپس جا کر نظر ثانی کرائیں۔ کیونکہ تمہاری امت اتنی طاقت نہیں رکھے گی۔ چنانچہ میں لوٹا اور میں نے اپنے ربّ سے نظر ثانی کے لئے کہا۔ اس پر اس نے نصف حصہ کم کر دیا اور میں حضرت موسیٰؑ کے پاس واپس آیا۔ پھر انہوں نے کہا: اپنے ربّ سے نظر ثانی کراؤ۔ چنانچہ آپؐ نے پھر اسی طرح سے ذکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے کچھ حصہ نمازیں کم کر دیں۔ پھر میں حضرت موسیٰؑ کے پاس واپس آیا اور انہیں بتایا۔ انہوں نے کہا: واپس جا کر اپنے ربّ سے

فَرَجَعْتُ فَرَاجَعْتُ رَبِّي فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ خَمْسُوْنَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَقُلْتُ قَدِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَّبِّي ثُمَّ انْطَلَقَ حَتَّى أَتَى السِّدْرَةَ الْمُنْتَهَى فَغَشِيَهَا أَلْوَانٌ لَا أَدْرِي مَا هِيَ ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا فِيْهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ.

اطرافہ: ٣٤٩، ١٦٣٦۔

نظر ثانی کراؤ، کیونکہ تیری امت اتنی برداشت نہیں کر سکے گی۔ میں لوٹا اور اپنے ربّ سے نظر ثانی کے لئے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پانچ نمازیں ہیں اور یہ پچاس بھی ہیں۔ میرے حضور بات نہیں بدلی جاتی۔ اس پر میں حضرت موسیٰؑ کے پاس واپس آیا۔ انہوں نے کہا: اپنے ربّ سے واپس جا کر پھر نظر ثانی کراؤ۔ میں نے کہا: اب تو مجھے اپنے ربّ سے شرم آگئی ہے۔ پھر جبریل چل پڑے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے اور وہاں طرح طرح کے رنگ چھائے ہوئے تھے۔ میں نہیں جانتا وہ کیا تھے؟ پھر مجھے جنت کے اندر لے جایا گیا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں موتی کے گنبد ہیں اور کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں مٹی مشک کی ہے۔

تشریح: **وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ:** حضرت الیاس علیہ السلام کے تعلق میں یہ امر بھی مدنظر رہے کہ قرآنِ مجید نے قومِ نوح کے آخری انذار اور ہلاکت سے قبل کئی رسولوں کی بعثت کا ذکر فرمایا ہے جن میں حضرت الیاس اور حضرت ادریس علیہم السلام بھی ہیں۔ فرماتا ہے: كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحٍ الْمُرْسَلِيْنَ ○ (الشعراء: ١٠٦) یعنی قومِ نوح نے رسولوں کی تکذیب کی۔

باب۴ میں جو عنوان قائم کیا گیا ہے وہ سورۃ الصافات کی آیات ۱۲۴ تا ۱۳۳ کے الفاظ ہیں اور اس میں حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے حوالہ کا ذکر ہے کہ الیاس اور ادریس ایک ہی ہیں۔ مگر باب ۵ میں حضرت ادریس علیہ السلام کا علیحدہ ذکر کر کے اس میں ایک دوسرا قول بھی نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ادریسؑ حضرت نوح علیہ السلام کے جدّ امجد تھے۔ اور باب ۵ میں آیت وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا (مریم: ۵۸) بھی نقل کی گئی ہے۔ باب۴ کے تحت کوئی روایت نہیں اور باب ۵ کے تحت جو روایت درج ہے وہ معراج سے متعلق ہے جو ایک لطیف اور اہم مکاشفہ ہے اور کتاب الصلوٰۃ باب ۱ میں گزر چکی ہے۔ یہاں باب ۵ کے تحت ایک دوسری سند سے وہی روایت دہرائی گئی ہے۔ اس میں حضرت الیاس نبی علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا ذکر نہیں۔ بلکہ حضرت ادریس نبی علیہ السلام کی ملاقات کا ذکر ہے۔ باب کا اس روایت سے تعلق تو ظاہر ہے لیکن امام بخاریؒ کا حسن تصرف ملاحظہ ہو۔ اوّل حضرت الیاسؑ کے ذکر میں حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے قول کا حوالہ دیا ہے کہ وہ اور حضرت ادریسؑ دونوں نام ایک ہی نبی کے ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ کا قول عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے۔ (اِلْيَاسُ هُوَ اِدْرِيْسُ) اور حضرت ابن عباسؓ کا قول ضحاکؒ سے مروی ہے۔ پہلے قول کی سند احسن (اچھی) ہے مگر دوسرا قول ضعیف ہے۔(فتح الباری جزء٦ صفحہ ٤٥١) لیکن امام بخاریؒ کے نزدیک دونوں قول قابل اعتماد نہیں۔حضرت الیاسؑ کی شخصیت اور ان کے حالات کی نسبت کوئی مستند قابل اعتماد روایت نہیں ملی۔اس لئے قرآنِ مجید کی محولہ بالا آیات پر اعتماد کیا گیا ہے کہ اس میں دونوں نبیوں کا ذکر الگ الگ ناموں سے وارد ہوا ہے۔مذکورہ بالا راویوں کے جو اقوال حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کئے گئے ہیں درست نہیں۔

دوسرا تصرف یہ ہے کہ باب ٥ کے عنوان میں صراحت ہے کہ حضرت ادریسؑ نام ہے حضرت نوح علیہ السلام کے پردادا کا۔اس کے ساتھ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے دادا تھے۔امام ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ یہ اختلاف قابل التفات نہیں۔کیونکہ لفظ جدّ کے مفہوم میں دادا پردادا اور اوپر کی نسل کے لوگ مجازاً شامل ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ اختلاف اہمیت رکھتا ہے کہ الیاسؑ اور ادریسؑ ایک نہیں ہیں۔(فتح الباری جزء٦ صفحہ ٤٥٣) اور یہ استدلال کہ قرآنِ مجید نے حضرت الیاس نبی کو انبیاء بنی اسرائیل میں سے شمار کیا ہے، درست استدلال نہیں۔کیونکہ حضرت ایوب علیہ السلام بھی تو اسی زمرہ میں مذکور ہیں حالانکہ وہ غیر اسرائیلی ہیں۔اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔(دیکھئے تشریح باب ٢٠) اور حضرت نوح علیہ السلام کو ان انبیاء سے قبل بتایا ہے۔اگر حضرت ادریسؑ کو حضرت الیاسؑ تصور کیا جائے تو یہ امر پوتے کو دادا قرار دینے کے مترادف ہوگا جو مضحکہ خیز ہے۔فرماتا ہے: وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الأنعام: ٨٤تا٨٧) اور یہ ہماری طرف سے (دی ہوئی ایک) دلیل تھی (جو) ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے خلاف سکھائی تھی۔ہم جسے چاہتے ہیں درجوں میں بلند کرتے ہیں۔تیرا ربّ یقیناً حکمت والا (اور) خوب جاننے والا ہے اور ہم نے اس کو (یعنی ابراہیم کو) اسحاق اور یعقوب عطا کئے۔ہم نے (ان) سب کو ہدایت دی تھی اور (اس سے) پہلے ہم نے نوح کو ہدایت دی تھی اور اس (یعنی ابراہیم) کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو (بھی) اور اسی طرح ہم اچھی طرح کام کرنے والوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی (ہدایت دی تھی۔) یہ سب کے سب نیکوں میں سے تھے اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو بھی ہدایت دی تھی اور ان سب کو ہم نے تمام جہانوں (قوموں) پر فضیلت دی۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت میں سے تھے نہ کہ ان سے پہلے۔یہ استدلال امام ابن حجرؒ کا ہے (فتح الباری جزء٦ صفحہ ٤٥١) مگر اس پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ سیاقِ آیات میں

ترتیب زَمنی ملحوظ نہیں اور وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ میں ضمیر "ہٖ" اگر حضرت نوح علیہ السلام کی طرف پھیری جائے تو چونکہ حضرت ابرہیم علیہ السلام ان کی نسل میں سے تھے، اس لئے سب انبیاء انہی کی ذریت شمار ہوگی۔ اگلی سورۃ یعنی الاعراف میں جن انبیاء کا ذکر ہے اس میں زَمنی ترتیب موجود ہے مگر یہاں نہیں۔ اس لئے حضرت الیاس سے متعلق نہیں کہہ سکتے کہ یہ اسرائیلی نبی تھے۔ قرآنِ مجید کی آیات زیر باب ۴ سے ظاہر ہے کہ یہ وہ الیاس ہیں جن سے انبیاء وصلحاء کا ایک گروہ پیدا ہوا۔ جیسا کہ آیت سَلَامٌ عَلٰى اِلْ يَاسِيْنَ (الصافات: ۱۳۱) دلالت کرتی ہے اور یہ بات عنوانِ باب میں حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے نمایاں کی گئی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ حضرت الیاسؑ کون ہیں؟ آیا وہ جو ایلیا نبی کے نام سے عہد قدیم کی کتابوں میں معروف ہیں اور جن کی نسبت مشہور ہے کہ وہ آسمان پر اُٹھائے گئے اور یہود حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے ان کے نزول کے منتظر ہیں یا کوئی اور؟ کیونکہ ایک نام کے دو شخص بھی ہوسکتے ہیں۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ ابواب قائم کرنے میں ترتیب ملحوظ رکھتے ہیں اور حضرت الیاس سے متعلق باب حضرت نوح علیہ السلام کے باب سے بعد اور حضرت ادریس والے باب سے پہلے قائم کیا ہے جس سے ان کے زمانے کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ ۲۹۶ تا ۳۱۳ میں حضرت ادریسؑ سے متعلق سیر کن مفصل بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ حضرت ادریسؑ کا ذکر یہودی قدیم روایات میں حنوک نبی کے نام سے وارد ہوا ہے۔ دیکھئے پیدائش باب ۵ آیات ۱۸ تا ۲۴۔ اس میں لکھا ہے:

".... اور حنوک کی کل عمر تین سو پینسٹھ برس کی ہوئی اور حنوک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور وہ غائب ہو گیا کیونکہ خدا نے اسے اُٹھا لیا۔" (پیدائش باب ۵ آیت ۲۴)

خدا کے ساتھ ساتھ چلنے کا محاورہ توریت وانجیل میں کامل فرمانبرداری کے معنوں میں کئی نبیوں اور صالحین کے لئے استعمال ہوا ہے۔ (پیدائش باب ۱۷، آیت ۱) (میکاہ باب ۶، آیت ۸) حضرت نوحؑ کے لئے بھی چلنے کا یہی محاورہ استعمال ہوا ہے۔ (پیدائش باب ۶ آیات ۹، ۱۰) اسی طرح اُٹھا لینے کا محاورہ وفات پانے کے معنوں میں ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ثابت کیا ہے کہ حنوک اور ادریس ہم معنی ہیں۔ عربی لغت کی کتابوں میں دیکھئے اَلْحُنُک کے معنی اَلرَّجُلُ اللَّبِيْبُ، الَّذِىْ أَحْنَكَتْهُ التَّجَارِبُ کئے گئے ہیں۔ (اقرب الموارد- حنک) بہت عقل مند آدمی جسے زمانے کے تجارب نے خوب ماہر بنا دیا ہو۔ حَنَكٌ اور حَنِكٌ اسم بھی انہی معنوں میں ہیں۔ عبرانی عربی ہی کی تبدیل شدہ اور ہم شکل لہجہ زبان ہے۔ ادریس کے معنی ہیں بہت پڑھا ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے تھی۔ (حقائق الفرقان، تفسیر سورۃ مریم آیت ۵۷، جلد سوم صفحہ ۳۷) نیز دیکھئے ترجمہ وشرح قرآن مولوی محمد علی صاحب مرحوم زیر آیت مذکورہ بالا☆ یہ شرح حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے ہماری موجودگی میں

☆ (Translation of the Holy Quran by Muhammad Ali, footnote Maryyam:۵۷)

بزبان اردو املا کروائی اور مولوی صاحب مرحوم انگریزی میں ترجمہ کرتے تھے اور حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ نظر ثانی فرماتے۔ چنانچہ مسجد مبارک قادیان کے ملحقہ جس چھوٹے کمرے میں یہ کام ہوتا، اس میں مجھے بھی رہنے کا موقع ملا ہے اور اس تفسیر کا انگریزی مسودہ میری تحویل میں تھا، قبل اس سے کہ عربی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے مجھے مصر بھیجا۔ آپؓ کی جس رائے کا میں نے حوالہ دیا ہے، اس سے متعلق مجھے پورا وثوق ہے۔ علاوہ ازیں دیباچہ میں خود مترجم مذکور نے بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ یہ تفسیر آپؓ کے فیوض وانفاسِ قدسیہ کی مرہونِ منت ہے۔ (جو لفظاً لفظاً املاء کئے گئے تھے۔) آپؓ کی وفات کے بعد جب قرآنِ مجید کا یہ انگریزی ترجمہ شائع کیا گیا تو اس وقت بعض جگہ مترجم نے تصرف کیا ہے جیسے حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے متعلق۔ حنوک اور ادریس کی شخصیت سے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تحقیق ہر جہت سے مکمل ہے اور قابل مطالعہ۔ دیکھئے تفسیر کبیر- تفسیر سورۃ مریم آیت ۵۸، جلد ۵ صفحہ ۲۹۶ تا ۳۱۳۔

ابن اسحاقؒ مشہور اسلامی مؤرخ ہیں اور امام زہریؒ کے بعد وہ مؤرخین اسلام میں اوّل نمبر پر ہیں۔ ان کے حوالے سے امام ابن حجرؒ نے حضرت نوح علیہ السلام کے نسب نامہ کا ذکر بایں الفاظ کیا ہے: نُوحُ بْنُ لَمْكَ بْنِ مُتُّوشَلَخَ بْنِ أَخْنُوخَ وَهُوَ إِدْرِيسُ النَّبِيُّ فِيمَا يَزْعُمُونَ ☆ خنوخ اور اخنوخ حنوک نام ہی کا عبرانی تلفظ ہے۔ اسی طرح ادریس سے متعلق جہاں بعض علماء کی یہ رائے نقل کی ہے کہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ وہاں بعض دوسرے علماء کا خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ وہ سریانی زبان کا ہے۔ (فتح الباری جزء ٦ صفحہ ۴۵۱) عربی ہو یا عبرانی یا سریانی یہ سب زبانیں سامی الاصل ہیں اور ان کا ماخذ عربی ہے جو اُمّ الالسنہ ہے اور ادریس کے معنی ہر سامی زبان میں بہت پڑھے ہوئے کے ہیں جو لفظ د ر اسۃ سے مشتق ہے۔ جو نسب نامہ ابھی ابن اسحاقؒ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔ اس کی رو سے حضرت حنوکؑ یا حضرت ادریسؑ نبی حضرت نوح علیہ السلام کے پردادا ہیں جو باب ۵ کا موضوع ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے ملاقات بحالت معراج ہوئی اور انہوں نے آپؐ کو اَلنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ کے الفاظ سے مرحبا کہا۔

یہ سوال کہ الیاس نبی علیہ السلام جن کا ذکر باب ۴ میں سورۃ الصافات آیات ۱۲۴ تا ۱۳۳ کے حوالہ سے کیا گیا ہے، وہ کون تھے؟ اس بارہ میں مفسرین اور مؤرخین کا اتفاق ہے کہ وہ آسوری اقوام کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور بعلبک کا مشہور شہر اُن کی رسالت کا مرکز تھا۔ ان کا استدلال قرآنِ مجید کی آیات وَإِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ○ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ○ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ○ (الصافات: ۱۲۴ تا ۱۲۶) {ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: اور الیاس بھی یقیناً مرسلین میں سے تھا۔ جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم تقویٰ اختیار نہیں کرو گے؟ کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور پیدا کرنے والوں میں سے سب سے بہتر کو چھوڑ دیتے ہو۔} سے ہے۔ بعلبک کے نام پر

☆ (السيرة النبوية لابن هشام، ذكر سرد النسب الزكي من محمد ﷺ الى آدم عليه السلام)

بہت بڑا مندر تھا۔ میں نے بعلبک دیکھا ہے۔ اوران کا استدلال اس امر سے بھی ہے کہ سامی النسل قومیں بعل اور کواکب کی پرستش کرتی تھیں اوران کے نزدیک بعل صنم زُحل یا مشتری ستارے کا مثنّی سمجھا جاتا تھا۔[1] لیکن ہمارے زمانے میں جو اکتشافات عراقِ عرب میں ہوئے ہیں اس میں بابل کے علاقہ میں ایک عظیم الشان مندر مع لائبریری کا اکتشاف بھی ہوا جو بعل مرؔدُوک کے نام پر تھا۔ مردوک کے معنی ہیں چاند۔ بعل کے معنی ہیں مالک، ربّ۔ بعل مردوک کے معنے ہیں ربّ القمر۔ وہاں بھی قدیم زمانے میں بعل سورج، چاند دیوتاؤں اور دیگر کواکب کی پوجا ہوتی تھی اور بعل صنم مشرکوں کے نزدیک چاند دیوتا کا مظہر یقین کیا جاتا تھا۔ تفسیر روح المعانی میں بعل کے ایک بت کا ذکر ہے کہ وہ سونے کا تھا۔ بیس گز قامت، جس کے چار مُکھ اور جس کی خدمت کے لئے چار سو پروہت تھے۔ (روح المعانی، تفسیر سورۃ الصافات، آیت ١٢٥) لیکن جو بت عراق کے کھنڈرات سے برآمد ہوا ہے، وہ سونے کا نہیں۔ لیکن جسامت میں بہت بڑا ہے۔ حموراب پہلے حکمران خاندان کا چھٹا بادشاہ تھا جو موحد تھا اوراس نے مردوک اور چاند (دیوتا) کی عبادت منسوخ کر کے خدا تعالیٰ کا نام بعل مردوک رکھا اور اس کے نام سے ایک شریعت کا اکتشاف ہوا ہے جو انبیاء علیہم السلام کی شریعت سے ملتی جلتی ہے۔ اس موحد بادشاہ کی سلطنت کا زمانہ ١٦٨٦ تا ١٧٢٨ قبل مسیح ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جو طوفان آیا ہے، اس کا ذکر بھی کھنڈراتِ بابل سے برآمد شدہ تختیوں میں سے گیارھویں تختی پر (Cuneiform) مسماری حروف میں پایا گیا ہے۔ جو عہد نامہ قدیم کے ذکر سے ملتا جلتا ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ اسرائیلی مصنفین نے اپنے بیان میں اپنے تخیل سے کچھ اضافے کئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو جیوش انسائیکلوپیڈیا زیر لفظ حمورابی)

پس ان اکتشافات کی بناء پر کیوں نہ سمجھا جائے کہ حضرت الیاسؑ نبی کی بعثت کا تعلق بابلی اقوام کی ہدایت سے تھا جو بہت ترقی یافتہ تھیں اور مثل ترقی یافتہ مشرک اقوام کے عیاش وبدکار تھیں۔ امام بخاریؒ کا نوح علیہ السلام کے باب کے بعد باب ٤ میں سورۃ الصافات کی ان آیات کا حوالہ دینا بلاوجہ نہیں۔ جن دنوں میں بابلی حکومت عروج پر تھی تمام سامی النسل اقوام کلدانی، فنیقی، کنعانی، موآبی، آشوری اور مدیانی ونبطی وغیرہ قبائل عقائد ورسوم میں اس کے زیر اثر تھیں۔ جیسا کہ قاعدہ ہے کہ ترقی یافتہ حکومت کا تمدن اور طور وطریقے ہی پسند اور اختیار کئے جاتے ہیں۔ بعل کی پرستش ہر جگہ رائج تھی۔ بعل کے معنی ہیں خدا۔ عربی میں خاوند کو بعل کہتے ہیں۔ توریت میں اس کا ذکر متعدد جگہ وارد ہوا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ اس کی پوجا مختلف مرکب ناموں سے کی جاتی تھی۔ ہر نام کا اصل حصہ بعل، بعل مردوک، بعل فغور، بعل بریت اور بعل زبول اور بعلیم[2] کلدانی بعل، بیل، بعل، بعلوس اور بغلوس کے نام سے مذکورہ بالا دیوتا کو پکارتے تھے۔ حرفِ میم اور حرف سین جمع کی علامت ہے جس سے عزت افزائی مدنظر ہوتی۔ گنتی باب ٢٢ آیت ٤٠، ٤١ میں ہے کہ ''بلق نے بیل اور بھیڑوں کی قربانی گذرانی۔ .....دوسرے دن صبح کو بلق بلعام کو ساتھ لے کر اسے بعل کے بلند مقاموں پر لے گیا۔'' قضاۃ باب ٢

---

[1] (قصص القرآن، ذکر حضرت الیاس علیہ السلام، حصہ دوم صفحہ ٢٠ تا ٢٣)

[2] (١-سلاطین باب ١٦ آیت ٣١، ٣٢) (قضاۃ باب ٨ آیت ٣٣) (٢-سلاطین باب ١) (گنتی باب ٢٥ آیت ٣)

آیت ١١ میں ہے: اور بنی اسرائیل نے خداوند کے آگے بدی کی اور بعلیم کی پرستش کرنے لگے اور وہ خداوند کو چھوڑ کر چوگرد کی قوموں کے دیوتاؤں بعل اور عستارات کی پرستش کرنے لگے۔ اور قضاۃ باب ٨ آیت ٣٣ میں ہے کہ وہ بعلیم کی پیروی میں زناکاری کرنے لگے اور بعل بریت کو اپنا معبود بنالیا۔ اور بنی اسرائیل کے اس دیوتا کی پرستش کا ذکر سلاطین اوّل باب ١٦ آیت ٣١ باب ١٨ آیت ١٨ تا ٢٦، سلاطین دوم باب ٢١ آیت ٣ وغیرہ میں وارد ہوا ہے اور سلاطین اوّل و دوم کے ان حوالوں کی تفصیل سے ظاہر ہے کہ ایلیاء نبی، حزقیاہ اور یسعیاہ نبی نے بنی اسرائیل کو ملامت کی اور غیر قوموں کے بت بعل کی عبادت سے انہیں روگردان کیا اور خداوندِ حقیقی کی طرف متوجہ کیا۔ غرض اصل مرکز بعل کا ارضِ عراق ہے نہ ارضِ شام۔ وہیں سے ہمسایہ ممالک میں اس کی عبادت اخذ کی گئی۔ اور ھبل دیوتا سے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ یہ بعل کی بگڑی ہوئی شکل ہے جو دراصل هُوَ بَعْل ہے۔ هُوَ عربی میں اسم ضمیر ہے۔

غرض قرآنِ مجید کی آیات مندرجہ باب ٤ میں حضرت الیاس علیہ السلام کا بعل کی عبادت پر اپنی قوم کو ملامت کرنا بتاتا ہے کہ وہ اس علاقہ میں مبعوث ہوئے ہیں جو اس کی پرستش کا مرکز تھا اور یہ جزیرہ عراق ہے نہ کہ شام یا کنعان یا جزیرہ عرب۔ یہ علاقے جزیرہ عراق کی بابلی حکومت کے عروج سے مذہباً ضرور متاثر تھے۔ جیسا کہ تورات کے مذکورہ بالا حوالوں سے ظاہر ہے کہ اسرائیلی موحد اقوام نے بھی بعل کے نام پر قربان گاہیں بنائی ہوئی تھیں۔ کاہن اس کو خوشبودار بخارات کی دُھونی دیتے۔ مینڈھے ذبح کرتے اور کبھی کبھی انسانی قربانی کی نذر بھی پیش کرتے تھے۔☆ یہاں تک کہ بعل کی خدائی کا عقیدہ ان کے ذہنوں پر مستولی تھا اور دور و نزدیک کے علاقوں تک اس کا اثر پھیلا ہوا تھا۔ نہ صرف شام بلکہ یمن میں بھی وہ پوجا جاتا تھا۔ قرآنِ مجید کی آیت وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (الصافات: ١٢٤) سے ظاہر ہے کہ وہ رسول تھے جنہوں نے شرک اور بعل کی عبادت کے خلاف آواز اُٹھائی اور آیت سَلٰمٌ عَلٰى اِلْ يَاسِيْنَ (الصافات: ١٣١) سے پایا جاتا ہے کہ اس نام پر ان کے علاوہ اور بھی نبی یا مجدد ہوئے ہیں۔ جیسا کہ بعض مفسرین نے بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ایلیا نبی کو الیاس کا ہم نام قرار دیا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے تھے اور سورۃ الصافات کی آیت وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (الصافات: ١٢٤) میں بھی حضرت الیاس مرسلین میں شمار کئے گئے ہیں اور ان کا نام حضرت یونس نبی قومِ نینوہ سے پہلے ہے اور بعض نے ایلیاء نبی کو الیاس قرار دیا ہے۔ ایک نبی دوسرے نبی کے نام پر ملقب ہوسکتا ہے۔ جیسے مسیح ناصری علیہ السلام کے نام پر مسیح موعود علیہ السلام مجددِ اُمت محمدیہ۔

امام بخاریؒ نے انبیاء علیہم السلام سے متعلق اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ اخْتَلَفَ سے تمہید انبیاء قائم کی ہے جو اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ سب غرض و غایت، طریق عمل اور سلوکِ الٰہی اور انجام مخالفت کے اعتبار سے ایک ہیں۔ حضرت الیاس علیہ السلام انبیاء ازمنہ قدیم کے پہلے دور کے مرسلین میں سے ہونے میں کوئی روک نہیں اور یہ امر یقینی ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے انہیں حضرت ادریس (اخنوخ) نبی سے الگ اور ان سے قبل

☆ (یرمیاہ باب ١٩، آیت ٥) (٢- سلاطین باب ٢١ آیت ٣، باب ٢٣ آیت ٤، ٥) (ارض القرآن حصہ دوم صفحہ ٣٧٦)

قرار دیا ہے۔ میں نے اب تک نہیں دیکھا کہ انہوں نے ابواب و روایات میں ترتیب نظر انداز کی ہو۔ بعض نے حضرت الیاس علیہ السلام کو عہد قدیم کا ایلیاء نبی قرار دیا ہے۔ جنہوں نے شرک کے خلاف آواز اُٹھائی اور دعوتِ توحید دی۔

حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تحقیق میں حضرت الیاسؑ نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبل بعل پرست اقوام کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ آپؓ کی تحقیق کی رو سے حضرت الیاسؑ نام کے تین الیاس ہیں۔ چنانچہ آپؓ تفسیر صغیر میں آیت سَلَامٌ عَلٰی اِلْ یَاسِیْنَ (الصافات:۱۳۱) کی شرح میں حاشیہ تحریر فرماتے ہیں:-

> ''بعض نے کہا ہے کہ یہ الیاس کی قرأت ہے مگر یہ درست نہیں۔ الیاس کی جمع الیاسین بھی ہوتی ہے اور یہودی اور اسلامی لٹریچر سے معلوم ہوتا ہے کہ الیاس تین ہیں۔ ایک الیاسؑ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزرے تھے اور ایک یحیٰؑ جن کا نام پیشگوئی میں الیاس آیا تھا اور حضرت مسیحؑ نے بھی ان کو الیاسؑ قرار دیا ہے اور ایک آخری زمانہ میں آنے والا الیاس جو مسیح موعودؑ سے پہلے اسی طرح ظاہر ہونا تھا جس طرح مسیح ناصریؑ کے لئے یحیٰؑ تھے۔ یہ الیاس حضرت سید احمد بریلوی تھے جن کی قبر اس وقت بالاکوٹ ضلع ہزارہ میں ہے۔'' (تفسیر صغیر، سورۃ الصافات حاشیہ آیت ۱۳۱ صفحہ ۵۹۳)

امام بخاریؒ نے بھی الیاس نبی کو ادریس (حنوک) نبی سے پہلے رکھا ہے جو بلا وجہ نہیں۔ اس تعلق میں انہیں کوئی مستند روایت نہیں ملی۔ عہد قدیم کی کتب میں کئی نبیوں کا ذکر ہے۔ جنہوں نے بعل کی عبادت اور شرک کے خلاف سختی سے آواز اُٹھائی اور بنی اسرائیل کو اس سے روکا جو ہمسایہ غیر اقوام کی تقلید میں بعل کی پوجا کرتے تھے۔ وہ اس کی دھونی رماتے۔ اس کے سامنے سوختنی قربانی گزارتے اور انہوں نے ان کی بدرسوم اختیار کرلیں اور وہ بدکاری اور فحش کاری میں مبتلا ہو گئے۔ ان میں سے قابل ذکر حضرت یشوع ہیں۔ (یشوع کی کتاب باب۲۴) انہوں نے عام طور پر غیر اقوام کے معبودوں کی پرستش سے منع فرمایا اور ایلیا (۱-سلاطین باب۱۸ آیت۱۸تا۲۶)، یسعیاہ (۲ تواریخ باب۳۴) (یسعیاہ باب۹،۱۰) یرمیاہ (باب۲ آیت۸) (باب۱۲ آیت۱۶، ۱۷) (باب۱۹ آیت۵،۶) نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور حزقیل، دانیال اور زکریا علیہم السلام وغیرہ نے بھی بنی اسرائیل کو غیر اقوام کے بتوں سے روکا اور شدید انذار کیا۔ یہ نبی حضرت الیاس علیہ السلام کے زمرہ ہی میں شمار کئے جاسکتے ہیں کہ انہوں نے بعل کی عبادت سے روکا اور توحید کی دعوت دی۔ حزقیل اور ذوالکفل ایک ہیں۔ (دیکھئے تفسیر کبیر، سورۃ الانبیاء، آیت ۸۶) سَلَامٌ عَـلٰی اِلْ یَـاسِیْنَ- یہ نام جمع کا صیغہ ہے۔ الیاس اوّل کی نسبت بعض کا خیال ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ۹۰۰ برس پہلے ہوئے ہیں۔

جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ امام بخاریؒ نے اس بارے میں کوئی مستند روایت درج نہیں کی اور نہ اپنی رائے کا اظہار فرمایا ہے۔ سوا اس کے کہ ان کا ذکر حضرت ادریس (حنوک) نبی سے پہلے کیا ہے اور یہ نبی حضرت نوح علیہ السلام کے پردادا تھے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت الیاس کی بعثت ہزار اوّل کے آخر میں ہوئی۔ کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام ہزار اوّل

کے پہلے شرعی نبی ہیں اور حضرت حنوک (ادریسؑ) نبی جوان کے پردادا ہیں ہزار اوّل کے آخری خلفاء آدم علیہ السلام سے ہیں اور حضرت الیاس علیہ السلام بھی ان کے خلفاء ہی میں سے معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے ارضِ بابل میں بعل کی پرستش کے خلاف اور توحید باری تعالیٰ کے حق میں آواز اُٹھائی۔

اس تعلق میں ایک سوال کا جواب باقی رہ جاتا ہے اور وہ یہ کہ سورۂ انعام کی آیات ۸۴ تا ۸۷ میں حضرت الیاس نبی علیہ السلام انبیاء بنی اسرائیل کے زمرہ میں شمار کئے گئے ہیں تو اس کا جواب خود سیاقِ کلام میں موجود ہے کہ وہاں ان کا ذکر بلحاظِ مدارج وارد ہوا ہے جس میں زمنی ترتیب ملحوظ نہیں، نہ قومی نسبت۔ نہ صرف حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ ثانی رضی اللہ عنہ کی یہ رائے ہے[1] بلکہ علمائے مصر میں سے الشیخ رشید رضا مرحوم کی بھی یہی رائے ہے[2] ان کے نزدیک یہاں پانچ گروہوں کا ذکر ہے۔ ایک گروہ نبی و رسول ہونے کے علاوہ بادشاہ بھی تھے، جیسے حضرت داوٗد وحضرت سلیمان علیہما السلام۔ دوم جو نبی ہونے کے علاوہ حکمرانی کے منصب پر بھی فائز تھے، جیسے حضرت ایوب اور حضرت یوسف علیہما السلام۔ (اوّل الذکر صاحب ریاست تھے اور ثانی الذکر وزیر اور کارپردازِ مملکت) تیسرا گروہ صاحب شریعت انبیاء کا جیسے حضرت نوح اور حضرت موسیٰ علیہما السلام۔ اور چوتھا گروہ زاہدوں اور تارک الدنیا انبیاء کا، اس دائرے میں حضرت یحیٰ، حضرت زکریا، حضرت عیسیٰ اور حضرت الیاس علیہم السلام ہیں۔ پانچویں گروہ میں حضرت اسماعیل، حضرت الیسع (یسعیاہ) حضرت یونس اور حضرت لوط علیہم السلام ہیں جو متوسط درجے پر فائز تھے، نہ خالص زہادت اختیار کی کہ ترکِ دنیا ہو بلکہ میانہ روی کی زندگی اختیار کرتے ہوئے حق تبلیغ و رسالت ادا کیا۔

امام بخاریؒ نے کتاب الانبیاء کی تمہید ان الفاظ سے اُٹھائی ہے: اَلْاَرْوَحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ اخْتَلَفَ۔ اور باب ۵ میں معراج سے متعلق جو حدیث نقل کی گئی ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ مرحبا سے استقبال کیا اور آپؐ کی آمد سے خوش ہوئے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ انبیاء کی بعثت کی غرض و غایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک وجود سے پایۂ تکمیل کو پہنچے گی اور آپؐ دنیا میں ان کے صحیح نمائندہ اور مظہر ہوں گے۔ اس مظہریت جامع اور تکمیل دین اور اس کی اشاعت کے لحاظ سے آپؐ نے خاتم النبیین ﷺ کا لقب پایا اور بتایا جاچکا ہے کہ قرآنِ مجید میں انبیائے متقدمین کا ذکر درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے متعلق انباءِ غیب پر مشتمل ہے۔ یہ امر باب ۲۷ اور اس کے بعد کے ابواب کی شرح سے پورے طور پر واضح ہوجائے گا اور قارئین شرح بخاری کو معلوم ہوجائے گا کہ خاتم النبیین ﷺ کی اس شان کا بیان جو ابواب کتاب الانبیاء میں ہے کسی تاویل رکیک یا خوش عقیدگی پر قطعاً مبنی نہیں بلکہ اظہارِ حقیقت ہے جو امام بخاریؒ کے مدنظر ہے۔

---

١ (Translation of the Holy Quran by Muhammad Ali, footnote Anaam:٨٤-٨٧)

٢ (تفسير المنار، تفسير سورة الانعام، آيات ٨٤ تا ٨٧)

بَاب ٦: قَوْلُ اللهِ تَعَالَى وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللهَ

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ اس نے کہا: اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو (هود: ٥١)

وَقَوْلُهُ: إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ إِلَى قَوْلِهِ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ○ (الأحقاف: ٢٢-٢٦)

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا ذکر: جب اس نے اپنی قوم کو تودہ ہائے ریگستان میں برپا ہونے والی آفت ناگہانی سے آگاہ کیا.... پس جب اس کی قوم نے اس عذاب کو بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ ایک بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا۔ (ہم نے کہا:) نہیں۔ یہ وہ (عذاب) ہے جس کو تم جلدی مانگتے تھے۔ یہ ایک ہوا ہے جس میں دردناک عذاب پوشیدہ ہے.... اسی طرح ہم مجرم قوم کو سزا دیا کرتے ہیں۔

فِيْهِ عَنْ عَطَاءٍ وَسُلَيْمَانَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس کے متعلق عطاء (بن ابی رباح) اور سلیمان (بن یسار) سے روایت ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے، حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

وَقَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ شَدِيْدَةٍ عَاتِيَةٍ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَتَتْ عَلَى الْخُزَّانِ، سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ أَيَّامٍ حُسُوْمًا مُتَتَابِعَةً فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ أُصُولُهَا فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ (الحاقة: ٧-٩) بَقِيَّةٍ.

اور اللہ عزوجل کا یہ فرمانا کہ عاد ایک نہایت تیز آندھی سے تباہ کر دیئے گئے۔ صَرْصَر کے معنی غایت تیز۔ ابن عیینہ نے کہا: عَاتِيَة کے معنی ہیں تند۔ وہ آندھی داروغوں کے قابو سے نکل گئی۔ اس آندھی کو سات رات اور آٹھ دن تک لگاتار کام میں لگائے رکھا۔ حُسُوْمًا کے معنی ہیں لگاتار۔ تم اس قوم کو اس آندھی میں ایسے مرے پڑے دیکھتے کہ گویا وہ کھوکھلی کھجوروں کے تنے ہیں۔ خَاوِيَةٌ کے معنی ہیں جن کی جڑیں کھوکھلی ہو کر گر پڑیں۔ کیا تم ان میں سے کوئی بچا ہوا بھی دیکھتے ہو۔

٣٣٤٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُوْرِ.

اطرافهُ: ١٠٣٥، ٣٢٠٥، ٤١٠٥.

۳۳۴۳: محمد بن عَرْعَرَہ نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حَکَم سے، حَکَم نے مجاہد سے، مجاہد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: پوربی ہوا سے میری مدد کی گئی اور عاد پچھّم کی ہوا سے تباہ کئے گئے۔

٣٣٤٤: قَالَ وَقَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذُهَيْبَةٍ فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْأَرْبَعَةِ الْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيِّ ثُمَّ الْمُجَاشِعِيِّ وَعُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ الْفَزَارِيِّ وَزَيْدٍ الطَّائِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي نَبْهَانَ وَعَلْقَمَةَ بْنِ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيِّ أَحَدِ بَنِي كِلَابٍ، فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ وَالْأَنْصَارُ قَالُوْا يُعْطِي صَنَادِيْدَ أَهْلِ نَجْدٍ وَيَدَعُنَا قَالَ إِنَّمَا أَتَأَلَّفُهُمْ فَأَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِيْنِ كَثُّ اللِّحْيَةِ

۳۳۴۴: (امام بخاری نے) کہا: اور ابن کثیر نے سفیان (ثوری) سے روایت کرتے ہوئے کہا: سفیان نے اپنے باپ (سعید بن مسروق ثوری) سے، ان کے باپ نے (عبدالرحمٰن) بن ابی نُعم سے، انہوں نے حضرت ابوسعید (خدری) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو تھوڑا سا سونا بھیجا اور آپؐ نے چار آدمیوں کے درمیان اسے تقسیم کیا۔ یعنی اَقرع بن حابس حنظَلی مجاشعی اور عُیَیْنہ بن بدر فزاری اور زید طائی جو بنی نبہان میں سے تھے اور علقمہ بن عُلاثہ عامری جو بنی کلاب میں سے تھے۔ قریش اور انصار اس سے ناراض ہوگئے۔ کہنے لگے: نجدیوں کے رؤساء کو دیتے ہیں اور ہمیں نہیں دیتے۔ آپؐ نے فرمایا: میں تو صرف ان کی (اسلام میں حدیث العہد ہونے کی وجہ سے) دلجوئی کرتا ہوں۔ یہ سن کر ایک شخص آگے بڑھا۔ آنکھیں اس کی اندر گھسی ہوئی تھیں، رخسار اُبھرے ہوئے،

مَحْلُوْقٌ فَقَالَ اتَّقِ اللهَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ مَنْ يُّطِعِ اللهَ إِذَا عَصَيْتُ أَيَأْمَنُنِي اللهُ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا تَأْمَنُوْنِي فَسَأَلَهُ رَجُلٌ قَتْلَهُ أَحْسِبُهُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ فَمَنَعَهُ فَلَمَّا وَلَّى قَالَ إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا أَوْ فِي عَقِبِ هَذَا قَوْمًا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُوْنَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ لَئِنْ أَنَا أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ.

پیشانی آگے کو نکلی ہوئی، داڑھی گھنی، سر مُنڈا تھا۔ کہنے لگا: محمد! اللہ کی ناراضگی سے بچو۔ آپؐ نے فرمایا: اگر میں نافرمان ہوں تو اللہ کی فرمانبرداری کون کرے گا۔ اللہ تو مجھے زمین والوں کے لئے قابلِ اعتبار سمجھے اور تم مجھ پر اعتبار نہ کرو۔ اس پر ایک شخص نے آپؐ سے اس کے قتل کرنے کی اجازت مانگی۔ میں سمجھتا ہوں: وہ خالدؓ بن ولید تھے۔ آپؐ نے ان کو منع کیا۔ جب وہ پیٹھ موڑ کر چلا تو آپؐ نے فرمایا: اس شخص کی نسل سے یا فرمایا: اس شخص کی پشت سے ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر اُن کے گلے سے آگے نہیں جائے گا۔ دین سے ایسے نکلیں گے جیسے تیر شکار سے باہر نکل جاتا ہے۔ اہلِ اسلام سے جنگ کریں گے اور بت پرستوں سے جنگ نہیں کریں گے۔ اگر میں نے ان کا زمانہ پالیا تو میں انہیں ضرور اسی طرح ہلاک کروں گا جس طرح عاد ہلاک کئے گئے۔

اطرافهُ: ٣٦١٠، ٤٣٥١، ٤٦٦٧، ٥٠٥٨، ٦١٦٣، ٦٩٣١، ٦٩٣٣، ٧٤٣٢، ٧٥٦٢.

٣٣٤٥: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ○ (القمر: ١٦)

۳۳۴۵: خالد بن یزید نے ہم سے بیان کیا کہ اسرائیل نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابواسحاق سے، ابواسحاق نے اَسوَد سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) سے سنا۔ کہتے تھے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (سورۃ القمر کی) یہ آیت یوں پڑھتے ہوئے سنا: فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔ کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے۔

اطرافهُ: ٣٣٤١، ٣٣٧٦، ٤٨٦٩، ٤٨٧٠، ٤٨٧١، ٤٨٧٢، ٤٨٧٣، ٤٨٧٤.

تشریح: **وَإِلٰى عَادٍ أَخَاهُمْ هُوْدًا:** قومِ عاد سے متعلق سورۃ الحاقہ کے پہلے رکوع میں سے بعض الفاظ کی شرح دی گئی ہے، اس کے تحت روایت نمبر۳۳۴۴ درج کر کے اشارہ کیا گیا ہے کہ قومِ عاد جو قدیم اقوام میں سے ایک کثیر القبائل قوم تھی، علاقہ نجد میں سکونت پذیر تھی۔سورۃ الاحقاف رکوع ۳ میں بھی اس قوم کا ذکر ہے جس میں صراحت ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کئی نذیر اس قوم کی طرف آئے۔یمن اس قوم کی سلطنت کا دارالخلافہ تھا۔احقاف نامی علاقہ انہی کا تھا جو حضرموت کے شمال میں ہے۔جس کے شرق میں عمان ہے اور اب جو کھنڈرات کی کھدائی ہوئی ہے، ان کے برآمد شدہ آثارِ قدیمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قوم اپنے معتقدات میں بابلی مشرکانہ عقائد کی پابند تھی۔ وُدّ، سواع، یغوث، یعوق، نسر اور بعل کے پجاری تھے۔مسماری رسم الخط ان کے ہاں بھی رائج تھا۔حضرت ہود علیہ السلام قومِ عاد کے معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔جس کا نام بقول عینیؒ خلود تھا۔(عمدۃ القاری جزء۱۵ صفحہ۲۲۵) آیت **وَاذْكُرُوْٓا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ** (الأعراف: ۷۰) سے ظاہر ہے کہ یہ قوم حضرت نوحؑ کے بعد حضرت آدمؑ سے دوسرے ہزار سال بعد ایک بڑی سلطنت کی مالک ہوئی۔یعنی حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار سال قبل۔اور ابن قتیبہ نے دُوّ، دھناء، عالج، وبار، عمان، حضرت موت وغیرہ اسی وسیع حکومت کا حصہ قرار دیا ہے۔(فتح الباری جزء۶ صفحہ۴۵۵) اور وہیں اس نے بہت بڑا عروج حاصل کیا تھا اور کفر و معصیت کی وجہ سے ہلاک ہوئی۔حضرت ہود علیہ السلام اس قوم کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔اس نام کی ایک سورۃ ہے اور اس کے رکوع نمبر۵ آیات ۵۱ تا ۶۱ میں قومِ عاد کی تکذیب و ہلاکت کا ذکر ہے۔ان میں سے پہلی وہ آیت ہے جس سے باب کا عنوان باندھا گیا ہے۔اس حوالہ سے اس طرف توجہ مبذول کرائی کہ حضرت ہود علیہ السلام نبی اور ان کی قوم کا ذکر محولہ آیات میں دیکھا جائے۔ عاد اور ثمود دونوں قومیں سامی النسل ہیں اور سلسلہ نسب جو امام ابن حجرؒ یا ابن ہشامؒ نے بیان کیا ہے، حضرت نوح علیہ السلام ہی سے ملتا ہے اور عاد کئی قبائل ثمود، طسم، جدیس وغیرہ کا مجموعہ ہیں۔جن میں سے ایک قبیلہ عادِ ارم ہے۔آرامی زبان انہی کی بتائی جاتی ہے۔عاد کے قبائل کا اثر شام و مصر و عراق تک ممتد تھا اور یہ عرب عاربہ (یعنی خالص عرب) کے نام سے موسوم تھے۔ان کے زمانہ کا اندازہ دو ہزار سال قبل مسیح ہے۔یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہزار دوم کے اوائل میں۔

(ارض القرآن، ذکر امم سامیہ اولیٰ) (قصص القرآن، ذکر حضرت ہودؑ، جزء اوّل صفحہ۶۵)

فِيْهِ عَنْ عَطَاءٍ وَّسُلَيْمَانَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: عطاء سے مراد ابن ابی رباحؒ ہیں اور سلیمان سے ابن یسارؒ۔اوّل الذکر کی روایت کتاب بَدْءِ الْخَلْقِ میں موصولاً گزر چکی ہے۔(باب۵ روایت نمبر۳۲۰۶) اور ثانی الذکر کی روایت تفسیر سورۃ الاحقاف میں آئے گی۔(دیکھئے روایت نمبر۴۸۲۹) سورۃ الحاقہ کی ان آیات میں عاد کی بادِ صرصر کے ذریعے سے ہلاکت کا ذکر ہے۔سفیان بن عُیَیْنَہؒ کے حوالہ سے بتایا گیا ہے کہ مخازن کے ذریعہ سے آب رسانی کا انتظام تھا جنہیں آج کل انگریزی اصطلاح میں ڈیم Dams کہتے ہیں۔یہ مخازن بادِ تند کے متواتر آٹھ روز چلنے اور

مسلسل موسلا دھار بارشوں کے برسنے سے ٹوٹ پھوٹ گئے تھے اور ممکن ہے کہ بحیرہ قلزم کی طوفانی طغیانی نے بھی ان کے ایک حصۂ علاقہ کو تباہ و برباد کر دیا ہو اور ان کا بھی وہی حال ہوا ہو جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ہوا تھا۔ کیونکہ عادِ اولیٰ یا عاد ارم صرف بدوی قبائل کا مجموعہ نہیں تھی بلکہ وہ ایک بہت بڑی متمدن قوم تھی، جسے ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ کے وصف سے موصوف کیا گیا ہے کہ وہ لوگ بڑی بڑی عمارتوں اور لاؤ لشکر والے تھے، جن کی مانند کوئی اور ان ملکوں میں پیدا نہیں ہوئی تھی۔ (الفجر: ۸، ۹) اور جو امر قابل توجہ اور عبرت ہے وہ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی اس تباہی خیز طوفان سے نجات اور ان کی قوم کی حسب انذار ہلاکت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ خارقِ عادت سلوک ہر نبی کے ساتھ ہوا اور اس ضمن میں کفارِ قریش اور ان کے ہمنوا بادیہ نشین قبائل کے بدانجام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کے نیک انجام کی پیشگوئی ہے۔ اس بار بار کے تجربے اور مشاہدہ کو اتفاقی حادثہ پر محمول کرنا سخت حماقت ہے۔ عاد جب برباد ہوئے تو ان کی بستیاں (احقاف) تو دۂ ریت بنا دی گئیں۔

صَرْصَر کے معنی ہیں تیز آندھی۔ یہ ابوعبیدہ سے مروی ہے اور عَتَتْ عَلَى الْخُزَّانِ کی تشریح سفیان بن عیینہؒ سے مروی ہے۔ حُسُوْمًا کے معنی ہیں مسلسل۔ یہ بھی ابوعبیدہؒ ہی سے مروی ہے۔ خلیل نحوی نے حُسُوْمًا سے سخت کاٹنے والی بادِ تند مراد لی ہے۔ جو حَسَمَ کا مصدر ہے اور اس کے معنی ہیں قَطَعَ۔ فُعُوْلًا کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَة کے معنی ہیں کھجوروں کی جڑیں اُکھڑی گری پڑی تھیں۔ یہ معنی بھی ابوعبیدہؒ ہی سے مروی ہیں۔
(فتح الباری جزء ۶ صفحہ ۴۵۵)

تفسیری الفاظ کے علاوہ اس باب کے تحت جو روایتیں نقل کی گئی ہیں، ان میں سے پہلی روایت میں ہے نُصِرْتُ بِالصَّبَا۔ اس کی نسبت دیکھئے کتاب المغازی باب قصة غزوة بدر۔ دوسری روایت کا تعلق سوا اس کے نہیں معلوم ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے نجدی قبائل جو قوم عاد میں سے ہیں ہدایت پائیں گی اور یہ بات پوری ہوئی اور ایک فتنہ بھی ان میں سے پیدا ہوا، یعنی فتنہ عبداللہ بن سباء۔ (دیکھئے کتاب الفتن باب ۱۶)

کتاب احادیث الانبیاء میں اسی غرض سے قرآنِ مجید کی آیات متعلقہ بیان کی گئی ہیں کہ وہ آئندہ کی پیشگوئیاں ہیں، نہ بطور قصہ کہانی۔ روایت نمبر ۳۳۴۵ سے اس امر کا اظہار ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی تطبیق اپنی ذات اور اپنے مکذبین پر فرمائی ہے۔

بَابٌ☆١٧: قَوْلُ اللهِ تَعَالَى وَإِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا)

(الأعراف: ٧٤) (هود: ٦٢)

وَقَوْلُهُ: كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ (الحجر: ٨١) الْحِجْرُ مَوْضِعُ ثَمُوْدَ. وَأَمَّا حَرْثٌ حِجْرٌ (الأنعام: ١٣٩) حَرَامٌ وَكُلُّ مَمْنُوْعٍ فَهُوَ حِجْرٌ وَمِنْهُ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا. وَالْحِجْرُ كُلُّ بِنَاءٍ بَنَيْتَهُ وَمَا حَجَرْتَ عَلَيْهِ مِنَ الْأَرْضِ فَهُوَ حِجْرٌ وَمِنْهُ سُمِّيَ حَطِيْمُ الْبَيْتِ حِجْرًا كَأَنَّهُ مُشْتَقٌّ مِنْ مَّحْطُوْمٍ مِثْلُ قَتِيْلٍ مِنْ مَّقْتُوْلٍ وَيُقَالُ لِلْأُنْثَى مِنَ الْخَيْلِ حِجْرٌ وَيُقَالُ لِلْعَقْلِ حِجْرٌ وَحِجًى وَأَمَّا حَجْرُ الْيَمَامَةِ فَهُوَ الْمَنْزِلُ.

اور حجر (کے رہنے) والوں نے بھی جھٹلا دیا تھا۔ حجر ثمود کی جگہ کا نام ہے۔ اور آیت هٰذِهٖ أَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ کے معنی ہیں کہ یہ جانور اور کھیتی حرام ہے اور ہر ممنوع شے حِجْر کہلاتی ہے اور حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (الفرقان: ٥٤) بھی انہی معانی میں ہے۔ اور حجر ہر اس عمارت کو کہتے ہیں جو تو بنائے اور زمین پر جو پتھر کی دیوار چنی جائے۔ اور اسی سے (کعبہ) بیت اللہ کی چھوڑی ہوئی دیوار حطیم حجر کہلاتی ہے۔ حطیم مَّحْطُوْم سے مشتق ہے۔ یعنی گرائی ہوئی یا توڑی ہوئی شئے۔ جیسے قتیل مقتول سے (بروزن فَعِيْل جو حَطَم یعنی گرانے یا توڑنے سے صیغہ اسم مفعول ہے) اور گھوڑی کو بھی حجر کہتے ہیں اور عقل بھی حجر کہلاتی ہے کہ وہ بدی سے روکتی ہے۔ حِجًى کے معنی بھی عقل اور سمجھ کے ہیں۔ (حَجَا يَحْجُوْ کے معنی بھی مَنَعَ يَمْنَعُ کے ہیں) اور حَجْرُ الْيَمَامَةِ ایک پڑاؤ ہے۔

٣٣٧٧: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ

٣٣٧٧: حمیدی نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ ہشام بن عروہ نے ہم سے

☆ بخاری کے اکثر نسخوں میں یہ باب اس جگہ نہیں بلکہ بابٌ١٦ فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوْطٍ الْمُرْسَلُوْنَ کے بعد ہے۔ لیکن امام ابن حجر کے نزدیک یہ باب یہاں بابٌ٧ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى وَإِلٰى عَادٍ أَخَاهُمْ هُوْدًا کے بعد ہے۔ کیونکہ ترتیب میں اسے عاد کے ساتھ آنا چاہیے۔ اور ابوذر کے مطابق اصل نسخہ الگ الگ کاغذوں پر تھا، جلد کی شکل میں نہیں تھا۔ اس وجہ سے بعض کاتبوں سے غلطی ہوئی ہے۔ (دیکھئے فتح الباری جزء٦ صفحہ ٤٦٠) ابواب کی یہ ترتیب فتح الباری کے مطابق ہے لیکن نمبر دیگر متداول نسخوں کے تتبع میں ہیں۔

أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ الَّذِي عَقَرَ النَّاقَةَ قَالَ انْتَدَبَ لَهَا رَجُلٌ ذُو عِزٍّ وَمَنَعَةٍ فِي قَوْمِهِ كَأَبِي زَمْعَةَ.

اطرافہ: ۴۹۴۲، ۵۲۰۴، ۶۰۴۲۔

بیان کیا کہ ان کے باپ سے مروی ہے۔انہوں نے عبداللہ بن زمعہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور آپؐ نے اس شخص کا ذکر کیا جس نے (صالحؑ کی) اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں۔فرمایا: اونٹنی سے تعرض کرنے کا کام ایک شخص نے جو اپنی قوم میں معزز ومقتدر تھا اپنے ذمہ لیا، جیسے ابوزمعہ (قریش میں ہے۔)

۳۳۷۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِيْنٍ أَبُو الْحَسَنِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ بْنِ حَيَّانَ أَبُو زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَ الْحِجْرَ فِي غَزْوَةِ تَبُوْكَ أَمَرَهُمْ أَنْ لَّا يَشْرَبُوْا مِنْ بِئْرِهَا وَلَا يَسْتَقُوْا مِنْهَا فَقَالُوْا قَدْ عَجَنَّا مِنْهَا وَاسْتَقَيْنَا فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَّطْرَحُوْا ذَلِكَ الْعَجِيْنَ وَيُهَرِيْقُوْا ذَلِكَ الْمَاءَ. وَيُرْوَى عَنْ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ وَأَبِي الشُّمُوْسِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِإِلْقَاءِ الطَّعَامِ. وَقَالَ أَبُو ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اعْتَجَنَ بِمَائِهِ.

طرفہ: ۳۳۷۹۔

۳۳۷۸: محمد بن مسکین ابوالحسن نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ بن حسان بن حیان ابوزکریا نے ہمیں بتایا۔ (کہا:) سلیمان (بن بلال) نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن دینار سے مروی ہے۔انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوۂ تبوک کے دوران حجر میں قیام فرمایا (تو آپؐ نے نمازِ عصر پڑھی۔) آپؐ نے انہیں فرمایا کہ یہاں کے کنوئیں سے نہ پئیں اور نہ کسی اور غرض کے لئے اس سے پانی لیں۔صحابہؓ نے کہا: ہم تو اس سے پانی لے کر آٹے گوندھ چکے ہیں اور پانی لیا اور پلایا ہے۔آپؐ نے فرمایا کہ وہ گوندھا آٹا پھینک دیں اور پانی انڈیل دیں۔ اور سبرہ بن معبد اور ابوشموس سے مروی ہے کہ آپؐ نے کھانا پھینکنے کا ارشاد فرمایا۔اور حضرت ابوذرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ روایت کئے ہیں: جس نے اس کے پانی سے آٹا گوندھ لیا ہو، وہ آٹا پھینک دے۔

٣٣٧٩: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّاسَ نَزَلُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْضَ ثَمُوْدَ الْحِجْرَ وَاسْتَقَوْا مِنْ بِئْرِهَا وَاعْتَجَنُوْا بِهِ فَأَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُهَرِيْقُوْا مَا اسْتَقَوْا مِنْ بِئَارِهَا وَأَنْ يَّعْلِفُوْا الْإِبِلَ الْعَجِيْنَ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَّسْتَقُوْا مِنَ الْبِئْرِ الَّتِي كَانَتْ تَرِدُهَا النَّاقَةُ. تَابَعَهُ أُسَامَةُ عَنْ نَّافِعٍ.

طرفه: ٣٣٧٨۔

۳۳۷۹: ابراہیم بن منذر نے ہم سے بیان کیا کہ انس بن عیاض نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ سے، عبیداللہ نے نافع سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثمود کے علاقہ حجر میں اترے اور انہوں نے وہاں کے کنوئیں سے پانی لیا اور اس سے آٹے گوندھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا کہ انہوں نے کنوؤں سے جو پانی لیا ہے وہ انڈیل دیں اور اونٹوں کو گوندھا آٹا کھلا دیں اور پانی اس کنوئیں سے لیں جہاں (حضرت صالحؑ کی) اونٹنی پانی پینے کے لئے آیا کرتی تھی۔ عبیداللہ کی طرح اسامہ (بن زید لیثی) نے بھی نافع سے یہی روایت بیان کی ہے۔

٣٣٨٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا مَرَّ بِالْحِجْرِ قَالَ لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا إِلَّا أَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ أَنْ يُّصِيْبَكُمْ مَا أَصَابَهُمْ ثُمَّ تَقَنَّعَ بِرِدَائِهِ وَهُوَ عَلَى الرَّحْلِ.

اطرافه: ٤٣٣، ٣٣٨١، ٤٤١٩، ٤٤٢٠، ٤٧٠٢

۳۳۸۰: محمد (بن مقاتل) نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے معمر سے، معمر نے زُہری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: سالم بن عبداللہ نے اپنے باپ (حضرت عبداللہ بن عمر) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجر سے گزرے تو آپؐ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی بستیوں میں داخل نہ ہو جو ظالم تھے۔ بجز اس کے کہ تم گریہ و زاری کی حالت میں ہو۔ مبادا تمہیں وہ مصیبت پہنچے جو انہیں پہنچی۔ (یہ کہہ کر) آپؐ نے اپنی چادر سے اپنا منہ ڈھانپ لیا اور آپؐ اس وقت اونٹ پر سوار تھے۔

۳۳۸۱: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا وَهْبٌ حَدَّثَنَا أَبِي سَمِعْتُ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُوْا مَسَاكِنَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُوْنُوْا بَاكِيْنَ أَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِثْلَ مَا أَصَابَهُمْ.

۳۳۸۱: عبداللہ بن محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ وہب (مسندی) نے ہمیں بتایا (کہا:) میرے باپ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) میں نے یونس سے سنا۔ انہوں نے زُہری سے، زُہری نے سالم سے روایت کی کہ حضرت ابن عمرؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کی بستیوں میں نہ داخل ہو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، بجز اس حالت میں کہ گریہ میں ہو۔ کہیں تمہیں بھی وہی مصیبت نہ پہنچے جو اُن کو پہنچی تھی۔

اطرافهُ: ٤٣٣، ٣٣٨٠، ٤٤١٩، ٤٤٢٠، ٤٧٠٢

تشریح: **وَإِلٰى ثَمُوْدَ أَخَاهُمْ صَالِحًا**: اس باب کی ترتیب کے بارے میں بعض کاتبوں سے ایک غلطی ہوئی ہے جو امام ابن حجرؒ نے دور کی ہے اور ترتیب میں اسے عاد کے بعد رکھا ہے۔ (دیکھئے فتح الباری جزء٦ صفحہ ٤٦٠) عنوانِ باب میں سورۂ اعراف، سورۂ ھود اور سورۂ حجر کی متعلقہ آیات کا حوالہ دیا گیا ہے جن میں حضرت صالح نبی علیہ السلام اوران کی قوم اوران کے علاقے کا ذکر ہے۔ سورۃ الاعراف اور سورۃ ہود دونوں جگہ قومِ ہود اور قومِ صالح کا ذکر ہے۔ یہ قومیں نسلاً حضرت نوح علیہ السلام کے شجرۂ نسب سے منسوب ہیں۔ قومِ ہود عاد اولیٰ اور قومِ صالح عاد ثانیہ کہلاتی ہے۔ اور قرآنِ مجید میں جہاں کہیں ان کا ذکر وارد ہوا ہے، اکٹھا ہی ہے۔ دیکھئے سورۃ الاعراف آیات ٦٦ تا ٨٠۔ سورۃ ھود آیات ۵۱ تا ۶۹، ۹۰۔ سورۃ ابراہیم آیت ۱۰۔ سورۃ الفرقان آیت ۳۹۔ سورۃ الشعراء آیات ۱۲۴ تا ۱۶۰۔ سورۃ العنکبوت آیت ۳۹۔ سورۃ القمر آیات ۱۹ تا ۳۲۔ سورۃ الحاقۃ آیات ۵ تا ۹۔ سورۃ الفجر آیات ۷ تا ۱۰۔ اس تعلق میں دیکھئے تفسیر کبیر مؤلفہ حضرت مصلح موعودؓ، تفسیر سورۃ ھود آیات ٦٢ تا ٦٩، جلد۳ صفحہ ۲۱۱ تا ۲۱۹ نیز تفسیر سورۃ الفجر جلد۸ صفحہ ۵۴۴۔

قرآنِ مجید نے دونوں قوموں کے ذکر کو بڑی اہمیت دی ہے۔ پہلا حوالہ سورۃ الاعراف کا ہے۔ اس میں صراحت ہے کہ حضرت صالح نبی علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (الأعراف: ٧٥) اور یاد کرو جب اس (یعنی خدا) نے تم کو عاد کی قوم کے بعد (ان کا) جانشین بنایا اور زمین میں تمہارا (اس طرح) ٹھکانہ بنایا کہ تم اس کے میدانوں میں قلعے تعمیر کرتے اور پہاڑوں میں کھود کر گھر بناتے تھے۔ پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں جان بوجھ کر فساد مت کرو۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ ثمود کی قوم نے عاد کے بعد بہت بڑی قوت پکڑی اور بامِ عروج پر پہنچی۔ مجھے ان کے علاقہ سے گزرنے کا موقع ۱۹۱۴ میں ملا ہے جبکہ میں سلطان صلاح الدین ایوبی کالج میں ادیان قدیمہ کا استاد تھا۔ یہ علاقے میدانوں اور پہاڑی علاقہ پر مشتمل ہیں۔ بیت المقدس سے دمشق بذریعہ حجاز ریلوے جانے والا دور سے قومِ ثمود کی پہاڑیوں اور میدانوں کو دیکھ سکتا ہے اور قدیم زمانہ میں قافلوں کا عام راستہ بھی انہی میدانوں سے گزرتا تھا جیسا کہ سورۃ الحجر میں ذکر ہے کہ اصحاب ایکہ اور ثمود کھلے راستے پر واقع ہیں۔ (الحجر: ۸۰) اہل مدین اصحاب الایکہ کہلاتے تھے جو حضرت شعیبؑ کی قوم تھی اور ثمود کی قوم کو اصحاب الحجر کہا گیا ہے بوجہ اس کے کہ فصیل جو شہر پناہ تھی پتھروں سے بنی ہوئی تھی اور ان کی دوسری عمارتیں بھی پتھر ہی سے بنائی جاتی تھیں۔ ان کی بستیاں حجاز اور شام کے درمیان وادیٔ القریٰ تک ممتد تھیں۔ وادیٔ القریٰ کا علاقہ شام کی جنوبی سرحد اور حجازِ عرب کی شمالی حد ہے۔ (عمدۃ القاری جزء ۱۵ صفحہ ۲۷۲)

جغرافیائی منجد جدید کے عیسائی مؤلف کے نزدیک حجر نام کا شہر قدیم تیما کے جنوب میں وادیٔ القریٰ سے ایک دن کے فاصلے پر واقع ہے اور یہ شہر ثمود کا بتایا گیا ہے جو اَب برباد ہو چکا ہے۔ (**المنجد فی الأدب والعلوم-الحجر**) دراصل حجر وسیع علاقہ کا نام تھا جہاں قومِ ثمود کی حکومت تھی اور خلیج عقبہ تک ممتد تھی اور شمال مشرقی علاقوں پر بھی اس کا تسلط تھا۔ مسعودی مؤرخ نے ثمود کی وادیوں میں سے ایک سرسبز وادی کا نام فج الناقۃ بھی بتایا ہے۔ (**مروج الذهب، ذكر ثمود وملوكها وصالح نبيها**، جزء اوّل صفحہ ۱۸۵) تفسیر کبیر مصنفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعود رضی اللہ عنہ میں بیان کیا گیا ہے کہ قدیم یونانی مؤرخوں نے بھی اس وادی کا ذکر کیا ہے جس کا بگڑا ہوا نام بیڈاناٹا Badanata ہے۔ (تفسیر کبیر، تفسیر سورۃ ھود آیات ۶۲ تا ۶۹، جلد ۳ صفحہ ۲۱۸) نیز دیکھئے انگریزی ترجمہ قرآن کریم ملک غلام فرید صاحب ایم اے☆ ان وادیوں میں سے ایک وادی اب بھی حجر کے نام سے مشہور ہے جو سرسبز و شاداب ہے۔ جہاں پانی کے چشمے بکثرت ہیں۔ ثمود کا زمانہ عاد کے بعد دو سو سال اندازہ کیا گیا ہے۔

جب ایک آسوری بادشاہ نے (۷۲۲ تا ۷۰۵ ق م) حجاز عرب پر حملہ کیا تو مفتوحہ قبائل میں ایک قبیلہ ثمود نامی بھی تھا۔ (ارض القرآن حصہ اوّل صفحہ ۱۵۹) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عاد کی تباہی کے بعد جنوبی عرب سے قبائل عاد میں سے ثمود قبیلہ حجاز کے شمال کی طرف رحلت کر گیا تھا۔ جہاں اس نے عاد ثانیہ کے نام سے حکومت کی بنیاد ڈالی۔ ثمودی کھنڈرات میں ایک شاہی حویلی کے آثار باقی ہیں، جو ایک پہاڑی کاٹ کر بنائی گئی تھی اور اس کے پاس ایک بڑا حوض بھی ہے۔ عرب کا مشہور مؤرخ مسعودی بھی لکھتا ہے: **وَرَسُمُهُمْ بَاقِيَةٌ وَآثَارُهُمْ بَادِيَةٌ وَذٰلِکَ فِي طَرِيقِ الْحَاجِّ لِمَنْ وَرَدَ مِنَ الشَّامِ** (**مروج الذهب للمسعودي، ذكر ثمود وملوكها وصالح نبيها**، جزء اوّل صفحہ ۱۸۵) حاجیوں میں سے جو شام سے حجاز آئے، اس کی راہ میں ان کے کھنڈرات اور آثار اب تک باقی ہیں۔

☆ (The Holy Quran Translation & Short Commentary, Edited by: Malik Ghulam Farid Sahib, footnote Sura Hud, Verse 62)

ابواب کی ترتیب سے ظاہر ہے کہ ثمود کے عروج کا زمانہ فراعنہ مصر سے بہت پہلے کا ہے۔ جو مستشرقین انہیں بنی اسرائیل کی شاخ بتاتے ہیں، وہ محض قیاس سے کام لیتے ہیں۔ ان کا زمانہ یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کا ہے۔ سورۃ المومن میں مذکور ہے کہ ایک مرد مومن اپنی قوم سے متعلق اس اندیشہ کا اظہار کرتا ہے کہ مبادا تمہارا بھی وہی انجام ہو جو تم سے پہلے قومِ نوح و عاد و ثمود اور ان کے بعد دوسری قوموں کا ہوا ہے۔ (المؤمن: ٣٢) اس آیت سے ظاہر ہے کہ ثمود کو حضرت موسیٰ کی قوم بنی اسرائیل میں سے قرار دینا ایک فاش غلطی ہے اور اس غلطی کی وجہ یہ ہے کہ بعض قبریں پائی گئی ہیں جن کے کتبے بعض تو آرامی اور بعض قبطی زبان میں ہیں جو بہت بعد کے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام سے قبل ڈیڑھ دو صدیوں سے تجاوز نہیں کرتے اور یہ قبریں ثمود قوم کی تھیں۔ ان کا خط تحریر مسماری تھا۔ ثمود کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے ہزار دوم کے اوائل کی ترقی یافتہ اقوام میں سے تھی۔ اگر آسوری حملہ آور کے زمانے میں قومِ ثمود تباہ و خستہ حال ہو چکی تھی تو اس سے ظاہر ہے کہ ان کے عروج کا عرصہ ایک ہزار سال قبل مسیح کے قریب ہوگا اور قومِ عاد اس سے قبل تھی جن کا زمانہ عروج اگر کم از کم ٥٠٠ سال فرض کیا جائے تو یہ حمورابی کے زمانہ سے قریب کا زمانہ معلوم ہوتا ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام سے ١٧٢٨ تا ١٦٨٦ سال قبل بتائے جاتے ہیں اور عاد و ثمود کا خط تحریر بھی مسماری ہے جو حمورابی کے زمانے میں رائج تھا۔ عراقِ عرب اور شمالی و جنوبی عرب کی اقوام سب سامی النسل ہیں اور ان کا سلسلہ نسب حضرت نوح علیہ السلام سے ملتا ہے۔ خلاصہ محولہ بالا آیات حسب ذیل ہے:-

١: عاد و ثمود خالص عربی اقوام تھیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے بعد زمین میں جانشین ہوئیں۔ اوّل الذکر عاد اولیٰ اور ثانی الذکر عاد ثانیہ کہلائی۔

٢: پہلی کا علاقہ جنوبی عرب میں تھا جو بربادی کے بعد احقاف کے نام سے موسوم ہے۔ جیسا کہ اس کا جائے وقوع پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

٣: حضرت نوح علیہ السلام کے بعد انہیں (ہزار دوم میں) عروج حاصل ہوا۔

٤: وہ معبود حقیقی کو بھول گئیں اور غیر اللہ کو پوجنا شروع کر دیا۔

٥: وہ انبیاء کی تکذیب اور ان کے انذار سے فائدہ نہ اُٹھانے اور احکام الٰہی کو پس پشت ڈالنے اور بدکاری و ظلم کے ارتکاب سے تباہ ہوئیں۔ عاد میں آخری نبی حضرت ہود علیہ السلام اور ثمود میں حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ جنہوں نے انہیں مؤثر الفاظ میں نصیحت کی اور انذار و تبلیغ سے ان پر کما حقہ حجت قائم کی۔ مگر ان کے کان شنوا نہ ہوئے۔

٦: سورۃ ھود آیت ٦٣ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم صنم پرستی ان کا مذہب تھا جس سے حضرت صالح نبی علیہ السلام نے روکا۔ ان کے کھنڈرات سے بعض کتبے برآمد ہوئے ہیں جن پر ھبل (ھوبعل) منوت (مناۃ) اور لات وغیرہ نبطی تحریر میں پائے گئے۔ نبطی تحریر کا زمانہ وہ ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام سے قبل اور ان سے قریب تھا۔

۷: ناقۂ حضرت صالح علیہ السلام کے لئے الگ چراگاہ وگھاٹ مقرر کئے جانے کے باوجود وہ ہلاک کر دی گئی اور اس طرح انہیں تبلیغ سے روک دیا گیا۔

۸: ان کے علاقے کا نام الحجر ہے جس کی وجہ تسمیہ بیان کی جاچکی ہے اور یہ علاقہ مدائن صالح بھی کہلاتا ہے۔ مدینہ سے شام کو جائیں تو یہ قدیم راستہ پر مدینہ اور تبوک کے درمیان خلیج عقبہ کے محاذ پر واقع ہے۔ وادیٔ القریٰ قدیم زمانہ میں اس علاقے ہی کا حصہ تھی اور اس میں غار اور پتھر کی قدیم عمارتیں ہیں جو خراب خستہ ہیں۔ یہ عہد تورات سے بہت پہلے کی اقوامِ عرب ہیں۔ چنانچہ تورات کے صحیفوں کا ان میں نام تک نہیں پایا جاتا۔

۹: اقوامِ صالح زلزلے سے تباہ ہوئی تھیں۔ جسے لفظ صاعقہ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔
(الاعراف:۷۹) (هود:٦٨) (حٰم السجده:۱۴)

۱۰: سنت اللہ جو مشرک متمرد قوم سے گزری وہ ان دونوں قوموں سے بھی پیش آئی۔ **(النجم:۵۱تا۵۵)**

عاد وثمود سے متعلق مذکورہ بالا تفصیلات کی اس لئے ضرورت پیش آئی ہے کہ بعض مستشرقین نے ان کے وجود سے انکار کیا ہے اور بعض نے ثمود کو بنی اسرائیل میں سے قرار دیا ہے۔ تفسیر کبیر مصنفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعود رضی اللہ عنہ میں اس کی مفصل تغلیط کی گئی ہے جو قابل مطالعہ ہے۔ (دیکھئے تفسیر کبیر جلد۳ صفحہ۲۰۲ تا۲۰۵ نیز صفحہ۲۱۸ تا۲۲۰)☆ عہد نامہ قدیم کی کتابوں میں ان دونوں قوموں کا کوئی تذکرہ نہیں چہ جائیکہ ان میں سے کوئی اسرائیلی اقوام میں سے سمجھی جائے۔ امام بخاریؒ نے امام احمد بن حنبلؒ اور تفسیر کبیر امام رازیؒ کی ناقہ ثمود سے متعلق روایات قبول نہیں کیں اور عاد وثمود دونوں کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے قبل بتایا ہے جو ترتیب ابواب سے ظاہر ہے۔

زیر باب حجر سے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ ثمود قوم کا علاقہ تھا اور حجر کے معنی حرام بتائے گئے ہیں۔ جو ابوعبیدہ سے مروی ہیں۔ ان معنوں میں یہ لفظ سورۃ الانعام کی آیت وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ... **(الأنعام: ۱۳۹)** اور وہ اپنے گمان کی بناء پر کہتے ہیں کہ فلاں فلاں جانور اور کھیتی (ایسے ہیں کہ ان کا کھانا) ممنوع ہے۔ انہیں صرف وہی کھا سکتا ہے جس کے متعلق ہم کہیں (کہ وہ کھائے۔) انہی معنوں میں سورۃ الفرقان کی آیت ۲۳ میں بھی مذکور ہے: يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝ (کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ) جس دن فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن مجرموں کو کوئی خوشخبری نہیں ملے گی اور (وہ گھبرا کر) کہیں گے (ہم سے پرے) ہی رہو۔ حِجْرٌ مَّحْجُوْر کے معنی حَرَامٌ مُّحَرَّمٌ بھی ابوعبیدہؒ ہی سے مروی ہیں۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ۴۵۷)

☆ نیز دیکھئے: The Holy Quran With English Translation and Commentary; Published under the auspices of Hazrat Mirza Bashir-Ud-Din Mahmud Ahmed Second Successor of the Promised Messiah, Sura Hud, verses 51-62, footnotes page 1084 , 1092

اس کے علاوہ ثمود کی بستی کی وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے کہ وہ پتھروں سے تعمیر شدہ تھی اور کعبہ بیت اللہ کا وہ حصہ جو سامان کی کمی سے بناءِ ابراہیم علیہ السلام میں سے تعمیر نہیں کیا جا سکا وہ حطیم کہلاتا ہے اور اسے بھی حِجْر کہتے ہیں۔ گھوڑی بھی حِجْر کہلاتی ہے کہ گویا وہ گود پالک ہے۔ حِجْر کے معنی ہیں ماں کی گود۔ عقل کو حِجْر کہتے ہیں کہ وہ انسان کو بدی سے روکتی ہے اور حَجْرُ الْيَمَامَة علاقہ یمامہ کا مشہور شہر ہے جو حجاز اور یمن کے درمیان واقع ہے اور حَاء کی فتحہ سے ہے۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ الفاظ کی یہ لغوی شرح باہمی مناسبت کی وجہ سے کی گئی ہے۔ (فتح الباری جزء ۶ صفحہ ۴۵۸) ابھی تک میں نے نہیں دیکھا کہ امام بخاریؒ نے الفاظ کی شرح بلا وجہ کی ہو۔ قدیم مشرک اقوام کے مرکزی شہر نے جہاں بھی اہمیت اختیار کی وہ مقدس شہر قرار دے دیا گیا اور غیر قوم پر شہر میں داخلہ کی پابندی عائد کر دی گئی۔ تاریخ ادیانِ قدیمہ کا یہ حصہ الگ شرح و بسط کا محتاج ہے۔ امام موصوفؒ مذکورہ بالا الفاظ کی شرح سے اصحاب الحجر کے شہر کی ممتاز حیثیت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اس علاقہ کے عربی گھوڑے بھی اب تک مشہور ہیں اور میدانی جنگوں میں ان سے کام لیا جاتا رہا ہے اور جیسا کہ ہر ممتاز قوم اپنے آپ کو عقل مند اور دوسروں کو کم عقل سمجھتی ہے۔ اصحاب الحجر یعنی قومِ صالح بھی اپنے آپ کو دوسروں سے بڑھ کر عقل مند یقین کرتی تھی۔ چنانچہ سورۃ الحجر کے پہلے رکوع ہی میں بطور تمہید یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر امت نے اپنے رسول کی تکذیب میں اسے ان الفاظ سے مخاطب کیا: وَقَالُوْا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ٥ .... وَمَا يَأْتِيْهِمْ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ٥ (الحجر: ۷ تا ۱۲) اور انہوں نے (بڑے زور سے) کہا (کہ) اے وہ شخص جس پر یہ ذکر اتارا گیا ہے تو یقیناً دیوانہ ہے.... اور جو رسول بھی ان کے پاس آتا تھا وہ اس کی ہنسی اڑاتے تھے۔

غرض اس باب کی دونوں روایتوں سے مقصود ظاہر ہے کہ قومِ عاد و ثمود کے علاقوں میں بسنے والے قبائل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پہنچے گی اور وہ حق قبول کریں گے اور اگر کسی قوم کی طرف سے فتنہ اُٹھے گا تو وہ کچلا جائے گا۔ جیسا کہ بوقت فتنہ ارتداد آپؐ کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو اس کے پورا کرنے کی توفیق ملی اور اس کے بعد خوارج کا بھی قلع قمع ہوا، جن کا فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام میں اُٹھا اور حضرت علیؓ کی خلافت کے ایام میں فرو ہوا اور پھر جب اس نے سر نکالا تو خلافت عباسیہ کی خونریز جنگوں میں اندرونِ ملک سے وہ حرفِ غلط کی طرح مٹا ڈالا گیا اور بیرونِ ملک میں انہوں نے پناہ ڈھونڈی۔ غرض اس طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پوری فرمائی۔

بَاب٧ : قِصَّةُ يَأْجُوْ جَ وَمَأْجُوْ جَ

یاجوج اور ماجوج کا بیان

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى قَالُوْا يٰـذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ (الكهف: ٩٥)

اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا: (ذوالقرنین کے زمانہ کے) لوگوں نے (ان کو) کہا: اے ذوالقرنین! یاجوج اور ماجوج لوگ ملک میں بہت فساد مچا رہے ہیں۔

وَقَوْلُ اللهِ تَعَالَى وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ إِلَى قَوْلِهِ سَبَبًا (الكهف: ٨٤-٨٦) سَبَبًا طَرِيْقًا، إِلَى قَوْلِهِ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ وَاحِدُهَا زُبْرَةٌ وَهِيَ الْقِطَعُ حَتّٰى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ (الكهف: ٩٧) يُقَالُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ الْجَبَلَيْنِ وَ السَّدَّيْنِ (الكهف: ٩٤) الْجَبَلَيْنِ، خَرْجًا (الكهف: ٩٥) أَجْرًا.

اور اللہ تعالیٰ کا فرمانا: (اے ہمارے رسول!) تجھ سے ذوالقرنین کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ تو کہہ کہ میں اس کا واقعہ تم کو بتاتا ہوں۔ ہم نے اس کو زمین میں حکومت دی تھی اور ہر ضروری سامان اس کو عطا کیا تھا۔ تب وہ ایک راستہ پر چل پڑا..... سَبَبًا کے معنی ہیں راستہ۔ آخر میں آتا ہے: {مجھے لوہے کے ٹکڑے لا دو۔} زُبَر کا مفرد ہے زُبْرَةٌ یعنی ٹکڑا۔ حَتّٰى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ یعنی جب اس نے دونوں پہاڑوں کے درمیان جگہ برابر کردی۔ (الصَّدَفَيْن کے معنی) حضرت ابن عباسؓ سے پہاڑ کے روایت کئے جاتے ہیں اور السَّدَّيْن کے معنی بھی دو پہاڑ ہیں۔ خَرْجًا کے معنی ہیں اجر، مزدوری۔

قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِيْ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا (الكهف: ٩٧) أَصْبُبْ عَلَيْهِ رَصَاصًا وَيُقَالُ الْحَدِيْدُ وَيُقَالُ الصُّفْرُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ النُّحَاسُ.

(پھر آتا ہے:) ذوالقرنین نے کہا: اس پر آگ دھونکو۔ یہاں تک کہ جب (لوہا پگھلا کر) آگ کر دیا، اس نے کہا: لاؤ میں سیسہ پگھلا کر اس پر ڈال دوں۔ قِطْر کے معنی لوہا بھی بتائے جاتے ہیں اور پیتل بھی اور حضرت ابن عباسؓ نے اس کا معنی تانبا بتایا ہے۔

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ يَعْلُوْهُ، اسْطَاعَ اسْتَفْعَلَ مِنْ طُعْتُ لَهُ فَلِذَلِكَ فُتِحَ أَسْطَاعَ يَسْطِيْعُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اسْتَطَاعَ يَسْتَطِيْعُ، وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ○ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ (الکهف:٩٨-٩٩) أَلْزَقَهُ بِالْأَرْضِ وَنَاقَةٌ دَكَّاءُ لَا سَنَامَ لَهَا وَالدَّكْدَاكُ مِنَ الْأَرْضِ مِثْلُهُ حَتَّى صَلُبَ {مِنَ الْأَرْضِ☆} وَتَلَبَّدَ.

(جب دیوار بن گئی) تو یاجوج ماجوج اس پر نہ چڑھ سکے۔ اِسْطَاعَ باب اِسْتَفْعَلَ ہے۔ یہ طُعْتُ سے مشتق ہے۔ اسی لئے حرف طَاء مفتوح ہے اور کہتے ہیں: اِسْطَاعَ یَسْطِیْعُ اور بعض نے اِسْتَطَاعَ یَسْتَطِیْعُ بھی کہا ہے۔ (یعنی دونوں صیغے درست ہیں) یاجوج وماجوج اس میں شگاف نہ کر سکے۔ ذوالقرنین نے کہا: یہ میرے ربّ کی رحمت ہے۔ پھر جب میرے ربّ کا وعدہ (یعنی موعود وقت) آئے گا تو وہ اسے زمین سے پیوست کر دے گا۔ (کہتے ہیں:) نَاقَةٌ دَكَّاءُ ایسی اونٹنی جس کا کوہان نہ ہو اور دَكْدَاک ایسی ہموار زمین کو کہتے ہیں جو سنگلاخ اور تہ بہ تہ ہو۔

وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ○ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ (الکهف:٩٩-١٠٠) حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ○ (الأنبیاء:٩٧) قَالَ قَتَادَةُ حَدَبٌ أَكَمَةٌ.

اور میرے ربّ کا وعدہ اٹل ہے۔ اور ہم اس دن انہیں چھوڑ دیں گے کہ وہ ایک دوسرے سے موجوں کی طرح لپٹیں گے۔ یہاں تک کہ جب یاجوج وماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے تیزی کے ساتھ حملہ آور ہوں گے۔ (اور) قتادہ نے کہا: حَدَبٌ کے معنی ہیں ٹیلہ۔

قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ السَّدَّ مِثْلَ الْبُرْدِ الْمُحَبَّرِ قَالَ قَدْ رَأَيْتَهُ.

(یہ سن کر) ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میں نے اس دیوار کو دیکھا ہے۔ وہ چوخانہ چادر کی طرح تھی۔ آپؐ نے فرمایا: تم اسے دیکھ چکے ہو۔

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء٦ حاشیہ صفحہ ٤٦١)

٣٣٤٦: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ عَنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُنَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَزِعًا يَقُوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ مِثْلُ هَذِهِ وَحَلَّقَ بِإِصْبَعِهِ الْإِبْهَامِ وَالَّتِي تَلِيْهَا فَقَالَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ.

اطرافهُ: ٣٥٩٨، ٧٠٥٩، ٧١٣٥.

۳۳۴٦: یحییٰ بن بُکَیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث (بن سعد) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عُقَیل سے، عُقَیل نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ بن زبیر سے روایت کی کہ حضرت زینب بنت ابوسلمہؓ نے انہیں حضرت امّ حبیبہ بنت ابوسفیانؓ سے روایت کرتے ہوئے بتایا۔ حضرت امّ حبیبہؓ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہن سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گھبرائے ہوئے آئے۔ آپؐ فرما رہے تھے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عربوں کے لئے بربادی ہے، اس شر سے جو قریب آن پہنچا ہے۔ آج یاجوج اور ماجوج کی دیوار اتنی کُھل گئی ہے اور آپؐ نے اپنے انگوٹھے اور اس کے ساتھ کی انگلی سے حلقہ بنایا۔ حضرت زینب بنت جحشؓ کہتی تھیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! کیا ہم برباد ہو جائیں گے، درآنحالیکہ ہم میں اچھے لوگ موجود ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ جب بدکاری بڑھ جائے گی۔

٣٣٤٧: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَتَحَ اللهُ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ مِثْلَ هَذِهِ وَعَقَدَ بِيَدِهِ تِسْعِيْنَ.

طرفهُ: ٧١٣٦.

۳۳۴۷: مسلم بن ابراہیم نے ہمیں بتایا کہ وُہَیب نے ہم سے بیان کیا۔ ابن طاؤس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ نے یاجوج ماجوج کی دیوار کو اس قدر کھول دیا ہے اور آپؐ نے اپنے ہاتھ سے نوے کا عدد بنایا۔

٣٣٤٨: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالَى يَا آدَمُ فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ فَيَقُوْلُ أَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ فَعِنْدَهُ يَشِيْبُ الصَّغِيْرُ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلَكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ. قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَأَيُّنَا ذَلِكَ الْوَاحِدُ قَالَ أَبْشِرُوْا فَإِنَّ مِنْكُمْ رَجُلًا وَمِنْ يَّأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ أَلْفٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي أَرْجُو أَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ أَرْجُو أَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ أَرْجُو أَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ مَا أَنْتُمْ فِي

۳۳۴۸: اسحاق بن نصر نے ہم سے بیان کیا کہ ابواسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے روایت کی کہ ابوصالح نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوسعیدؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے آدم! وہ کہیں گے: جناب میں حاضر ہوں۔ تیرے احکام کی بجا آوری کے لئے تیار ہوں اور ساری کی ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دوزخ میں بھیجے ہوؤں کو نکالو۔ آدم کہیں گے: دوزخ میں بھیجے ہوؤں میں سے کتنے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر ہزار دوزخیوں میں سے نوسوننانویں۔ اس وقت خوف سے بچہ بوڑھا ہوجائے گا اور ہر حمل والی اپنے حمل گرا دے گی اور لوگوں کو تو مدہوش دیکھے گا۔ حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے۔ بلکہ اللہ کا عذاب ہی سخت ہوتا ہے۔ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ ایک کون ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا: تم خوش رہو۔ کیونکہ تم میں سے ایک آدمی ہوگا اور یاجوج اور ماجوج میں سے ایک ہزار۔ اس کے بعد پھر آپؐ نے فرمایا: اسی ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں امید رکھتا ہوں کہ جنتیوں میں تم چوتھائی ہوگے۔ ہم نے یہ سن کر نعرۂ تکبیر لگایا۔ آپؐ نے فرمایا: میں امید رکھتا ہوں کہ جنتیوں میں تم تہائی ہوگے۔ ہم نے یہ سن کر پھر نعرۂ تکبیر لگایا۔ آپؐ نے فرمایا: میں امید رکھتا ہوں کہ

النَّاسِ إِلَّا كَالشَّعَرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ ثَوْرٍ أَبْيَضَ أَوْ كَشَعَرَةٍ بَيْضَاءَ فِي جِلْدِ ثَوْرٍ أَسْوَدَ.

جنتیوں میں تم آدھے ہوگے۔ ہم نے پھر نعرۂ تکبیر لگایا۔ تب آپؐ نے فرمایا: تم لوگوں میں ایسے ہی ہو جیسے سیاہ بال سفید بیل کے جسم میں یا فرمایا: جیسے سفید بال سیاہ بیل کے جسم میں۔

اطرافہ: ٤٧٤١، ٦٥٣٠، ٧٤٨٣.

تشریح: **قِصَّةُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ:** اس باب کی ترتیب کے بارے میں بعض کاتبوں سے ایک غلطی ہوئی ہے جو امام ابن حجرؒ نے دور کی ہے اور ترتیب میں اسے عاد وثمود کے بعد رکھا ہے۔ (دیکھئے فتح الباری شرح باب! جزء٦ صفحہ٤٦٠) بعض کا خیال تھا کہ ذوالقرنین سے مراد اسکندر یونانی ہے جس کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قریب ہے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے درمیان دو ہزار سال کے قریب کا عرصہ ہے اور ذوالقرنین کا تعلق فتنہ یاجوج ماجوج کے انسداد سے ہے اور یہ قومیں یافث بن نوح کی نسل سے ہیں اور جس زمانہ سے متعلق ان کا ذکر وارد ہوا ہے وہ زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بعد کا ہے۔ یعنی سکندر اعظم مقدونی کا زمانہ۔ امام ابن حجرؒ نے تحقیق کر کے اپنی شرح میں صحیح ترتیب ابواب قائم کی ہے اور انہی کی ترتیب اس شرح میں ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اسی تعلق میں امام موصوفؒ نے بدلائل لکھا ہے کہ اسکندر مقدونی چند ایک وجوہ مماثلت کی بناء پر ذوالقرنین کے لقب سے ملقب کیا گیا تھا۔ جن میں سے ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کی فتوحات کا دائرہ اپنی وسعت میں روم وایران کی حدود تک ممتد تھا اور اس کی سلطنت میں وہ ممالک شامل ہوگئے تھے جنہیں ذوالقرنین اوّل نے تسخیر کیا تھا۔ ورنہ ذوالقرنین اوّل عربی نژاد بادشاہ ہے اور اس کی تعریف میں عربی شعراء اقدمین نے اکثر اس کا ذکر فخر سے کیا ہے۔ اعشیٰ بن ثعلبہ، تبع حمیری، امرؤالقیس، اوس بن حجر، طرفہ بن عبد اور قُسّ بن ساعدہ وغیرہ میں سے بعض کے حوالے نقل کئے ہیں۔ ایک حارثی شاعر کا تو یہاں تک دعویٰ ہے کہ ذوالقرنین اہل یمن میں سے تھا۔

سَمُّوا لَنَا وَاحِدًا مِّنْكُمْ فَنَعْرِفُهُ   فِي الْجَاهِلِيَّةِ لِاسْمِ الْمَلِكِ مُحْتَمِلَا

كَالتُّبَعِيْنَ وَذِي الْقَرْنَيْنِ يُقْبَلُهُ   اَهْلُ الْحِجَى وَاَحَقُّ الْقَوْلِ مَا قُبِلَا

وہ مصریوں کو مخاطب کرتا اور کہتا ہے کہ اپنے میں سے کسی ایک بادشاہ کا بھی تو نام لو جو شاہان تبابعہ اور ذوالقرنین جیسا ہو۔ تاہم جانیں کہ ایامِ جاہلیت میں عقلمند تم میں بھی ہوئے ہیں اور اسے قبول کیا جائے اور حق بات اس قابل ہے کہ وہ قبول کی جائے۔ اعشیٰ بن ثعلبہ نے صعب کو ذوالقرنین سے ملقب کیا ہے اور ربیع بن ضبیع کے ایک شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ صعب ذی القرنین کی سلطنت دو ہزار سال آباد وشاداب رہی اور اس کے بعد وہ تباہ ہوئی۔ کہتا ہے:

وَالصَّعْبُ ذُو الْقَرْنَيْنِ عُمِّرَ مُلْكُهُ   اَلْفَيْنِ اَمْسَى بَعْدَ ذَاكَ رَمِيْمَا

قُسّ بن ساعدہ نے بھی صعب ہی کو ذوالقرنین قرار دیا ہے۔اعشیٰ بن ثعلبہ نے اپنے شعر میں اس کا مقام مشرقی سمت میں بتایا ہے:

وَالصَّعْبُ ذُو الْقَرْنَيْنِ اَمْسَى ثَاوِيًا   بِالْحِنْوِ فِي جَدَثٍ هُنَاكَ مُقِيْمُ

حِنْوِ کے معنی ہیں مشرقی سمت۔یعنی صعب ذوالقرنین نے مشرق میں موجود ایک قبر کو (اپنا) ٹھکانا بنایا ہے۔حضرت نعمان بن بشیر انصاریؓ صحابی ابن صحابی شاعر کا قول بھی دلالت کرتا ہے کہ ذوالقرنین اور حاتم طائی دونوں عربوں میں سے تھے اور فخر یہ کہتے ہیں کہ پھر کون ہے جو ہم سے عداوت رکھے۔

وَمَنْ ذَا يُعَادِيْنَا مِنَ النَّاسِ مَعْشَرٌ   كِرَامٌ وَذُو الْقَرْنَيْنِ مِنَّا وَحَاتِمُ

سفیان ثوری سے مروی ہے کہ چار بادشاہوں نے تمام دنیا پر حکومت کی۔دو مومن تھے اور دو کافر (ذوالقرنین وسلیمان بن داؤد اور نمرود و بخت نصر) مجاہد کا بھی اسی کے ہم معنی قول مروی ہے۔(فتح الباری جزء٦ صفحہ ۴٦۲-۴٦۵) اور باوجود ان فخریہ اشعار یہ امر یقینی ہے کہ ان میں سے وہی ذوالقرنین مقصود ہے جو درحقیقت محولہ بالا آیات کا موضوع ہے۔وجہ یہ ہے کہ ذوالقرنین ایک لقب ہے جو متعدد بادشاہوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔اَلْقَرْن کے معنی علاوہ صدی کے سینگ، طاقت وقوت وسلطان ہیں۔اسکندر اعظم ابن فیلبوس مقدونی بوجہ تسخیر روم وایران اس لقب سے ملقب کیا گیا ہے۔یعنی دو سلطنتوں والا اور فتنہ یاجوج وماجوج کا مقابلہ کرنے والا ذوالقرنین اور دو صدیوں کو پانے والا شخص موعود بھی مشرق ومغرب میں فتنہ یاجوج وماجوج کا قلع قمع کرنے اور اپنی روحانی طاقت وقدرت کی وجہ سے تشبیہاً لقب مذکور سے ملقب ہے۔

شرح باب ۷ کے تعلق میں دو سوال قابل غور ہیں۔اوّل یہ کہ ذوالقرنین اوّل کون ہے جس کا سورۂ کہف میں ذکر وارد ہوا ہے؟ اور دوسرا یہ کہ امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں ان آیات کا حوالہ دینے کے بعد اس ذوالقرنین کی شخصیت کی نسبت بظاہر کوئی روایت نقل نہیں کی جس سے معلوم ہو سکے کہ اوصافِ مذکورہ کا مصداق کون ہے جو مشرق ومغرب پر حکومت کرنے کی وجہ سے ذوالقرنین کہلایا؟ اور پھر اس کا یہ لقب حاتم طائی کی طرح ضرب المثل بنا اور متعدد بادشاہوں یا قوموں نے اسے اپنانا چاہا۔بعض مسلمان مؤرخین اور راویوں نے ذوالقرنِ اوّل کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہم عصر بتایا ہے اور یہاں تک لکھا ہے کہ اس سے ان کی ملاقات بیت اللہ میں ہوئی اور اس نے دعا کے لئے درخواست کی۔اور ابن ہشام نے اپنی کتاب التیجان میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذوالقرنین سے کسی متنازعہ فیہ امر کا فیصلہ چاہا اور اس نے ان کے حق میں فیصلہ دیا۔علامہ فخر الدین رازیؒ نے اپنی تفسیر میں یہاں تک لکھا ہے کہ ذوالقرنین اوّل نہ صرف بادشاہ بلکہ نبی بھی تھے۔(فتح الباری جزء٦ صفحہ۴٦۲) غرض مذکورہ بالا دو سوال اس شرح میں اہم ہیں اور ان کا جواب دینا ضروری ہے اور تفصیل چاہتا ہے۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تفسیر کبیر میں ذوالقرنین اوّل کی شخصیت کی

نسبت محققانہ اور مفصل بحث کی ہے اور اپنی تحقیق کی بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی رائے پر رکھی ہے۔ان کا خیال تھا کہ دانیال نبی علیہ السلام کی ایک رؤیا ان کی کتاب کے باب ۸ میں مذکور ہے جس میں انہوں نے ایک مینڈھا دیکھا۔جس کے دو اونچے سینگ ہیں اور وہ مغرب وشمال وجنوب کی طرف سینگ مارتا ہے اور کوئی جانور اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا اور وہ بڑا ہو گیا۔بیلشفر شاہِ بابل کو جس کے مؤید حضرت دانیال علیہ السلام تھے،اس خواب سے مطلع کرتے ہیں اور اس کی تعبیر بھی بتائی ہے کہ اس مینڈھے سے مراد میدو فارس کا بادشاہ ہے جو طاقت ور ہوگا اور مغرب وشمال وجنوب کی سلطنتوں پر غالب آئے گا۔حضرت دانیال علیہ السلام نے اسی خواب میں مغرب سے ایک بکرا آتے دیکھا کہ تمام روئے زمین پر غالب آ گیا اور اس نے دوسینگ والے مینڈھے کو بھی مارا اور اس کے دونوں سینگ توڑ ڈالے۔اس کی تعبیر یونان کا بادشاہ تھا اور اسی رؤیا میں انہوں نے ایک چھوٹا سا سینگ بھی نکلتے دیکھا جو بڑھتے بڑھتے اجرامِ فلکی اور ستاروں تک پہنچا اور اس نے انہیں زمین پر گرا دیا اور پھر وہ اجرامِ فلک کے فرمانروا تک بلند ہوا اور اس نے دائمی قربانی چھین لی اور حضرت دانیال علیہ السلام کو اس عجیب وغریب رؤیا میں آخری ایام سے متعلق بھی ایک نظارہ دکھایا گیا ہے اور روحانی سلطنت کی ایک شاخ سے تعلق رکھنے والے حاکم کے برپا ہونے اور بڑی طاقت پکڑنے کا ذکر کیا ہے جس کی فطرت کے منصوبے اس کے ہاتھ میں خوب انجام پائیں گے اور جو بڑا گھمنڈ کرے گا۔وہ بادشاہوں کے بادشاہ سے بھی مقابلہ کرے گا۔لیکن بے ہاتھ ہلائے ہی شکست کھائے گا۔اور انہیں بتایا گیا ہے یہ صبح وشام کی رؤیا یقینی ہے۔لیکن تو اس رؤیا کو بند کر کے رکھ کیونکہ اس کا علاقہ بہت دور کے ایام سے ہے۔(دانی ایل باب ۸)

اس رؤیا سے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ ذوالقرنین اوّل میدو فارس کے شاہان میں سے کوئی بادشاہ ہے اور انہوں نے کیقباد کو اس لقب عظیم کا مصداق سمجھا تھا۔لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تحقیق کی رو سے وہ کیقباد نہیں بلکہ خورس شاہِ فارس ہے جس کا ذکر خود دانیال باب ۶ آیت ۲۸ اور باب ۱۰ کے شروع میں ہے۔اس نام کا انگریزی تلفظ Cyrus ہے۔یسعیاہ نبی علیہ السلام نے بھی اس کا ذکر تعریف سے کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا چرواہا ہے اور وہ اس کی مرضی کو بتمام وکمال پورا کرنے والا ہے۔اس کے ہاتھ سے یروشلم دوبارہ تعمیر کیا جائے گا۔(یسعیاہ باب ۴۴،آیت ۲۸) آپ نے بدلائل ثابت کیا ہے کہ یہ شاہِ فارس موحد اور صاحب وحی وکشف تھا اور حسب پیشگوئی اُمتیں اور بادشاہ اس کے قبضے میں دیئے گئے اور اس نے بہت برکت پائی۔(یسعیاہ باب ۴۵،آیات ۱ تا ۴) قرآنِ مجید بھی ذوالقرنین اوّل کے حق میں فرماتا ہے: اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا o (الكهف: ۸۵) ہم نے اسے زمین میں قوت وطاقت دے کر مضبوط کیا اور اس کے لئے ہر ضروری امر کے وسائل مہیا کئے۔اور اسی شاہِ خورس کی مدد سے بیت المقدس کی ہیکل دوبارہ تعمیر ہوئی اور اسیرانِ بابل غلامی کی لعنت سے چھٹکارا پا کر اپنے وطن مقدس میں دوبارہ آباد ہوئے۔تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر کبیر، سورۃ الکہف، آیت ۸۴،جلد چہارم صفحہ ۴۹۱ تا ۵۰۱۔

عزرا نبی نے بھی شاہِ فارس خورس کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس شکرگزاری میں کہ زمین کی ساری مملکتیں اسے بخشیں، اس نے خداوند کے حکم سے یروشلم میں ایک مسکن بنوایا۔ (عزرا، باب۱ آیات ۱تا۳)

غرض حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے شاہِ خورس کو ذوالقرنین اوّل کے اوصاف کا مصداق ثابت کیا ہے جو قرآنِ مجید میں بیان ہوئے ہیں اور آپؓ نے تاریخی شواہد بھی دیئے ہیں کہ خورس کی جنگ قبائل یاجوج وماجوج سے بھی ہوئی۔ جن کا وطن بموجب کتاب حزقیل (باب۳۸ آیت۲) روس، ماسکو اور ٹوبالسک تھا جو شمالی علاقہ ہے اور اس نے اپنے ملک ایران وغیرہ کو ان کی یلغار سے بچایا۔ یہ سب قبائل یافث بن نوح کی نسل سے تھے۔ جن کے شجرۂ نسب میں جمر، ماجوج، ماوی، یاوان، توبل، مسک اور تیراس نام وارد ہوئے ہیں۔ (پیدائش، باب۱۰، آیات۲ تا۵) اور ان کی روک تھام کے لئے جو دیوار بنائی گئی وہ دربند کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا نام سدِّ سکندری اسی قسم کا غلط انتساب ہے جس طرح غلطی سے یا مجازاً سکندرِ اعظم وغیرہ نامور بادشاہ اور سردارانِ قبائل ذوالقرنین کے لقب سے ملقب کئے گئے ہیں۔ خورس شاہِ ایران اپنی وسیع فتوحات اور عدل وانصاف اور رحم دلانہ سلوک ورعایا پروری کی وجہ سے ہر دور ونزدیک مقبوضہ وغیر مقبوضہ ملک میں محبوب اور عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور عہد قدیم کے صحیفوں میں اس کا جو ذکر وارد ہوا ہے، اس سے ظاہر ہے کہ وہ مامور من اللہ تھا۔

وہ آیات جن کا حوالہ باب ۷ کے عنوان میں دیا گیا ہے، ان میں ذوالقرنین سے متعلق مندرجہ ذیل باتیں بتائی گئی ہیں:

۱- اِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْاَرْضِ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا (الكهف: ۸۵) اسے زمین میں بہت بڑی طاقت دی گئی اور وسائل مہیا کئے گئے جن سے اس نے فائدہ اُٹھایا۔

۲- فَاَتْبَعَ سَبَبًا ٥ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ ... (الكهف: ۸٦،۸۷) وہ اپنے علاقہ سے ملک فتح کرتے ہوئے مغرب کی طرف چلا گیا۔ جہاں سورج ایک سیاہ چشمہ میں غروب ہورہا تھا۔

۳- ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ٥ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ ... (الكهف: ۹۰،۹۱) اس کے بعد وہ مشرق کی طرف متوجہ ہوا اور مشرقی ممالک کو فتح کیا۔

۴- ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ٥ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ ... (الكهف: ۹۳تا۹۸) پھر وہ ایک درمیانی علاقہ کی طرف متوجہ ہوا۔ جہاں سے یاجوج ماجوج حملہ کررہے تھے اور اس نے وہاں ان کی یلغار سے بچنے کے لئے ایک دیوار بنائی۔

۵- آیات کے سیاق وسباق سے ظاہر ہے کہ وہ صاحب وحی اور مامور تھا اور لوگوں نے اپنی مدد کے لئے اس سے فریاد کی اور خوشی سے اس کے ساتھ تعاون کیا۔

مذکورہ بالا اوصاف بیان کرنے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے یسعیاہ باب۴۵ آیات ۱تا۴ کا حوالہ دے کر ثابت کیا ہے کہ خورس نامی مَید اور فارس کا بادشاہ خداتعالیٰ کی طرف سے برکت دیا گیا تھا اور اسے مسیح

کہا گیا ہے اور وہ چونکہ اسرائیلی مذہب کا پیرو نہ تھا اور خدا تعالیٰ کی پرستش توریت کے طریق پر نہیں کرتا تھا، اس لئے کہا: ''میں خداوند اسرائیل کا خدا ہوں جس نے تجھے نام لے کے بلایا ہے'' جیسا کہ قرآنِ مجید میں بھی ہے: قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ ... (الکھف:۸۷) اور اسی باب میں ہے:''میں نے تجھے مہربانی سے پکارا ہے گو کہ تو مجھے نہیں جانتا۔'' (یسعیاہ باب۴۵ آیت۴) یعنی بنی اسرائیل میں سے نہیں ہے۔ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ وہ زرتشت نبی کے پیرو تھے اور انہی کے اصل طریقہ پر عبادت کرنے والے اور موحد تھے۔عہد نامہ قدیم کے حوالے دینے کے بعد آپؓ نے تاریخی شواہد سے ثابت کیا ہے کہ وہ نیک سیرت اور ہردلعزیز بادشاہ تھے۔ان کے دشمن بھی ان سے محبت کرتے تھے اور جب وہ کسی حکومت پر حملہ کرتے تو ان کی نیکی وانصاف کی وجہ سے شہر والے ان کے لئے دروازے کھول دیتے۔اس تعلق میں آپؓ نے مشہور تاریخ The Historians' History of the World (مؤرخین کی تواریخ عالم) کے الفاظ کا ترجمہ نقل کر کے بتایا ہے کہ وہ دور ونزدیک کے ممالک میں محبوب تھے اور محض اپنی ذات کے لئے کچھ نہ کرتے تھے اور وہ ایسے تھے کہ جب حکومت ہائے مَید و بابل ومصر نے متحد ہوکر ان پر حملہ کیا تو انہوں نے محض دفاع کی خاطر تلوار اُٹھائی۔سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ رحم مجسم تھے۔ان کی ڈھال پر ناجائز خون کا قطرہ نہیں گرا اور نہ بھیانک انتقام یا ظلم سے انہوں نے اپنے ہاتھ رنگے۔... وہ نرم دل تھے...اور مفتوحوں کو مساوی حقوق دیتے۔اس کے بعد آپؓ نے تاریخ و بائبل سے ثابت کیا ہے کہ یاجوج وماجوج ان قبائل کا نام ہے جو عربی میں سیدین اور انگریزی میں Scythians کہلاتے ہیں۔(ان کے حملوں میں انہیں یونانیوں اور آسوریوں یعنی بابلیوں کی طرف سے بھی شہ ملتی تھی۔) اور اس تعلق میں انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا (برطانوی دائرۃ المعارف) کا حوالہ دیا ہے کہ جہاں اب دربند ہے۔ وہاں ایک دیوار تھی جو بوقت تعمیر ۲۹ فٹ بلند اور ۱۰ فٹ چوڑی تھی۔اس میں لوہے کے دروازے تھے اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر نگرانوں کے لئے مینار بنے ہوئے تھے اور پچاس میل لمبی اور بحیرہ اخضر سے کوہ قاف تک ممتد تھی اور سکندر کی دیوار کے نام سے مشہور تھی اور دوبارہ اس کی مرمت ہوئی۔ آپؓ نے قرائن سے ثابت کیا ہے کہ اس کے نام سے اس دیوار کی نسبت بالکل غلط ہے۔کیونکہ سکندر اعظم بہت بعد کے زمانہ میں پیدا ہوا اور اس سے پہلے سینکڑوں سال اس دیوار کا وجود پایا جاتا تھا۔ دیکھئے تفسیر کبیر، سورۃ الکہف، آیت۸۴، جلد چہارم صفحہ ۴۹٦ تا ۵۰۱۔

یہ تاریخی شواہد وقرائن دینے کے بعد آپؓ نے یونانی مؤرخین کے حوالہ سے بتایا ہے شاہ خورس کی فتوحات مشرق میں افغانستان کے نواح تک ممتد تھیں۔ (جن میں بلوچستان، سیستان، ہرات، دُزداب اور مشہد بھی شامل ہیں۔) مفتوحہ علاقہ جات میں بلوچستان کا چٹیل علاقہ بھی ہے جو تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا کا مصداق ہے اور جیسا کہ قرآنِ مجید نے ذوالقرنین علیہ السلام کے تین اطراف میں غلبے کا ذکر کیا ہے مذکورہ بالا شاہِ خورس ہی اس لقب کے مصداق ہیں۔شرح بخاری کے قارئین کی سہولت واطمینان کے لئے صرف تین حوالے جن کا مفہوم اردو

میں نقل کیا گیا ہے۔اصل الفاظ میں پیش کئے جاتے ہیں۔ برطانوی اور یہودی دائرۃ المعارف وغیرہ کتب وصحف عہد قدیم سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے اور وہ حوالے یہ ہیں جو The Historians' History of the World میں لفظ Cyrus کے تحت ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

1. "How far to the East Cyrus extended his dominion we do not know, but it is probable that all the countries to the East which are mentioned in the older inscriptions of Darius as in subjection or rebellion were already subject in the time of Cyrus. In this case Chorasmia (Kharezm, the modern Khiva) and Sogdiana (Samarcand and Bokhara) belonged to him. Agreeably with this, Alexander found a city of Cyrus (Cyropohs) on the Jaxartes, in the neighbourhood of the modern Khokand. He doubtless ruled also over large portions of the modern Afghanistan."

(The Historians' History of the World, Volume ii, Part viii: Ancient Persia, Chapter iii: Cyrus and Cambyses, page593)

2- "But Cyrus, finding, in like manner, the nations of Asia independent, and setting out with a little army of Persians, obtained the dominion over the Medes by their own choice, and over the Hyrcanians in a similar manner ; he subdued the Syrians, Assyrians, Arabians, Cappadooians, both the Phrygians, the Lydians, Cariana, Phoenicians, and Babylonians ; he had under his rule the Bactrians, Indians, and Cilicians, as well as the Sacians, Paphlagonians, and Magadidians, and many other nations of whom we cannot enumerate even the names. He had dominion over the Greeks that were settled in Asia ; and, going down to the sea, over the Cyprians and Egyptians. These nations he ruled, though they spoke neither the same language with himself nor with one another ; yet he was able to extend the fear of himself over so great a part of the world that he astonished all, and no

one attempted anything against him... without a struggle the greatest empires, the two conquerors of Nineveh, surrender to him both themselves and their own kings in chains, as had been done to none other ; even Tyre, that proud and mighty city, unconquered and unconquerable, with whose lion courage his predecessor and his successor, Nebuchadrezzar and Alexander alike, wrestled so fiercely and so long, did homage to him of her own free will, ... Above all, the little people of the Jews hailed him at the waters of Babylon as they have done no mortal before or since, as the victor and rescuer, the liberator and saviour."

(The Historians' History of the World, Volume ii, Part viii: Ancient Persia, Chapter iii: Cyrus and Cambyses, page597-599)

3- "Derbent or Derbend, in the A.S.S.R. of Daghestan, on the Western shore of the Caspian ... to the South lies the seaward extremity of the Caucasian Wall, 50 miles long otherwise known as Alexander's Wall ... blocking the narrow pass of the Iron Gate or Caspian Gate. This, when entire, had a height of 29 feet. and a thickness of about 10 feet, and with its iron gates and numerous watch-towers formed a valuable defense of the Persian frontier."

(The Encyclopedia Britannica, under word: Derbent, Vol.7)

پہلا سوال شخصیت ذوالقرنین کے تعین سے متعلق تھا۔ اس کا حل حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے خوبی سے کر دیا ہے۔ سکندرِ اعظم کو جو مشرک تھا ذوالقرنین کا مصداق قبول کرنے والوں کے لئے خورس شاہِ مَید و فارس کو ذوالقرنین تسلیم کرنے میں یہ امر مانع نہیں ہونا چاہیے کہ وہ زرتشت کے پیرو تھے۔ ان کا مذہب ابتداء میں خالص توحید تھا اور وہ ان ہادیانِ مذاہب میں سے ہیں جو رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ (النساء:۱۶۵) کے زمرے میں ہیں۔ یعنی قرآنِ مجید میں ان کا ذکر نہیں ہوا اور ان کا دین اسی طرح بگاڑا گیا جس طرح دوسرے ہادیوں کا۔

اس تعلق میں یہ سوال بھی اُٹھایا جاسکتا ہے کہ امام بخاریؒ نے زیر باب ایسی روایت وغیرہ کیوں پیش نہیں کی جس سے ذوالقرنین اوّل کا علم ہو؟ سو اس بارے میں بتایا جاچکا ہے کہ امام موصوف قصص القرآن سے حسب تصریح قرآنِ مجید آئندہ زمانہ کی پیشگوئیاں یقین کرتے ہیں۔ چنانچہ زیر باب صرف وہی روایتیں بیان کی گئی ہیں جن کا تعلق فتنہ یاجوج وماجوج کے انسداد سے ہے اور جن سے اسلام کو خطرہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّاءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ٥ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا٥ (الكهف: ۹۹،۱۰۰) حَتّٰى اِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوْجُ وَمَأْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ٥ (الأنبياء: ۹۷) (اس پر) اس نے کہا (کہ) یہ (کام محض) میرے ربّ کے خاص احسان سے ہوا ہے۔ پھر جب (عالمگیر عذاب کے متعلق) میرے ربّ کا وعدہ (پورا ہونے پر) آئے گا تو وہ (اس) روک کو (توڑ کر) زمین سے پیوست شدہ ایک ٹیلہ بنا دے گا اور میرے ربّ کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہنے والا ہے اور (جب اس کے پورا ہونے کا وقت آئے گا تو) اس وقت ہم ان کو ایک دوسرے کے خلاف جوش سے حملہ آور ہوتے ہوئے چھوڑ دیں گے اور بگل بجایا جائے گا۔ تب ہم ان سب کو اکٹھا کر دیں گے اور یاجوج وماجوج کے لئے دروازہ کھول دیا جائے گا اور وہ ہر پہاڑی اور ہر سمندر کی لہر پر سے پھلانگتے ہوئے دنیا میں پھیل جائیں گے۔

ذوالقرنین کے تعلق میں سورۃ الکہف کی آیت کا حوالہ يَمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ (الكهف: ۱۰۰) تک دینے کے بعد سورۃ الانبیاء کی آیت حَتّٰى اِذَا فُتِحَتْ يَاجُوْجُ وَمَأْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ (الانبياء: ۹۷) کا حوالہ دے کر دونوں وعدوں کو ایک ہی فتنہ سے متعلق دکھایا ہے۔ امام موصوفؒ کا یہ تصرف ان کے فہم قرآنِ مجید سے متعلق بہت بڑی شہادت ہے اور اپنے اس دقیق استنباط کو پہلی روایت مندرجہ باب سے مضبوط کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یاجوج و ماجوج کو روکنے والی دیوار میں تھوڑا سا شگاف ہوا ہے۔ ان کے راستے سے رکاوٹ دور ہونے کا آپؐ کے عہد مبارک میں آغاز ہوا ہے اور ان کا شر جب طاقت پکڑے گا تو اسلام کے علمبردار عرب ہلاک ہوجائیں گے۔ یہاں تک کہ بُروں کے ساتھ نیک بھی تباہ ہوں گے۔

باب کی دوسری روایت میں بھی فتنہ یاجوج و ماجوج کے آغاز کا ذکر ہے۔ آپؐ نے انگوٹھے اور ساتھ کی انگلی سے نوے کا ہندسہ بنایا اور بتایا کہ نوے سال سے اقوام یاجوج و ماجوج کی ترقی کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ ذوالقرنین کی پیشگوئی کا تعلق آپؐ کے مابعد زمانہ سے ہے جبکہ اقوام یاجوج و ماجوج کا فتنہ شدت اختیار کرے گا۔

باب کی تیسری روایت بھی اسی امر کی مؤید ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک ذوالقرنین کا جو ذکر سورۃ الکہف میں وارد ہوا ہے، اس سے ذوالقرنین اوّل (خورس شاہِ مید و فارس) مقصود بالذات نہیں اور وہ یقینی طور پر سمجھتے ہیں کہ اس سے مقصود آئندہ کا مہتم بالشان (واقعہ عظیمہ) ہے۔ اس روایت میں سورۃ الحج کی ان آیات کا حوالہ دیا گیا ہے جن میں ایک

زلزلۃ الساعۃ کی پیشگوئی مذکور ہے۔ وہ ایک ہیبت ناک ہوشربا زلزلہ ہے۔ جس کے متعلق فرماتا ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ○ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ○ (الحج: ٢، ٣) اے لوگو! تم اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو۔ کیونکہ فیصلہ والا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اس کو دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی عورت جس کو دودھ پلا رہی ہوگی اس کو بھول جائے گی اور ہر حاملہ عورت اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ بدمستوں کی طرح ہیں۔ حالانکہ وہ بدمست نہیں ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب ہی بڑا سخت ہوگا۔

ان آیات میں موعودہ گھڑی کا زلزلہ ایسا عذاب شدید قرار دیا گیا ہے کہ مارے دہشت کے حاملہ عورتوں کا اسقاطِ حمل ہو جائے گا اور شدتِ خوف کی وجہ سے لوگ حواس باختہ ہو جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ موعودہ عذاب کی گھڑی اسی دنیا سے تعلق رکھتی ہے جس میں اقوام یاجوج ماجوج کے فتنہ سے زمین پر اس لئے جہنم بھڑکایا جائے گا کہ لوگ اپنے خالق کو بُھلا دیں گے۔ سورۃ الکہف اور سورۃ الانبیاء میں بھی جہاں یاجوج ماجوج کی شرانگیزی اور بذریعہ ذوالقرنین انسدادِ فتنہ کا ذکر ہے جہنم بھڑکائے جانے کی واضح پیشگوئی مذکور ہے اور ان آیات میں یہ بشارت بھی ہے کہ اعمالِ صالحہ بجالانے والے مومن ان کے شر سے بچائے جائیں گے۔ باب کی تیسری روایت میں بھی جہنم اور مومنوں کے نجات پانے کا ذکر ہے۔ تینوں آیتیں ایک دوسری کی تفسیر ہیں۔

مذکورہ آیات کے حوالوں اور ان تینوں روایتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام بخاریؒ نے ذوالقرنین سے متعلق جو باب قائم کیا ہے وہ کسی گذشتہ ذوالقرنین اوّل کی شخصیت کے تعین کی غرض سے ہرگز نہیں۔ بلکہ قرآنِ مجید میں اس کے ذکر کو آئندہ کی عظیم الشان پیشگوئی پر محمول کیا ہے جس کا تعلق فتنہ یاجوج و ماجوج سے نجات کے ساتھ ہے۔ پیشگوئی کی مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے تفسیر کبیر، سورۃ الکہف، آیت ٨٤، جلد چہارم صفحہ ٤٩١ تا ٥٠١۔

ذوالقرنین کے تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

”اور بعض احادیث میں بھی آچکا ہے کہ آنے والے مسیح کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ وہ ذوالقرنین ہوگا.... مگر یاد رہے کہ پہلے معنوں سے انکار نہیں ہے وہ گذشتہ سے متعلق ہیں اور یہ آئندہ کے متعلق۔ اور قرآنِ شریف صرف قصہ گو کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ہر ایک قصہ کے نیچے ایک پیشگوئی ہے اور ذوالقرنین کا قصہ مسیح موعود کے زمانہ کے لئے ایک پیشگوئی اپنے اندر رکھتا ہے۔ ....“

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ٢١ صفحہ ١١٨، ١١٩)

غرض قرآنی قصص سے متعلق امام بخاریؒ کا بھی یہی نظریہ ہے برخلاف دیگر ناقلین احادیث کے کہ انہوں نے ذوالقرنین سے متعلق باب میں روایات کا ایک طومار جمع کر دیا ہے جو امام موصوف نے باعتبارِ صحت سند رڈ کر دی ہیں۔

ترتیب ابواب کے تعلق میں یہ بات قابل ملاحظہ ہے کہ اس میں تسلسل زمانی مدنظر ہے۔ کیونکہ ایرانی اقوام میدوفارس اوراقوام یاجوج وماجوج (روس) ویونان سب یافث بن نوح کی نسل سے نسبت رکھتی ہیں۔ جن کا دوسرا نام آریہ اقوام ہے۔ ایرانی اقوام کی ترقی کا زمانہ ایک ہزار سال قبل مسیح بتایا جاتا ہے۔ ذوالقرنین اوّل (خورس شاہِ میدوفارس) کا عہد حکومت چھٹی صدی قبل مسیح ہے۔ یہ اندازہ بطلیموس کے حساب کی رو سے ہے۔ جس کی تصدیق ہیروڈوٹس یونانی مؤرخ کے بیان اور بابلی دستاویز سے بھی ہوتی ہے۔ نبوکدنضر ثانی (بخت نصر) شاہِ بابل کا عہد حکومت ساتویں صدی (۶۰۵ تا ۶۲۲ ق-م) بیان کیا گیا ہے اور یہ وہی آسوری بادشاہ ہے جس نے یہودیوں کی مصریوں کے ساتھ ساز باز اور غداری پر یروشلم کو تاخت وتاراج کیا اور اس کے باشندوں کو تہ تیغ کر کے باقی ماندہ کو مع حزقیل نبی علیہ السلام ارضِ بابل میں بطور قیدی لے گیا تھا اور پھر دانیال نبی علیہ السلام پر بذریعہ مکاشفہ ظاہر کیا گیا کہ بنواسرائیل ایک سوسال کے اندر اسیری سے نجات پائیں گے اور بیت المقدس دوبارہ تعمیر ہوگا۔ یہ پیشگوئی خورس شاہِ میدوفارس کے ہاتھوں سے پوری ہوئی جو بمطابق رویاءِ دانیال ذوالقرنین کے وصف سے ملقب ہیں (علیہ السلام)۔ پس اس لحاظ سے ان کا زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے دوسرے ہزار کا وسط ہے جو تخمیناً صحیح ہے اوران کا زمانہ حضرت نوح، حضرت ہود اور حضرت صالح علیہم السلام کے بعد کا زمانہ ہے۔ امام بخاریؒ نے ذوالقرنین علیہ السلام کا ذکر کتاب الانبیاء میں کر کے انہیں زمرۂ مامورین من اللہ میں شمار کیا ہے۔ غزرا نبی کی کتاب باب ا میں صاف لکھا ہے کہ خورس شاہِ فارس مامور تھا اور اس نے آسمان کے خدا کے حکم سے بیت المقدس کی دوبارہ تعمیر کرائی۔ ۲-تواریخ باب ۳۶ آیات ۲۲، ۲۳ نیز یرمیاہ باب ۲۵ آیات ۱۱ تا ۱۴ بھی اس تعلق میں دیکھی جائیں۔ یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۴۵ آیات ۲ تا ۱۱ میں خورس شاہِ میدوفارس کو خداوند کا ممسوح یعنی مسیح (مبارک) قرار دیا اور بتایا گیا ہے کہ خداوند نے دہنے ہاتھ سے اس کی مدد کی۔

تیسرا اَمر قابل غور یہ ہے کہ ارشادِ نبویؐ کے الفاظ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَّدْمِ يَأْجُوْجَ وَمَأْجُوْجَ اور آپؐ کے اشارے نوے سے کیا مراد ہے؟ مذکورہ بالا دو روایتیں سند کے اعتبار سے صحیح ہیں۔ اس تعلق میں **کتاب تفسیر القرآن، سورة الحج** نیز **کتاب الفتن**، باب ۴، ۲۸ بھی دیکھئے۔ جہاں فتنہ یاجوج ماجوج اوران روایتوں کا مفصل ذکر ہے۔ اس باب کی تیسری روایت میں اقوامِ یاجوج و ماجوج کی کثرتِ تعداد کا ذکر ہے۔ اپنے موقع پر ان کے بارے میں مفصل بیان کیا جائے گا۔

بَاب٨: قَوْلُ اللهِ تَعَالَى وَاتَّخَذَ اللهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا

(حضرت ابراہیم کے بیان میں) اللہ تعالیٰ کا فرمانا: اور اللہ نے ابراہیم کو خاص دوست بنایا تھا (النساء:١٢٦)

وَقَوْلُهُ: اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ (النحل: ١٢١) وَقَوْلُهُ: اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (التوبة: ١١٤)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: ابراہیمؑ یقیناً ہر اک خیر کا جامع، اللہ کے لئے تذلّل اختیار کرنے والا اور ہمیشہ خدا کی کامل فرمانبرداری کرنے والا تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: ابراہیمؑ بہت ہی نرم دل اور عقلمند تھا۔

وَقَالَ أَبُو مَيْسَرَةَ الرَّحِيْمُ بِلِسَانِ الْحَبَشَةِ.

اور ابومیسرہ (عمرو بن شرحبیل) نے کہا کہ أَوَّاهٌ کے معنی اَلرَّحِيْم یعنی بہت ہی مہربان۔ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے۔

٣٣٤٩: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَأَ: كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ○ (الأنبياء: ١٠٥) وَأَوَّلُ مَنْ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيْمُ وَإِنَّ أُنَاسًا مِّنْ أَصْحَابِي يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُوْلُ أَصْحَابِي أَصْحَابِي

٣٣٤٩: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں خبر دی۔ مغیرہ بن نعمان نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: سعید بن جبیر نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: ننگے پاؤں، ننگے بدن، بن ختنہ تمہیں اُٹھایا جائے گا۔ یہ کہہ کر آپؐ نے یہ آیت پڑھی یعنی جیسے ہم نے پیدائش کو پہلے پہل شروع کیا ویسے ہم دوبارہ پیدا کریں گے۔ ہمارے ذمہ یہ وعدہ ہے جسے ہم ضرور پورا کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا: قیامت کے روز سب سے پہلے جسے لباس پہنایا جائے گا، ابراہیمؑ ہوں گے اور میرے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں کو بائیں طرف پکڑ کر لے جائیں گے۔ میں کہوں گا: یہ

فَيُقَالُ☆ إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ فَأَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۚ إِلَى قَوْلِهِ الْحَكِيمُ (المائدة:١١٨ - ١١٩).

میرے ساتھی ہیں۔ میرے ساتھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا☆: جب سے تم ان سے جدا ہوئے، یہ اپنی ایڑیوں کے بل پھرے رہے ہیں۔ تب میں اسی طرح کہوں گا جس طرح اس نیک بندے (حضرت عیسیٰؑ) نے کہا تھا: میں جب تک ان میں رہا، ان کا نگران رہا اور جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تُو ہی ان کا نگران تھا۔... یقیناً تُو کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

اطرافه: ٣٤٤٧، ٤٦٢٥، ٤٦٢٦، ٤٧٤٠، ٦٥٢٤، ٦٥٢٥، ٦٥٢٦.

٣٣٥٠: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي أَخِي عَبْدُ الْحَمِيْدِ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَلْقَى إِبْرَاهِيْمُ أَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَّغَبَرَةٌ فَيَقُوْلُ لَهُ إِبْرَاهِيْمُ أَلَمْ أَقُلْ لَّكَ لَا تَعْصِنِي فَيَقُوْلُ أَبُوهُ فَالْيَوْمَ لَا أَعْصِيْكَ فَيَقُوْلُ إِبْرَاهِيْمُ يَا رَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَّنِي أَنْ لَا تُخْزِيَنِي يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ فَأَيُّ خِزْيٍ أَخْزَى مِنْ أَبِي الْأَبْعَدِ فَيَقُوْلُ اللهُ تَعَالَى إِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ثُمَّ يُقَالُ يَا إِبْرَاهِيْمُ مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ

٣٣٥٠: اسماعیل بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میرے بھائی عبدالحمید نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن ابی ذئب سے، انہوں نے سعید مقبری سے، سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: حضرت ابراہیمؑ اپنے باپ آزر سے قیامت کے روز ملیں گے اور حالت یہ ہوگی کہ آزر کے منہ پر سیاہی اور گرد چھائی ہوگی۔ حضرت ابراہیمؑ ان سے کہیں گے: کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا، میری نافرمانی نہ کریں؟ ان کا باپ کہے گا: آج میں تمہاری نافرمانی نہیں کروں گا۔ حضرت ابراہیمؑ کہیں گے: اے میرے ربّ تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جس روز وہ اُٹھائے جائیں گے تو مجھے رسوا نہیں کرے گا۔ اس سے بڑھ کر ذلیل کرنے والی رسوائی اور کونسی ہوگی کہ میرا باپ رحمت الٰہی سے دور رہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے کافروں پر جنت حرام

☆ صحیح البخاری مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی میں اس جگہ لفظ فَيَقُوْلُ ہے (دیکھئے جزء اوّل صفحہ ٤٧٣) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

فَيَنْظُرُ فَإِذَا هُوَ بِذِيْخٍ مُلْتَطِخٍ فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ.

اطرافهُ: ٤٧٦٨، ٤٧٦٩.

کردی ہے۔ پھر کہا جائے گا: ابراہیمؑ تیرے پاؤں تلے کیا ہے؟ وہ دیکھیں گے کہ ایک بِجّو ہے جو نجاست میں لتھڑا ہوا ہے۔ اسے ٹانگوں سے پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

٣٣٥١: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ فَوَجَدَ فِيْهِ صُوْرَةَ إِبْرَاهِيْمَ وَصُوْرَةَ مَرْيَمَ فَقَالَ أَمَّا هُمْ فَقَدْ سَمِعُوْا أَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ هٰذَا إِبْرَاهِيْمُ مُصَوَّرٌ فَمَا لَهُ يَسْتَقْسِمُ.

اطرافهُ: ٣٩٨، ١٦٠١، ٣٣٥٢، ٤٢٨٨.

٣٣٥١: یحیٰی بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: (عبداللہ) ابن وہب نے مجھ سے بیان کیا، کہا: عمرو (بن حارث) نے مجھے بتایا کہ بُکَیر نے انہیں بتایا۔ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کے غلام کُرَیب سے، کُرَیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ اس میں حضرت ابراہیمؑ کی مورت اور حضرت مریمؑ کی مورت دیکھی۔ آپؐ نے فرمایا: انہیں کیا ہوگیا ہے۔ وہ تو سن چکے ہیں کہ ملائکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں مورت ہو۔ یہ دیکھو! ابراہیمؑ کی تصویر بنائی ہوئی ہے۔ بھلا انہیں کیا واسطہ کہ (تیروں سے) فال لیتے۔

٣٣٥٢: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأَى الصُّوَرَ فِي الْبَيْتِ لَمْ يَدْخُلْ حَتَّى أَمَرَ بِهَا فَمُحِيَتْ وَرَأَى إِبْرَاهِيْمَ

٣٣٥٢: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معمر سے، معمر نے ایوب سے، ایوب نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں جب مورتیں دیکھیں تو آپؐ اس کے اندر نہیں گئے، یہاں تک کہ حکم دے کر انہیں مٹا دیا گیا۔ اور آپؐ نے حضرت ابراہیم اور

وَإِسْمَاعِيْلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ بِأَيْدِيْهِمَا الْأَزْلَامُ فَقَالَ قَاتَلَهُمُ اللهُ وَاللهِ إِنِ اسْتَقْسَمَا بِالْأَزْلَامِ قَطُّ.

حضرت اسماعیل علیہما السلام کو دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں پانسے کے تیر ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کافروں کو ہلاک کرے۔ بخدا ان بزرگوں نے تو کبھی بھی تیروں سے فال نہیں لی۔

اطرافهُ: ٣٩٨، ١٦٠١، ٣٣٥١، ٤٢٨٨.

٣٣٥٣: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ أَتْقَاهُمْ فَقَالُوْا لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَيُوْسُفُ نَبِيُّ اللهِ ابْنُ نَبِيِّ اللهِ {☆ابْنِ نَبِيِّ اللهِ} ابْنِ خَلِيْلِ اللهِ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَّعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا. قَالَ أَبُو أُسَامَةَ وَمُعْتَمِرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

٣٣٥٣: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ بن سعید نے ہمیں بتایا۔ عبیداللہ (عمری) نے ہم سے بیان کیا، کہا: سعید بن ابی سعید نے مجھے بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ کسی نے پوچھا: یارسول اللہ! لوگوں میں سے کون زیادہ معزز ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ان میں سے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ لوگوں نے کہا: اس کے متعلق ہم آپؐ سے نہیں پوچھتے۔ آپؐ نے فرمایا: تو پھر یوسف جو نبی اللہ تھے۔ نبی اللہ کے بیٹے تھے۔ {نبی اللہ کے پوتے تھے۔☆} خلیل اللہ کے پڑپوتے تھے۔ لوگوں نے کہا: اس کے متعلق بھی ہم آپؐ سے نہیں پوچھ رہے۔ آپؐ نے فرمایا: تو کیا عربوں کے خاندان سے متعلق تم پوچھتے ہو؟ ان میں سے جو جاہلیت میں اچھے تھے اسلام میں بھی وہ اچھے ہیں بشرطیکہ دین کا علم حاصل کریں۔ اس حدیث کو ابواُسامہ اور معتمر نے بھی عبیداللہ سے بروایت سعید نقل کیا۔ سعید نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

اطرافهُ: ٣٣٧٤، ٣٣٨٣، ٣٤٩٠، ٤٦٨٩.

٣٣٥٤: حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ حَدَّثَنَا عَوْفٌ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ

٣٣٥٤: مؤمل (بن ہشام) نے ہم سے بیان کیا کہ اسماعیل (بن عُلَیّہ) نے ہمیں بتایا کہ عوف (اعرابی)

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء٦ حاشیہ صفحہ ٤٦٨) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

حَدَّثَنَا سَمُرَةُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِي اللَّيْلَةَ آتِيَانِ فَأَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ طَوِيْلٍ لَا أَكَادُ أَرَى رَأْسَهُ طُوْلًا وَإِنَّهُ إِبْرَاهِيْمُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے ہم سے بیان کیا۔ (عوف نے کہا:) ابورجاء نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت سمرہؓ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات میرے پاس دو آنے والے آئے اور ہم پھر ایک شخص کے پاس آئے جو اتنے دراز قد تھے کہ لمبائی کی وجہ سے قریب تھا کہ میں ان کا سر بھی نہ دیکھ سکوں اور وہ حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

اطرافه: ٨٤٥، ١١٤٣، ١٣٨٦، ٢٠٨٥، ٢٧٩١، ٣٢٣٦، ٤٦٧٤، ٦٠٩٦، ٧٠٤٧.

٣٣٥٥: حَدَّثَنِي بَيَانُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَذَكَرُوْا لَهُ الدَّجَّالَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَكْتُوْبٌ كَافِرٌ أَوْ ك ف ر قَالَ لَمْ أَسْمَعْهُ وَلَكِنَّهُ قَالَ أَمَّا إِبْرَاهِيْمُ فَانْظُرُوْا إِلَى صَاحِبِكُمْ وَأَمَّا مُوْسَى فَجَعْدٌ آدَمُ عَلَى جَمَلٍ أَحْمَرَ مَخْطُوْمٍ بِخُلْبَةٍ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ انْحَدَرَ فِي الْوَادِي.

۳۳۵۵: بیان بن عمرو نے مجھے بتایا۔ نضر (بن شُمَیل) نے ہم سے بیان کیا کہ (عبداللہ) بن عون نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مجاہد سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا اور لوگوں نے ان سے دجال کا ذکر کیا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر یا ک ف ر لکھا ہوا ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: میں نے یہ نہیں سنا۔ لیکن آپؐ نے فرمایا تھا: حضرت ابراہیمؑ جو ہیں اگر تم ان کو دیکھنا چاہو تو تم اپنے ساتھی کو (یعنی مجھے) دیکھ لو اور حضرت موسیٰؑ جو ہیں تو وہ گٹھیلے بدن گندم گوں سرخ اونٹ پر سوار تھے جس کی تھوتھنی میں نکیل تھی جو کھجور کی چھال کی تھی۔ گویا میں انہیں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک نالے میں اترے ہیں۔

اطرافه: ١٥٥٥، ٥٩١٣.

٣٣٥٦: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقُرَشِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ

۳۳۵٦: قُتَیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ مغیرہ بن عبدالرحمٰن قرشی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالزناد سے، ابوالزناد نے اعرج سے، اعرج نے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَتَنَ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيْنَ سَنَةً بِالْقَدُّوْمِ. تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبکہ وہ اَسی سال کے تھے تیشہ سے ختنہ کیا۔عبد الرحمان نے بھی ابوسلمہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ وَقَالَ بِالْقَدُوْمِ مُخَفَّفَةً. تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ. وَتَابَعَهُ عَجْلَانُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ.

طرفہ: ٦٢٩٨۔

ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی کہ ابوالزناد نے لفظ قَدُوْم بغیر دال کی شدّ کے ہم سے بیان کیا۔شعیب کی طرح عبدالرحمٰن بن اسحاق نے ابوالزناد سے یہی روایت کیا۔اور عجلان نے بھی حضرت ابوہریرہؓ سے اسی طرح نقل کیا۔اور محمد بن عمرو نے بھی ابوسلمہ سے اسی طرح روایت کیا۔

٣٣٥٧: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ تَلِيْدٍ الرُّعَيْنِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ.

اطرافہ: ٢٢١٧، ٢٦٣٥، ٣٣٥٨، ٥٠٨٤، ٦٩٥٠۔

٣٣٥٧: سعید بن تلید رُعینی نے ہم سے بیان کیا کہ (عبداللہ) بن وہب نے ہمیں خبر دی۔ انہوں نے کہا: جریر بن حازم نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ایوب (سختیانی) سے، ایوب نے محمد (بن سیرین) سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین باتوں کے سوا خلافِ واقعہ نہیں کیا۔

٣٣٥٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ

٣٣٥٨: محمد بن محبوب نے ہم سے بیان کیا کہ حماد بن زید نے ہمیں بتایا۔انہوں نے ایوب سے، ایوب

عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ ثِنْتَيْنِ مِنْهُنَّ فِي ذَاتِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَوْلُهُ: اِنِّيْ سَقِيْمٌ (الصافات: ٩٠) وَقَوْلُهُ: بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا (الأنبياء: ٦٤) وَقَالَ بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَّسَارَةُ إِذْ أَتَى عَلَى جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيْلَ لَهُ إِنَّ هَاهُنَا رَجُلًا مَعَهُ امْرَأَةٌ مِّنْ أَحْسَنِ النَّاسِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهَا فَقَالَ مَنْ هَذِهِ قَالَ أُخْتِي فَأَتَى سَارَةَ قَالَ يَا سَارَةُ لَيْسَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ وَإِنَّ هَذَا سَأَلَنِي عَنْكِ فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّكِ أُخْتِي فَلَا تُكَذِّبِيْنِي فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهِ فَأُخِذَ فَقَالَ ادْعِي اللّٰهَ لِي وَلَا أَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَأُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِيَةَ فَأُخِذَ مِثْلَهَا أَوْ أَشَدَّ فَقَالَ ادْعِي اللّٰهَ لِي وَلَا أَضُرُّكِ فَدَعَتْ فَأُطْلِقَ فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهِ فَقَالَ إِنَّكُمْ لَمْ تَأْتُوْنِي بِإِنْسَانٍ إِنَّمَا

نے محمد (بن سیرین) سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین باتوں کے سوا خلافِ واقعہ نہیں کہا۔ ان میں سے دو تو اللہ عز وجل کی ذات کے بارے میں یعنی ان کا یہ کہنا کہ ''میں بیمار ہوں'' اور ان کا یہ کہنا ''بلکہ ان میں سے بڑے نے یہ کیا ہے'' اور آپؐ نے فرمایا: اسی اثنا میں وہ اور حضرت سارہ ظالموں میں سے ایک ظالم کے ملک میں آئے اور اسے بتایا گیا کہ یہاں ایک مرد ہے جس کے ساتھ ایک نہایت ہی خوبصورت عورت ہے۔ اس نے ان کو بلا بھیجا اور سارہ کی بابت ان سے دریافت کیا۔ پوچھا: یہ کون ہے؟ حضرت ابراہیمؑ نے کہا: میری بہن۔ پھر حضرت ابراہیمؑ حضرت سارہ کے پاس آئے۔ کہا: سارہ! روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا اور کوئی مومن نہیں اور اس شخص نے مجھ سے تمہارے متعلق پوچھا: میں نے اسے بتایا کہ تم میری بہن ہو اس لئے تم مجھے نہ جھٹلانا۔ اس ظالم نے سارہ کو بلا بھیجا۔ جب وہ اس کے پاس اندر گئیں وہ ان کو اپنے ہاتھ سے پکڑنے لگا مگر وہ جکڑا گیا۔ کہنے لگا: میرے لئے اللہ سے تم دعا کرو اور میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ حضرت سارہ نے اللہ سے دعا کی اور وہ چھوڑ دیا گیا۔ پھر اس نے ان پر دوسری مرتبہ ہاتھ ڈالا اور وہ پھر اسی طرح یا اس سے بڑھ کر سختی سے جکڑا گیا۔ کہنے لگا: میرے لئے اللہ سے تم دعا کرو اور میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ حضرت سارہ نے دعا کی اور وہ چھوڑ دیا گیا۔ پھر اس نے اپنے بعض دربان بلائے اور

أَتَيْتُمُوْنِي بِشَيْطَانٍ فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ فَأَتَتْهُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ مَهْيَمْ قَالَتْ رَدَّ اللّٰهُ كَيْدَ الْكَافِرِ أَوِ الْفَاجِرِ فِي نَحْرِهِ وَأَخْدَمَ هَاجَرَ. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ تِلْكَ أُمُّكُمْ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ.

ان سے کہا: میرے پاس انسان کوتم نہیں لائے ہو بلکہ شیطان تم میرے پاس لائے ہو۔ اس نے حضرت سارہ کو حضرت ہاجرہ بطور خدمت گزار کے دی اور حضرت ابراہیم کے پاس وہ آئیں اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور انہوں نے اپنے ہاتھ کے اشارہ سے پوچھا: کیا ہوا؟ حضرت سارہ بولیں: اللہ نے اس کافر یا کہا اس بدکار کی تدبیر اسی کے سینے میں اُلٹادی اور ہاجرہ خدمت کے لئے دی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: اے آسمانی پانی کے بیٹو! وہی ہاجرہ تمہاری ماں ہے۔

اطرافہ: ٢٢١٧، ٢٦٣٥، ٣٣٥٧، ٥٠٨٤، ٦٩٥٠۔

٣٣٥٩: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسَى أَوِ ابْنُ سَلَامٍ عَنْهُ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أُمِّ شَرِيْكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَقَالَ كَانَ يَنْفُخُ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

٣٣٥٩: عبیداللہ بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا۔ یا (محمد) بن سلام نے ان سے روایت سن کر ہم سے بیان کیا کہ ابن جریج نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالحمید بن جبیر سے، انہوں نے سعید بن مسیّب سے، سعید نے حضرت امّ شریک رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کو مار ڈالنے کا حکم دیا ہے اور آپؐ نے فرمایا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پھونکتا تھا۔

طرفہ: ٣٣٠٧۔

٣٣٦٠: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا

٣٣٦٠: عمر بن حفص بن غیاث نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہم سے بیان کیا۔ اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: ابراہیم (نخعی) نے مجھے بتایا۔ انہوں نے علقمہ سے، علقمہ نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی یعنی جو ایمان لائے ہیں

اِيۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ (الأنعام:٨٣) قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ أَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ قَالَ لَيْسَ كَمَا تَقُوْلُوْنَ لَمْ يَلْبِسُوٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ بِشِرْكٍ أَوَلَمْ تَسْمَعُوْا إِلَى قَوْلِ لُقْمَانَ لِابْنِهِ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۗ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○ (لقمان:١٤)

اورانہوں نے اپنے ایمان میں ظلم کی آمیزش نہیں کی۔ تو ہم نے کہا: یارسول اللہ! ہم میں سے ایسا کون ہے جو اپنے نفس پر ظلم نہیں کرتا۔ آپؐ نے فرمایا: جیسا تم کہتے (سمجھتے) ہو، ایسا نہیں۔ (اس سے مراد یہ ہے کہ) اپنے ایمان میں شرک کی آمیزش نہیں کی۔ کیا تم نے لقمان کی بات نہیں سنی جو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہی تھی: اے میرے بیٹے! اللہ کا شریک نہ ٹھہرانا۔ کیونکہ شرک بہت ہی بڑا ظلم ہے۔ (کیونکہ معبودِ حقیقی کا حق غیر اللہ کو دے دیا جاتا ہے۔)

اطرافهُ: ٣٢، ٣٤٢٨، ٣٤٢٩، ٤٦٢٩، ٤٧٧٦، ٦٩١٨، ٦٩٣٧۔

بَاب ٩ : يَزِفُّوْنَ (الصافات:٩٥) اَلنَّسَلَانُ فِي الْمَشْيِ

يَزِفُّوْنَ کے معنی ہیں چلتے وقت دوڑ پڑنا

٣٣٦١ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ نَصْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بِلَحْمٍ فَقَالَ إِنَّ اللهَ يَجْمَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ فِي صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَتَدْنُو الشَّمْسُ مِنْهُمْ فَذَكَرَ حَدِيْثَ الشَّفَاعَةِ فَيَأْتُوْنَ إِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُوْنَ أَنْتَ نَبِيُّ اللهِ

٣٣٦١: اسحاق بن ابراہیم بن نصر نے ہم سے بیان کیا کہ ابواسامہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوحیان سے، انہوں نے ابوزُرعہ سے، ابوزُرعہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دن گوشت لایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ پہلوں اور پچھلوں کو ایک ہی میدان میں اکٹھا کرے گا اور پکارنے والا انہیں (اپنی آواز) سنا سکے گا، آنکھ ان کو دیکھ سکے گی اور سورج ان کے نزدیک ہو جائے گا۔ پھر آپؐ نے شفاعت کا واقعہ بیان کیا کہ لوگ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: آپؑ اللہ کے نبی اور اہل زمین میں سے اس کے نہایت پیارے دوست ہیں۔

وَخَلِيْلُهُ مِنَ الْأَرْضِ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ فَيَقُوْلُ فَذَكَرَ كَذَبَاتِهِ نَفْسِي نَفْسِي اذْهَبُوْا إِلَى مُوْسَى. تَابَعَهُ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

آپؐ ہمارے لئے اپنے ربّ سے سفارش کریں۔ حضرت ابراہیمؑ کہیں گے اوران کو خلاف واقعہ باتیں یاد ہوں گی کہ مجھے تو اپنی پڑی ہے۔تم موسیٰؑ کے پاس جاؤ۔حضرت ابوہریرہؓ کی طرح حضرت انسؓ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی روایت کی۔

اطرافہُ: ٣٣٤٠، ٤٧١٢.

٣٣٦٢: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ أَبُو عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَرْحَمُ اللهُ أُمَّ إِسْمَاعِيْلَ لَوْلَا أَنَّهَا عَجِلَتْ لَكَانَ زَمْزَمُ عَيْنًا مَّعِيْنًا.

٣٣٦٢: احمد بن سعید ابوعبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ وہب بن جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ (جریر بن حازم) سے، انہوں نے ایوب (سختیانی) سے، ایوب نے عبداللہ بن سعید بن جبیر سے، سعید نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ اسماعیلؑ کی ماں پر رحم کرے۔ اگر وہ جلدی نہ کرتیں تو زمزم ایک بہتا چشمہ ہوتا۔

اطرافہُ: ٢٣٦٨، ٣٣٦٣، ٣٣٦٤، ٣٣٦٥.

٣٣٦٣: قَالَ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَمَّا كَثِيْرُ بْنُ كَثِيْرٍ فَحَدَّثَنِي قَالَ إِنِّي وَعُثْمَانَ بْنَ أَبِي سُلَيْمَانَ جُلُوْسٌ مَعَ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ مَا هَكَذَا حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَكِنَّهُ قَالَ أَقْبَلَ إِبْرَاهِيْمُ بِإِسْمَاعِيْلَ وَأُمِّهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَهِيَ تُرْضِعُهُ مَعَهَا شَنَّةٌ لَّمْ يَرْفَعْهُ

٣٣٦٣: اور (محمد بن عبداللہ) انصاری نے کہا: ابن جریج نے (اسی طرح) ہم سے بیان کیا۔انہوں نے کہا: لیکن کثیر بن کثیر جو ہیں تو انہوں نے مجھ سے بیان کیا، کہا: میں اور عثمان بن ابی سلیمان، سعید بن جبیر کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا: حضرت ابن عباسؓ نے مجھ سے یہ حدیث اس طرح بیان نہیں کی۔ بلکہ انہوں نے یوں کہا: حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ اوران کی والدہ کو لے آئے۔ان پر سلامتی ہو اور وہ اسماعیلؑ کو دودھ پلاتی تھیں۔ان کے ساتھ

ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِبْرَاهِيْمُ وَبِابْنِهَا إِسْمَاعِيْلَ.

ایک مشکیزہ تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچائی۔ پھر اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو (مکہ میں) لے آئے۔

اطرافه: ٢٣٦٨، ٣٣٦٢، ٣٣٦٤، ٣٣٦٥.

٣٣٦٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَكَثِيْرِ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ يَزِيْدُ أَحَدُهُمَا عَلَى الآخَرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَوَّلَ مَا اتَّخَذَ النِّسَاءُ الْمِنْطَقَ مِنْ قِبَلِ أُمِّ إِسْمَاعِيْلَ اتَّخَذَتْ مِنْطَقًا لَتُعَفِّيَ أَثَرَهَا عَلَى سَارَةَ ثُمَّ جَاءَ بِهَا إِبْرَاهِيْمُ وَبِابْنِهَا إِسْمَاعِيْلَ وَهِيَ تُرْضِعُهُ حَتَّى وَضَعَهَا عِنْدَ الْبَيْتِ عِنْدَ دَوْحَةٍ فَوْقَ زَمْزَمَ فِي أَعْلَى الْمَسْجِدِ وَلَيْسَ بِمَكَّةَ يَوْمَئِذٍ أَحَدٌ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ فَوَضَعَهُمَا هُنَالِكَ وَوَضَعَ عِنْدَهُمَا جِرَابًا فِيْهِ تَمْرٌ وَسِقَاءً فِيْهِ مَاءٌ ثُمَّ قَفَّى إِبْرَاهِيْمُ مُنْطَلِقًا فَتَبِعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيْلَ فَقَالَتْ يَا إِبْرَاهِيْمُ أَيْنَ تَذْهَبُ وَتَتْرُكُنَا بِهَذَا

۳۳۶۴: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے (بھی) ہم سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں بتایا کہ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ایوب سختیانی اور کثیر بن کثیر بن مطلب بن ابی وداعہ سے روایت کی۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے کچھ زیادہ بیان کرتے تھے۔ انہوں نے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے: عورتوں نے جو پہلے پہل کمر کی پیٹی باندھنا شروع کی تو یہ حضرت اسماعیلؑ کی والدہ کی طرف سے ہوا تھا۔ انہوں نے کمر میں پٹہ باندھا تاکہ وہ سارہ کے لئے اپنے قدموں کے نشان مٹا دیں۔ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ انہیں اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو جنہیں وہ دودھ پلاتی تھیں لائے اور ان کو بیت اللہ کے قریب ایک بڑے درخت کے قریب بٹھا دیا جو زمزم کے اوپر مسجد کی بلند جانب میں تھا اور مکہ میں ان دنوں کوئی بھی نہ تھا اور نہ ہی اس میں پانی تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے ان دونوں کو وہاں چھوڑ دیا اور ایک تھیلہ جس میں کھجوریں تھیں اور ایک مشکیزہ جس میں پانی تھا ان کے پاس رکھ دیا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ واپس چلے آئے اور حضرت اسماعیلؑ کی ماں ان کے پیچھے گئیں اور انہوں نے کہا: ابراہیمؑ کہاں جاتے ہو اور ہمیں اس جنگل میں چھوڑ

الْوَادِي الَّذِي لَيْسَ فِيْهِ إِنْسٌ وَّلَا شَيْءٌ فَقَالَتْ لَهُ ذَلِكَ مِرَارًا وَجَعَلَ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهَا فَقَالَتْ لَهُ آللهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَتْ إِذَنْ لَا يُضَيِّعُنَا ثُمَّ رَجَعَتْ فَانْطَلَقَ إِبْرَاهِيْمُ حَتَّى إِذَا كَانَ عِنْدَ الثَّنِيَّةِ حَيْثُ لَا يَرَوْنَهُ اسْتَقْبَلَ بِوَجْهِهِ الْبَيْتَ ثُمَّ دَعَا بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ حَتَّى بَلَغَ يَشْكُرُوْنَ○(إبراهيم:٣٨) وَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيْلَ تُرْضِعُ إِسْمَاعِيْلَ وَتَشْرَبُ مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ حَتَّى إِذَا نَفِدَ مَا فِي السِّقَاءِ عَطِشَتْ وَعَطِشَ ابْنُهَا وَجَعَلَتْ تَنْظُرُ إِلَيْهِ يَتَلَوَّى أَوْ قَالَ يَتَلَبَّطُ فَانْطَلَقَتْ كَرَاهِيَةَ أَنْ تَنْظُرَ إِلَيْهِ فَوَجَدَتِ الصَّفَا أَقْرَبَ جَبَلٍ فِي الْأَرْضِ يَلِيْهَا فَقَامَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَتِ الْوَادِيَ تَنْظُرُ هَلْ تَرَى أَحَدًا فَلَمْ تَرَ أَحَدًا فَهَبَطَتْ مِنَ

رہے ہو، جہاں نہ کوئی انسان ہے اور نہ کوئی چیز۔ حضرت ہاجرہ نے حضرت ابراہیمؑ سے یہ کئی بار کہا اور وہ ان کی طرف مڑ کر دیکھتے بھی نہ تھے۔ آخر حضرت ہاجرہ نے ان سے کہا: کیا اللہ نے آپؑ کو ایسا حکم دیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ کہنے لگیں: پھر وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا اور یہ کہہ کر واپس آئیں۔ حضرت ابراہیمؑ چلے گئے یہاں تک کہ جب وہ اس گھاٹی کے قریب پہنچے جہاں وہ نہیں دیکھ سکتے تھے، انہوں نے بیت اللہ کی طرف منہ کیا اور ہاتھ اٹھا کر ان الفاظ میں دعا کی: اے میرے ربّ میں نے اپنی اولاد کو ایک ایسے میدان میں ٹھہرایا ہے جہاں کچھ بھی نہیں اُگتا.... تاکہ وہ شکر کریں۔ اور حضرت اسماعیلؑ کی ماں حضرت اسماعیلؑ کو دودھ پلانے لگیں اور اس پانی سے خود بھی پیتی رہیں (اور حضرت اسماعیلؑ کو بھی پلاتی رہیں) یہاں تک کہ مشکیزہ میں جو پانی تھا جب ختم ہو گیا تو وہ پیاسی ہوئیں اور ان کے بیٹے کو بھی پیاس لگی اور اس کو دیکھنے لگیں کہ وہ مارے پیاس کے پیچ وتاب کھا رہا ہے، یا کہا کہ وہ تڑپ رہا ہے۔ وہ گئیں کیونکہ اس کو ایسی حالت میں دیکھنا انہیں گوارا نہ ہوا اور اس علاقہ میں صفا ہی نزدیک ترین پہاڑ تھا جو انہوں نے دیکھا کہ ان کے بالکل قریب ہے، اس پر وہ کھڑی ہوئیں اور اس وادی کی طرف منہ کر کے دیکھنے لگیں کہ آیا کوئی انہیں نظر آتا ہے۔ مگر انہوں نے کسی کو نہ دیکھا اور صفا سے وہ نیچے اتر آئیں۔ جب نالے میں پہنچیں اپنی قمیص کا

الصَّفَا حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْوَادِيَ رَفَعَتْ طَرَفَ دِرْعِهَا ثُمَّ سَعَتْ سَعْيَ الْإِنْسَانِ الْمَجْهُوْدِ حَتَّى جَاوَزَتِ الْوَادِيَ ثُمَّ أَتَتِ الْمَرْوَةَ فَقَامَتْ عَلَيْهَا فَنَظَرَتْ هَلْ تَرَى أَحَدًا فَلَمْ تَرَ أَحَدًا فَفَعَلَتْ ذَلِكَ سَبْعَ مَرَّاتٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَلِكَ سَعْيُ النَّاسِ بَيْنَهُمَا فَلَمَّا أَشْرَفَتْ عَلَى الْمَرْوَةِ سَمِعَتْ صَوْتًا فَقَالَتْ صَهٍ تُرِيْدُ نَفْسَهَا ثُمَّ تَسَمَّعَتْ {☆فَسَمِعَتْ} أَيْضًا فَقَالَتْ قَدْ أَسْمَعْتَ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ غِوَاثٌ فَإِذَا هِيَ بِالْمَلَكِ عِنْدَ مَوْضِعِ زَمْزَمَ فَبَحَثَ بِعَقِبِهِ أَوْ قَالَ بِجَنَاحِهِ حَتَّى ظَهَرَ الْمَاءُ فَجَعَلَتْ تَحُوْضُهُ وَتَقُوْلُ بِيَدِهَا هَكَذَا وَجَعَلَتْ تَغْرِفُ مِنَ الْمَاءِ فِي سِقَائِهَا وَهُوَ يَفُوْرُ بَعْدَ مَا تَغْرِفُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللهُ أُمَّ إِسْمَاعِيْلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ أَوْ قَالَ

کنارہ اُٹھایا۔ پھر وہ اس طرف دوڑیں جیسے مصیبت زدہ انسان بھاگتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس نالے کے پار گئیں۔ پھر وہ مروہ پہاڑ پر آئیں اور اس پر کھڑی ہوئیں اور نظر ڈالی کہ آیا کوئی انہیں دکھائی دیتا ہے۔ مگر انہوں نے کسی کو بھی نہ دیکھا۔ اسی طرح انہوں نے سات بار کیا۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے: نبی ﷺ نے فرمایا: یہی وجہ ہے کہ لوگ ان دونوں ٹیلوں کے درمیان دوڑتے ہیں۔ پھر جب وہ مروہ پر چڑھ کر جھانکیں تو انہوں نے کوئی آواز سنی۔ کہنے لگیں: چپ۔ یہ بات وہ اپنے آپ کو ہی کہتی تھیں۔ پھر کان لگا کر سننے کی کوشش کی۔ {پھر انہوں نے اسی طرح آواز سنی☆} تب وہ بولیں: میں نے تمہاری آواز سن لی ہے۔ اگر تم نے کچھ مدد کرنی ہے تو کرو۔ کیا دیکھتی ہیں کہ فرشتہ ہے زمزم کی جگہ کے قریب۔ اس نے اپنی ایڑی سے یا کہا: اپنے بازو سے زمین کُرید ڈالی۔ یہاں تک کہ پانی نکل آیا۔ اس پر حضرت ہاجرہ نے وہاں حوض بنانا شروع کر دیا۔ اور اپنے ہاتھ سے اس طرح منڈیر بنایا اور چلّو سے پانی لے کر اپنے مشکیزے میں ڈالنے لگیں۔ چلّو سے پانی لے چکتیں کہ وہ جوش مارتا اور نکل آتا۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اسماعیلؑ کی ماں پر رحم کرے۔ اگر وہ زمزم کو (اپنی حالت پر) چھوڑ دیتیں یا فرمایا: اگر پانی چلّو بھر بھر کر نہ لیتیں تو زمزم اب ایک بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: چنانچہ حضرت ہاجرہ نے پانی پیا اور اپنے بچے کو دودھ پلایا

☆ لفظ فَسَمِعَتْ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے (فتح الباری جزء ٦ حاشیہ صفحہ ۴۷۹) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ لَكَانَتْ زَمْزَمُ عَيْنًا مَّعِيْنًا قَالَ فَشَرِبَتْ وَأَرْضَعَتْ وَلَدَهَا فَقَالَ لَهَا الْمَلَكُ لَا تَخَافُوْا الضَّيْعَةَ فَإِنَّ هَا هُنَا بَيْتَ اللهِ يَبْنِي هَذَا الْغُلَامُ وَأَبُوهُ وَإِنَّ اللهَ لَا يُضِيْعُ أَهْلَهُ وَكَانَ الْبَيْتُ مُرْتَفِعًا مِّنَ الْأَرْضِ كَالرَّابِيَةِ تَأْتِيْهِ السُّيُوْلُ فَتَأْخُذُ عَنْ يَّمِيْنِهِ وَشِمَالِهِ فَكَانَتْ كَذَلِكَ حَتَّى مَرَّتْ بِهِمْ رُفْقَةٌ مِنْ جُرْهُمَ أَوْ أَهْلُ بَيْتٍ مِنْ جُرْهُمَ مُقْبِلِيْنَ مِنْ طَرِيْقِ كَدَاءٍ فَنَزَلُوْا فِي أَسْفَلِ مَكَّةَ فَرَأَوْا طَائِرًا عَائِفًا فَقَالُوْا إِنَّ هَذَا الطَّائِرَ لَيَدُوْرُ عَلَى مَاءٍ لَعَهْدُنَا بِهَذَا الْوَادِي وَمَا فِيْهِ مَاءٌ فَأَرْسَلُوْا جَرِيًّا أَوْ جَرِيَّيْنِ فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ فَرَجَعُوْا فَأَخْبَرُوْهُمْ بِالْمَاءِ فَأَقْبَلُوْا قَالَ وَأُمُّ إِسْمَاعِيْلَ عِنْدَ الْمَاءِ فَقَالُوْا أَتَأْذَنِيْنَ لَنَا أَنْ نَّنْزِلَ عِنْدَكِ فَقَالَتْ نَعَمْ وَلَكِنْ لَا حَقَّ لَكُمْ فِي الْمَاءِ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اوران کو اس فرشتے نے کہا: مت ڈرو کہ تم ضائع ہو جاؤ گے۔ کیونکہ یہاں بیت اللہ ہے۔ یہ لڑکا اور اس کا باپ اسے بنائیں گے اور اللہ اپنے گھر والوں کو ضائع نہیں کرے گا اور اس وقت وہ گھر زمین سے اوپر قدرے اُٹھا ہوا تھا، جیسے ٹبہ ہوتا ہے۔ سیلاب وہاں آتے اور اس کے دائیں اور بائیں جانب سے کچھ نہ کچھ بہا کر لے جاتے تھے۔ حضرت ہاجرہ اسی حالت میں تھیں کہ اتنے میں جرہم کا ایک قافلہ یا کہا جرہم کا ایک قبیلہ کداء کے راستے سے آتے ہوئے ان کے پاس سے گزرا اور انہوں نے مکہ کے نشیب میں ڈیرہ لگایا۔ انہوں نے ایک پرندہ گھومتے ہوئے دیکھا۔ کہنے لگے: یہ پرندہ تو یقیناً پانی پر گھوم رہا ہے۔ ہم اس نالے سے خوب واقف ہیں۔ پانی تو اس میں کبھی نہیں ہوا۔ انہوں نے ایک یا دو خادم بھیجے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں پانی ہے۔ وہ لوٹ آئے اور ان کو خبر دی۔ اس پر وہ آئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا اور حضرت اسماعیلؑ کی ماں پانی کے پاس ہی تھیں۔ انہوں نے کہا: ہمیں تم اجازت دیتی ہو کہ تمہارے پاس ڈیرہ لگائیں۔ حضرت ہاجرہ نے کہا: ہاں (اجازت ہے۔) مگر پانی میں تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا۔ انہوں نے کہا: اچھا۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اجازت حضرت اسماعیلؑ کی ماں سے اتفاق سے ایسے وقت میں مانگی گئی جبکہ وہ چاہتی تھیں کہ یہاں آدمی آباد ہوں۔ وہ اُتر پڑے اور اپنے بال بچوں کو بلا لیا اور وہ بھی ان کے ساتھ ٹھہرے۔

فَأَلْفَى ذَلِكَ أُمَّ إِسْمَاعِيْلَ وَهِيَ تُحِبُّ الْإِنْسَ فَنَزَلُوْا وَأَرْسَلُوْا إِلَى أَهْلِيْهِمْ فَنَزَلُوْا مَعَهُمْ حَتَّى إِذَا كَانَ بِهَا أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْهُمْ وَشَبَّ الْغُلَامُ وَتَعَلَّمَ الْعَرَبِيَّةَ مِنْهُمْ وَأَنْفَسَهُمْ وَأَعْجَبَهُمْ حِيْنَ شَبَّ فَلَمَّا أَدْرَكَ زَوَّجُوْهُ امْرَأَةً مِّنْهُمْ وَمَاتَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيْلَ فَجَاءَ إِبْرَاهِيْمُ بَعْدَمَا تَزَوَّجَ إِسْمَاعِيْلُ يُطَالِعُ تَرِكَتَهُ فَلَمْ يَجِدْ إِسْمَاعِيْلَ فَسَأَلَ امْرَأَتَهُ عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا ثُمَّ سَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ نَحْنُ بِشَرٍّ نَحْنُ فِي ضِيْقٍ وَشِدَّةٍ فَشَكَتْ إِلَيْهِ قَالَ فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ وَقُوْلِي لَهُ يُغَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِهِ فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيْلُ كَأَنَّهُ آنَسَ شَيْئًا فَقَالَ هَلْ جَاءَكُمْ مِنْ أَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ جَاءَنَا شَيْخٌ كَذَا وَكَذَا فَسَأَلَنَا عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ وَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا فِي جَهْدٍ وَشِدَّةٍ قَالَ فَهَلْ أَوْصَاكِ بِشَيْءٍ قَالَتْ

جب وہاں کئی گھرانے ہوگئے اور وہ لڑکا جوان ہوا اور اس نے ان سے عربی سیکھی اور حضرت اسماعیلؑ جب جوان ہوئے تو وہ انہیں بہت پیارے تھے۔ جب وہ بالغ ہوگئے تو جرہم نے اپنے میں سے ایک عورت کے ساتھ ان کی شادی کردی اور حضرت اسماعیلؑ کی ماں فوت ہوگئیں اور حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ کے شادی کرنے کے بعد آئے۔ جنہیں وہ چھوڑ گئے تھے انہیں دیکھنے کے لیے آئے۔ اور حضرت اسماعیلؑ کو (گھر میں) نہ پایا۔ تو انہوں نے ان کی بیوی سے ان کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے کہا: باہر گیا ہے، ہمارے لئے روزی تلاش کررہا ہے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے اس سے ان کی گزران اور حالت سے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا: ہم بُری حالت میں ہیں۔ تنگی اور تکلیف میں ہیں۔ پس اس نے ان سے شکایت کی۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا: جب تمہارا خاوند آئے، اسے سلام کہیو اور اسے کہنا کہ اپنے دروازہ کی دہلیز بدل دے۔ جب حضرت اسماعیلؑ آئے تو انہوں نے کہا کہ کیا کوئی تمہارے پاس آیا تھا؟ جیسے انہوں نے کوئی غیر معمولی بات دیکھی۔ اس نے کہا: ہاں ہمارے پاس ایک بوڑھا آیا تھا، ایسا ایسا تھا۔ اس نے ہم سے تمہارے متعلق دریافت کیا تھا۔ میں نے اس کو بتادیا اور اس نے مجھ سے پوچھا تھا: ہمارا گزران کیسا ہے؟ میں نے اسے بتایا کہ ہم تنگی اور تکلیف میں ہیں۔ حضرت اسماعیلؑ نے پوچھا: کیا تمہیں کچھ فرمایا تھا؟ اس نے کہاں: ہاں۔ مجھے فرمایا تھا کہ میں

نَعَمْ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ قَالَ ذَاكِ أَبِي قَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُفَارِقَكِ الْحَقِي بِأَهْلِكِ فَطَلَّقَهَا وَتَزَوَّجَ مِنْهُمْ أُخْرَى فَلَبِثَ عَنْهُمْ إِبْرَاهِيْمُ مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ أَتَاهُمْ بَعْدُ فَلَمْ يَجِدْهُ فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَتِهِ فَسَأَلَهَا عَنْهُ فَقَالَتْ خَرَجَ يَبْتَغِي لَنَا قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ وَسَأَلَهَا عَنْ عَيْشِهِمْ وَهَيْئَتِهِمْ فَقَالَتْ نَحْنُ بِخَيْرٍ وَّسَعَةٍ وَأَثْنَتْ عَلَى اللهِ فَقَالَ مَا طَعَامُكُمْ قَالَتِ اللَّحْمُ قَالَ فَمَا شَرَابُكُمْ قَالَتِ الْمَاءُ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي اللَّحْمِ وَالْمَاءِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ يَوْمَئِذٍ حَبٌّ وَلَوْ كَانَ لَهُمْ دَعَا لَهُمْ فِيْهِ قَالَ فَهُمَا لَا يَخْلُو عَلَيْهِمَا أَحَدٌ بِغَيْرِ مَكَّةَ إِلَّا لَمْ يُوَافِقَاهُ قَالَ فَإِذَا جَاءَ زَوْجُكِ فَاقْرَئِي عَلَيْهِ السَّلَامَ وَمُرِيْهِ يُثْبِتُ عَتَبَةَ بَابِهِ فَلَمَّا جَاءَ إِسْمَاعِيْلُ قَالَ هَلْ أَتَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ قَالَتْ نَعَمْ

تمہیں سلام کہوں اور وہ کہتا تھا کہ تم اپنے دروازے کی دہلیز بدل ڈالو۔ انہوں نے کہا: یہ میرے باپ تھے (اور) انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں چھوڑ دوں۔ اپنے گھر والوں کے ہاں چلی جاؤ اور انہوں نے اس کو طلاق دے دی اور ان میں سے ایک اور سے شادی کر لی۔ پھر حضرت ابراہیمؑ جب تک اللہ نے چاہا ان کے پاس نہیں آئے۔ (اپنے علاقہ میں ہی رہے۔) پھر کچھ عرصہ بعد ان کے پاس آئے اور انہوں نے حضرت اسماعیلؑ کو نہ پایا۔ وہ ان کی بیوی کے پاس اندر آئے اور اس سے ان کے متعلق دریافت کیا۔ کہنے لگی: ہمارے لئے روزی تلاش کرنے کو باہر گئے ہیں۔ انہوں نے پوچھا: تم کیسے ہو؟ اور ان کی گزران اور حالت سے متعلق اس سے پوچھا۔ اس نے کہا: الحمدللہ۔ ہم خیریت سے ہیں۔ ہر بات کی کشائش ہے۔ انہوں نے پوچھا: تمہاری خوراک کیا ہے؟ اس نے کہا: گوشت۔ انہوں نے پوچھا: اور تم پیتے کیا ہو؟ اس نے کہا: پانی۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا: اے اللہ ان کے لئے گوشت اور پانی میں برکت دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دِنوں ان کے پاس اناج نہیں ہوتا تھا اور اگر ہوتا تو وہ اناج کی بابت بھی ان کے لئے دعا کرتے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: مکہ کے سوا دوسری جگہوں میں ان دو چیزوں پر آدمی گزارہ نہیں کرسکتا۔ یہ غذا ضرور ناموافق ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا: جب تمہارا خاوند آئے تو اسے سلام کہیو اور کہیو کہ وہ اپنے دروازے کی

أَتَانَا شَيْخٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ وَأَثْنَتْ عَلَيْهِ فَسَأَلَنِي عَنْكَ فَأَخْبَرْتُهُ فَسَأَلَنِي كَيْفَ عَيْشُنَا فَأَخْبَرْتُهُ أَنَّا بِخَيْرٍ قَالَ فَأَوْصَاكِ بِشَيْءٍ قَالَتْ نَعَمْ هُوَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَأْمُرُكَ أَنْ تُثْبِتَ عَتَبَةَ بَابِكَ قَالَ ذَاكِ أَبِي وَأَنْتِ الْعَتَبَةُ أَمَرَنِي أَنْ أُمْسِكَكِ ثُمَّ لَبِثَ عَنْهُمْ مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذَلِكَ وَإِسْمَاعِيْلُ يَبْرِي نَبْلًا لَهُ تَحْتَ دَوْحَةٍ قَرِيْبًا مِّنْ زَمْزَمَ فَلَمَّا رَآهُ قَامَ إِلَيْهِ فَصَنَعَا كَمَا يَصْنَعُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ وَالْوَلَدُ بِالْوَالِدِ ثُمَّ قَالَ يَا إِسْمَاعِيْلُ إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي بِأَمْرٍ قَالَ فَاصْنَعْ مَا أَمَرَكَ رَبُّكَ قَالَ وَتُعِيْنُنِي قَالَ وَأُعِيْنُكَ قَالَ فَإِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ هَا هُنَا بَيْتًا وَأَشَارَ إِلَى أَكَمَةٍ مُرْتَفِعَةٍ عَلَى مَا حَوْلَهَا قَالَ فَعِنْدَ ذَلِكَ رَفَعَا الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ فَجَعَلَ إِسْمَاعِيْلُ يَأْتِي بِالْحِجَارَةِ وَإِبْرَاهِيْمُ يَبْنِي حَتَّى إِذَا ارْتَفَعَ

دہلیز قائم رکھے۔ جب حضرت اسماعیلؑ آئے تو انہوں نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی آدمی آیا تھا؟ ان کی بیوی نے کہا: ہاں ایک بوڑھے آئے تھے۔ اچھی وضع اور شکل تھی اور اس نے ان کی تعریف کی اور کہا: انہوں نے مجھ سے آپؑ کے بارہ میں دریافت کیا۔ میں نے انہیں بتا دیا۔ پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہمارا گزارا کیسا ہے؟ میں نے انہیں بتایا کہ اچھی حالت میں ہیں۔ حضرت اسماعیلؑ نے پوچھا: تو کیا انہوں نے تمہیں کچھ فرمایا تھا؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپؑ کو سلام کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ اپنے دروازے کی دہلیز قائم رکھے۔ انہوں نے کہا: وہ میرے باپ ہیں اور تم ہی وہ دہلیز ہو۔ انہوں نے مجھے فرمایا ہے کہ میں تمہیں رہنے دوں۔ پھر حضرت ابراہیمؑ جتنی دیر اللہ نے چاہا ان کے پاس نہ آئے۔ (اپنے ملک ہی میں ٹھہرے۔) پھر اس کے بعد وہ آئے اور حضرت اسماعیلؑ اس وقت زمزم کے قریب ایک بڑے درخت کے نیچے (بیٹھے) اپنے لئے تیر تراش کر بنا رہے تھے۔ جب حضرت اسماعیلؑ نے ان کو دیکھا، وہ اُٹھ کر ان سے ملے اور جیسا باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے پیش آتا ہے وہ دونوں ایک دوسرے سے پیش آئے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے کہا: اسماعیلؑ اللہ نے مجھے ایک بات کا حکم دیا ہے۔ حضرت اسماعیلؑ نے کہا: جو حکم اللہ نے آپؑ کو دیا ہے بجا لائیں۔ انہوں نے کہا: اور تم میری مدد کرو گے؟ حضرت اسماعیلؑ نے کہا: میں آپؑ کی مدد کروں گا۔ حضرت ابراہیمؑ نے

الْبِنَاءُ جَاءَ بِهَذَا الْحَجَرِ فَوَضَعَهُ لَهُ فَقَامَ عَلَيْهِ وَهُوَ يَبْنِي وَإِسْمَاعِيْلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَهُمَا يَقُولَانِ: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ قَالَ فَجَعَلَا يَبْنِيَانِ حَتَّى يَدُوْرَا حَوْلَ الْبَيْتِ وَهُمَا يَقُوْلَانِ: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (البقرة:١٢٨).

کہا: اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہاں ایک گھر بناؤں اور انہوں نے ایک اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی اس کے اردگرد جو جگہ اس پر تھی۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: اس وقت ان دونوں نے بیت اللہ کی بنیادیں اُٹھائیں۔ حضرت اسماعیلؑ پتھر لانے لگے اور حضرت ابراہیمؑ بناتے تھے۔ یہاں تک کہ جب عمارت اونچی ہوگئی تو حضرت اسماعیلؑ یہ پتھر لائے اور اسے حضرت ابراہیمؑ کے لئے وہاں رکھ دیا۔ وہ اس پر کھڑے ہوکر عمارت بناتے تھے اور حضرت اسماعیلؑ انہیں پتھر پکڑاتے جاتے تھے اور وہ دونوں ساتھ ساتھ یہ دعا بھی مانگتے تھے: اے ہمارے ربّ! ہم سے یہ قبول کیجئے۔ تو ہی خوب سنتا ہے، خوب جانتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: غرض وہ دونوں اس طرح بناتے رہے۔ بیت اللہ کے اردگرد پھرتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے: اے ہمارے ربّ ہم سے یہ قبول کیجئے۔ تو ہی خوب سنتا ہے، خوب جانتا ہے۔

اطرافهُ: ٢٣٦٨، ٣٣٦٢، ٣٣٦٣، ٣٣٦٥.

٣٣٦٥: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا كَانَ بَيْنَ إِبْرَاهِيْمَ وَبَيْنَ أَهْلِهِ مَا كَانَ خَرَجَ بِإِسْمَاعِيْلَ

٣٣٦٥: عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعامر عبدالملک بن عمرو نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: ابراہیم بن نافع نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کثیر بن کثیر سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب حضرت ابراہیمؑ اور ان کی بیوی (حضرت سارہ) کے درمیان جو کچھ جھگڑا ہوا تو وہ حضرت اسماعیلؑ

{☆وَأُمّ إِسْمَاعِيْلَ} وَمَعَهُمْ شَنَّةٌ فِيْهَا مَاءٌ فَجَعَلَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيْلَ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ فَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ فَوَضَعَهَا تَحْتَ دَوْحَةٍ ثُمَّ رَجَعَ إِبْرَاهِيْمُ إِلَى أَهْلِهِ فَاتَّبَعَتْهُ أُمُّ إِسْمَاعِيْلَ حَتَّى لَمَّا بَلَغُوْا كَدَاءً نَادَتْهُ مِنْ وَّرَائِهِ يَا إِبْرَاهِيْمُ إِلَى مَنْ تَتْرُكُنَا قَالَ إِلَى اللهِ قَالَتْ رَضِيْتُ بِاللَّهِ قَالَ فَرَجَعَتْ فَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الشَّنَّةِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا حَتَّى لَمَّا فَنِيَ الْمَاءُ قَالَتْ لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ لَعَلِّي أُحِسُّ أَحَدًا قَالَ فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ هَلْ تُحِسُّ أَحَدًا فَلَمْ تُحِسَّ أَحَدًا فَلَمَّا بَلَغَتِ الْوَادِيَ سَعَتْ وَأَتَتِ الْمَرْوَةَ فَفَعَلَتْ ذَلِكَ أَشْوَاطًا ثُمَّ قَالَتْ لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ تَعْنِي الصَّبِيَّ فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ فَإِذَا هُوَ عَلَى حَالِهِ كَأَنَّهُ يَنْشَغُ لِلْمَوْتِ فَلَمْ تُقِرَّهَا نَفْسُهَا فَقَالَتْ لَوْ ذَهَبْتُ

{اور حضرت اسماعیل کی ماں☆} کو لے کر نکل گئے اور ان کے ساتھ ایک مشکیزہ تھا جس میں پانی تھا۔ حضرت اسماعیلؑ کی ماں مشکیزے سے پینے لگیں اور ان کے بچے کے لئے دودھ اُترتا تھا۔ جب مکہ میں حضرت ابراہیمؑ پہنچے تو انہوں نے حضرت اسماعیلؑ کی ماں کو ایک بڑے درخت کے نیچے اُتارا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹے۔ حضرت اسماعیلؑ کی ماں ان کے پیچھے گئیں۔ یہاں تک کہ جب کداء میں وہ پہنچے، انہوں (یعنی حضرت ہاجرہ) نے ان کو پیچھے سے آواز دی: اے ابراہیم! کس کے حوالے ہمیں چھوڑے جا رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ کے۔ کہنے لگیں: اللہ پر میں راضی ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: وہ لوٹ گئیں۔ اس مشکیزے سے پیتی رہیں اور ان کے بچے کے لئے ان کا دودھ اُترتا؛ یہاں تک کہ جب پانی بالکل ختم ہوگیا۔ دل میں کہنے لگیں: چلوں اور دیکھوں تو سہی، شاید کسی کی آہٹ پاؤں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: چنانچہ وہ گئیں اور صفا پر چڑھیں اور نظر دوڑائی اور غور سے دیکھا، آیا کوئی دکھائی دیتا ہے۔ کسی کو بھی نہ دیکھا۔ جب وہ نالہ میں پہنچیں وہ دوڑنے لگیں اور مروہ پر آ گئیں اور اسی طرح کئی بار اِدھر اُدھر وہ دوڑیں۔ پھر خیال کیا: کاش میں جا کر دیکھوں تو سہی اس کا کیا حال ہے؟ اس سے مراد اُن کی بچے سے تھی۔ چنانچہ وہ گئیں اور کیا دیکھا کہ وہ اسی حالت میں ہے جیسے کہ جانکنی میں سسکیاں لے رہا ہے۔ ان کا دل بے قرار ہوگیا۔

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء٦ حاشیہ صفحہ ٤٨١) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

فَنَظَرْتُ لَعَلِّي أُحِسُّ أَحَدًا فَذَهَبَتْ فَصَعِدَتِ الصَّفَا فَنَظَرَتْ وَنَظَرَتْ فَلَمْ تُحِسَّ أَحَدًا حَتَّى أَتَمَّتْ سَبْعًا ثُمَّ قَالَتْ لَوْ ذَهَبْتُ فَنَظَرْتُ مَا فَعَلَ فَإِذَا هِيَ بِصَوْتٍ فَقَالَتْ أَغِثْ إِنْ كَانَ عِنْدَكَ خَيْرٌ فَإِذَا جِبْرِيْلُ قَالَ فَقَالَ بِعَقِبِهِ هَكَذَا وَغَمَزَ عَقِبَهُ عَلَى الْأَرْضِ قَالَ فَانْبَثَقَ الْمَاءُ فَدَهَشَتْ أُمُّ إِسْمَاعِيْلَ فَجَعَلَتْ تَحْفِزُ قَالَ فَقَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ كَانَ الْمَاءُ ظَاهِرًا قَالَ فَجَعَلَتْ تَشْرَبُ مِنَ الْمَاءِ وَيَدِرُّ لَبَنُهَا عَلَى صَبِيِّهَا قَالَ فَمَرَّ نَاسٌ مِنْ جُرْهُمَ بِبَطْنِ الْوَادِي فَإِذَا هُمْ بِطَيْرٍ كَأَنَّهُمْ أَنْكَرُوْا ذَاكَ وَقَالُوْا مَا يَكُوْنُ الطَّيْرُ إِلَّا عَلَى مَاءٍ فَبَعَثُوْا رَسُوْلَهُمْ فَنَظَرَ فَإِذَا هُمْ بِالْمَاءِ فَأَتَاهُمْ فَأَخْبَرَهُمْ فَأَتَوْا إِلَيْهَا فَقَالُوْا يَا أُمَّ إِسْمَاعِيْلَ أَتَأْذَنِيْنَ لَنَا أَنْ نَّكُوْنَ مَعَكِ أَوْ نَسْكُنَ مَعَكِ فَبَلَغَ ابْنُهَا

کہنے لگیں: جاؤں تو سہی اور دیکھوں شاید کسی کی آہٹ پاؤں۔ چنانچہ وہ گئیں اور صفا پر چڑھ گئیں اور بار بار نظر دوڑائی۔ لیکن کسی کو بھی نہ دیکھا۔ اسی طرح انہوں نے پورے سات چکر لگائے۔ پھر خیال کیا کاش میں جا کر دیکھوں تو سہی اس کا کیا حال ہے؟ اتنے میں اچانک وہ ایک آواز سنتی ہیں۔ (آواز سن کر) بولیں: ہماری فریاد کو پہنچو، اگر تم بھلائی کر سکتے ہو۔ کیا دیکھتی ہیں کہ جبریل ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: انہوں نے اپنی ایڑی سے یوں کیا۔ اور حضرت ابن عباسؓ نے اپنی ایڑی زمین پر ماری اور بتایا کہ پانی پھوٹ پڑا۔ اس سے حضرت اسماعیلؑ کی ماں حیران ہوگئیں اور زمین کھودنے☆ لگیں۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے: ابوالقاسم ﷺ نے فرمایا: اگر وہ اسی طرح رہنے دیتیں تو پانی سطح زمین پر بہتا رہتا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: غرض وہ پانی پینے لگیں اور ان کا دودھ بچے کے لئے اُترنا شروع ہوا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: پھر جرہم (قبیلہ) کے کچھ لوگ اس نالے کے نشیب میں گزرے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ پرندے ہیں۔ یہ گویا انہوں نے نرالی بات دیکھی اور کہنے لگے: پرندے پانی کے آس پاس ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنا خبر رساں بھیجا۔ اس نے دیکھا بھالا اور کیا دیکھتا ہے کہ وہ پانی کے قریب ہیں۔ وہ ان کے پاس آیا اور اس نے انہیں بتایا۔ چنانچہ وہ سب ہاجرہ کے پاس آئے۔ کہنے لگے: اسماعیلؑ کی ماں! کیا تم ہمیں اجازت دیتی ہو کہ ہم تمہارے ساتھ رہیں یا (کہا) ہم

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ لفظ تَحْفِرُ ہے۔ (فتح الباری جزء٦ حاشیہ صفحہ۴۸۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

فَنَكَحَ فِيْهِمْ امْرَأَةً قَالَ ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ لِأَهْلِهِ إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرِكَتِي قَالَ فَجَاءَ فَسَلَّمَ فَقَالَ أَيْنَ إِسْمَاعِيْلُ فَقَالَتْ امْرَأَتُهُ ذَهَبَ يَصِيْدُ قَالَ قُوْلِي لَهُ إِذَا جَاءَ غَيِّرْ عَتَبَةَ بَابِكَ فَلَمَّا جَاءَ أَخْبَرَتْهُ قَالَ أَنْتِ ذَاكِ فَاذْهَبِي إِلَى أَهْلِكِ قَالَ ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ لِأَهْلِهِ إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرِكَتِي قَالَ فَجَاءَ فَقَالَ أَيْنَ إِسْمَاعِيْلُ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ ذَهَبَ يَصِيْدُ فَقَالَتْ أَلَا تَنْزِلُ فَتَطْعَمَ وَتَشْرَبَ فَقَالَ وَمَا طَعَامُكُمْ وَمَا شَرَابُكُمْ قَالَتْ طَعَامُنَا اللَّحْمُ وَشَرَابُنَا الْمَاءُ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي طَعَامِهِمْ وَشَرَابِهِمْ قَالَ فَقَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَكَةٌ بِدَعْوَةِ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ ثُمَّ إِنَّهُ بَدَا لِإِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ لِأَهْلِهِ إِنِّي مُطَّلِعٌ تَرِكَتِي فَجَاءَ فَوَافَقَ إِسْمَاعِيْلَ مِنْ وَّرَاءِ زَمْزَمَ

تمہارے ساتھ بسیں؟ (انہوں نے اجازت دی اور وہ وہاں رہنے لگے۔) جب حضرت ہاجرہ کا بیٹا جوان ہوا تو اس نے ان کی ایک عورت سے نکاح کیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: پھر ایک مدت بعد حضرت ابراہیمؑ کو خیال آیا اور انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: جنہیں میں چھوڑ آیا تھا انہیں دیکھنے جاتا ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: چنانچہ وہ آئے اور انہوں نے سلامتی کی دعا دی اور پوچھا: اسماعیلؑ کہاں ہیں؟ ان کی بیوی نے کہا: شکار کرنے گئے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا: جب وہ آئے تو تم اسے کہنا: اپنے دروازے کی دہلیز بدل ڈالو۔ جب وہ آئے تو ان کی بیوی نے ان کو بتایا۔ حضرت اسماعیلؑ نے کہا: تو ہی وہ دہلیز ہے۔ اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: پھر کچھ مدت بعد حضرت ابراہیمؑ کو خیال آیا اور انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: جنہیں میں چھوڑ آیا تھا انہیں دیکھنے جا رہا ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: چنانچہ وہ آئے اور پوچھا: اسماعیلؑ کہاں ہے؟ ان کی بیوی نے کہا: شکار کھیلنے گئے ہیں۔ ان کی بیوی نے کہا: آپ اتریں تو سہی۔ کچھ کھا پی لیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا: تم کیا کھاتے ہو اور کیا پیتے ہو؟ حضرت اسماعیلؑ کی بیوی نے جواب دیا۔ ہماری خوراک گوشت ہے اور پانی پیتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی: اے اللہ! انہیں ان کے کھانے اور پینے میں برکت دے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: ابوالقاسم ﷺ فرماتے تھے: حضرت ابراہیمؑ کی دعا سے برکت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: پھر کچھ مدت بعد حضرت ابراہیمؑ کو خیال آیا اور

يُصْلِحُ نَبْلًا لَهُ فَقَالَ يَا إِسْمَاعِيْلُ إِنَّ رَبَّكَ أَمَرَنِي أَنْ أَبْنِيَ لَهُ بَيْتًا قَالَ أَطِعْ رَبَّكَ قَالَ إِنَّهُ أَمَرَنِي أَنْ تُعِيْنَنِي عَلَيْهِ قَالَ إِذَنْ أَفْعَلَ أَوْ كَمَا قَالَ قَالَ فَقَامَا فَجَعَلَ إِبْرَاهِيْمُ يَبْنِي وَإِسْمَاعِيْلُ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَيَقُوْلَانِ: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (البقرة:١٢٨).

انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: جنہیں میں چھوڑ آیا تھا، انہیں دیکھنے جا رہا ہوں۔ چنانچہ وہ آئے۔ اتفاق سے حضرت اسماعیلؑ کو زمزم کے ادھر (بیٹھے) پایا۔ اپنے تیر درست کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا: اسماعیل! تمہارے ربّ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کا ایک گھر بناؤں۔ انہوں نے کہا: اپنے ربّ کا حکم بجالائیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا: اس نے مجھے یہ بھی فرمایا ہے کہ تم اس میں میری مدد کرو۔ حضرت اسماعیلؑ نے کہا: پھر میں کروں گا۔ یا کہا: ایسا ہی ہوگا جیسا اس نے فرمایا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے: پھر وہ دونوں اُٹھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے بنانا شروع کیا اور حضرت اسماعیلؑ ان کو پتھر لالا کر دیتے جاتے تھے اور دونوں یہ دعا مانگتے تھے۔ اے ہمارے ربّ! ہم سے قبول فرما۔ تو ہی درحقیقت (دعائیں) خوب سننے والا، بات کو خوب جاننے والا ہے۔

☆{قَالَ حَتَّى ارْتَفَعَ الْبِنَاءُ وَضَعُفَ الشَّيْخُ عَلَى نَقْلِ الْحِجَارَةِ فَقَامَ عَلَى الْحَجَرِ الْمَقَامِ فَجَعَلَ يُنَاوِلُهُ الْحِجَارَةَ وَيَقُوْلَانِ: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○(البقرة:١٢٨) }

☆{حضرت ابن عباسؓ نے کہا: وہ کام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ عمارت اونچی ہوگئی اور حضرت ابراہیمؑ پتھر کو اوپر پہنچانے سے رہ گئے۔ اس لئے وہ مقامِ ابراہیم والے پتھر پر کھڑے ہوئے اور حضرت اسماعیلؑ ان کو پتھر دیتے جاتے تھے اور دونوں یہ دعا مانگتے تھے: اے ہمارے ربّ! ہم سے قبول فرما تو ہی سمیع و علیم ہے۔}

اطرافہ: ٢٣٦٨، ٣٣٦٢، ٣٣٦٣، ٣٣٦٤۔

☆ یہ عبارت فتح الباری مطبوعہ انصاریہ کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء٦ حاشیہ صفحہ ۴۸۲) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

بَاب ١٠

٣٣٦٦: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْأَرْضِ أَوَّلَ قَالَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا قَالَ أَرْبَعُوْنَ سَنَةً ثُمَّ أَيْنَمَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلَاةُ بَعْدُ فَصَلِّهْ فَإِنَّ الْفَضْلَ فِيْهِ.

طرفہ: ٣٤٢٥۔

٣٣٦٦: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالواحد نے ہمیں بتایا۔ اعمش نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابراہیم تیمی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی۔ ان کے باپ نے کہا: میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے کہا: یا رسول اللہ! زمین میں پہلے کونسی مسجد بنائی گئی؟ آپؐ نے فرمایا: مسجد حرام۔ کہتے تھے: میں نے کہا: پھر اس کے بعد کونسی؟ فرمایا: مسجد اقصیٰ۔ میں نے کہا: ان دونوں میں کتنا فاصلہ تھا؟ فرمایا: چالیس سال۔ پھر اس کے بعد (فرمایا:) جہاں کہیں بھی نماز کا وقت تمہیں آ جائے وہیں نماز پڑھ لو۔ کیونکہ اصل فضیلت تو اسی میں ہے۔

٣٣٦٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَّالِكٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهُ أُحُدٌ فَقَالَ هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ اللَّهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَإِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا. وَرَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ

٣٣٦٧: عبداللہ بن مسلمہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے عمرو بن ابی عمرو سے جو مطلب کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُحد (پہاڑ) دکھائی دیا۔ فرمایا: یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اے اللہ! ابراہیم نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں اس جگہ (یعنی مدینہ) کو جو دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان (واقع) ہے حرم قرار دیتا

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہوں۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

اطرافہ: ٣٧١، ٦١٠، ٩٤٧، ٢٢٢٨، ٢٢٣٥، ٢٨٨٩، ٢٨٩٣، ٢٩٤٣، ٢٩٤٤، ٢٩٤٥، ٢٩٩١، ٣٠٨٥، ٣٠٨٦، ٣٦٤٧، ٤٠٨٣، ٤٠٨٤، ٤١٩٧، ٤١٩٨، ٤١٩٩، ٤٢٠٠، ٤٢٠١، ٤٢١١، ٤٢١٢، ٤٢١٣، ٥٠٨٥، ٥١٥٩، ٥١٦٩، ٥٣٨٧، ٥٤٢٥، ٥٥٢٨، ٥٩٦٨، ٦١٨٥، ٦٣٦٣، ٦٣٦٩، ٧٣٣٣.

٣٣٦٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ ابْنَ أَبِي بَكْرٍ أَخْبَرَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ قَوْمَكِ لَمَّا بَنَوُا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوْا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَلَا تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ سَمِعَتْ هَذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أُرَى أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ إِلَّا أَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيْمَ.

٣٣٦٨: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے سالم بن عبداللہ سے روایت کی کہ (عبداللہ) بن ابی بکر نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے سن کر بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کو) فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہاری قوم نے جو کعبہ بنایا تھا تو انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں سے (اس کو) چھوٹا رکھا ہے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپؐ حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر اسے نہیں لوٹا دیتے؟ آپؐ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کفر سے قریب العہد نہ ہوتی (تو میں ایسا کر دیتا) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے: اگر حضرت عائشہؓ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی لئے ان دو رکنوں کو نہیں چومتے تھے جو حجر اسود کے قریب ہیں کہ بیت اللہ کو حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر پورے

وَقَالَ إِسْمَاعِيْلُ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ.

طور پر نہیں بنایا گیا تھا۔ اسماعیل (بن ابی اویس) نے اس حدیث میں عبداللہ بن محمد بن ابی بکر کہا ہے۔

اطرافه: ١٢٦، ١٥٨٣، ١٥٨٤، ١٥٨٥، ١٥٨٦، ٤٤٨٤، ٧٢٤٣.

٣٣٦٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ أَخْبَرَنِي أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُوْلُوْا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

٣٣٦٩: عبداللہ بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ مالک بن انس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے، انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے عمرو بن سلیم زُرَقی سے روایت کی کہ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم آپؐ کے لئے دعائے رحمت کس طرح کریں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوں کہیں اے اللہ! محمدؐ اور آپؐ کی ازواج اور آپؐ کی اولاد پر رحمت فرما۔ جیسا کہ تو نے ابراہیمؑ کی اولاد پر رحمت کی۔ اور محمدؐ اور آپؐ کی ازواج اور آپؐ کی اولاد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیمؑ کی اولاد کو برکت دی۔ یقیناً تو بہت ہی خوبیوں والا (اور) بڑی شان والا ہے۔

طرفه: ٦٣٦٠.

٣٣٧٠: حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ حَفْصٍ وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا أَبُو قُرَّةَ مُسْلِمُ بْنُ سَالِمٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عِيْسَى سَمِعَ

٣٣٧٠: قیس بن حفص اور موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا، کہا: عبدالواحد بن زیاد نے ہم سے بیان کیا کہ ابوقرۃ مسلم بن سالم ہمدانی نے ہمیں بتایا۔ کہا: عبداللہ بن عیسیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے سنا۔ انہوں نے کہا:

عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى قَالَ لَقِيَنِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ فَقَالَ أَلَا أُهْدِي لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ بَلَى فَأَهْدِهَا لِي فَقَالَ سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّ اللهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ قَالَ قُوْلُوْا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

اطرافهُ: ٤٧٩٧، ٦٣٥٧۔

مجھے حضرت کعب بن عجرہؓ ملے۔ انہوں نے کہا: کیا میں آپ کے سامنے ایک تحفہ نہ پیش کروں جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا؟ میں نے کہا: کیوں نہیں مجھے وہ تحفہ دیں۔ انہوں نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ ہم نے کہا: یارسول اللہ! آپؐ کے اور آپؐ کے اہل بیت کے لئے دعائے رحمت کیونکر کی جائے۔ کیونکہ اللہ نے ہمیں یہ تو سکھلا دیا ہے کہ ہم سلامتی کی دعا کیونکر کریں۔ آپؐ نے فرمایا: یوں کہو اے اللہ! محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر رحم فرما۔ جیسا کہ تو نے ابراہیمؑ اور ابراہیمؑ کی آل پر رحم کیا۔ یقیناً تو بہت ہی خوبیوں والا (اور) بڑی شان والا ہے۔ اے اللہ! تو محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر برکت نازل فرما جیسی کہ تو نے ابراہیمؑ پر اور ابراہیمؑ کی آل پر برکت نازل کی۔ یقیناً تو بہت ہی خوبیوں والا (اور) بڑی شان والا ہے۔

٣٣٧١: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنِ الْمِنْهَالِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَيَقُوْلُ إِنَّ أَبَاكُمَا كَانَ

٣٣٧١: عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ جریر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے، انہوں نے منہال (بن عمرو) سے، منہال نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے لئے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے دادا

يُعَوِّذُ بِهَا إِسْمَاعِيْلَ وَإِسْحَاقَ أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ.

ابراہیمؑ انہی الفاظ سے اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کے لئے پناہ مانگتے تھے۔ یعنی میں اللہ کی کامل صفات کے ذریعہ سے ہر شیطان اور ہر زہریلے کیڑے سے اور ہر بُری آنکھ سے پناہ لیتا ہوں۔

تشریح: وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا: باب ۸ کے عنوان میں تین آیتیں اور اس کے تحت چودہ روایتیں ہیں۔ باب ۱۰ کا بعض نسخوں میں الگ عنوان نہیں۔ اس لئے اس کی اور باب ۱۰ کی تشریح بھی اس میں شامل ہوگی۔ پیشتر اس کے کہ ان تین ابواب کی تشریح بیان کی جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ بعثت کا تعین ضروری ہے۔ ان کے اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان ۱۲۵۰ سال کا تخمینہ ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام شارع نبی تھے جو ہزار اوّل کی آخری صدی میں مبعوث ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سلسلہ شریعت میں بطور خاتم الخلفاء تھے اور ان کی بعثت سے متعلق اندازہ ہزار دوم کے آخری اور ہزار سوم کے شروع میں معلوم ہوتا ہے۔ عیسائی محققین نے تاریخ کے تعین میں قبل مسیح یا بعد مسیح کی اصطلاح اختیار کی ہے۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت کا اندازہ ۱۴۵۰ ق-م کیا ہے۔ اس کی تصدیق ان مسماری حروف کے کتبات سے ہوتی ہے جو بابل کے کھنڈرات سے برآمد ہوئے ہیں۔ ان کتبات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر بادشاہ کا ذکر ہے۔

(Encyclopedia Britannica, under word: Abraham, volume: 1, page: 60)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سلسلہ نسب سامی الاصل ہے۔ یعنی حضرت نوح کے بیٹے سام سے ملتا ہے اور ذوالقرنین کا سلسلہ نسب ان کے بیٹے یافث سے۔ (دیکھئے پیدائش باب ۱۰، ۱۱۔ نیز اس تعلق میں باب ۷ کی تشریح بھی دیکھئے) ایرانی النسل قوم کو ذوالقرنین کے ذریعہ سے انتہائی برکت و ترقی حاصل ہوئی۔ حتیٰ کہ اسے اپنے شدید دشمن قبائل یاجوج و ماجوج پر جو صقلبی (Scythians) اور سلانی (Slays) کہلاتے تھے اور بحیرہ اسود کے شمال مشرقی علاقوں میں ٹڈی دل کی طرح چھائے ہوئے تھے اور ایک وقت میدوفارس کے علاقہ پر یلغار کر کے اٹھائیس سال تک قابض رہے اور ایرانی قوم کو اپنی بربریت کا تختہ مشق بنائے رکھا اور آخر ذوالقرنین کے ذریعہ سے نجات حاصل ہوئی۔

(A History of World Civilization, The Age of Ancient Empires, Persia, page: 87-91)

(The Historians' History of the World, Volume ii, Part viii: Ancient Persia, Chapter ii: The Median or Scythian Empire)

سابقہ باب کے تسلسل میں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی نسل میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے۔ جن کی ذریت میں سے انبیاء علیہم السلام کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ جنہوں نے معبودِ حقیقی کے ساتھ تعلق پیوستہ کئے۔ بنی آدم کی رہنمائی میں بہت بڑی خدمت کی۔ باب ۸ کے عنوان میں حسب ذیل تین آیتوں کا حوالہ ہے:-

۱۔ پہلا حوالہ آیت وَمَنْ أَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ ... (النساء: ۱۲۶) جس کا ترجمہ یہ ہے: اور اس شخص سے بڑھ کر کس کا دین اچھا (ہوسکتا) ہے جس نے (خوب) اچھی طرح عمل کرتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کردیا ہو اور ابراہیم کے دین کی جو سلامت رَو تھے پیروی (اختیار) کی ہو اور اللہ نے ابراہیم کو (اپنا) خاص دوست بنایا تھا۔

آیت کا مفہوم واضح ہے کہ ابراہیمی دین سے عمدہ اور کوئی دین نہیں۔ وہ خود خلیل اللہ تھے۔ یعنی ان کے ریشہ ریشہ میں اللہ کی محبت سرایت کر چکی تھی اور وہ پوری یکسوئی سے اپنے خالق ومعبود کے احکام کے کامل فرمانبردار تھے۔ جس کی وجہ سے ملت ابراہیم کا دوسرا نام اسلام ہے۔

۲۔ دوسرا حوالہ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ط وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ o ... وَاِنَّهُ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ o (النحل: ۱۲۱-۱۲۳) کا ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے: ابراہیم یقیناً ہر خیر کا جامع، اللہ کے لئے تذلل اختیار کرنے والا (اور) ہمیشہ خدا کی کامل فرمانبرداری کرنے والا تھا اور مشرکوں میں سے نہیں تھا۔ (وہ) اس کے انعاموں کا شکر گزار تھا۔ اس (کے ربّ) نے اسے برگزیدہ کیا اور ایک سیدھی راہ کی طرف اس کی رہنمائی کی اور ہم نے اسے اس دنیا میں (بھی بڑی) کامیابی بخشی اور وہ آخرت میں بھی یقیناً صالح لوگوں میں سے ہوگا۔

ان آیات میں ایجابی وسلبی یعنی مثبت ومنفی اعتبار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ممتاز خوبیوں کا بیان ہے۔ اُمَّةٌ کے معنی ہیں جامع صفاتِ حسنہ، جن کی وجہ سے ان کی شخصیت ایک بہت بڑی شخصیت تھی اور لوگوں کی ہدایت کے لئے بطور نمونہ ورہنما کے منتخب کئے گئے۔ وَاِنَّهُ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ وہ یقیناً آخرت میں بھی صالحین میں سے ہے۔ اس آیت سے متعلق یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا مقامِ نبوت حاصل ہونے کے بعد بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام صالحین کے درجے میں رہیں گے؟ جبکہ یہ درجہ پہلا مرحلہ ہے اور نبی کا درجہ چار مراحل ارتقاء میں سے اعلیٰ مرحلہ ہے۔ (النساء: ۷۰) اس سوال کا جواب یہ ہے کہ چار مراحل (نبوت، صدیقیت، شہیدیت، صالحیت) کا تعلق حیاتِ دنیا کے ارتقاءِ روحانی سے ہے۔ حیاتِ اخروی میں جو سلسلہ ارتقاء ہوگا، اس میں بھی اسی نوعیت کے درجات مقدر ہیں۔ صالح کے معنی ہیں صلاحیت واہلیت رکھنے والا۔ وَاِنَّهُ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اخروی ترقیات کے لئے بھی صلاحیت رکھنے والوں میں سے ہوں گے۔

۳۔ تیسرا حوالہ آیت وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ ... اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيْمٌ o (التوبة: ۱۱۴) کا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے اور ابراہیم کا استغفار اپنے باپ کے لئے صرف اس وجہ سے تھا کہ اس نے اس سے ایک وعدہ کیا تھا۔ مگر جب اس پر ظاہر ہوگیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس وعدہ سے پوری طرح دست بردار ہوگیا۔ ابراہیم بہت ہی نرم دل اور عقل مند تھا۔

أَوَّاهٌ کے معنی ہیں بہت نرم دل، غایت درجہ درد مند و خیر خواہ اور پُرسوز و گداز۔ حَلِيْمٌ کے معنی ہیں عقل مند بردبار۔ یہی وہ خوبیاں ہیں جن کی وجہ سے انبیاء ورسل علیہم السلام غیروں سے ممتاز ہوتے اور بنی نوع کی بھلائی و رہنمائی کے لئے منتخب کئے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا تینوں آیات کے حوالے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق باب میں برمحل اور امام بخاریؒ کے حسن انتخاب کی داد دیتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں تریسٹھ مقام میں ان کا ذکر وارد ہوا ہے۔ جن میں سے یہ تین آیتیں جامع البیان ہیں۔ ذیل میں اب نمبروار احادیث کی تشریح بیان کی جاتی ہے۔

باب ۸ کی پہلی روایت (نمبر ۳۳۴۹) سورۃ المائدہ کی تفسیر میں بھی مروی ہے۔ (كتاب التفسير، سورة المائدة، باب ۱۴) جس میں آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ جہاں تک بنی نوع انسان کی ننگ دھڑنگ بعثت اخرویہ اور آیت كَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ ۝ (الأنبياء: ۱۰۵) کی شرح کا تعلق ہے۔ اس کے لئے دیکھئے تفسیر سورۃ الانبیاء (بَابُ كَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ) جہاں یہی روایت مع آیت ایک اور سند سے نقل کی گئی ہے۔ وہاں بتایا گیا ہے کہ حیاۃ الآخرت میں ہماری بعثت کیسی ہوگی۔ جہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت اخروی اور پہنائے جانے کا ذکر ہے تو اس بارے میں اس قدر یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حشر نشر سے متعلق کشفاً ایک نظارہ دکھایا گیا تھا، جسے آپؐ نے لوگوں کو مخاطب کر کے مذکورہ بالا الفاظ میں بیان کیا۔ اس بیان کا ایک حصہ دنیا کے واقعات سے متعلق ہے۔ یعنی آپؐ کی وفات کے بعد مسلمانوں کا ارتداد۔ امت مرحومہ کا مشہور و معروف مرثیہ حالی زبانِ حال ہے اور شاعر مشرق کا یہ خطاب بیانِ حقیقت

؎ وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود .... یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ باقی حصہ مکاشفہ بھی حقیقت پر مبنی ہے۔ اس نوع کے مکاشفات محل جرح وقدح نہیں ہوسکتے، اس لئے کہ ان کا تعلق مشاہداتِ روحانیہ سے ہے جن سے ہر کس و ناکس بہرہ ور نہیں۔ اس ضمن میں دیکھئے کتاب الایمان تشریح باب ۳۷ روایت نمبر ۵۰، کتاب العلم تشریح باب ۲۲۔

باب ۸ کی دوسری روایت (نمبر ۳۳۵۰) کا تعلق بھی مکاشفہ سے ہے۔ اس میں آزر جو مشرک اور بت پرستوں کا پروہت تھا، بجّو کی شکل میں متمثل دکھایا گیا ہے۔ جس کی من بھاتی خوراک مردوں کا گوشت ہے۔ پروہتوں کی معیشت کا دارومدار بھی مندروں کی آمد پر ہے۔ جو بتوں کے پجاریوں سے حاصل ہوتی ہے اور یہ پجاری سرچشمہ حیات حي و قیوم معبودِ حقیقی سے منقطع ہوجانے کی وجہ سے روحانی مردے ہیں۔ اخروی سلسلۂ مجازات اعمال کے متماثل و مشابہ ہوتا ہے۔ اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مذکورہ بالا صورت میں آزر کا انجام دکھایا گیا جو نہایت بھیانک اور مشرکوں کے لئے عبرتناک ہے۔

تاریخ وتورات میں حضرت ابراہیمؑ کے باپ کا نام تارح بتایا گیا ہے۔ بعض علماء کے نزدیک تارح اسم علم ہے اور آزر اسم وصفی۔ آزر عبرانی میں عاشق صنم کو کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک آزر بت کا نام تھا، تارح جس کا پجاری اور جس کے مندر کا مہنت تھا۔ چنانچہ مجاہدؒ سے مروی ہے کہ آیت وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ آزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا آلِهَةً (الأنعام: ۷۵) کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے کہا کہ کیا تو آزر کے بتوں کو معبود سمجھ کر ان کی پوجا کرتا ہے؟ (تاج العروس، باب الراء، آزر) یہ اسلوب خطابت بہت ہی حقارت آمیز ہے۔ ان کے نزدیک آزَرَ، اَبِيْهِ کا بدل نہیں بلکہ جملہ استفہامیہ کا مبتداء ہے اور آزر ان کے باپ کا نام نہیں۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اَبِيْهِ سے مراد ان کا چچا ہے جو بت خانہ کا مہنت تھا اور اس کا نام آزر تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے تھی[۱] اور اَبٌ کا اطلاق چچا اور دادا وغیرہ پر بھی ہوتا ہے۔ حدیث نبوی میں آیا ہے: اَلْعَمُّ صِنْوُ اَبِيْهِ[۲] چچا مثل باپ ہے۔ مجاہدؒ کی رائے قرین قیاس ہے۔ کیونکہ قدیم مصریوں کے دیوتاؤں میں ایک دیوتا کا نام ازوریس ہے جس کے معنی خدائے قوی ومعین کے ہیں[۳] مصر کے قدیم باشندے سامی الاصل تھے اور ان کی زبان عربی ہی کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ لفظ آزَرَ يُؤَازِرُ مُؤَازَرَةً کے معنی ہیں مدد دینا۔ یہ لفظ قرآنِ مجید کی مذکورہ ذیل آیات میں انہی معنوں میں وارد ہوا ہے۔

۱) كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ (الفتح: ۳۰) {ایک کھیتی کی طرح ہے جو اپنی کونپل نکالے پھر اُسے مضبوط کرے}

۲) اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِىْ (طٰهٰ: ۳۲) {اس کے ذریعے میری پُشت مضبوط کر۔} کلدانی زبان میں آدار مہنتوں اور پروہتوں کے سردار اعظم کا لقب تھا۔ جو بعید نہیں کہ دیوتا کے نام پر ہو اور ارض بابل کلدانیوں ہی کا علاقہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وطن تھا۔ کلدانی بھی سامی الاصل ہیں اور ان کی زبان عربی ام الالسنہ ہی کا ایک تبدیل شدہ لہجہ تھا۔

قطع نظر اس سے کہ آزر اسم علم ہے یا اسم وصفی اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا یا چچا، آیات کے اصل موضوع میں کوئی فرق نہیں آتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لَأَوَّاهٌ حَلِيْمٌ سے متصف بتایا گیا ہے اور ان کا دل جس طرح عامۃ الناس کے لئے دردمند تھا، اسی طرح اپنے باپ یا چچا کی ہدایت ونجات کے لئے بھی ان کی روح پرسوز و بےقرار تھی اور یہ سوز واضطراب ان کی دعا سے ظاہر ہے۔ روایت نمبر ۳۳۵۰ میں جن آیات کا حوالہ دیا گیا ہے اور جو قرآنِ مجید میں بایں الفاظ مذکور ہیں۔ وَاغْفِرْ لِأَبِي اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّالِّيْنَ ... (الشعراء: ۸۷-۹۰) اور میرے باپ کو معاف کر دے، وہ بھٹک جانے والوں میں سے تھا اور جس دن لوگ زندہ کر کے اٹھائے جائیں، مجھے اس دن رسوا نہ کیجیو۔ جس دن کہ نہ مال نفع دے گا نہ بیٹے (نفع دیں گے) ہاں (وہی نفع پائے گا) جو اللہ کے پاس ایک تندرست دل لے کر آئے گا۔

---

۱ "لِاَبِيْهِ: اَبٌ عام ہے۔ مراد کوئی بزرگ رشتہ دار۔ والد مراد نہیں۔" (حقائق الفرقان، سورۃ الانعام آیت ۷۵)

۲ (فضائل الصحابة لأحمد بن حنبل، فضائل أبي الفضل العباس بن عبد المطلب، جزء۲ صفحہ ۹۳۰)

۳ (قصص القرآن، حضرت ابراہیم علیہ السلام، جلد اوّل صفحہ ۹۶)

تیسری و چوتھی روایت (نمبر۳۳۵۱، ۳۳۵۲) کے لئے دیکھئے **کتاب تفسیر القرآن، تفسیر سورة المائدة، باب١٠: إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ۔**

پانچویں روایت (نمبر۳۳۵۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب قرآنِ مجید کی آیت اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ کے مطابق ہے۔ پوری آیت یہ ہے: يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ٥ (الحجرات: ١٤) اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو کئی گروہوں اور قبائل میں تقسیم کر دیا ہے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ اللہ یقیناً بہت علم رکھنے والا (اور) بہت خبر رکھنے والا ہے۔ دوسرے جواب کا تعلق عنوانِ باب سے ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت کو حسب وعدہ بہت برکت دی گئی اور ان کی نسل سے انبیاء اور عادل بادشاہ پیدا ہوئے۔ موعودہ برکت سے متعلق دیکھئے پیدائش باب۱۳ آیات ۱۵ تا ۱۷، باب ۱۵ آیات ۵ تا ۷، باب ۱۷ آیات ۵ تا ۸، ۱۹ تا ۲۱۔

قَالَ اَبُو اُسَامَةَ وَمُعْتَمِرٌ: روایت نمبر۳۳۵۳ کے آخر میں ابواسامہ اور معتمر کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اسی روایت کا جو حوالہ دیا گیا ہے اس میں اسناد کا اختلاف ہے۔ ان دونوں نے یحیٰی بن سعید قطان کی طرح عَنْ اَبِيْهِ نہیں کہا۔ بلکہ ان کی سند میں سعیدؒ نے بلا واسطہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ ابواسامہؒ کی سند کے لئے دیکھئے باب۱۹، روایت نمبر۳۳۸۳۔ اور معتمرؒ کی سند کے لئے دیکھئے باب۱۴، روایت نمبر۳۳۷۴۔

چھٹی روایت (نمبر۳۳۵۴) کے لیے دیکھئے کتاب الجنائز باب۹۳۔ نیز دیکھئے **کتاب التعبیر** روایت نمبر۷۰۴۷۔

ساتویں روایت (نمبر۳۳۵۵) کے لئے دیکھئے کتاب الحج باب۳۰۔ نیز اس روایت کی تشریح کے لئے دیکھئے کتاب الفتن **باب ذکر الدجال**۔ روایت نمبر۳۳۵۵ کا تعلق عنوانِ باب سے صرف اس قدر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حلیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا تھا۔

آٹھویں روایت (نمبر۳۳۵٦) میں اَسی سال کی عمر میں ختنہ کئے جانے کا ذکر ہے اور پیدائش میں بوقت ختنہ ان کی عمر ننانوے برس مذکور ہے۔ (پیدائش باب ۱۷ آیت ۲۴، ۲۵) حضرت ابو ہریرہؓ عیسائی قبیلہ دَوس سے تعلق رکھتے تھے اور اسرائیلی روایات سے واقف۔ نویں روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ کی مذکورہ بالا روایت کی صحت سماع سے متعلق ابوالزناد اور عجلان اور ابوسلمہ کی سندوں کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔

تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اِسْحَاقَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ: عبدالرحمٰن کی جس متابعت کا ذکر کیا گیا ہے وہ مسدد کی مسند میں مذکور ہے اور اس میں بجائے اَسی برس کے یہ الفاظ ہیں: اِخْتَتَنَ اِبْرَاهِيْمُ بَعْدَ مَا مَرَّتْ بِهِ ثَمَانُوْنَ وَاخْتَتَنَ بَالْقَدُّوْمِ ۔یعنی اَسی سال کے بعد تیشہ سے ختنہ کیا۔ یہ ابدی عہد کی علامت قرار دی گئی ہے۔ (پیدائش باب ۱۷ آیات ۱۴، ۱۹) عبدالرحمٰن کی محولہ بالا روایت سے ظاہر ہے کہ جن روایتوں میں اَسی سال کا ذکر ہے وہ ایک اندازہ ہے جو توریت کے بیان سے زیادہ قریب ہے۔ مؤطا امام مالکؒ میں حضرت ابو ہریرہؓ ہی کی ایک روایت میں جو موقوف ہے،

ایک سو بیس سال عمر بتائی گئی ہے جب انہوں نے ختنہ کیا☆ (عمدۃ القاری جزء۱۵ صفحہ۲۴۶) علماء نے ان دونوں کا اختلاف اس طرح رفع کیا ہے کہ زمانہ پیدائش سے ان کی عمر بوقت ختنہ ایک سو بیس سال اور زمانہ نبوت سے اُسی سال تھی۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ۴۷۲) صحف تورات میں تاریخوں وغیرہ کا ذکر ایک تخمینہ ہی ہوتا ہے اور ان میں پوری صحت ملحوظ نہیں جیسا کہ عیسائی محققین کو بھی تسلیم ہے۔

لَمْ یَکْذِبْ اِبْرَاهِیْمُ اِلَّا ثَلَاثًا: دسویں روایت (نمبر۳۳۵۷) اور گیارھویں روایت (نمبر۳۳۵۸) بلحاظ سند مُعَنْعَن اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ پہلی میں ہے: قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَمْ یَکْذِبْ اِبْرَاهِیْمُ اِلَّا ثَلَاثًا۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین باتوں کے سوا خلاف واقعہ بات نہیں کی۔ ثَلَاثًا کی تمیز مَرَّاتٍ بھی ہوسکتی ہے اور کَذَبَاتٍ بھی۔ ترجمے میں جھوٹ کے لفظ سے کِذْب کا صحیح مفہوم ادا نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس سے ذہن فوراً دروغ گوئی کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ درحقیقت عربی میں کذب ایک ایسا لفظ ہے جو اپنے معانی میں بہت وسعت رکھتا ہے۔ ایسا اَمر بھی جو حقیقت میں ہو تو صحیح مگر بظاہر خلافِ واقعہ معلوم ہوتا ہو کذب ہی کہلائے گا۔ مغالطہ، اخفاء، کنایہ، خطا، سہو و نسیان اور فریب نظر بات پر بھی یہ لفظ اطلاق پاتا ہے۔ جھوٹ کذب کا مترادف نہیں۔ اگر کذب کا ترجمہ جھوٹ اختیار کیا جائے تو کذب کا مفہوم جو فقرہ لَمْ یَکْذِبْ اِلَّا ثَلَاثًا سے مقصود ہے، ادا نہیں ہوگا اور جو اِلَّا کے بعد وضاحت کی گئی ہے اس کے خلاف بھی ہے۔

دوسری سند (روایت نمبر۳۳۵۸) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا ذکر نہیں بلکہ حضرت ابو ہریرہؓ ہی کی روایت ہے جس میں تین باتوں سے متعلق تفصیل ہے اور ان کے اس بیان کے مطابق دو کا ذکر قرآنِ مجید میں ہے اور ایک وہ واقعہ ہے جو بقول راوی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کسی جابر بادشاہ کے ملک میں پیش آیا تھا۔ یہی روایت کتاب البیوع، باب ۱۰۰ روایت نمبر۲۲۱۷ میں گزر چکی ہے۔ وہاں بھی بسند اَعرج حضرت ابو ہریرہؓ ہی مروی ہے اور اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یعنی یہ روایت مرفوع ہے۔ امام ابن حجرؒ نے جریر بن حازمؒ، نسائی، بزارؒ اور ابن حبانؒ کی روایتوں کا حوالہ دے کر یہ رائے ظاہر کی ہے: اَلْحَدِیْثُ فِی الْاَصْلِ مَرْفُوْعٌ کہ یہ حدیث دراصل مرفوع ہے۔ پھر لکھا ہے: لٰکِنَّ ابْنَ سِیْرِیْنَ کَانَ لَا یُصَرِّحُ بِرَفْعِ کَثِیْرٍ مِّنْ حَدِیْثِهٖ۔ کہ ابن سیرین اکثر روایات میں یہ ذکر نہیں کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ۴۷۲) ہوسکتا ہے کہ اس طریق میں وہ احتیاط کا پہلو مدنظر رکھتے ہوں۔ لیکن اس کے باوجود راویوں کے الفاظ میں فرق ہے۔ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے صحت اسناد کے اعتبار سے یہ روایت قبول کی ہے اور اپنی صحیحین میں نقل کر کے اس سے مختلف فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ مثلاً کتاب البیوع میں کافر سے ہدیہ قبول کرنے کا مسئلہ مستنبط کیا ہے۔ امام ابن حجرؒ وغیرہ علماء نے نفس بیان کی صحت سے متعلق جو جرح کی ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

☆ ابن حبان نے یہی روایت مرفوع بیان کی ہے۔ (صحیح لابن حبان، کتاب التاریخ، باب بدء الخلق، جزء۱۴ صفحہ۸۴)

۱ ◄ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جن کذبات کا حوالہ دیا گیا ہے ان میں سے پہلا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج، چاند اور ستاروں کو دیکھ کر هٰذَا رَبِّی کہا۔ یہ فقرہ بظاہر خلافِ واقعہ نظر آتا ہے۔ لیکن حقیقتاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسلوب بیان از قبیل تہکم وتوبیخ ہے اور علم معانی میں یہ طریق گفتگو تعریض کہلاتا ہے۔ یعنی کسی امر کو ایسے پیرایہ میں بیان کرنا جس کا بطلان خود واضح ہو جائے۔ ہر زبان میں یہ اسلوب مستعمل ہے اور جھوٹ نہیں کہلاتا۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کا یہ کہنا کہ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ (الأنبیاء: ۶۴) خلاف واقعہ نہیں۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں: کسی کرنے والے نے یہ فعل کیا ہے۔ یعنی بتوں کو توڑا ہے۔ پھر بڑے بت کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ ان کا بڑا (بت) ہے، ان سے پوچھو اگر یہ بولتے ہیں☆ حضرت ابراہیمؑ کا مقصد ان کے اس جواب سے واضح ہے کہ یہ بت کسی بات کا جواب نہیں دیتے نہ بات کو سنتے اور سمجھتے ہیں۔ اس لیے ان کو معبود بنانا غلطی ہے۔ آپؑ کے اس اندازِ گفتگو سے بتوں کو پوجنے والے سمجھ گئے اور شرمندہ ہو کر وہاں سے چلے گئے۔ جیسا کہ اگلی آیت فَرَجَعُوْا اِلٰى اَنْفُسِهِمْ سے ظاہر ہے۔

پس وہ اسلوب کلام جس سے سننے والے سمجھ جائیں، اس کو خلاف واقعہ کہنا از حد ظلم ہے۔ چنانچہ امام ابن حجرؒ نے یہ بات پورے زور سے لکھی ہے کہ لَمْ يَكُنْ كِذْبًا لِأَنَّهُ مِنْ بَابِ الْمَعَارِيْضِ۔ پھر لکھا ہے: وَهَذَا قَوْلُ الْأَكْثَرِ أَنَّهُ قَالَ تَوْبِيْخًا لِقَوْمِهِ أَوْ تَهَكُّمًا۔ یعنی اکثر علماء کا یہی قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مذکورہ بالا اسلوب بطور تنبیہ وتعریض اختیار کیا ہے۔ علامہ قرطبی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس اسلوب بیان کو ایسا استدلال بلیغ قرار دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مشرکین لاجواب اور شرمندہ ہو گئے۔ پس جو لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اپنی کم فہمی کی وجہ سے کذب منسوب کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لَمْ يَكْذِبْ اِبْرَاهِيْمُ فرما کر ان سے کذب کا الزام دور فرمایا ہے۔ کیونکہ اِلَّا ثَلَاثًا کی جو وضاحت حضرت ابوہریرہؓ کی مفصل غیر مرفوع روایت میں مذکور ہے، اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی برأت ہی مقصود ہے۔ (فتح الباری جزء ۶ صفحہ ۴۷۳)

۲ ◄ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف جو خلافِ واقعہ کہی گئی تین باتیں منسوب کی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپؑ نے بحالت صحت اِنِّي سَقِيْمٌ کہا جو سورۃ الصافات آیت ۹۰ میں مذکور ہے۔ اس آیت سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس خطاب کا ذکر ہے جو انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا اور جو ان الفاظ میں ہے: أَئِفْكًا آلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ٥ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ٥ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ٥ فَقَالَ إِنِّي سَقِيْمٌ ٥ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ٥ فَرَاغَ إِلَى آلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُوْنَ ٥ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ٥ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ٥ (الصافات: ۸۷ تا ۹۴) یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو، کیا جھوٹ کی؟ یعنی اللہ کے سوا اَور معبودوں کو چاہتے ہو۔ پس بتاؤ تو سہی تمہارا ربّ العالمین کی نسبت کیا خیال ہے؟ پھر اس نے ستاروں کی طرف دیکھا اور کہا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں۔ پس وہ لوگ اسے چھوڑ کر چلے گئے اور وہ بھی ان کے معبودوں کی طرف چپکے سے چلا گیا اور انہیں دیکھ کر کہا: کیا تم

☆ حضرت ابراہیمؑ کی دلیل یہ ہے کہ بڑا موقعہ کا گواہ صحیح سالم موجود ہے اور جن سے واقعہ ہوا ہے وہ بھی موجود ہیں نہ تمہیں یہ بڑا بتا سکتا ہے اور نہ وہ جن سے یہ ہوا ہے۔ تو پھر تم ان کو کیوں اپنا کارساز بناتے ہو۔

کچھ کھاتے نہیں۔ تمہیں کیا ہوا کہ تم بولتے بھی نہیں۔ پھر چپکے سے اپنے دائیں ہاتھ سے ایک کاری ضرب ان پر لگائی۔

اسلوب بیان وہی ہے جو سورۃ الانبیاء میں اختیار فرمایا گیا ہے۔ مشرک تاثیراتِ کواکب پر یقین رکھتے تھے اور اسی وجہ سے ان میں ستارہ پرستی رائج تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے باطل ثابت کیا اور ستاروں کو دیکھ کر فرمایا: تمہارے زائچوں اور علم نجوم کے مطابق تو میں اس وقت بیمار ہونے والا ہوں اور آپؑ کا یہ فرمانا کاہنوں کے طریق پر تو ٹھیک تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپؑ بیمار نہیں ہوئے۔ گویا اس طرح مشرکین کو انہی کے مایہ ناز علم جوتش کے ذریعہ جھوٹا ثابت کیا اور توحید باری تعالیٰ کی تلقین ایسے طریق سے فرمائی جو ایک حجت بالغہ ہے۔ جھوٹ سے اس کا ہرگز تعلق نہیں۔ امام ابن حجرؒ نے اِنِّی سَقِیْمٌ کے معنی سَأَسْقِمُ ہی کئے ہیں۔ یعنی عنقریب میں بیمار ہوں گا اور لکھا ہے کہ فَاعِلٌ کبھی مستقبل کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ ۴۷۳) کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول اِنِّی سَقِیْمٌ کا تعلق آیت فَنَظَرَ نَظْرَةً فِی النُّجُوْمِ سے تب ہی بامعنی ہوسکتا ہے جب ستارہ پرستوں کا عقیدہ مدنظر رکھا جائے کہ وہ ستاروں کی تاثیرات وتصرفات کے قائل تھے اور اب تک ہیں۔ جس کا بطلان سارے سیاقِ کلام سے واضح ہے۔ غرض اکابر علماءِ سلف کے نزدیک آنحضرت ﷺ نے لَمْ یَکْذِبْ کہہ کر درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جھوٹ کی نفی فرمائی ہے۔

۳ ◄ ایک اور واقعہ جو روایت کی بعض سندوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان کیا جاتا ہے، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی بیوی کو بہن کہہ دینا ہے۔ اس تعلق میں امام ابن حجرؒ نے ایک قول نقل کیا ہے کہ حضرت سارہ رشتے میں ان کی چچا زاد بہن تھیں۔ بعض مؤرخین کی تحقیق میں ان کے اس چچا کا نام هاران ہے☆ (فتح الباری جزء۶ صفحہ ۴۷۴) لہٰذا ان کا مذکورہ قول توریہ تو کہلا سکتا ہے، جھوٹ نہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ ان کی بیوی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صلہ رحمی کا رشتہ نہ بھی ہو تو بھی اس سے اخوتِ اسلامی کا رشتہ تو موجود ہے۔ اس تعلق کی رو سے سارہ ان کی بہن تھیں۔ ایک تعلق کے اظہار اور دوسرے تعلق کے اخفاء سے جھوٹ کا الزام عائد نہیں ہوتا۔

یہ خلاصہ ہے علماءِ سلف کے بیانات کا۔ لیکن اَمر واقعہ کے لحاظ سے کسی تاویل کی ضرورت ہی نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام قرآنِ مجید میں وصف صدیق سے ملقب ہیں جو صفت مبالغہ ہے، یعنی غایت درجہ راست باز۔ جو شخص کسی خوف کی وجہ سے اخفاءِ حق سے کام لیتا ہے وہ صدیق تو درکنار صادق کہلانے کا بھی حق نہیں رکھتا۔ آپؑ صرف صدیق ہی نہیں بلکہ نبی بھی تھے اور نبی بھی وہ جو (كَانَ أُمَّةً) جامع الصفات اور قوموں کے لئے قابل تقلید امام و پیشوا اور ابوالانبیاء ٹھہرائے گئے۔

علاوہ ازیں یہ سوال بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی ایسا واقعہ پیش آیا بھی تھا یا نہیں جس کا ذکر حدیث نمبر ۳۳۵۸ میں ہے؟ بعض شارحین نے تو روایت کا بیان ہی مخدوش قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس میں یہ ذکر ہے کہ لَیْسَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَیْرِی وَغَیْرُکِ۔ یعنی سطح زمین پر میرے اور تیرے سوا اور کوئی مومن نہیں۔ بحالیکہ قرآنِ مجید

☆ (تاریخ أبی الفداء، ذکر إبراهیم الخلیل صلوات الله علیه، جزء اوّل صفحہ ۹)

میں بصراحت مذکور ہے: فَآمَنَ لَهُ لُوطٌ وَّقَالَ اِنِّي مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّي ط اِنَّهُ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○ (العنكبوت:٢٧) لوط نے اس کی دعوت قبول کی (اور وہ مومن تھا) اور (ابراہیم نے) کہا: میں تو اپنے ربّ کی خاطر اپنے وطن سے جا رہا ہوں۔ وہ یقیناً عزیز (و) حکیم ہے۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ غیر مرفوع روایت کے الفاظ میں خامی ہے اور یہ خامی اس لئے ہے کہ روایت باللفظ نہیں۔ بلکہ بالمعنی ہے۔ یاد رہے کہ فن حدیث کے ماہرین نے روایات کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک روایت باللفظ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ صحت وضبط کے ساتھ نقل کئے گئے ہوں اور دوسری قسم روایت بالمعنی جس میں الفاظ کا خیال نہ رکھا گیا ہو صرف مفہوم ادا کیا گیا ہو۔ پس ایسی روایت جو نہ تو باللفظ درست ہو اور نہ بالمعنی اور احاد میں سے ہو اور پھر قرآنِ کریم کے صریحاً خلاف بھی، کس طرح قابل توجہ ہو سکتی ہے۔ اس لئے امام فخر الدین رازیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی اس روایت کے بارے میں اس بات کو ترجیح دی ہے کہ وہ صحیح تسلیم نہ کی جائے۔ کیونکہ وہ قرآنِ مجید کی تصریحات کے مخالف ہے اور اس مسلمہ اور متفقہ اسلامی عقیدہ کے خلاف بھی ہے کہ انبیاء اور رسل معصوم ہوتے ہیں اور جھوٹ کسی شکل میں بھی ان کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ ان کے منصب رسالت سے اعتماد اُٹھ جاتا ہے۔ بلکہ اس سے حیلوں کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ (مفاتیح الغیب للرازی، البقرة آیت ۴۸، مریم آیت ۴۱) اس لئے ایسی روایت کی نسبت یہ تسلیم کر لینا زیادہ آسان ہے کہ راوی کی غلط فہمی ہے یا اس کا سہو ونسیان کہ وہ پوری بات سمجھ نہیں سکا یا بھول گیا ہے۔ لیکن یہ نہایت مشکل ہے کہ وہ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قرار دی جائے۔ بحالیکہ بعض راویوں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول قرار ہی نہ دیا ہو۔ ان کی روایت میں الفاظ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ موجود نہیں۔ جیسا کہ روایت زیر باب ۳۳۵۸ ابن سیرینؒ نے صرف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے نقل کی ہے اور ان سے باقی نقل کرنے والے سب تابعین ہیں۔ صحابی ایک بھی نہیں۔ گو یہ روایت صحت سند کے اعتبار سے بلاشبہ مشہور روایت ہے اور صحیحین نے اسے قبول کیا ہے۔ لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے تابعین کو یقیناً مغالطہ ہوا ہے۔ وہ الفاظ کو محفوظ نہیں رکھ سکے۔ کیونکہ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تورات اور اسرائیلی روایات سے واقف تھے اور یہی قصہ کہ اس کا ذکر مذکورہ بالا الفاظ میں پیدائش باب ۱۲ آیات ۱۰ تا ۲۰ میں اب تک موجود ہے، حضرت ابوہریرہؓ نے اس بارہ میں جو کچھ بیان کیا ہے، اپنی طرف سے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیان نہیں کیا۔ بلکہ وہی بات بیان کی ہے جو تورات میں مذکور ہے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ردّ فرما دی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ امر خلط ملط راوی کی روایت بالمعنی میں واقع ہوا ہے، توریت کے بیان کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنے سے بآسانی معلوم ہو سکتا ہے۔ مثلاً اس میں یہ تو ہے کہ خداوند نے فرعون اور اس کے خاندان پر حضرت ابراہیم کی بیوی سارہ کے سبب سے بڑی بڑی بلائیں نازل کیں۔ لیکن ان بلاؤں کی تفصیل مذکور نہیں جو راوی کی روایت میں مذکور ہے اور نماز پڑھنے یا دعا کرنے کا بھی کوئی ذکر نہیں۔ یہ قصہ اسرائیلی روایات میں ہو تو ہو لیکن تورات میں نہیں۔ اس لئے یہ امر یقینی ہے کہ یہ خلط ملط راوی کی طرف سے واقع ہوا ہے، نہ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے جو واقف تورات تھے۔

روایت نمبر ٣٣٥٨ کا خاتمہ بھی قابل توجہ ہے۔ آخری الفاظ قَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ تِلْكَ اُمُّكُمْ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ ہی نے مذکورہ بالا بات بعض راویوں کو بتائی ہے اور انہوں نے اپنے الفاظ میں نقل کی۔ بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ سے اہل حجاز مراد ہیں۔ کیونکہ ان کی معیشت کا دارومدار برسات پر تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ فخریہ ہیں۔ کیونکہ بنواسرائیل عربوں کو حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی نسل ہونے کی وجہ سے طعنہ دیتے تھے کہ وہ مصری لونڈی کی اولاد ہیں۔ تورات میں بھی وہ مصری لونڈی ہی مذکور ہیں۔ (پیدائش باب ١٦ آیات ٣ تا ٦) روایت نمبر ٣٣٥٨ کے فقرہ أَخْدَمَهَا هَاجَرَ سے بھی یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت سارہ کو حضرت ہاجرہ بطور خادمہ دی گئی تھیں۔ امام ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام قبطیوں کے شاہی خاندان میں سے تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں سامی النسل بادشاہ مصر میں حکومت کرتے تھے اور آجر یا ہاجر نام بھی سریانی زبان کا ہے۔ (فتح الباری جزء ٦ صفحہ ٤٧٦) اسلامی اور اسرائیلی روایات کا جو قدر مشترک ہے، اس سے ظاہر ہے کہ کوئی واقعہ ایسا ہوا ہے جس سے فرعونِ مصر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہ علیہا السلام کی نیکی سے متاثر ہوا اور ان سے عزت و اکرام کے ساتھ پیش آیا اور قحط کے زمانہ میں انہیں بہت مال و دولت دے کر رخصت کیا۔ اس سفر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ حضرت لوط علیہ السلام بھی مع اپنے خاندان کے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مصر کی طرف نامساعد حالات میں قصد کرنا بلا وجہ نہیں تھا۔ آسور، کنعان اور مصر کے درمیان نسلی روابط اور صلہ رحمی کے تعلقات تھے۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب یسعیاہ باب ١٩۔ ارض القرآن کے مصنف سلیمان ندوی مرحوم نے کتاب پیدائش باب ١٦ کی شرح کا حوالہ نقل کیا ہے جس کا شارح ایک یہودی عالم ربی شلوملو اسحٰق ہے۔ (شلوم عبرانی میں سلام کا تلفظ ہے) اس نے لکھا ہے کہ شاہِ مصر نے حضرت سارہ کی وجہ سے کرامات دیکھیں تو کہا: میری بیٹی کا اس کے گھر میں لونڈی ہو کر رہنا دوسرے گھر میں ملکہ ہو کر رہنے سے بہتر ہے۔ (ارض القرآن، ہاجرہ- جز ٢ صفحہ ٤١) اسی صفحہ پر انہوں نے سفر الیشار کا حوالہ بھی جو یہود کی معتبر تاریخ ہے نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں مصر کا بادشاہ ان کا ہم وطن تھا۔ ان حوالوں سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے گہرے تعلقات کی وجہ سے اپنی ہجرت گاہ سکم (نابلس) سے بوقت قحط مصر گئے۔ غرض حضرت ہاجرہ علیہا السلام لونڈی نہ تھیں۔ بلکہ مصری شاہی خاندان کی بیٹی تھیں جنہوں نے ایک اور اسرائیلی روایت کے مطابق حضرت سارہ علیہا السلام کے گھر میں ان کے تقویٰ و تقدس اور خدا پرستی کی وجہ سے بطور لونڈی رہنا خود پسند کیا۔

(The Jewish Encyclopedia, under word:Hagar, In Rebbinical Literature)

دونوں روایتوں کا ملخص یہی ہے کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام حسب و نسب میں شریف زادی تھیں لونڈی نہ تھیں۔ جس کی تصدیق حضرت ابو ہریرہؓ والی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ بعض شارحین نے فقرہ تِلْكَ أُمُّكُمْ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ کے یہ معنی کئے ہیں کہ نسب کے لحاظ سے تم ایسے ہی خالص ہو جیسے آسمان کا پانی۔ (فتح الباری جزء ٦ صفحہ ٤٧٦)

غرض روایت نمبر ٣٣٥٨ کے آخری حصے سے بھی ظاہر ہے کہ یہ روایت باللفظ نہیں بلکہ بالمعنی ہے اور اس میں اضافہ راوی کی طرف سے ہے نہ کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف سے، کیونکہ اس روایت میں فرعون کی طرف یہ بات منسوب

کی گئی ہے کہ اس نے دربانوں کو بلایا اور کہا کہ تم کوئی انسان نہیں لائے بلکہ شیطان لے آئے ہو۔شیطان کا لفظ حجاز و مصر وغیرہ ممالک میں جنات وغیرہ غیر مرئی مخلوق کے لئے بولا جاتا تھا۔اس لفظ سے راوی نے وہی مفہوم ادا کیا ہے جو تورات کے قصے میں ہے۔امام بخاریؒ نے اپنے معمول کے مطابق اس اسرائیلی روایت کو آیاتِ معنونہ کے تحت رکھ کر قارئین پر چھوڑا ہے کہ جو حصہ قرآنِ مجید کے مطابق ہو وہ قبول کیا جائے اور جو مطابق نہیں ہے وہ چھوڑ دیا جائے۔صحیح بخاری کے ابواب قائم کرنے میں امام بخاریؒ کا یہی طریق عمل ہے۔ان کے نزدیک صحت وسقم کا دارومدار قرآن مجید پر ہے۔

بارہویں روایت (نمبر۳۳۵۹) بھی مُعَنْعَنْ اور حرفِ عطف اَوْ کے ساتھ مروی ہے۔یعنی امام بخاریؒ سے یہ حدیث بیان کرنے والے محمد بن سلامؒ ہیں یا عبید اللہ بن موسیٰ جو امام موصوفؒ کے اکابر مشائخ میں سے ہیں۔امام ابن حجرؒ کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ اس حدیث کے راوی محمد بن سلام ہی ہیں۔ابن جریج اور ان کے بعد کے سب راوی حجازی ہیں۔جبیر، شیبہ بن عثمان حجبی کے بیٹے ہیں اور اُمّ شریک خاندان بنی عامر بن لوئی کی ایک خاتون ہیں۔جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گرگٹ کے مار ڈالنے کی نسبت پوچھا تو آپؐ نے اس کی اجازت دی۔جیسا کہ ایک روایت میں اسْتَأْمَرَتْ....فَأَمَرَهَا کے الفاظ سے صراحت ہے۔(مسلم، کتاب السلام، باب استحباب قتل الوزغ) لیکن اس روایت میں آخری حصہ نہیں۔یعنی الفاظ **وَقَالَ كَانَ يَنْفُخُ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ** ۔ جو روایت اسماعیلی نے بواسطہ یحییٰ قطان اور ابو عاصمؒ، ابن جریج ہی سے نقل کی ہے۔ان دونوں کی سند وہی ہے جو صحیح بخاری میں حرفِ عطف اَوْ کے ساتھ مروی ہے۔جو شک و تردد کی غرض سے نہیں اختیار کیا گیا۔سند یہ ہے: عَنْ اَبِي جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ (بْنِ جُبَيْرٍ) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مُسَيِّبٍ عَنْ أُمِّ شُرَيْكٍ۔باوجود یہ کہ سند روایت ایک ہی ہے اور روایت کرنے والے دو بلند پایہ ثقہ راوی ہیں۔آخر کا حصہ ان کی روایت میں بھی مروی نہیں اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ نے یہاں ایسی روایت کا کیوں انتخاب کیا ہے جس میں آخری حصہ مروی ہے اور جو امام ابن حجرؒ کے نزدیک عند التحقیق ثابت ہے کہ محمد بن سلامؒ نے ہی ان سے بیان کیا؟ امام ابن حجر کو اسے اَوْ سے روایت کرنے پر تعجب ہے اور لکھا ہے کہ یہ طریق امام بخاریؒ نے کئی جگہ اختیار کیا ہے۔(فتح الباری جزء۶ صفحہ۴۷۷) موقع ومحل کی مناسبت سے ہر جگہ بتایا جاچکا ہے کہ امام بخاریؒ کا یہ تصرف بلاوجہ نہیں ہوتا۔یہاں ان کے مدنظر ماقبل روایت کے تعلق میں یہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح نکتہ پسند تھی اور آپؐ نے بھی بعض وقت استعارہ و مجاز اور کنایہ وتعریض سے کلام فرمایا ہے جو بظاہر خلافِ واقعہ معلوم ہوتا ہے، مگر حقیقت میں وہ صحیح ہے۔ وَكَانَ يَنْفُخُ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ سے وہ کاہن مراد ہیں جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف مخالفت کی آگ بھڑکائی۔ان کی اس اشتعال انگیزی کا ذکر قرآنِ مجید میں ہے۔فرماتا ہے: قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْا آلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ o قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِي بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ o (الأنبیاء: ۶۹-۷۰) انہوں نے کہا: اسے جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو، اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے۔تب ہم نے کہا: اے آگ! تو ابراہیم کے لئے ٹھنڈی بھی ہو جا اور اس کے لئے سلامتی

کا باعث بھی بن جا۔ اورفرماتا ہے: فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ o (العنكبوت: ٢٥) حضرت ابراہیمؑ کی قوم کا جواب اس بات کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا کہ اسے قتل کردو یا اسے جلا دو۔ مگر اللہ نے اسے آگ سے بچا لیا۔ اس میں یقیناً مومن قوم کے لئے بڑے نشان ہیں۔ قدیم زمانے میں بدعتی اور مرتد کی سزا قتل یا جلانا تھی اس لیے کاہنوں نے انہیں جلانے کی سزا پر اتفاق کر کے قوم کو اس کے لئے برانگیختہ اور آمادہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کاہنوں کا یہی حرباء (گرگٹ) طبع اور زمانہ ساز گروہ تھا جس کا ذکر قرآنِ مجید میں وارد ہوا ہے کہ انہوں نے اشتعال انگیزی سے قوم کو افروختہ کیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی اسی طبقہ کہنوت کی نسبت فرماتے ہیں: اے ریاکارو! فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس کہ نبیوں کی قبریں بناتے اور راستبازوں کے مقبرے آراستہ کرتے ہو اور کہتے ہو کہ اگر ہم اپنے باپ دادا کے زمانہ میں ہوتے تو نبیوں کے خون میں ان کے شریک نہ ہوتے۔ (متی باب ٢٣ آیت ٢٩) اور انہوں نے اپنے شاگردوں سے فرمایا: اس خمیر سے ہوشیار رہنا جو فریسیوں کی ریاکاری ہے۔ (لوقا باب ١٢ آیت ٢) سو گرگٹ کے ذکر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن اسی بدفطرت گروہ کی طرف منتقل ہوا ہے جو نہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام بلکہ ہر نبی کے زمانہ میں پایا گیا ہے اور جس کا وطیرہ اشتعال انگیزی اور تکفیر بازی رہا ہے۔ حدیث شریف میں ایسا منفی شخص ذُوْ الْوَجْهَيْن (دورُخا) اور شَرُّ النَّاس (پرلے درجہ کا شریر) قرار دیا گیا ہے۔ يَأْتِي هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَّيَأْتِي هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ ۔ یعنی ان کے پاس آ کر کچھ کہتا ہے اوران کے پاس جا کر کچھ اَور۔ اس طرح فتنہ برپا کرتا ہے۔ اس قماش کے لوگ ہی گرگٹ صفت ہوتے ہیں۔
(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ١، روایت نمبر ٣٤٩٤)

یاد رہے کہ اَلْوَزَغ اسم جنس ہے اور از روئے عربی قواعد صرف ونحو مفرد کا صیغہ ہے۔ اس لئے فعل مفرد (كَانَ يَنْفُخُ عَلَيْهِ) وارد ہوا ہے۔ لیکن مراد جمع ہے اور وہ حرباء طبع سرغنے ہیں جو انبیاء کی مخالفت میں طرح طرح کے رنگ بدلتے اور ملمع سازی سے کام لیتے ہیں۔ غرض تشبیہ، استعارہ، مجاز اور کنایہ وتعریض سے کوئی کلام جھوٹا نہیں سمجھا جاتا۔ اناجیل میں تو حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت یہاں تک ذکر ہے کہ انہوں نے ریاکار فقیہوں اور فریسیوں کو سانپ سے تشبیہ دی اور انہیں ان الفاظ سے مخاطب کیا: ''اے سانپو! اے افعی کے بچو! تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے۔'' (متی باب ٢٣ آیت ٣٢) بلکہ آپؑ نے خنزیر کے نام سے بھی انہیں یاد فرمایا ہے اور یہ تشبیہی کلام جھوٹ نہیں کہلاتا بلکہ حقیقت پر مبنی ہے۔ کیونکہ اس سے صفات کی مماثلت مراد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حرباء (گرگٹ) کے ذکر پر ان کاہنوں ہی کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا دینے کے لئے آگ کی چتا تیار کی تھی لیکن وہ ناکام ہوئے۔

اس تعلق میں یہ ذکر بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ مشرک قوم اعجوبہ پرست ہوتی ہے۔ ہندو نیل کنٹھ اور سانپ وغیرہ کو مقدس جانور یقین کرتے ہیں۔ جس طرح نیل کنٹھ کو اپنے شوخ رنگ پروں کی وجہ سے ان کے نزدیک مقام تقدس حاصل ہے اور اسے کسی (موہوم) دیوتا کی سواری یقین کرتے ہیں۔ اسی طرح گرگٹ بھی اپنے رنگ تبدیل کرنے کی وجہ سے نہ صرف منافقت اور ریاکاری کے لئے ضرب المثل ہے بلکہ محل اعجوبہ اور توہم پرستی تھا اور سامی النسل اقوام میں یہ ان رینگنے

والے جانوروں کی فہرست میں شامل ہے۔ جن سے مشرکانہ توہمات وابستہ رہے ہیں۔ ان میں سے مگر مچھ بھی ایک دیوتا سمجھا اور پوجا جاتا تھا۔ گرگٹ کی سینکڑوں قسمیں ہیں۔ علماءِ حیوانات نے اڑھائی ہزار قسم شمار کی ہے۔ بعض چھوٹے اور بعض بڑے۔ (انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا) ان میں سے وَزَغ گرگٹ کی وہ قسم ہے جو رنگ تبدیل کرتا رہتا ہے۔ اس کی چھوٹی اور بڑی قسم کو سام ابرص بھی کہتے ہیں اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس کے لعاب یا چھونے سے برص کی بیماری ہو جاتی ہے۔ حضرت ام شریکؓ کا اس کے مار ڈالنے کی نسبت دریافت کرنا بلا وجہ نہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ عرب لوگ اس کا مارنا اسی طرح گناہ سمجھتے تھے جس طرح ہندوؤں کے نزدیک نیل کنٹھ کو مارنا گناہ ہے۔ وہ نیل کنٹھ کو ہاتھ باندھ کر سلام کرتے اور اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ اسی قسم کی توہم پرستی مٹانے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کے مارنے کی اجازت دی جو موذی جانوروں میں سے ہے اور ضمناً حرباءطبع کاہنوں کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث امام احمد بن حنبلؒ اور ابن ماجہؒ نے بھی حضرت عائشہؓ سے نقل کی ہے۔ اس میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو زمین کے ہر جانور نے انہیں اس سے محفوظ رکھنے کے لئے آگ بجھائی اِلَّا الْوَزَغ سوائے حرباء کے۔☆ (فتح الباری جزء٦ صفحہ٤٧٧) امر واقعہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے بچائے گئے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ مَلَکی تصرفات کی نیک تحریکات نے قوم کو ان کے حق میں بھلائی کی طرف مائل کر دیا جو تحریکات جنس خبیث کے منصوبوں پر غالب آ گئیں جس کی وجہ سے وہ ہجرت کر سکے۔

تیرھویں روایت (نمبر٣٣٦٠) کی تشریح کے لئے دیکھئے کتاب الایمان باب٢٣۔ بعض شارحین کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعلق میں یہ روایت بے محل ہے۔ لیکن امام ابن حجرؒ نے اس کا تعلق واضح کیا ہے کہ آیت وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (الأنعام: ٨٣) حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے تعلق میں وارد ہوئی ہے اور اس میں ان کا یہ قول مذکور ہے: وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ (الأنعام: ٨٢) یعنی میں اس (چیز) سے جسے تم خدا کا شریک بناتے ہو کس طرح ڈر سکتا ہوں جبکہ اس (چیز) کو جس کے متعلق اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری، تم اللہ کا شریک بنانے سے نہیں ڈرتے۔ سو اگر تم (کچھ) علم رکھتے ہو تو (بتاؤ کہ) ہم دونوں فریق میں سے کونسا امن میں رہنے کا زیادہ مستحق ہے۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے مخلوط نہیں کیا، انہی لوگوں کے لئے امن (مقرر) ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔

اس آیت کے سیاق سے ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام توحید باری تعالیٰ کی راہ میں نڈر تھے۔ شرک کا شائبہ تک ان میں نہ تھا۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ٤٧٧) غرض جو جھوٹ ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ ان کے وصف شجاعت وکمالِ ایمان کے منافی ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ روایت مذکورہ بالا برمحل ہے۔

چودھویں روایت (نمبر٣٣٦١) حدیث الشفاعۃ کا حصہ ہے جو کتاب الرقاق باب٥١ روایت نمبر٦٥٦٥ میں

☆ (سنن ابن ماجه، كتاب الصيد، باب قتل الوزغ)
(مسند احمد بن حنبل، حديث السيدة عائشة رضى الله عنها، جزء٦ صفحہ٢١٧)

حضرت انسؓ سے بھی مفصل مروی ہے۔اس میں کَـذَبَات کے الفاظ نہیں بلکہ یہ الفاظ ہیں: فَیَـقُـوْلُ لَسْـتُ هُنَاكُمْ وَيَـذْكُـرُ خَـطِيْئَتَهُ ۔یعنی قیامت کے روز لوگ حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے پاس شفاعت کی غرض سے آئیں گے۔ان میں سے ہر ایک اپنی لغزش یاد کر کے معذرت کرے گا۔آخر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے اور آپؐ کو شفاعت کرنے کا اختیار دیا جائے گا اور آپؐ شفاعت فرمائیں گے اور بہت سے لوگ نجات پائیں گے۔ اِلَّا مَـنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ سوا اُن کے جنہیں قرآن روک رکھے۔حضرت انسؓ کی یہ حدیث مرفوع ہے۔روایت نمبر ٣٣٦١ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔اس کے آخر میں حضرت انسؓ کی مذکورہ بالا حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے۔یہ کتاب التوحید باب ١٩ روایت نمبر ٧٤١٠ میں بھی الگ سند سے موصولاً مروی ہے، اس میں بھی کذب کا ذکر نہیں، خَـطِيْئَةٌ کا لفظ ہے جو لغزش، کوتاہی اور سہو ونسیان پر بھی اطلاق پاتا ہے۔امام بخاریؒ کے حسن استخراج میں سے ہے کہ احادیث وآیت لَـمْ يَـلْبِسُـوْا کے بعد حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث شفاعت نقل کی ہے اور اس کے آخر میں حضرت انسؓ کی مرفوع حدیث کا بھی حوالہ دے دیا ہے، ان دونوں احادیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاءِ کرام کے احساسِ لطیف اور خشیت اللہ کا ذکر ہے جو انتہائی درجہ کا ہوگا۔تبلیغ حق اور ہدایت وتربیت قوم سے متعلق کسی فروگزاشت یا کوتاہی کی وجہ سے انہیں جرأت نہ ہوگی کہ بارگاہِ ایزدی میں آگے بڑھ کر لوگوں کی سفارش کرسکیں۔امام موصوف کے اس طرز عمل سے دو باتیں ظاہر ہیں۔اوّل یہ کہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کو آیت لَـمْ يَلْبِسُوْا کے تابع رکھا ہے اور دوم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بیان کی طرف توجہ دلائی ہے جو مرفوع ہے اور اس میں کَـذَبَات کی جگہ خَطِيْئَة کا لفظ وارد ہوا ہے، جو عام بھول چوک کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی خطاؤں کو عام لوگوں کی غلط کاریوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔حضرت داؤد علیہ السلام کا روئے سخن جب لوگوں سے ہوتا ہے تو آپؑ کی شانِ تقدس مآب بہت بلند نظر آتی ہے۔(زبور باب ٣٤ تا ٣٧) اور جب اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہوتے ہیں تو اپنی دعاؤں میں اپنے آپ کو خطا کار، غایت درجہ حقیر اور گنہگار وغیرہ الفاظ سے یاد کرتے اور طالب عفو ورحم ہوتے ہیں۔(زبور باب ٣٨) ایک حالت میں مقام تعلی ومعصومیت ہے اور دوسری حالت میں مقامِ عجز وتواضع۔دونوں مقام برحق ہیں۔

علاوہ ازیں یہ مدنظر رہنا چاہیے کہ لفظ كَذَبَات بھی اسی مفہوم میں وارد ہوا ہے جس کی تفصیل سابقہ روایات میں گزر چکی ہے۔امام بخاریؒ نے ترتیب ابواب وروایات میں تقدیم وتاخیر ملحوظ رکھی ہے جو بات مقدم بیان کی ہے وہ قابل ترجیح اور جو مؤخر ہے وہ مقدم کے تابع۔انبیاء علیہم السلام کی خشیت سے متعلق جو نظارۂ حشر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں دکھایا گیا ہے، وہ از قبیل مکاشفات ہے جیسا کہ باب ٨ کی روایت نمبر ٣٣٤٩، ٣٣٥٠ میں گزر چکا ہے۔اس تعلق میں مزید دیکھئے کتاب الرقاق باب ٥٠، ٥١۔

پندرھویں روایت نمبر ۳۱۲۷ کا تعلق بیت اللہ کی تجدید سے ہے جو تین طریق پر حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اور واسطہ نقل روایت تینوں طریق میں سعید بن جبیرؒ تابعی ہیں۔ پہلے طریق (نمبر ۳۳۶۲) میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ مگر اس کے ساتھ (نمبر ۳۳۶۳) وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ کہہ کر بسند ابن جریج الفاظ مَا هٰكَذَا حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ سے بحوالہ سعید بن جبیر اس امر کی نفی ہے یعنی انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نہیں کی۔ وَلٰكِنَّهُ قَالَ بلکہ انہوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ کو لے کر آئے.....۔ یہ روایت سعید بن جبیرؒ کے بیٹے عبداللہ نے اپنے باپ (سعید) سے نقل کی ہے۔ دوسرا طریق نقل (نمبر ۳۳۶۴) معمرؒ کی روایت ہے۔ انہوں نے ایوب سختیانی اور ابن کثیر بن مطلب بن ابی وداعہ کی وساطت سے سعید بن جبیرؒ کی مذکورہ بالا روایت بسند حضرت ابن عباسؓ نقل کی ہے۔ دونوں راویوں کی روایت مرفوع نہیں۔ یعنی اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرنے کا ذکر نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ ہی کا قول مروی ہے۔ علاوہ ازیں (يَزِيْدُ أَحَدُهُمَا عَلَى الْآخَرِ) دونوں ایک دوسرے سے زیادہ بیان کرتے تھے۔ تیسرا طریق نقل (نمبر ۳۳۶۵) ابوعامر عبدالملک بن عمرو ہیں۔ اس میں بھی واسطہ روایت سعید بن جبیر (عن ابن عباس) ہی ہیں اور یہ روایت بھی مرفوع نہیں۔ طرزِ بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے جو واقعہ حضرت ہاجرہ و حضرت اسماعیل علیہما السلام کا بتایا ہے، وہ وہی ہے جو زبان زد خلائق اور عربوں میں مشہور تھا۔ ہر قوم میں اپنے بزرگوں سے متعلق روایات نقل کی جاتی ہیں جو بوجہ شہرتِ نقل قومی تاریخ کا حصہ ہوتی ہیں۔ توریت کے صحیفوں میں زیادہ تر ذکر حضرت اسحاق و حضرت یعقوب علیہما السلام اور اسرائیلی گھرانوں سے محدود ہے۔ صرف اس قدر ذکر ہے کہ ابراہام نے صبح اٹھ کر روٹی اور پانی کی مشک لی اور ہاجرہ کو دی۔ بلکہ اس کے کندھے پر وہ رکھی اور لڑکے اسماعیل کو بھی اس کے حوالہ کر کے اسے رخصت کر دیا۔ سو وہ چلی گئی اور بئر سبع کے بیابان میں آوارہ پھرنے لگی اور جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو اس نے لڑکے کو ایک جھاڑی کے نیچے ڈال دیا۔ تب ایک فرشتے نے ہاجرہ کو تسلی دی اور کہا: اُٹھ اور لڑکے کو اُٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال۔ کیونکہ (خداوند نے کہا ہے) میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ (پیدائش باب ۲۱ آیات ۱۴ تا ۱۸) اور اسی باب میں ہے کہ اسحاق سے تیری نسل کا نام چلے گا اور اس لونڈی کے بیٹے سے بھی میں ایک قوم پیدا کروں گا۔ اس لیے کہ وہ تیری نسل ہے۔ (پیدائش باب ۲۱ آیت ۱۲، ۱۳) اور باب ۱۵ آیات ۱۸ تا ۲۱ میں مذکور ہے: اسی روز خداوند نے ابراہام سے عہد کیا اور فرمایا: ”یہ ملک دریائے مصر سے لے کر اُس بڑے دریا یعنی دریائے فرات تک قینیوں اور قنیزیوں اور قدمونیوں اور حتّیوں اور فرِزّیوں اور رفائیم اور اموریوں اور کنعانیوں اور جرجاسیوں اور یبوسیوں سمیت میں نے تیری اولاد کو دیا ہے۔“ اس وسیع علاقے میں ارضِ حجاز بھی شامل ہے جس کی نسبت کہا گیا ہے کہ ہاجرہ بیر سبع کے میدان میں پریشان پھرنے لگی اور اس کے ساتھ اس امر کا بھی صریح ذکر ہے کہ خدا اس لڑکے (یعنی اسماعیل) کے ساتھ تھا اور وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا اور تیرانداز بنا اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا اور اس کی ماں نے ملک مصر سے اس کے لئے بیوی لی۔ اور یہ بھی اس جگہ مذکور ہے کہ پھر خدا نے اس کی (یعنی ہاجرہ کی) آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا

ایک کنواں دیکھا اور جا کر مشک کو پانی سے بھر لیا اور لڑکے کو پلایا۔ (پیدائش باب ٢١ آیات ١٩ تا ٢١)

کتاب پیدائش کے ان حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ اس کا بیان اس بیان سے مختلف نہیں جو روایت حضرت ابن عباسؓ میں ہے۔ دونوں بیانوں میں قدرِ مشترک موجود ہے اور اس سے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت کا ماخذ دراصل وہی قصے ہیں جو اسرائیلی اور اسماعیلی اقوام میں متداول تھے۔ دشت فاران جس کا ذکر پیدائش کی کتاب میں ہے کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اس میں سرگرداں رہیں، دشت سینا تک ممتد تھا اور دونوں بیابانوں میں سرسبز علاقے اور وادیاں اور آبادیاں قدیم الایام سے موجود تھیں۔ یورپ کے مسیحی سیاحوں اور مؤرخین نے ان کا ذکر اپنے سیاحت ناموں اور تاریخوں میں کیا ہے۔ نمونہ کے لئے دیکھئے صفحہ ١٩٦ سیاحت نامہ کارل بیڈکر (Karl Baedekar)

قبیلہ جرہم جس کا ذکر روایت میں ہے عمالقہ مصر میں سے تھا۔ جو سامی النسل لوگ تھے اور طورِ سینا اور مصر میں حکمران رہے۔ اسی قبیلے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی ہوئی جو کلدانی الاصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ ان کی بیوی کا نام رغلہ مذکور ہے۔ جس سے بارہ بیٹے پیدا ہوئے۔ جو بارہ قبیلوں اور ان کی شاخوں کے جد امجد ہوئے۔ مذکورہ بالا روایت پر جو اَمر خاص طور پر قابل التفات ہے وہ تعمیر کعبہ یا تجدید بیت اللہ العتیق ہے۔ جس کا ذکر کتاب الحج باب ٤٢ میں گزر چکا ہے۔ قدیم الایام میں قومیں بڑے بڑے واقعات سے اپنی قومی تاریخ کے تعین میں مدد لیا کرتی تھیں۔ مثلاً عبرانی الاصل قومِ اسرائیل نے ہیکل سلیمان کی تعمیر یا بخت نصر کے ہاتھوں اس کی تخریب سے اپنی تاریخ کی نشاندہی کی ہے۔ اسی طرح اسماعیلی النسل اقوام نے تعمیر کعبہ یا ابرہہ کے ہاتھوں اس کی تخریب کو عام الفیل یا سیل العرم کا ذکر کر کے اس سے واقعات کا تعین کیا ہے اور آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرتِ مدینہ سے تاریخ شمار ہونے لگی جو مصری مؤرخ محمود پاشا فلکی مرحوم کے حساب کی رو سے یوم الاثنین (دوشنبہ) ٢٠ ستمبر ٦٢٢ء ہے اور جو عاشورہ کا دن ہے اور یہودی تاریخ کے مطابق ١٠ تشتری ہے۔ (دیکھئے تاریخ دول العرب تالیف محمد طلعت جزاوّل صفحہ ٥١، ٥٢)

غرض حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے ہمیں اسماعیلی النسل اقوام کی ابتدائی تاریخ کا علم ہوتا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی علم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ سے تجدید و تعمیر کعبہ الٰہی منشاء کے تحت ہوئی تھی۔ یونہی اتفاقی امر نہ تھا۔ جس کی اہمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور بعثت کے دور رَس نتائج سے ظاہر ہے اور ان نتائج کی مستقبل ہی مزید نقاب کشائی کرے گا۔ کیونکہ وہ ابھی ختم نہیں ہوئے۔ بلکہ ان کے ایک نئے دور کا آغاز بیسیویں صدی میں ابھی ہوا ہے۔

روایت نمبر ٣٣٦٤، ٣٣٦٥ میں آیت رَبَّنَا اِنِّي اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ... يَشْكُرُوْنَ (ابراهيم: ٣٨) اور آیت وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمَاعِيْلُ... کا حوالہ دے کر باپ بیٹے کی دعا رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ o (البقرة: ١٢٨) کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہ نئی تعمیر دعائے ابراہیم علیہ السلام کی برکت کا نتیجہ ہے۔

كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا قَالَ اَرْبَعُوْنَ سَنَةً: حضرت ابن عباسؓ کی مذکورہ روایات کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت (نمبر ٣٣٦٦) نقل کی گئی ہے جس سے ظاہر ہے کہ بیت اللہ پہلی مسجد ہے اور بیت المقدس دوسری اور دونوں کے درمیان چالیس سال کا تفاوت ہے اور یہ دونوں مساجد توحید کی اہم بنیاد ثابت ہوئیں۔امام ابن حجرؒ نے اس روایت کے تعلق میں علامہ ابن جوزیؒ کا ایک اشکال نقل کیا ہے کہ بیت اللہ کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ سے اُٹھائی گئی اور بیت المقدس کی حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذریعہ سے اور ان دونوں کے درمیان تقریباً ایک ہزار سال کا عرصہ ہے۔اس تعلق میں انہوں نے نسائی کی روایت کا بھی حوالہ نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کی تھی۔☆ علامہ قرطبیؒ نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ بیت اللہ اور بیت المقدس دونوں کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے ذریعہ سے ہوئی۔ایک کی تجدید ہوئی اور دوسرے کی بنیاد رکھی گئی۔پھر وقتاً فوقتاً ان دونوں عبادت گاہوں کی تجدید وتعمیر مختلف زمانوں میں ہوتی رہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا تعلق اصل وضع بنیاد سے ہے۔جس کا آغاز بلاشبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں سے ہوا اور ان دونوں عبادت گاہوں کی بنیاد کے درمیان تخمیناً چالیس سال کا عرصہ ہے۔جیسا کہ توریت کی کتاب پیدائش باب١٢ میں مذکور ہے کہ وہ حاران (آسور یعنی عراقِ عرب) سے ہجرت کر کے ملک کنعان (فلسطین) میں آئے اور ایک قربان گاہ بمقام سکم (نابلس) میں اس جگہ بنائی، جہاں خداوند ان پر ظاہر ہوا اور ان سے فرمایا کہ یہی ملک (کنعان) تیری نسل کو دوں گا اور پھر یہاں سے کوچ کر کے اس پہاڑ کی طرف گیا جو بیت ایل کے مشرق میں ہے اور وہاں اس نے خداوند کے لئے قربان گاہ بنائی اور خداوند سے دعا کی اور یہاں سے سفر کرتا کرتا جنوب کی طرف بڑھا اور جب اس ملک میں سخت کال پڑا، مصر کو گیا۔بوقت ہجرتِ وطن آپؑ کی عمر پچھتر برس بتائی گئی ہے اور ان سے خداوند کی طرف سے وعدہ کیا گیا ہے کہ زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلے سے برکت پائیں گے۔(پیدائش باب١٢ آیات٣ تا١٠) باب١٣ میں ہے کہ مصر سے واپسی پر پھر اس بیت اللہ میں آئے جس کے مشرق میں مقام عِیؔ ہے اور جہاں انہوں نے قربان گاہ بنائی اور دعا کی تھی (یہ نابلس والی قربان گاہ نہیں بلکہ فلسطین والا بیت ایل اور وہاں کی قربان گاہ ہے۔) باب١٤ میں حضرت لوط علیہ السلام کے وادئ اردن میں سکونت اختیار کرنے کا ذکر ہے۔باب١٥ میں دریائے فرات سے دریائے مصر (نیل) تک وسیع علاقے دیئے جانے کا ذکر ہے۔اور باب١٦ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش اور ان کی نسل سے بارہ سردار پیدا ہونے کے وعدہ کا ذکر ہے اور یہ کہ ان کی نسل بہت بڑھے گی اور برکت پائے گی۔حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی برس بتائی گئی ہے۔اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ برس کی تھی جب ان کا ختنہ ہوا اور اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر ننانوے سال بتائی گئی ہے۔(پیدائش باب ١٧) اور باب ١٨ میں حضرت سارہ کو فرشتوں کی طرف سے بشارت دینے کا واقعہ مذکور ہے۔اور باب٢١ میں ان کے ہاں حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کا ذکر ہے۔اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال بتائی گئی

☆ (سنن النسائی، کتاب المساجد، باب فضل المسجد الاقصی والصلاۃ فیه)

ہے۔اور اسی باب میں حضرت ہاجرہ کے مع حضرت اسماعیلؑ فاران کی طرف ہجرت کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ ان کی ماں حضرت ہاجرہ نے ان کی شادی کا انتظام کیا اور اس کے بعد حضرت اسحاقؑ کے ذبح کئے جانے کی آزمائش اور ان کی نسل کو بہت برکت دیئے جانے سے متعلق وعدے کا ذکر ہے۔(باب ۲۲)

اس تبصرہ سے ظاہر ہے کہ وہ جگہ جہاں یہ واقعۂ آزمائش رونما ہوا، اس جگہ نے بیت المقدس کے نام سے بنو اسرائیل کے درمیان شہرت پائی۔اس کی بنیاد طبعًا بعد کی ہے اور یہ وہ جگہ ہے جو جبل موریہ پر واقع ہے۔مذکورہ بالا عرصہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جنوب کی طرف قادس اور شور کے درمیان سفر کرنے اور جرار میں قیام کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔(باب ۲۰)

حضرت ابراہیمؑ کی ارض کنعان میں آمد اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کے عرصہ کا پچیس سال اندازہ بتایا گیا ہے۔(**قطف الزهور فی تاریخ الدهور. تالیف یوحنا افندی ابکاریوس، القسم الأوّل فی ممالک قارة أسیا وشعوبها ودولها، الفصل الرابع فی تاریخ العبرانیین، الباب الثانی فی خروج بنی اسرائیل من مصر تحت ریاسة موسی،** صفحہ۳۳)اور اسی مؤلف کا اندازہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کل عمر ۱۷۵ سال تھی(**الباب الاوّل فی ذکر ابراهیم وارتحال یعقوب وأولاده الی مصر،** صفحہ۳۱)

سوال یہ ہے کہ اس اثناء میں دوسرا سفر جنوب کی طرف کیوں اختیار کیا گیا اور حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی زندگی کے حالات کی نسبت صحف عہد قدیمہ کیوں خاموش ہیں اور اگر حضرت اسحاق و حضرت یعقوب علیہما السلام کے متعلق اسرائیلی روایات قابل اعتماد ہیں تو عربوں کی روایات ان کے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام سے متعلق کیوں قابل اعتماد نہیں؟ آخر قومی روایات متداولہ کے سوا ہمارے پاس اور کونسا یقینی ذریعہ ہے جس سے ان کے حالات کا علم ہو سکے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے سفر کی بابت قیاس غالب یہی ہے کہ جنوب کی سمت ان کا سفر حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی خبر گیری اور نگہداشت ہی کے لئے تھا اور ان کی نسبت یہ سمجھنا درست نہیں ہے کہ انہوں نے وہاں کوئی بیت ایل نہ بنائی ہو۔کیونکہ خود توریت کی مذکورہ بالا شہادتوں سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جہاں بھی قیام فرمایا وہاں ایک بیت ایل اور قربان گاہ ضرور قائم کی۔مثلاً حاران سے سکم میں آنے پر، سکم سے مقام عی میں آنے پر اور کنعان کے جنوب میں مقام حبرون (بیت الخلیل) اور پھر جبل موریا پر بوقت آزمائش ذبیحہ گزارا اور قربان گاہ بنائی اور دعا کی اور ان جگہوں کا نام بیت ایل رکھا۔پس ایسے شخص کی نسبت قیاس یہی کہتا ہے کہ جہاں حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا قیام ہوا، وہاں بھی انہوں نے ضرور بیت ایل کی بنیاد رکھی۔جیسا کہ اس بارہ میں بنی اسماعیل کی روایتیں موجود ہیں اور یہ پہلا بیت اللہ ہے اور حضرت اسحاق علیہ السلام سے متعلق جبل موریا والا دوسرا بیت ایل بعد کا ہے۔جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ذکر ہے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت تک ۲۵ سال اور سن بلوغ کم از کم پندرہ سال ہے۔یہ کل چالیس سال کا عرصہ ہوتا ہے جو ایک اندازہ ہے۔اگر اسے مدنظر رکھا

جائے تو یہ اندازہ اَصدق الصادقین نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندازے سے بالکل مطابق ہوتا ہے جو اس روایت میں مروی ہے۔ خود یہودی اور مسیحی محققین وشارحین تورات کو تسلیم ہے کہ اسرائیلی احبار کے اندازے صرف قیاسی ہیں یقینی نہیں جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔

أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہجرت گاہ مدینہ کے لئے دعا فرمائی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ہجرت گاہ کے لئے دعا فرمائی تھی اور دونوں مقاموں کو برکت دی گئی۔ اس تعلق میں کتاب فضائل المدینة باب ۱۴۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی روایت کے لیے دیکھئے کتاب البیوع روایت نمبر ۲۱۲۹۔

روایت نمبر ۳۳۶۹، ۳۳۷۰ سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تعلیم دی ہے کہ وہ آپؐ کے لئے اور اپنے لئے ویسی ہی برکات کی دعا مانگتے رہیں، جیسے حضرت ابراہیمؑ اور ان کی آل پر ہوئیں اور یہ سلسلہ برکات امت محمدیہ کے لئے تا اَبد قائم رہے گا۔

اسی دعا سے جس پر امام بخاریؒ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق باب ۱۰ ختم کیا ہے، استنباط کرتے ہوئے میں نے کہا ہے کہ مستقبل ہی نقاب کشائی کرے گا کہ کس کس رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی امت کی دعائیں قبول ہوں گی اور کس کس طرح اور کب تک دونوں سلسلوں سے متعلق برکات کا ظہور ہوتا رہے گا۔ کیونکہ ہم موعودہ قبولیت سے متعلق بیسویں صدی میں ہیں جو مسیح موعود کی صدی ہے اور جس میں ایک عظیم الشان نئے دَور کا آغاز کر رہے ہیں۔ جس کی دہلیز پر ایک مینار نصب ہے اور اس پر خدا تعالیٰ کی وحی جلی حروف میں نمایاں ہے:

''بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلندتر محکم افتاد''

یہاں تک تو اسرائیلی اور اسماعیلی روایات کی قدرِ مشترک سے متعلق باب کی تشریح ہے۔ اب ذیل میں ان کے اختلاف کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ان میں سب سے بڑا اور اہم اختلاف ذبیح اللہ کی تعیین کا سوال ہے۔ آیا وہ حضرت اسماعیل تھے یا حضرت اسحاق (علیہما السلام) اور حضرت اسماعیل علیہ السلام جب اپنی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کے ساتھ بیابان کی طرف آئے تو وہ معصوم و کم سن بچے تھے یا زیادہ عمر کے۔ اس بارے میں صحف توراۃ کا بیان قرآنِ مجید کے بیان سے بظاہر مختلف ہے۔ سورۃ الصافات کی آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بابت صالح اولاد کے قبول کئے جانے کا ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس سے متعلق دو بشارتیں دی گئیں۔ ایک غلام حلیم کی نسبت اور دوسری اسحاق کی۔ ظاہر ہے کہ غلام حلیم سے مراد اسماعیل ہیں، اسحاق نہیں۔ کیونکہ حضرت اسحاق کا نام بوجہ شہرت سب کو معلوم ہے۔ علاوہ ازیں غُلَامٌ حَلِيْمٌ کے تسمیہ میں دوسرے کا تسمیہ ضمناً شامل ہے۔ اس غلام حلیم سے متعلق انہی آیات میں فرماتا ہے: فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ اِنِّي اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّي اَذْبَحُكَ (الصافات: ۱۰۳) جب وہ غلام حلیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی معیت و صحبت میں بلوغت کی عمر کو پہنچ گیا تو انہوں نے اس سے کہا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ فَانْظُرْ

مَاذَا تَرٰی غور کر کے مجھے بتاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس بارے میں بچے کی اجازت سے متعلق سوال ضروری تھا۔کیونکہ وہ اپنی زندگی کا مالک تھا اور یہ امر بھی صحیح نہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام دودھ پیتے بچے تھے۔اس حالت صغرسنی میں ان کی رضامندی حاصل کرنا عبث تھا۔قرآنِ مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبح کا واقعہ ان کے زمانہ بلوغت سے تعلق رکھتا ہے۔ فرماتا ہے: فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ اِنِّي اَرٰی .... الصَّابِرِيْنَ○ (الصافات:۱۰۳) پھر جب وہ لڑکا اس کے ساتھ تیز چلنے کے قابل ہوگیا۔اس نے کہا: اے میرے بیٹے! میں نے تجھے خواب میں دیکھا ہے کہ (گویا) میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ پس تو فیصلہ کر کہ اس میں تیری کیا رائے ہے؟ اس وقت بیٹے نے کہا: اے میرے باپ! جو کچھ تجھے اللہ کہتا ہے وہی کر۔تو انشاءاللہ مجھے اپنے ایمان پر قائم رہنے والا دیکھے گا۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ کا مفہوم یہ ہے کہ جب حضرت اسماعیل اپنے باپ کی معیت میں ایسی عمر کو پہنچ گئے جو کام کاج اور دوڑ دھوپ کی ہوتی ہے تو اس وقت انہوں نے اپنی ذبیحہ والی رویاء کا ذکر ان سے کیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان سے اتفاق کیا کہ یہ خواب اسی طرح پورا کیا جائے جس طرح دیکھا گیا ہے اور جیسا آپ مناسب سمجھتے ہیں ایک عاقل بالغ نوعمر بچے کا یہ جواب ان کی غایت درجہ سعید فطرت پر دلالت کرتا ہے۔غرض روایات میں جو واقعہ غیر مرفوع روایت نمبر ۳۳۶۳، ۳۳۶۴، ۳۳۶۵ میں بیان کیا گیا ہے۔اس کا تعلق حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی ہجرت اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی صغرسنی کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔لیکن واقعہ ذبیحہ بہت بعد کا ہے۔ یہ واقعہ کس شکل وطریق میں ظہور پذیر ہوا، اس کی تفصیل وہی ہے جو عام زد خلائق ہے اور تورات کے صحیفہ پیدائش میں مذکور ہے۔اس میں بجائے حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام ذبیح اللہ قرار دیئے گئے ہیں۔حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی ہجرت سے متعلق واقعہ تو پیدائش باب ۲۱ میں قدرے اختلاف سے اسی طرح نقل ہے جو عربوں میں مشہور ہے اور اسلامی روایات میں بیان ہوا ہے۔لیکن ذبیحہ کا واقعہ باب ۲۲ میں اسلامی روایات کے خلاف نقل کیا گیا ہے۔اس میں حضرت اسحاق علیہ السلام سے متعلق ذکر ہے کہ خداوند نے اس سے کہا کہ تو اپنے بیٹے اضحاک کو جو تیرا اکلوتا ہے اور جسے تو پیار کرتا ہے ساتھ لے کر موریا کے ملک میں جا اور وہاں اسے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا، سوختنی قربانی کے طور پر چڑھا۔(پیدائش باب ۲۲ آیت ۲) آگے وہی واقعہ منقول ہے جو عام طور پر ہمارے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام سے متعلق مشہور ہے۔یعنی ان کی قربانی کی جگہ مینڈھے کی قربانی کا حکم ہوا۔

سب سے بڑا اعتراض جو تورات کے بیان پر وارد ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ اکلوتے بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم تھا اور اسحاق اکلوتے بیٹے نہیں تھے بلکہ حضرت اسماعیل تھے اور کوئی وجہ نہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے متعلق جو روایت بنی اسماعیل یعنی عربوں میں مشہور ہے وہ تو قبول نہ کی جائے اور اس بارے میں اسرائیلی روایت قبول کی جائے۔جبکہ خود توریت میں اکلوتے بیٹے کے ذبح کرنے کی صراحت ہے اور یہ بھی صراحت ہے کہ حضرت ہاجرہ کو بھی بشارت دی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے ایک بڑی قوم بنائے گا۔(باب ۲۱ آیت ۱۸) اور باب ۱۷ آیات ۱۵ تا ۱۷ میں ہے: ''اور خدا نے ابراہیم

سے کہا کہ ساری جو تیری بیوی ہے، سو اس کو ساری نہ پکارنا۔ اس کا نام سارہ ہوگا اور میں اس کو برکت دوں گا اور اس سے بھی تجھے ایک بیٹا دوں گا۔ یقیناً میں اسے برکت دوں گا کہ قومیں اس کی نسل سے ہوں گی اور عالم کے بادشاہ اس سے پیدا ہوں گے۔ تب ابراہیم سرنگوں ہوا اور ہنس کر دل میں کہنے لگا کہ کیا سو برس کے بڈھے سے کوئی بچہ ہوگا اور کیا سارہ کے جو نوے برس کی ہے اولاد ہوگی اور حضرت ابراہیم نے خدا سے کہا: کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے گا۔ تب خدا نے فرمایا کہ بے شک تیری بیوی سارہ کے تجھ سے بیٹا ہوگا۔ تو اس کا نام اضحاق رکھنا اور میں اس سے اور پھر اس کی اولاد سے اپنا عہد جو اَبدی عہد ہے باندھوں گا اور اسماعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دعا سنی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے برومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔ لیکن میں اپنا عہد اضحاق سے باندھوں گا جو اگلے سال اسی وقت معین پر سارہ سے پیدا ہوگا۔''

غرض ان الفاظ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام سے متعلق دعا قبول ہونے اور برکت دی جانے کی واضح پیشگوئی ہے اور یہ جو ذکر ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بارہ میں ابدی عہد باندھوں گا۔ اس ایک فقرے سے یہودیوں یا عیسائیوں کا یہ استدلال کرنا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے عہد نہیں باندھا جائے گا کمزور ہے۔ کیونکہ ایک بات کے ذکر سے دوسرے کی نفی لازم نہیں آتی۔ خصوصاً جبکہ بصراحت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسبت بھی بشارت ہے کہ ان کو بڑی برکت دی جائے گی اور وہ ابدی عہد کے نشان (ختنہ) سے پہلے داغے گئے تھے۔ جبکہ ان کی عمر تیرہ برس کی تھی۔ (باب ۱۷) اور ختنے سے متعلق لکھا ہے کہ یہ اس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ تمہارے درمیان پشت در پشت ہر لڑکے کا ختنہ جب وہ آٹھ روز کا ہو کیا جائے، خواہ وہ گھر میں پیدا ہو، خواہ اسے کسی پردیس سے خریدا ہو جو تیری نسل سے ہیں۔ لازم ہے کہ تیرے خانہ زاد اور تیرے زرخرید کا ختنہ کیا جائے اور میرا عہد تمہارے جسم میں ابدی ہوگا اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو، اپنے لوگوں سے کاٹ ڈالا جائے۔ کیونکہ اس نے میرا عہد توڑا۔ (پیدائش باب ۱۷ آیات ۱۱ تا ۱۴) سو ختنہ کی صورت میں خداوند کا یہ ابدی عہد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ قائم کیا گیا اور وہ اکلوتے بیٹے تھے اور بالغ تھے۔ محض حضرت ہاجرہ کو لونڈی کہہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اکلوتے پن، ابدی عہد اور وعدۂ برکات سے محروم نہیں کیا جاسکتا اور نہ حضرت ہاجرہ ان کے ہاں بطور لونڈی تھیں، وہ ایک شہزادی تھیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح اللہ ہونے کا انکار ابراہیمی آزمائش کی قدر و عظمت کو کم کرنے والا ہوگا۔ کیونکہ اکلوتے بیٹے کو ذبح کر دینے پر آمادگی زیادہ تلخ ہے۔ بہ نسبت دوسرے بیٹے کی موجودگی میں دو بیٹوں میں سے ایک بیٹے کی سوختنی قربانی نسبتاً آسان ہے۔ تورات میں مذکور ہے کہ جب حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے جبل موریا پر لے گئے تو اس وقت حضرت اسماعیل موجود تھے۔ وہ بالغ تھے۔ پس یہ آزمائش اس قدر تلخ نہ تھی۔ اگر صرف ایک ہی بیٹے کی سوختنی قربانی کا سوال ہوتا۔ اس جہت سے اگر تورات کے بیان پر نظر ڈالی جائے تو حضرت اسماعیل کو اکلوتا بیٹا ہونے اور ابدی عہد میں شامل ہونے اور ذبیح اللہ ہونے سے محروم کرنا محض

یہود ونصاریٰ کی زبردستی ہے اور حضرت اسماعیل کے اکلوتا بیٹے اور ابدی عہد اور برکات کا مصداق ہونے سے محروم رکھنا اور اس سے انکار خود تورات کے بیانات کی تکذیب ہے۔ ہمارے نزدیک دونوں بیٹے موعودہ برکات کے اپنی اپنی جگہ مبارک ثابت ہوئے اور ان سے توحید باری تعالیٰ قائم کرنے والی ذریت مبارکہ پیدا ہوئی اور دنیا کی قوموں نے برکت حاصل کی۔ جب یہ امر واقعہ تاریخ سے ثابت ہے کہ دونوں گھرانے برکت دیئے گئے تو اس کا انکار قومی تعصب ہے۔

پیشتر اس کے کہ قرآنِ مجید کا بیان جو صاف اور بلیغ وموجز الفاظ میں ہے نقل کیا جائے، تاریخ قدیم سے ایک بات کا ذکر کرنا قارئین کے علمی اضافے کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ قدیم اقوامِ مشرکہ میں بیٹوں کی قربانی کا رواج عام تھا جو وہ اپنے دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بعثت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ سے جہاں خالص توحید باری تعالیٰ کا تصور قائم کیا، وہاں اس رسم کو بھی موجودہ قربانی کے ذریعے سے منسوخ کر کے بنی نوع انسان پر رحم فرمایا ہے۔ کتب تاریخ قدیم میں اس بد رسم کا ذکر پایا جاتا ہے۔ تورات میں بھی اس کا ذکر متعدد جگہوں میں ہے۔ صرف ایک حوالہ کافی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل پر افسوس کا اظہار کرتے اور فرماتے ہیں: ''بلکہ ان قوموں کے ساتھ مل گئے اور ان کے سے کام سیکھ گئے اور ان کے بتوں کی پرستش کرنے لگے جو ان کے لئے پھندا بن گئے۔ بلکہ انہوں نے اپنے بیٹے بیٹیوں کو شیاطین کے لئے قربان کیا اور معصوموں کا یعنی بیٹے بیٹیوں کا خون بہایا جن کو انہوں نے کنعان کے بتوں (بعل وغیرہ) کے لئے قربان کر دیا اور ملک خون سے ناپاک ہو گیا۔'' (زبور باب ۱۰٦ آیات ۳۵ تا ۳۸) شیاطین سے مراد دیوتا ہیں جن کے لئے بچوں کی سوختنی قربانی کی جاتی تھی۔ حضرت مسیح کی فرضی قربانی کے قصہ میں بھی وہی مشرکانہ تصور پنہاں ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ سے اعلیٰ واصفیٰ تصور سے بدل ڈالا گیا۔ اس تبدیل شدہ مقدس تصور کا ذکر صحف تورات میں کئی جگہوں میں وارد ہوا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں: تھرتھراؤ اور گناہ نہ کرو۔ اپنے اپنے بستر پر دل میں سوچو اور خاموش رہو۔ (سلاہ) صداقت کی قربانیاں گزرانو اور خداوند پر توکل کرو۔ (زبور باب ۴ آیت ۴، ۵) حضرت سموئیل علیہ السلام فرماتے ہیں: ''کیا خداوند سوختنی قربانیوں اور ذبیحوں سے اتنا ہی خوش ہوتا ہے جتنا اس بات سے کہ خداوند کا حکم مانا جائے۔ دیکھ فرمانبرداری قربانی سے اور بات ماننا مینڈھوں کی چربی سے بہتر ہے۔ کیونکہ بغاوت اور جادوگری برابر ہیں اور سرکشی ایسی ہی ہے جیسی مورتوں اور بتوں کی پرستش۔'' (ا-سموئیل باب ۱۵ آیات ۲۲، ۲۳)

انبیاء علیہم السلام نے جانی قربانی کی جگہ روحانی قربانی پر زور دیا ہے جو اطاعت ومحبت الٰہی میں کھوئے جانے کا نام ہے۔ معصیت اور ارتکاب گناہ کے ساتھ جسمانی قربانی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ شریروں کے ذبیحہ سے خداوند کو نفرت ہے۔ پر وہ صداقت کے پیرو سے محبت رکھتا ہے۔ (امثال باب ۱۵ آیات ۸، ۹) ہوسیع نبی کی کتاب کا باب ۸ اس تعلق میں مطالعہ کرنے کے قابل ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''اے سامریہ تیرا بچھڑا مردود ہے۔ میرا قہر اُن پر بھڑکا ہے۔ وہ کب تک گناہ سے پاک نہ ہوں گے .... افرائیم نے گناہ گاری کے لئے بہت سی قربان گاہیں بنائیں۔

اس لئے وہ قربان گاہیں اس کی گناہ گاری کا باعث ہوئیں۔ اگر چہ میں نے اپنی
شریعت کے احکام کو اُن کے لئے ہزار ہا بار لکھا پر وہ ان کو اجنبی خیال کرتے ہیں۔
وہ میرے ہدیوں کی قربانیوں کے لئے گوشت گذرانتے اور کھاتے ہیں۔لیکن خداوند
اُن کو قبول نہیں کرتا۔'' (باب ۸ آیات ۵، ۱۲تا۱۴)

قربانی سے متعلق یہ وہ روحانی تصور ہے جس کی بابت انبیاء علیہم السلام نے وقتاً فوقتاً وعظ فرمایا اور جس کا سبق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ سے ایسے نمایاں طور پر دیا گیا ہے جو دلوں کو لرزا دینے والا ہے اور جس سے بچوں کی قربانی والا مشرکانہ تصور یکسر منسوخ کر دیا گیا اور اس کی جگہ قربانی کا روحانی تصور دلنشین کیا گیا۔ قرآنِ مجید نے تاریخ بشریت کے اس مہتم بالشان واقعہ کو ایجاز سے اور غایت درجہ بلیغ الفاظ میں محفوظ کیا ہے۔ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بابت صالح اولاد عطا کئے جانے اور اس دعا کی قبولیت وبشارت کا ذکر کرتا ہے: رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ o فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ o (الصافات: ۱۰۱،۱۰۲) اور اس کے معاً بعد فرماتا ہے: فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ اِنِّي اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّي اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِي اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ o (الصافات: ۱۰۳) پس جب وہ یعنی اسماعیلؑ ان کے ساتھ کام کاج کی عمر کو پہنچ گیا تو ابراہیمؑ نے کہا: اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ اس لئے غور کر کے بتاؤ کہ تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے۔ بیٹے نے کہا: میرے باپ جو آپؑ کو حکم ہے وہ کریں۔ آپؑ انشاء اللہ مجھے اپنے ایمان و فرمانبرداری میں ثابت قدم پائیں گے۔

ان مختصر الفاظ میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ وہ بیٹا ہے جو بالغ عمر والا ہے اور اپنے ارادہ کا مالک ہے۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی خواب کے صادق ہونے کا یقین ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ باپ ہیں، اپنا حق نہیں سمجھتے کہ بیٹے کی رضامندی واجازت حاصل کرنے کے بغیر اس کی گردن پر چھری چلائیں۔ الفاظ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی خواب کی تعبیر سے متعلق متفکر ہیں اور اس کی تعبیر چاہتے ہیں۔

۳۔ آخر باپ بیٹے دونوں کی رائے یہی قرار پائی کہ خواب بغیر تاویل ظاہری شکل ہی میں پوری کی جائے تا فریب دہ نفس کو الٰہی حکم ٹالنے میں کوئی موقع نہ ملے۔ خدا تعالیٰ کی محبت واطاعت میں کیا ہی کھوئی ہوئی دونوں روحیں ہیں جنہوں نے غور وخوض کرنے کے بعد فیصلہ کیا اور اپنے دلوں کو مضبوط کر کے نہایت تلخ گھونٹ پینے کے لئے تیار ہو گئے۔

۴۔ انہی آیات سے معلوم ہوتا ہے: وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ o (الصافات: ۱۱۳) کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی وہ اکلوتا بیٹا تھے جس کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کڑی آزمائش ہوئی۔

سلسلہ مضمون چلاتے ہوئے فرماتا ہے: فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ o وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يَّا اِبْرَاهِيْمُ o قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ o اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِيْنُ o وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ o (الصافات: ۱۰۴تا۱۰۸) پھر جب وہ دونوں فرمانبرداری پر آمادہ ہوگئے اور اس (یعنی باپ) نے اس (یعنی رضامندی ظاہر کرنے والے بیٹے) کو ماتھے کے بل گرا لیا اور ہم نے اس (یعنی ابراہیم) کو پکار کر کہا: اے ابراہیم! تو اپنی رؤیا پوری کر چکا۔ ہم اسی طرح محسنوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ یہ یقیناً ایک کھلی کھلی آزمائش تھی اور ہم نے اس (یعنی اسماعیل) کا فدیہ ایک بڑی قربانی کے ذریعہ سے دے دیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا جو فدیہ قائم کر کے جس ذبح عظیم کا سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں چلایا گیا، اس کا ذکر قدرے تفصیل سے بعد کی آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ میں زیر شرح باب اور اس کی روایات سے دور چلا جاؤں گا، اگر ان کی تفسیر میں داخل ہوگیا۔ لیکن ایک بات جو ذبح اسماعیل کے تعلق میں ضروری ہے، وہ مشرکوں کی رسومات اور مشرکانہ تصور قربانی کا ابطال ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ذریت طیبہ کے ذریعہ سے انجام پایا اور پایۂ تکمیل کو پہنچنے والا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو توحید باری تعالیٰ کی خاطر پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اور پھر حضرت اسحاق علیہ السلام کو وقف کیا۔ ایک کو بیابانِ فاران میں جہاں وادیٔ مکہ ہے اور بیت اللہ ہے اور دوسرے کو جبل موریاہ پر اس عظیم الشان مقصد کے لئے مخصوص کر دیا۔ روحانی معنوں سے دونوں ذبیح اللہ ہو سکتے ہیں۔ خواب کی تعبیر کے سب سے پہلے مصداق ظاہری اور روحانی دونوں لحاظ سے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور جب حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے اور بڑے ہوئے تو وہ بھی قیام توحید باری تعالیٰ کی غرض سے بیت ایل کے مقام پر وقف کئے گئے۔ بیت ایل کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ جہاں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جہاں کہیں بھی گئے ہیں، انہوں نے پتھروں کا ڈھیر جمع کر کے اس پر تیل ڈالا اور اسے بیت ایل کے نام سے پکارا ہے۔ (پیدائش باب۱۲ آیات ۷، ۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس عمل سے توحید کے لئے اس گہری خواہش کا علم ہوتا ہے جو آپؑ کے دل میں تھی اور اسی خواہش کی تکمیل کے لئے آپؑ نے اولاد کی خواہش کی اور جب وہ پوری ہوئی تو اس مقدس غرض کے لئے دونوں بیٹوں کو وقف کر دیا اور آپؑ سے ان الفاظ میں وعدہ ہوا:

> ''میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤں گا اور برکت دوں گا اور تیرا نام سرفراز کروں گا۔
> سو تو باعث برکت ہو۔ جو تجھے مبارک کہیں، ان کو میں برکت دوں گا اور جو تجھ پر
> لعنت کرے، اس پر میں لعنت کروں گا اور زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلہ سے
> برکت پائیں گے۔'' (پیدائش باب۱۲ آیات ۲-۳)

ساری دنیا کی قوموں میں توحید باری تعالیٰ کی قبولیت اوراس کے ذریعے سے اسے برکت حاصل کرنے کا یہ وعدہ اسلام کے ذریعہ سے پایہ تکمیل کو پہنچنے والا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا کو پنجگانہ نماز کا ضروری حصہ قرار دیا ہے جو درود شریف کے نام سے مشہور ہے۔اس کے یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا و بشارت وخواب اوراس کی تعبیر جو روحانی معنوں میں ظاہر ہوئی دونوں بیٹوں اوران کی ذریت سے متعلق ہے۔ یہ میری رائے ہے جس میں مَیں منفرد نہیں۔علامہ محمد لقمان جارم قاضی محاکم شرعیہ مصریہ اپنی مشہور تالیف ادیان العرب فی الجاھلیۃ میں لکھتے ہیں: وَلَقَدِ اخْتُلِفَ فِي اَيِّ وَلَدَيْهِ الذَّبِيْحُ أَهُوَ اِسْمَاعِيْلُ اَمْ اِسْحَاقُ وَقَدْ قَالَ بِكُلٍّ مِّنَ الْقَوْلَيْنِ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ (صفحہ۱۳) یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کی نسبت اختلاف ہوا ہے کہ ان میں سے کونسا بیٹا ذبیح اللہ ہے۔مسلمانوں کی ایک جماعت کے اس بارے میں دونوں قول ہیں۔یعنی حضرت اسماعیلؑ بھی ذبیح ہیں اور حضرت اسحاقؑ بھی۔ یہ دونوں قول اس صورت میں صادق ہو سکتے ہیں جب انہیں روحانی معنوں میں قربانی کا مصداق مانا جائے۔ کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبح ہونے سے بچائے گئے تھے اور حضرت اسحاقؑ جب خواب دیکھی گئی،ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے اور نہ حضرت اسماعیلؑ کی موجودگی میں وہ اکلوتے بیٹے کہلا سکتے تھے کہ انہیں ذبح کے لئے لٹایا جاتا اوراگر فرض کریں کہ وہ پیدا ہو چکے تھے تو ایک معصوم بچہ نہ عقل و ہوش رکھتا ہے، نہ ارادے کا مالک ہے کہ ذبح کئے جانے نہ کئے جانے کے بارے میں کوئی رائے رکھتا ہو۔علاوہ ازیں حضرت ہاجرہ کو یونہی لونڈی قرار دینے سے حضرت اسماعیل علیہ السلام صلبی بیٹے کے شرف سے محروم نہیں ہو سکتے۔ یہ امر خود تورات کی متعدد تصریحات کے خلاف ہے۔ مذکورہ بالا توضیحات کے بعد مجھے تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں کہ یہ محض تکرار ہوگا۔

باب کی آخری دو روایتیں بھی عین برمحل مذکور ہیں۔ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل (امت) پر برکات کی دعا کرنے کے طریق سے متعلق سوال اوراس کے جواب کا ذکر ہے۔ایک روایت میں سوال كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ ہے اوراس کے جواب میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ ہے اور دوسری روایت میں سوال کے الفاظ كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ہیں اور جواب اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ ہے اور دونوں میں كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى آلِ اِبْرَاهِيْمَ ہے۔لفظ آل میں افرادِ خاندان بھی شامل ہیں اور ساری امت بھی۔قرآن مجید میں لفظ آل وسیع معنوں میں وارد ہوا ہے۔اور جس درود شریف کا حکم سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۷ میں بایں الفاظ وارد ہوا ہے: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا o {یقیناً اللہ اوراس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔} وہ اپنے مفہوم میں وسیع ہے۔ کیونکہ اس حکم سے پہلے اللہ اور ملائکہ کی صلوٰۃ (بمعنی رحمت خاص و برکت) کا ذکر کر کے ہمیں آپؐ کے لئے رحمت و برکت اور سلامتی کی دعائیں کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور چونکہ یہ وہی رحمت و برکت کی بشارت ہے جس کا وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دیئے گئے،اس لئے آنحضرت ﷺ

نے اپنے جواب میں تَسْلِيْمًا کے ساتھ صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَآلِهٖ کا اضافہ فرما کر ان برکتوں کی دعا کو ایک ہی سِلک میں پرو دیا ہے۔ دونوں روایتیں جامع و مانع ہیں۔ بعض یزید طبع لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے بغض وعناد ہے اور وہ اہل بیت کو آپؐ کی اور امت محمدیہ کی دعاؤں سے محروم رکھنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے فتنہ کا علاج بھی قبل از وقت فرما دیا گیا ہے۔ وہ آل محمد میں شامل ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبوی کے الفاظ میں تصریح ہے۔ کمال خشوع وخضوع سے جیسا کہ دعا کرنے کا حق ہے ہمیں درود شریف کا التزام ان کلمات میں بھی رکھنا چاہیے جو حدیث نبوی میں وارد ہوئے ہیں اور ان کے علاوہ ان کے ہم معنی الفاظ میں بھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی بذریعہ وحی ارشاد ہوا ہے: ''صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ سَيِدِ وُلْدِ آدَمَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ۔ درود بھیج محمدؐ پر اور آلِ محمدؐ پر جو سردار ہے آدم کے بیٹوں کا اور خاتم الانبیاء ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔'' اور آپؑ اس وحی کے تعلق میں فرماتے ہیں:-

''یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب مراتب اور تفضّلات اور عنایات اُسی کے طفیل سے ہیں اور اسی سے محبت کرنے کا یہ صلہ ہے۔ سبحان اللہ! اس سرورِ کائنات کے حضرتِ احدیت میں کیا ہی اعلیٰ مراتب ہیں اور کس قسم کا قرب ہے کہ اس کا محبّ خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کا خادم ایک دنیا کا مخدوم بنایا جاتا ہے۔

مہر و مہ را نیست قدرے در دیارِ دلبرم ہیچ محبوبے نماند ہمچو یارِ دلبرم
واں کجا باغے کہ مے دارد بہارِ دلبرم'' آں کجا روئے کہ دارد ہمچو رویش آب وتاب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مدح وامتیاز اور خصوصیت کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''اس مقام میں مجھ کو یاد آیا کہ ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آبِ زلال کی شکل پر نور کی مَشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمدؐ کی طرف بھیجی تھیں صلی اللہ علیہ وسلم۔''

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد اوّل حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۵۹۷، ۵۹۸)

درود شریف ایک دعا ہے اور اس کی مذکورہ بالا تاثیر قدسی کے لئے بڑی شرط یہ ہے کہ وہ سوز ومحبت اور الٰہیت وشیفتگی میں کی جائے اور آج ہمارے زمانہ میں سوز و دردِ دل پیدا ہونے کا اور کونسا نازک وقت ہوگا کہ جس میں امت محمدیہ ہر ملک میں طرح طرح کی فلاکت حال اور مصیبت وادبار سے دوچار ہے۔ اقوامِ عالم میں سے ہر قوم اپنے علم وآداب میں بہتر

حالت میں ہے اوران میں سے ہرقوم ہی مسلمان قوم کی دشمن اوراس کے دَر پے محو ہے۔ایسے خطرناک حالات میں اگر دل بریاں اورچشم گریاں نہ ہو اور درود شریف زبان سے محض رسماً پڑھ دیا جائے تو وائے اس دعویٰ محبت پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اورآپ کی آل کا کیا جاتا ہے۔

اگرعربی الفاظ کے معنی ذہن وقلب میں نہیں اُترتے تو نہ سہی۔جذبہ محبت وعشق کسی زبان کا مقید نہیں۔سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علاوہ عربی الفاظ مسنونہ کے اپنی تصنیفات میں مختلف پیرایہ واسلوب میں بزبان اردو بھی دعائیں کی ہیں۔ایک جگہ آپؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان الفاظ میں دعا کرتے ہیں:-

''اے پیارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداءِ دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔''

اوراس دعا سے پہلے آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ ممتاز کا ذکران الفاظ میں کیا ہے جومحرک ہے اس محسنِ عظیم کے لئے اس والہانہ دعا کا۔فرماتے ہیں:-

''وہ انسان جوسب سے زیادہ کامل اورانسان کامل تھا اورکامل نبی تھا اورکامل برکتوں کے ساتھ آیا۔جس سے روحانی بعث اورحشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اُس کے آنے سے زندہ ہوگیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔اے پیارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔''

(اتمام الحجۃ، روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۳۰۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک وصفی نام الحاشر بھی بیان فرمایا ہے۔یعنی قوموں کو زندہ کرنے والا۔تو مذکورہ بالا الفاظ میں اسی طرف اشارہ ہے اوراسی تعلق میں آپؑ کے اس احسان عظیم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر آپؐ نہ آتے تو سابقہ انبیاء میں سے کوئی نبی راستباز نہ سمجھا جاتا۔فرماتے ہیں:-

''یہ اسی نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

(اتمام الحجۃ، روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۳۰۸)

مذکورہ بالا ایک نمونہ دعائے درود کا ہے جس کی طرف قارئین شرح صحیح بخاری شریف کو توجہ دلائی جاتی ہے۔ مذکورہ بالا الفاظ سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت وجود اورآپؐ کے انفاس قدسیہ کی تاثیر قدسی سے دنیا میں ایک اورحشر اور بعث ثانی مقدر ہے جس کے ظہور کا ہمارا یہ زمانہ ہے۔اس لیے بھی درود شریف کی شدید ضرورت

ہے۔تا کہ دینِ اسلام سے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیاں ظہور میں آئیں اور تمام اقوامِ عالم جو اَب تک برکاتِ اسلام وانوارِ توحید سے محروم ہیں برکت پائیں اور وحدت کی لڑی میں پروئی جائیں۔ جماعت احمدیہ پر یہ فرض دوہرا عائد ہوتا ہے کہ وہ دل وجان سے اپنے امام کی اتباع میں درود شریف کی دعا میں مشغول ہوجائے تا جلد وہ پیشگوئی پوری ہو جس کا اعلان کھلے الفاظ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا ہے۔آپؑ لکھتے ہیں:

> ''خدا قادر فرماتا ہے کہ...اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتہ لگے گا۔اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہوگا کیونکہ داخل ہونے والے بڑے زور سے داخل ہو جائیں گے اور وہی باقی رہ جائیں گے جن کے دِل پر فطرت سے دروازے بند ہیں اور نور سے نہیں بلکہ تاریکی سے محبت رکھتے ہیں۔قریب ہے کہ سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام۔اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کُند ہوگا، جب تک دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں، ملکوں میں پھیلے گی۔....اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے۔بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دِلوں پر ایک نور اُتارنے سے۔تب یہ باتیں جو مَیں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔

(تذکرہ، جنوری ۱۸۹۷ء۔صفحہ ۲۴۴)

غرض احیاءِ ملت اسلامیہ وغلبہ دینِ اسلام دونوں ہمارے وقت کی اشد ضرورتیں ہیں اور وہ متقاضی ہیں کہ درود شریف کی دعا جیسا کہ حق ہے پورے خشوع وخضوع سے کی جائے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ کَمَا بَارَکْتَ وَسَلَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِہٖ ۔ایک اور دعاءِ درود ہے جو بطور وِرد وذکر الٰہی کام کاج کے دوران چلتے پھرتے آسانی سے کی جاسکتی ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ ۔'' (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد ۱۵ حاشیہ صفحہ ۲۰۸) (تذکرہ صفحہ ۲۵) یہ دعا بھی کلماتِ وحی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۱۸۸۰ء میں الہام ہوئے اس ورد میں تسبیح وتحمید بھی ہے اور درود بھی۔اس تعلق میں دیکھئے کتاب الاذان، أبواب صفة الصلاة تشریح باب ۱۴۸ تا ۱۵۰۔

بَاب ١١

قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ

اللہ عز وجل کا یہ فرمانا: ابراہیمؑ کے مہمان کا واقعہ انہیں بتاؤ، جب وہ اس کے پاس آئے (الحجر:٥٢-٥٣)

لَا تَوْجَلْ (الحجر: ٥٤) لَا تَخَفْ. وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى (البقرة: ٢٦١)

لَا تَوْجَلْ کے معانی ہیں تُو خوف نہ کر۔ اور جب ابراہیمؑ نے کہا: اے میرے ربّ مجھے دکھلا کہ تُو مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے۔....

٣٣٧٢: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيْمَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ (البقرة: ٢٦١) وَيَرْحَمُ اللهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيْدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُوْلَ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ.

٣٣٧٢: احمد بن صالح نے ہم سے بیان کیا کہ (عبداللہ) بن وہب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: مجھے یونس نے خبر دی۔ انہوں نے ابن شہاب سے، انہوں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور سعید بن مسیّب سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شک کے ابراہیمؑ سے ہم زیادہ حق دار ہیں کہ یہ کہتے: اے میرے ربّ! مجھے دکھا کہ تُو مُردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے؟ اللہ نے فرمایا: اے ابراہیم! کیا تجھے یقین نہیں؟ کہا: کیوں نہیں مجھے اس پر پورا یقین ہے۔ مگر میری درخواست اس لئے ہے کہ تا میرا دل پورے طور پر تسلی پا جائے۔ اور اللہ لوطؑ پر رحم کرے کہ وہ کسی مضبوط سہارے کی پناہ لینا چاہتے تھے۔ اور اگر میں قید خانہ میں اتنا عرصہ رہتا جتنا کہ یوسفؑ رہے تو جو بلانے والا شخص آیا تھا، میں اس کی بات مان لیتا۔

اطرافہ: ٣٣٧٥، ٣٣٨٧، ٤٥٣٧، ٤٦٩٤، ٦٩٩٢.

تشریح: **وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرَاهِيْمَ:** محولہ آیت حصہ ہے سورۃ الحجر کی ان آیات کا جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمان آنے کا ذکر ہے اور بڑھاپے کی عمر میں انہیں ایک بڑے عالم بیٹے کی بشارت دی گئی۔ مہمانوں کی یہ آمد ناگہانی تھی اور غیر معمولی حالات دیکھ کر آپؑ کو خوف محسوس ہوا۔ جس کا اظہار آپؑ نے اپنے مہمانوں سے کیا۔ مہمانوں نے کہا: آپؑ کسی بات کا خوف نہ کریں۔ پھر انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک لڑکا دیئے جانے کی بشارت دی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک منذر خبر بھی دی کہ وہ ایک مجرم قوم کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ سورۃ الحجر کی ان آیات سے سنت اللہ ظاہر ہے کہ اماتت واحیاء کی دو تقدیریں پہلو بہ پہلو کارفرما ہوتی ہیں۔ ان آیات کے سیاق کو مدنظر رکھتے ہوئے عنوانِ باب میں سورۃ البقرہ کی آیت کے حوالے کی مناسبت ظاہر ہے اور روایت زیر باب سے اس امر کی نفی کی گئی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ سے متعلق کوئی شک تھا۔ پوری آیت یہ ہے: وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (البقرۃ: ۲۶۱) اور (اس واقعہ کو یاد کرو) جب ابراہیمؑ نے کہا تھا کہ اے میرے ربّ! مجھے بتا کہ تو مردے کس طرح زندہ کرتا ہے۔ فرمایا کہ کیا تو ایمان نہیں لا چکا۔ (ابراہیمؑ نے) کہا: کیوں نہیں (ایمان تو بے شک حاصل ہو چکا ہے) لیکن اطمینانِ قلب کی خاطر (میں نے یہ سوال کیا ہے) فرمایا: اچھا تو چار پرندے لے اور ان کو اپنے ساتھ سدھا لے۔ پھر ہر ایک پہاڑ پر ان میں سے ایک (ایک) حصہ رکھ دے۔ پھر انہیں بلا، وہ تیری طرف تیزی کے ساتھ چلے آئیں گے اور جان لے کہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

ان آیات میں فَصُرْهُنَّ کا لفظ آیا ہے، اس کا معنی قیمہ کرنا جو بعض روایات میں وارد ہوا ہے، وہ مردود ہے۔ یہ معنی اسرائیلیات میں سے ہیں۔ جب صَارَ يَصُوْرُ کے ساتھ حرف جر اِلٰی بطور صلہ استعمال ہوا ہو تو اس کے معنی مائل کرنے اور مانوس کرنے کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ امام ابن حجر نے اس کے معنی بحوالہ عیاض اَمِلْهُنَّ بیان کئے ہیں اور لکھا ہے کہ کاٹنے کے معنی غیر معروف ہیں۔ ابن التینؒ نے مائل کرنے کے معنی کی تائید کی ہے۔ (فتح الباری، شرح کتاب التفسیر، سورۃ البقرۃ، باب ۴۶) عربی زبان میں کہتے ہیں: صَارَ الْغُصْنَ اِلَيْهِ۔ شاخ کو اپنی طرف جھکایا تا پھل توڑا جائے۔ (اقرب الموارد - صار یصور) پس فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ کے معنی اپنی طرف مائل کرنے کے ہیں نہ کہ قیمہ کرنے کے۔

نَحْنُ اَحَقُّ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ: اس جملے کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ احیاء کے بارے میں قطعاً کوئی شک نہیں تھا۔ اگر ان کی نسبت یہ خیال درست ہو تو پھر ہم ایسے خیال کرنے کے زیادہ سزاوار ہیں۔ لیکن ہمیں تو اللہ کی قدرتِ اَحیاء کی نسبت کوئی شک نہیں۔ پھر حضرت ابراہیمؑ جیسے عظیم الشان نبی کے بارے میں ایسا خیال کیونکر درست ہوسکتا ہے، یہ مفہوم ہے اس جملے کا۔ ان الفاظ سے اس غلط خیال کی نفی فرمائی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی شک تھا اور اس اسلوب کلام کی دو مثالیں دے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مدعا و منشا کو واضح کیا ہے۔

ایک حضرت لوطؑ کے کلام سے قَالَ لَوْ اَنَّ لِی بِکُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیۤ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ (ھود:۸۱) اس نے کہا: کاش مجھے تمہارے مقابلہ میں (کسی قسم کی) قوت (حاصل) ہوتی (تو میں تمہارا مقابلہ کرتا) لیکن اگر یہ نہیں تو یہی صورت باقی ہے کہ میں ایک زبردست جائے پناہ کی طرف جھکوں۔ یہاں ان کا قول اَوْ اٰوِی اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ شک کے مفہوم میں وارد نہیں ہوا۔ بلکہ حرف اَوْ، بَلْ کے معنی میں ہے۔ یعنی مجھے ایک نہایت زبردست سہارے کی پناہ حاصل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مفہوم کو الفاظ یَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ کَانَ یَأْوِی اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ سے بیان فرمایا ہے اور جیسا کہ ان کے نہایت قوی ایمان باللہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فرستادوں نے ان سے کہا: یَا لُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ یَّصِلُوْا اِلَیْکَ (ھود: ۸۲) یعنی اے لوطؑ! ہم یقیناً تیرے ربّ کے فرستادہ ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ تجھ تک ہرگز نہیں پہنچیں گے۔

دوسری مثال آپؐ نے اپنے ایمان و عرفانِ کامل اور توکل علی اللہ کے انتہائی مقام کی دی۔ فرمایا: اگر میں حضرت یوسفؑ کی طرح قید خانہ میں ہوتا اور مجھے بادشاہ کی طرف سے بلایا جاتا تو میں فوراً چلا جاتا۔ حضرت یوسفؑ کی طرح اپنے خلاف الزام دینے والی عورتوں سے پوچھنے کا مطالبہ نہ کرتا۔ (یوسف:۵۱، ۵۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ظاہر ہے کہ آپؐ کی نظر اللہ تعالیٰ پر تھی۔ لوگوں کی چہ میگوئیاں آپؐ کی چشمِ حقیقت بین میں بے حقیقت تھیں۔ آپؐ ماسوی اللہ کو محض ایک مردہ یقین کرتے تھے۔ اس لئے غیر اللہ کے سامنے اپنی صفائی کا سوال ہی آپؐ کے دل میں پیدا نہ ہوتا اور بادشاہ کے بلانے پر آپؐ فوراً چلے جاتے۔ کتنا عظیم الشان فرق ہے، آپؐ کے عرفان میں اور حضرت یوسفؑ کے عرفان میں۔

مذکورہ بالا مثالوں سے حضرت ابراہیمؑ کے مقامِ عرفان و یقین کو بہت اَرفع بتایا گیا ہے۔ کجا یہ کہ ان کے قول وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِی کو کسی شک پر محمول کیا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کوئی ایسا نشان دیکھنا چاہتے ہیں جس سے انہیں اطمینان حاصل ہو کہ ان کی بعثت کی غرض وغایت پایۂ تکمیل کو پہنچے گی۔ چنانچہ آپؑ پر بحالت مکاشفہ ظاہر کیا گیا کہ چار طیورِ روحانیہ کی تربیت کے ذریعہ یہ غرض مکمل ہوگی۔ فَصُرْهُنَّ اِلَیْکَ کے معنی ہیں کہ انہیں سِدھا اور اپنے ساتھ مانوس کر کہ وہ تیری پیروی کریں اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک پہاڑ پر ٹھہرا۔ پھر انہیں بلا کہ وہ تیرے پاس پرواز کرتے ہوئے آئیں اور تیری دعوت کو پوری جدوجہد کے ساتھ پہنچائیں۔ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ۔ آیت کے اس آخری حصے سے ظاہر ہے کہ حضرت ابرہیم علیہ السلام میں صفت عزیزیت، حکیمیت کی نسبت اضافہ پر اضافہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کی وحی و مکاشفہ سے آپؑ کے دل کو کامل اطمینان حاصل ہوا کہ جس غرض وغایت کے لئے وہ مبعوث ہوئے ہیں وہ غرض کمال کو پہنچے گی۔ بعض مفسرین نے آیت فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْکَ .... کو مثال پر محمول کیا ہے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی درخواست رَبِّ اَرِنِی کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی سے ظاہر ہے کہ آپؑ کوئی نشان دیکھنا چاہتے ہیں اور آپؑ کی یہ خواہش مشاہدہ محض مثال سے پوری نہیں ہوسکتی۔ بلکہ آپؑ کو بذریعہ وحی و مکاشفہ دور دراز زمانے سے متعلق واقعات کا مشاہدہ کرایا گیا ہے۔ جن کا تعلق آپ کی اغراضِ بعثت سے ہے اور جیسا کہ کتاب پیدائش کے حوالوں سے بتایا جاچکا ہے کہ آپؑ سے بڑھاپے کی عمر میں اور مایوس کن حالات میں ذریت طیبہ اور ایک پاکیزہ اطوار نسل کا وعدہ کیا گیا اور

آپؑ کو کھلے الفاظ میں بے شمار برکات کے وعدے دیئے گئے تھے اور جب اولاد پیدا ہوئی تو آپؑ کے عمل سے آپؑ کے مکاشفات کی تعبیر اَمر واقعہ کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو وادیٔ فاران میں متمکن کیا گیا۔ جہاں ایک قدیم بیت اللہ کی اَز سرِ نو بنیاد اُٹھائی گئی اور دوسرے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام جبل موریا پر ایک بیت ایل کے پاس ٹھہرائے گئے اور اسی پہاڑ پر حضرت یعقوب علیہ السلام کے قیام ودعوتِ توحید کا تعلق ہے اور حضرت موسیٰ کے لئے جبل طور مخصوص کیا گیا اور پھر آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور بھی حسب تصریح یسعیاہ نبی (علیہ السلام) جبالِ فاران سے ہوا۔ اس طرح واقعات نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مکاشفہ کی تعبیر آشکار کردی ہے اور ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ایمان ویقین کو وحی ومکاشفات سے بڑھ کر اور کونسی شئے مضبوط کرسکتی ہے۔ خصوصاً جبکہ بشارات کا ایک حصہ اپنی زندگی میں اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھ چکے ہوں۔

یہ امر مذکورہ بالا واقعہ مکاشفہ ہے جو قدرتِ اِحیاء سے متعلق ہے۔ آیات کے سیاق وسباق سے واضح ہے جس کا موضوع ہی مردہ قوم کی زندگی سے ہے۔ اس سے قبل حضرت حزقیل علیہ السلام کے مکاشفہ کا ذکر ہے جو ان کی کتاب کے باب ۳۷ میں بیان ہوا ہے۔ اور ان کے مکاشفہ سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی گفتگو کا ذکر ہے جس کا موضوع بھی اماتت واِحیاء سے ہے۔ غرض سارے رکوع کی آیات کا موضوع ہی قدرتِ اماتت اور ایسے احیاء سے ہے (فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ) جس سے کفار دنگ رہ جائیں اور آج تک غیر مذاہب میں سے منصف مزاج، روشن ضمیر اور مذہبی وملی تعصّبات سے آزاد اَشخاص غیر مبہم الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں اور انفاسِ قدسیہ کی برکت سے حیرت انگیز معجزہ احیاء کے معترف ہیں۔ نہ صرف عربستان کے اندر بلکہ اس کے مشارق ومغارب اور شمال وجنوب کے ممالک میں جو حیرت انگیز اور دیرپا انقلاب واقع ہوا ہے، وہ اسلامی فتوحات کی وسعت سے ظاہر ہے کہ دو صدیاں نہیں گزرنے پائیں بلکہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے ایام ہی میں شام ومصر اور حبشہ وسوڈان اور ایران وخراسان، باختر وبلخ وبخارا، بلاد افغانستان اور شمالی ہند اور شمالی افریقہ کی معروف آبادیاں اور بحر متوسط کے متعدد جزائر سپین و پرتگال اور برّ فرانس کے ایک حصہ پر اسلامی پھریرا لہرا رہا تھا اور یہ فتوحات صرف سیاسی قسم کی نہ تھیں بلکہ افکار وکردار پر معنوی اعتبار سے اثر انداز ہونے کے علاوہ دور رَس نتائج پیدا کرنے والی ثابت ہوئیں اور تین صدیوں کے بعد جو وقفہ واضمحلال پیدا ہوا ہے، وہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح پیشگوئیوں کے مطابق ایک عارضی وقفہ ہے جس کے بعد قتل دجال کا قیامت خیز واقعہ اپنی پوری تفاصیل سے بروئے کار لایا جانے والا ہے۔ اور اس کے بعد احیاءِ ثانی کا وہ دور شروع ہونے والا ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کے مطابق تمام دنیا کی قومیں برکت پائیں گی۔

غرض نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس موعودہ احیاء کے بارے میں کوئی تذبذب تھا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اتفاق تصور کریں یا سچ مچ مشیّتِ الٰہی سمجھیں کہ دنیا بھر کے انقلابات اماتت واحیاء کی تاریخ کا گہوارہ اور اصل مرکز مشرقِ وسطیٰ کا وہ علاقہ ہے جس کا نام ہلال خصیب ہے جو طورِ سینا کے دامن سے شروع ہوتا، وادی فاران وتیما

کو چھوتا ہوا شام کے جنوبی اطراف میں گزرتا اور اَرضِ فلسطین تک ممتد ہے۔ اسی مبارک علاقے کے وہ مقدس پہاڑ ہیں جنہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں نے برکت دی اور جوان کی ذریت کے ورثے میں آئے اور جہاں سے طوفانِ نوح کے بعد انسانی تمدن و تہذیب کے نشو ونما کا آغاز ہوا ہے۔ تاریخ کا یہ حصہ تفصیلات کا محتاج ہے مگر شرح صحیح بخاری میں اس کی گنجائش نہیں۔ مصر جو قدیم ترین تہذیب کا مرکز سمجھا جاتا ہے، اس کے بانی مبانی وہ عربی اقوام ہیں جو تاریخ قدیم میں گڈریوں کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ انگریزی میں ان کا نام Hyksos یا Shepherd Kings ہے۔ عمالقہ وفراعنہ مصر نے ان سے جنم لیا اور ایک عظیم مملکت کی بنیاد ڈالی۔ دیکھئے کتاب The Martyrdom of Man, Chapter 1: War, Egypt یہ بدوی اقوام مصر میں حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار سال قبل حکمران تھیں۔ تاریخ عرب میں ملوک الرعاۃ کے نام سے مشہور ہیں۔ رعاۃ جمع ہے راعی کی جس کے معنی ہیں چرواہا۔ خلاصہ یہ کہ آیت فَصُرْهُنَّ کا تعلق ایک عظیم الشان مکاشفہ اور وحیِ الٰہی سے ہے۔ جس کی تعبیر امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ واضح سے واضح تر ہوتی چلی گئی ہے۔

بَاب ١٢: قَوْلُ اللهِ تَعَالَى

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: تم اسماعیل کا ذکر قرآن مجید کے بیان کے مطابق سناؤ۔ یقیناً وہ وعدے کا سچا تھا (مریم:٥٥)

٣٣٧٣: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَفَرٍ مِنْ أَسْلَمَ يَنْتَضِلُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْمُوا بَنِي إِسْمَاعِيْلَ فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا ارْمُوا وَأَنَا مَعَ بَنِي فُلَانٍ قَالَ فَأَمْسَكَ أَحَدُ الْفَرِيْقَيْنِ بِأَيْدِيْهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا

٣٣٧٣: قتیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ حاتم (بن اسماعیل) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یزید بن ابی عبید سے، انہوں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسلم قبیلہ کے کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو آپس میں تیر اندازی کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسماعیل کے بیٹو! تیر اندازی کرو۔ کیونکہ تمہارے دادا تیر انداز تھے۔ تیر اندازی کرو۔ اور میں فلاں (یعنی ابن ادرع) کے بیٹوں کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (حضرت سلمہؓ نے) کہا: ان دو فریقوں میں سے ایک نے اپنے ہاتھ روک لئے۔

لَكُمْ لَا تَرْمُوْنَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ نَرْمِي وَأَنْتَ مَعَهُمْ قَالَ ارْمُوا وَأَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا، تیر نہیں چلاتے۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپؐ ان کے ساتھ ہوں اور ہم تیر چلائیں۔ آپؐ نے فرمایا: تیر چلاؤ اور میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

اطرافہُ: ٢٨٩٩، ٣٥٠٧۔

تشریح: وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِسْمَاعِيْلَ: محولہ آیات کے لئے دیکھئے سورۃ مریم آیات ۵۵، ۵٦۔ ان آیات کا ترجمہ یہ ہے: اور تو قرآن کے مطابق اسماعیل کا بھی ذکر کر۔ وہ بھی یقیناً سچے وعدوں والا اور رسول (اور) نبی تھا اور اپنے اہل کو نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کرتا رہتا تھا اور اپنے ربّ کے نزدیک پسندیدہ (وجود) تھا۔

کتاب الشہادات باب ٢٨ کے عنوان میں مذکورہ بالا آیت کا حوالہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صدقِ وعدہ کی خوبی کا ذکر گزر چکا ہے۔ عہد قدیم کے صحیفوں میں سے ان کا ذکر متعدد جگہوں میں وارد ہوا ہے۔ مثلاً پیدائش باب ١٧ آیات ٢٠، ٢١ میں ہے: ”اور اسماعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دعا سنی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے برومند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔“ اور اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ صغر سنی میں ان کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو آسمان سے ایک فرشتے نے پکار کر کہا: ”اے ہاجرہ! تجھ کو کیا ہوا؟ مت ڈر کیونکہ خدا نے اُس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا ہے، اس کی آواز سن لی ہے۔ اُٹھ اور لڑکے کو اُٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال۔ کیونکہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا، پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا۔...“ (پیدائش باب ٢١ آیات ١٧ تا ١٩) یہی وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی ان کے حق میں کیا گیا ہے۔ لکھا ہے: ”اور ابراہیم نے خدا سے کہا کہ کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے... اور اسماعیل کے حق میں بھی میں نے تیری سنی۔“ (پیدائش باب ١٧ آیات ١٨ تا ٢٠) باوجود اس کے عیسائی ان کی نبوت سے منکر ہیں۔ چونکہ بنو اسرائیل نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ قرار دیا ہے، اس لئے عہد نامہ قدیم کے صحیفوں میں اس تعلق میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر عمداً نظر انداز کیا گیا ہے جس سے ان کے صادق الوعد اور نبی ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ قرآنِ مجید نے صحف قدیم کے اس سقم کی اصلاح فرمائی ہے۔ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رویاء کا ذکر ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا ہے: قَالَ يَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ط سَتَجِدُنِي اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ ٥ (الصّٰفّٰت: ١٠٣) یعنی اسماعیلؑ نے رویاء سن کر کہا: اے میرے باپ جو حکم آپؐ کو دیا جاتا ہے، وہی کریں۔ آپؐ مجھے صابر پائیں گے۔ چنانچہ بعد کی آیات سے ظاہر ہے کہ انہوں نے باپ سے جو وعدہ کیا تھا، اسے پورا کیا۔ اسی وجہ سے انہیں صادق الوعد سے ملقب فرمایا ہے: وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا (مریم: ٥٦) اور وہ اپنے ربّ کے حضور پسندیدہ تھا۔

بَاب١٣ : قِصَّةُ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کا بیان

فِيْهِ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اس (باب) میں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

تشریح: **قِصَّةُ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ:** امام بخاریؒ نے اس باب کے تحت کوئی روایت نقل نہیں کی۔ بلکہ صرف ابن اسحاق کی اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کے بارے میں انہوں نے نقل کی ہے۔ یعنی یہ کہ حضرت ہاجرہ اور حضرت سارہ علیہا السلام ایک ہی وقت میں حاملہ ہوئیں اور جنیں۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ٥٠١) یہ درست نہیں اور محض ایک قصہ ہے جس کی کوئی صحیح سند نہیں۔

فِيْهِ ابْنِ عُمَرَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کے لئے دیکھئے باب١٩ روایت نمبر٣٣٩٠۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت اگلے باب میں دیکھئے روایت نمبر٣٣٧٤ جس میں حضرت یوسف علیہ السلام نبی اللہ سب سے بڑھ کر شریف النفس قرار دیئے گئے ہیں جو حضرت یعقوب نبی اللہ کے بیٹے اور حضرت اسحاق نبی اللہ کے پوتے اور حضرت خلیل اللہ کے پڑپوتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالے سے یہی بتانا مقصود ہے اور باقی روایتیں ساقط الاعتبار ہیں۔

بَاب ١٤

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ إِلَى قَوْلِهِ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ

کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب پر موت کا وقت آیا... اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں

(البقرة:١٣٤)

٣٣٧٤: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ سَمِعَ الْمُعْتَمِرَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِي سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قِيْلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ أَكْرَمُهُمْ أَتْقَاهُمْ قَالُوْا يَا نَبِيَّ اللهِ لَيْسَ عَنْ هَذَا

٣٣٧٤: اسحاق بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے معتمر سے سنا۔ انہوں نے عبیداللہ (عمری) سے، عبیداللہ نے سعید بن ابی سعید مقبری سے، سعید نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: لوگوں میں سب سے زیادہ شریف کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ان میں سب سے زیادہ شریف وہ ہے جو ان میں سب سے بڑھ کر متقی ہے۔ لوگوں نے کہا: یا نبی اللہ! اس کے

نَسْأَلُكَ قَالَ فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوْسُفُ نَبِيُّ اللهِ ابْنُ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللهِ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ قَالَ أَفَعَنْ مَّعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنَنِي قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا.

متعلق ہم آپؐ سے نہیں پوچھتے۔ آپؐ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے بڑھ کر شریف یوسفؑ ہیں جو اللہ کے نبی ہیں، نبی اللہ کے بیٹے ہیں، نبی اللہ کے پوتے ہیں، خلیل اللہ کے پڑپوتے ہیں۔ انہوں نے کہا: اس کے متعلق بھی ہم آپؐ سے نہیں پوچھتے۔ آپؐ نے فرمایا: تو پھر کیا عربوں کے خاندانوں سے متعلق مجھ سے پوچھتے ہو؟ کہنے لگے: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے جو جاہلیت میں اچھے تھے، وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں۔ بشرطیکہ دین کی باتیں سیکھیں۔

اطرافہُ: ٣٣٥٣، ٣٣٨٣، ٣٤٩٠، ٤٦٨٩.

تشریح: **اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ:** ترجمہ آیت یہ ہے۔کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب پر موت (کی گھڑی) آئی (اور) جب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے جواباً کہا کہ ہم تیرے معبود اور تیرے باپ دادوں ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی جو ایک ہی معبود ہے، عبادت کریں گے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔

حدیث زیر باب میں حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کے نبی ہونے کی نسبت بھی صراحت ہے۔

اَفَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ: یعنی باعتبار اصل دریافت کرتے ہو تو اس کا جواب یہ ہے: فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ۔ تم میں سے جو لوگ بحیثیت اخلاقِ فاضلہ جاہلیت میں اچھے تھے، وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں۔ اِذَا فَقِهُوْا بشرطیکہ دین میں سمجھ دار ہوں۔ ایسے لوگ جاہلوں سے افضل ہیں خواہ وہ اخلاق میں اچھے ہوں۔ یعنی وہ اپنے اندر خوبیاں جمع رکھتے ہیں۔ ایک نیکی اور دوسری علم کی۔ اس تعلق میں کتاب العلم باب۲ کی تشریح بھی دیکھئے۔

بَاب ١٥ : وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ○

اور (ان سے) لوط کا (ذکر کر) جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم بدکاری کا ارتکاب کرتے ہو حالانکہ تم دانا و بینا ہو

اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ

تم ہو کہ عورتیں چھوڑ کر مردوں سے شہوت رانی کرتے ہو۔ (تم دانائی سے کام نہیں لیتے) بلکہ ایسے لوگ ہو جو

تَجْهَلُوْنَ ○ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ○ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ○ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ○ (النمل:٥٥-٥٩)

جہالت کے کام کرتے ہو۔ پھر اس کی قوم سے کوئی جواب نہ بنا۔ سوا اس کے کہ یہ کہا: اپنی بستی سے تم لوط کا خاندان نکال دو۔ یہ تو ایسے لوگ ہیں جو پاکیزہ بنتے ہیں۔ پھر ہم نے اس کو اور اس کے اہل کو بچالیا، سوا اُس کی بیوی کے جس کے لئے ہم نے فیصلہ کردیا کہ وہ ان پیچھے رہنے والوں میں ہی رہے اور ہم نے ان پر مینہ برسایا اور بُرا ہی مینہ برسا ان پر جنہیں خطرے سے پہلے آگاہ کردیا گیا تھا۔

٣٣٧٥: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَغْفِرُ اللهُ لِلُوْطٍ إِنْ كَانَ لَيَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيْدٍ.

٣٣٧٥: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا۔ شعیب نے ہمیں خبردی کہ ابوالزناد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوطؑ کو اللہ بخشے وہ کسی مضبوط سہارے کی پناہ میں جانا چاہتے تھے۔

اطرافهُ: ٣٣٧٢، ٣٣٨٧، ٤٥٣٧، ٤٦٩٤، ٦٩٩٢۔

بَاب ١٦ : فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۣ الْمُرْسَلُوْنَ ۙ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ○

جب بھیجے ہوئے لوط کے خاندان کے پاس آئے۔ لوط نے کہا: تم تو اوپرے لوگ ہو

(الحجر: ٦٢-٦٣)

بِرُكْنِهٖ (الذاريات: ٤٠) بِمَنْ مَّعَهُ لِأَنَّهُمْ قُوَّتُهُ. تَرْكَنُوْٓا (هود: ١١٤) تَمِيْلُوْا. فَأَنْكَرَهُمْ وَ نَكِرَهُمْ وَاسْتَنْكَرَهُمْ وَاحِدٌ.

فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ یعنی اپنے ساتھیوں سمیت پیٹھ موڑ کر چل دیا۔ ان کو اس لئے رُکن کہتے ہیں کہ وہ اس کی قوت ہوتے ہیں۔ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا... یعنی جو ظالم ہیں تم ان کی طرف نہ جھکو۔ اَنْكَرَ، نَكِرَ اور اِسْتَنْكَرَ کے معنی ایک ہی ہیں۔ یعنی انہیں اوپرا سمجھا۔

يُهْرَعُوْنَ (هود: ٧٩) يُسْرِعُوْنَ. دَابِر (الحجر: ٦٧) آخِرٌ. صَيْحَةٌ (يس: ٣٠، ص: ١٦) هَلَكَةٌ. لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ (الحجر: ٧٦) لِلنَّاظِرِيْنَ. لَبِسَبِيْلٍ (الحجر: ٧٧) لَبِطَرِيْقٍ.

يُهْـرَعُوْنَ کے معنی ہیں وہ دوڑتے آئے۔ دَابِـرٌ کے معنی ہیں آخر تک۔ صَيْـحَةٌ کے معنی ہلاکت۔ لِـلْـمُتَـوَسِّمِيْنَ کے معنی ہیں غور سے دیکھنے والوں کے لئے۔ لَبِسَبِيْل کے معنی ہیں راستے ہی میں ہیں۔

٣٣٧٦: حَدَّثَنَا مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القمر: ١٦).

۳۳۷۶: محمود (بن غیلان) نے ہمیں بتایا کہ ہم سے ابواحمد (محمد بن عبداللہ زبیری) نے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابواسحاق (سَبِیعی) سے۔ انہوں نے اسود (بن یزید) سے، اسود نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورۃ القمر کی اس آیت کو) یوں پڑھا: فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔ {پس ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا}

اطرافه: ٣٣٤١، ٣٣٤٥، ٤٨٦٩، ٤٨٧٠، ٤٨٧١، ٤٨٧٢، ٤٨٧٣، ٤٨٧٤۔

تشریح: وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ ....: سورۃ الاعراف میں بھی یہ آیات چند الفاظ کے فرق سے ہیں وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ اَتَأْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ... فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ○ (الأعراف: ٨١) اور (ہم نے) لوط کو بھی (اس کی قوم کی طرف رسول کر کے بھیجا تھا) جب اس نے (جا کر) اپنی قوم سے کہا: کیا تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے ساری قوموں میں سے کسی نے نہیں کی تھی۔ کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت کے ارادہ سے آتے ہو۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ تم حد سے بڑھنے والی قوم ہو۔

تورات نے حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق بتایا ہے کہ وہ حاران کے بیٹے تھے اور حاران حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھائی تھا۔ لکھا ہے کہ تارح ابوابراہیم کے دواور بیٹے نحور اور حاران پیدا ہوئے۔ اس بیان کی رو سے حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سگے بھتیجے ہیں۔ (پیدائش باب ۱۱ آیت ۲۷) اور انہوں نے اپنی بستی اُور سے ان کے ساتھ ہجرت کی۔ (پیدائش باب ۱۱ آیت ۳۱) اور باب ۱۲ سے ظاہر ہے کہ جب وہ بحکم الٰہی اپنی ہجرت گاہ حاران سے کنعان کی طرف چلے تو حضرت لوطؑ بھی ان کے ساتھ تھے اور باب ۱۳ میں ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے بمشورہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یردن کے نشیب کا سرسبز علاقہ اپنے لئے چنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام خود علاقہ کنعان

(فلسطین) میں رہے۔ اسی باب میں ذکر ہے کہ علاقہ سدوم میں انہوں نے سکونت اختیار کی اور یہاں کے باشندے نہایت بدکار اور گنہگار تھے اور مضافات کے چار بادشاہوں اور عمالیق اور اموریوں کے درمیان ایک لڑائی کا بھی ذکر ہے جس میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے بال بچے اور دیگر ساتھی بطور اسیر جنگ ان کے قبضہ میں آئے اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے تین سو اٹھارہ مشاق خانہ زادوں کو لے کر دان مقام تک ان بادشاہوں کا تعاقب کیا اور رات کو انہوں نے غول غول ہوکر ان پر دھاوا بولا اور مارا اور خوبہ تک جو دمشق کے بائیں ہاتھ ہے، ان کا پیچھا کیا اور وہ سارے مال کو اور اپنے بھتیجے لوط کو اور اس کے مال اور عورتوں کو بھی اور دوسرے لوگوں کو واپس پھیر لائے اور ملک صدق سالم کے بادشاہ نے جو خدا تعالیٰ کا کاہن تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا استقبال کیا اور ان کو مبارک دی۔ (پیدائش باب۱۴ آیات ۱تا۲۰)

عہد قدیم کی تاریخ سے مذکورہ بالا اقتباس نقل کیا گیا ہے کہ اس سے وہ علاقہ متعین ہوتا ہے جس کی تباہی کا ذکر سورۃ الاعراف کی مذکورہ بالا آیت میں ہے اور حضرت لوط علیہ السلام کی مخالفت کے نتیجہ میں یہ تباہی ان پر آئی۔ قرآنِ مجید میں حضرت لوط علیہ السلام بھی نبی قرار دیئے گئے ہیں۔ برخلاف بیان تورات کے کہ وہ نبی چھوڑ ایک غیر صالح شخص معلوم دیتے ہیں۔ (پیدائش باب۱۹ آیات ۳۰ تا ۳۸) بحالیکہ باب ۱۸ میں ذکر ہے کہ خداوند نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ سدوم کی بستی سے نیکوں کو بچایا جائے گا اور تباہ ہونے نہیں دیا جائے گا اور وہ اس تباہی سے بچائے گئے۔ یہ تباہی کس قسم کی تھی؟ سورۃ الاعراف کی مذکورہ بالا آیت میں یہ مَطَرٌ سے تعبیر کی گئی ہے۔ مَطَرٌ کے معنی ہیں برساؤ۔ اور سورۃ ھود آیت ۸۳ میں فرماتا ہے: فَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ۝ یعنی جب ہمارا فیصلہ آ گیا تو ہم نے اس (بستی) کو تہ و بالا کر دیا اور اس پر ہم نے تہ بہ تہ خشک مٹی سے بنے ہوئے پتھر برسائے۔ یہی مضمون سورۃ الحجر آیت ۷۵ میں ہے۔ اور سورۃ الشعراء آیت ۱۷۴ میں بھی ایک بُرے برساؤ کا ذکر ہے۔ فرماتا ہے: وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ۔ ہم نے ان پر برساؤ کیا۔ بہت برا ہے ان کا وہ برساؤ جنہیں خطرے سے آگاہ کر دیا گیا ہو۔ سورۃ النمل آیت ۵۹ میں بھی یہی الفاظ ہیں: وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۚ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ۔ سورۃ العنکبوت آیت ۳۵ میں بجائے مَطَرًا، رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ کے الفاظ ہیں۔ فرماتا ہے: اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ہم اس بستی پر ان کی نافرمانی کی وجہ سے آسمان سے ایک عذاب نازل کرنے والے ہیں۔ رِجْزٌ کے معنی ہیں عذاب، سزا۔ مِنَ السَّمَاءِ کے معنی ہیں آسمان سے یعنی ایسی سزا جو اٹل ہو۔ اس کے لئے الفاظ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ استعمال ہوئے ہیں۔ سورۃ الصافات آیت ۱۳۷ میں لفظ تَدْمِيْر ہے جس کا تعلق عمارتوں کی تباہی سے ہے۔ فرماتا ہے: ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ لوط اور اس کے ساتھیوں کو نجات دینے کے بعد دوسروں کو تباہ کر دیا۔ سورۃ الذاریات میں اس عذاب کو حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا قول بایں الفاظ منقول ہے: قَالُوْا اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ۝ (الذاريات: ۳۳ تا ۳۵)

انہوں نے کہا: ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تا کہ ان پر گیلی مٹی سے بنے ہوئے کنکر (پے دَر پے) برسائیں۔ جن پر تیرے ربّ کی طرف سے حد سے بڑھنے والوں کو سزا دینے کے لئے نشان لگایا گیا ہے۔سورۃ النجم آیت ۵۴ میں (اَلْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى) اُلٹائی ہوئی بستیوں کا ذکر ہے۔ثمود کا ذکر اس سے پہلے ہے اور یہ قرینہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ سے حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کا ذکر ہے۔اس سورۃ کے بعد سورۃ القمر ہے جس میں حَاصِبًا کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں کنکروں کا طوفان۔فرماتا ہے: اِنَّـا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّا آلَ لُوْطٍ ؕ نَـجَّيْنٰـهُمْ بِسَحَرٍ o .... ہم نے ان کے تباہ کرنے کے لئے بھی کنکروں سے بھری ہوئی ہوا چلائی۔(جس نے آلِ لوط کے سوا سب کو تباہ کر دیا) ہاں صبح کے وقت (جب وہ عذاب آیا تو) ہم نے لوط کے خاندان کو بچالیا۔یہ ہماری طرف سے ایک نعمت تھی۔اس کے لئے جو شکر کرتا ہے ہم اسے اسی طرح جزا دیا کرتے ہیں اور اس (یعنی لوط) نے ہمارے عذاب کی پہلے سے خبر دے دی تھی۔لیکن وہ نبیوں سے بحث کرنے لگ گئے۔(القمر :۳۵-۳۷) سورۃ التحریم میں حضرت نوح اور حضرت لوط علیہا السلام کی بیویوں کے متعلق آتا ہے: قِيْـلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ o (التحریم: ١١) {اور کہا گیا کہ تم دونوں داخل ہونے والوں کے ساتھ آگ میں داخل ہو جاؤ۔} آگ سے مراد جہنم کی سزا ہے۔

غرض مذکورہ حوالہ جات سے مطلق تباہی کا پتہ چلتا ہے خواہ شبخون سے ہوئی ہو یا شدید طوفان سے یا زلزلے سے۔میں نے یردن کی ترائی کا علاقہ دو دفعہ دیکھا ہے اور بحیرہ مردار تک گیا ہوں جس کا پانی سخت کھارا اور اتنا بوجھل ہے کہ میرے رفقاءِ سفر نے اس میں چھلانگیں لگائیں۔ان میں سے بعض تیرنا قطعاً نہیں جانتے تھے۔کوئی ڈوبا نہیں۔اریحا وغیرہ بستیوں میں کسی زلزلے کے آثار کا پتہ نہیں چلا۔البتہ یہ بتایا گیا کہ سدوم وغیرہ تباہ شدہ بستیاں وہاں تھیں جہاں بحیرہ مردار ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی تباہی کے متعلق لفظ **صَيْحَةٌ** آتا ہے جو جنگ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور اچانک عذاب کے معنوں میں بھی وارد ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ قوم نوح وعاد وثمود، قوم لوط اور اصحاب الایکہ والوں کی سزا کا ذکر کرنے کے بعد کفارِ قریش کی تباہی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: وَمَـا يَـنْـظُـرُ هٰٓـؤُلَاءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ o (ص: ۱۲ تا ۱٦) اور یہ لوگ صرف ایک اچانک آنے والے عذاب کا انتظار کر رہے ہیں جس میں کوئی وقفہ نہیں ہوگا۔ظاہر ہے کہ مکذبین رسول اللہ ﷺ جنگوں میں تباہ ہوئے اور اس تباہی کے لئے صَيْحَةً وَّاحِدَةً وارد ہوا ہے۔ امام ابن حجرؒ لکھتے ہیں: وَلَمْ اَعْرِفْ وَجْهَ دُخُوْلِهِ هُنَا لَكِنْ لَعَلَّهُ اَشَارَ اِلَى قَوْلِهِ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ فَاِنَّهَا تَتَـعَـلَّقُ بِقَوْمِ لُوْطٍ (فتح الباری جزء٦ صفحہ ۵۰۵) یعنی مجھے معلوم نہیں کہ مذکورہ بالا آیت کا یہاں قوم لوط کی تباہی کے تعلق میں ذکر کی کیا وجہ ہے؟ شاید آیت فَـاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ (الحجر: ۷۴) کی طرف اشارہ ہے۔یعنی موعود عذاب نے لوط کی قوم کو دِن چڑھتے ہی پکڑ لیا۔اس میں اس قوم کی تباہی کا ذکر ہے۔امام موصوفؒ کا یہ قیاس درست معلوم ہوتا ہے۔اس تباہی کی بابت جو مذکورہ بالا حوالے دیئے گئے ہیں، ان سے یہ احتمال بھی ہوتا ہے کہ ان کی تباہی بذریعہ یلغار وشبخون ہوئی ہو۔اس لئے مکذبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تباہی سے متعلق آیت کا حوالہ بلا وجہ نہیں۔

فَأَنْكَرَهُمْ وَنَكِرَهُمْ وَاسْتَنْكَرَهُمْ وَاحِدٌ: ضیف ابراہیم علیہ السلام کی آمد اور ضیف لوط علیہ السلام کی آمد ایک ہی غرض کے لئے تھی۔ ان کی آمد سے متعلق لفظ نَكِرَهُمْ اور اَنْكَرَهُمْ وارد ہوا ہے۔ ابوعبیدہ کے نزدیک دونوں لفظ اِسْتِنْكَار کے معنوں میں ہیں۔ یعنی ان کی آمد اُوپری سمجھی گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں ان کی آمد سے متعلق یہ آیت ہے: فَلَمَّا رَاٰى اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ ... (هود: ۷۱) پس جب اس نے ان کے ہاتھوں کو دیکھا کہ اس (کھانے) تک نہیں بڑھتے تو (اس نے) ان کے (اس) فعل کو غیر معمولی سمجھا اور اس (فعل) سے خطرہ محسوس کیا۔ (اس پر) انہوں نے کہا (کہ) تو خوف نہ کر ہمیں تو لوط کی قوم کی طرف بھیجا گیا ہے۔

اسی جگہ آیت ۷۸ میں ذکر ہے کہ ان کی آمد سے حضرت لوط علیہ السلام کو تکلیف محسوس ہوئی اور وہ غمگین ہوئے۔ وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ٥ (هود: ۷۸) اور جب ہمارے فرستادے لوط کے پاس آئے تو ان کی وجہ سے اسے غم ہوا اور اس نے دل میں تنگی محسوس کی اور کہا: آج کا دن (بہت) سخت معلوم ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا تکلیف دہ صورتِ آمد دیکھ کر حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا: اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ (الحجر: ٦٣) یہ وہی آیت ہے جو باب ١٦ کے عنوان میں مذکور ہے اور لفظ مُنْكَرُوْنَ، اَنْكَرَ سے ہے۔ جس کی عنوانِ باب میں شرح بیان کی گئی ہے کہ یہ لفظ اِسْتِنْكَار (ناپسندیدگی) کے مفہوم میں ہے اور عنوانِ باب میں جس لفظ يُهْرَعُوْنَ کی شرح يُسْرِعُوْنَ سے کی گئی ہے، یہ سورۃ ھود کی آیت ۷۹ میں وارد ہوا ہے۔ فرماتا ہے: وَجَاءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ط.....۔ اور اس کی قوم (غصہ سے) اس کی طرف بھاگتی ہوئی آئی اور (یہ پہلا موقع نہ تھا۔) پہلے (بھی) وہ (لوگ نہایت خطرناک) بدیاں کرتے تھے۔ اس نے کہا: اے میری قوم! یہ میری بیٹیاں (جو تمہارے ہی گھروں میں بیاہی ہوئی) ہیں۔ وہ تمہارے لئے اور تمہاری آبرو کے بچانے کے لئے نہایت پاک دل اور پاک خیال ہیں۔ پس تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میرے مہمانوں (کی موجودگی) میں مجھے رسوا نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی بھی سمجھ دار نہیں ہے۔

سورۃ الحجر آیت ۷۱ کو اس تعلق میں پڑھیں تو وہاں ذکر ہے: قَالُوْا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ انہوں نے حضرت لوطؑ سے کہا: کیا ہم نے باہر کے لوگوں کو (ہمارے علاقے میں) تمہارے پاس آنے سے تمہیں نہیں روکا تھا۔ ان کی دعوتِ توحید سب آس پاس کے قبائل کو تھی۔ حضرت لوطؑ کی مشرک قوم اس سے انہیں روکتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کے تعلقات اردگرد کے قبائل سے اچھے نہ تھے۔ جس کی وجہ سے حضرت لوط علیہ السلام پر پابندی عائد تھی۔ جیسا کہ آج تک بھی یہی دستور ہے کہ غیر علاقہ کے لوگ بغیر اجازت راہداری ملک میں داخل نہیں ہو سکتے۔ غرض عاید کردہ پابندی کی خلاف ورزی دیکھ کر ان کی بستی کے مشرک لوگ بگڑے اور معترض ہوئے۔

بِرُكْنِهٖ: یہ آیت فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (الذاريات: ۴۰) فرعون کی نسبت وارد ہوئی ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کے ذکر میں اس کا حوالہ بھی بلاوجہ نہیں۔اس حوالہ سے اَوْ آوِی اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ (ھود:٨١) کا مفہوم یہاں واضح کرنا مقصود ہے۔یعنی ان کا بھی ایک مضبوط جتھا تھا۔یہ شرح فراءنحویؒ کی ہے جن کے الفاظ بِمَنْ مَّعَهٗ لِاَنَّهُمْ قُوَّتُهٗ عنوانِ باب میں نقل کئے گئے ہیں۔(فتح الباری جزء٦صفحہ٥٠٤)ابوعبیدہؒ نے بھی اَوْ آوِی اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ سے (عَشِیْرَةٍ عَزِیْزَةٍ مَّنِیْعَةٍ) نہایت قوی طاقتور قبیلہ مراد لیا ہے جو دفاع کرنے پر قادر ہو اور مقابلے میں غلبہ حاصل کرنے والا ہو۔امام ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ کے مذکورہ بالا حوالہ آیت سے متعلق دو احتمالوں کا اظہار کیا ہے (وَهُوَ وَهُمٌ فَاِنَّهَا مِنْ قِصَّةِ مُوْسَى وَالضَّمِيْرُ لِفِرْعَوْنَ...) کہ اس کا تعلق حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ سے نہیں بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے ہے۔ بِرُکْنِهٖ میں ضمیر"ہ" کا تعلق فرعون سے ہے۔دوسرا احتمال یہ ہے کہ (اَوْ ذَکَرَهٗ اسْتِطْرَادًا لِقَوْلِهٖ فِی قِصَّةِ لُوْطٍ "اَوْ آوِی اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ") واقعہ لوط یعنی آیت اٰوِی اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ کے ضمن میں نقل کیا ہے۔میرے نزدیک یہ احتمال درست ہے۔امام بخاریؒ کے ذہن میں کسی ہمسایہ اور ہمدرد قوم کا شبخون ہے اور یہ کہ فرستادہ لوگ بطور پیشرو بھیجے گئے تھے تا حضرت لوطؑ اور ان کے اہل بیت اور ہمنوا ساتھیوں کو شبخون سے بچایا جاسکے۔اسی امر کے مدنظر مذکورہ بالا حوالوں اور ان کی شرح کا تعلق ہے۔

تَرْکَنُوْا تَمِیْلُوْا: یہ حوالہ بھی بلا تعلق نہیں۔حضرت لوطؑ اور ان کے ساتھیوں کا بچانا ضروری تھا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ (ھود:١١٤) اور تم ان لوگوں کی طرف جنہوں نے ظلم (کا شیوہ اختیار) کیا ہے نہ جھکنا ورنہ تمہیں (بھی جہنم کی) آگ (کی لپٹ) پہنچے گی اور اس وقت اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست (اور مددگار) نہ ہوگا اور تمہیں (کسی طرف سے بھی) مدد نہیں ملے گی۔

اسی طرح لفظ **دَابِرٌ** کی شرح (لفظ آخِرٌ سے) بھی ابوعبیدہؒ سے منقول ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَقَضَیْنَا اِلَیْهِ ذٰلِکَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَاءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِیْنَ (الحجر:٦٧) یعنی یہ بات ہم نے اسے یقینی طور پر بتادی کہ ان لوگوں کی جڑ صبح ہوتے ہی کاٹ دی جائے گی۔ دَابِرٌ کے معنی ہیں جڑھ جو تنے کا آخری حصہ ہوتی ہے۔الغرض اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ قوم لوط بالکل نیست و نابود کردی جائے گی۔

یُهْرَعُوْنَ: لفظ یُهْرَعُ کا معنی صرف اِسْرَاع (جلدی سے آنا) نہیں۔بلکہ ایسا آنا ہے جس میں غیض وغضب اور طیش ہو۔ابوعبیدہؒ نے اس کا مترادف یَسْتَحِثُّوْنَ بیان کیا ہے۔یعنی جلدی جلدی ہانکے جارہے ہیں۔نیز اس کے علاوہ اس میں خوف و دہشت کا مفہوم بھی ہے۔ایک شاعر کا قول ہے: بِمُعَجَّلَاتٍ نَحْوَهُمْ نُهَارِعُ اَیْ نُزْعَجُ مَعَ الْاِسْرَاعِ یعنی تیز روی کی مصیبتوں کے سبب سے ہم ان کی طرف لپکتے ہیں۔ یَزْعَجُوْنَ مَعَ الْاِسْرَاعِ یعنی اس میں علاوہ جلدی آنے کے برافروختگی اور برہمی اور جکڑنے کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔(فتح الباری جزء٦صفحہ٥٠٥)

لِلْمُتَوَسِّمِیْنَ کے معنی لِلنَّاظِرِیْنَ کئے گئے ہیں یعنی غور کرنے والوں کے لئے۔سورۃ الحجر آیت ٧٥ میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ یعنی اس (ذکر) میں غور کرنے والوں کے لئے یقیناً کئی نشان ہیں۔ یہ معنی مشہور عالم زبانِ عربی فراءؒ نے کئے ہیں۔ ابوعبیدہؒ نے مُتَوَسِّمِیْنَ کا مفہوم مُتَبَصِّرِیْنَ یعنی مُتَثَبِّتِیْنَ بتایا ہے۔ مشاہدات سے مثبت نتیجہ حاصل کرنے والے لوگ۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ ۵۰۵)

لَبِسَبِیْلٍ کے معنی لَبِطَرِیْقٍ کے کئے گئے ہیں یعنی راستہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِنَّهَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ یعنی لوط کی بستیاں (غیر معروف نہیں) بلکہ بڑے مستقل راستے ہی پر واقع ہیں۔ (الحجر: ۷۷) اس سے وہ کاروانی شاہراہ مراد ہے جو حجاز سے شام کو جاتی ہے۔ اس کے آس پاس ہی لوطؑ کی بستیاں تھیں جن کا نام و نشان مٹ گیا۔ مذکورہ بالا الفاظ کی شرح ضمنی تعلق کی وجہ سے باب میں شامل کی گئی ہے۔

امام ابن حجرؒ نے مذکورۃ الصدر شرح سے متعلق دو باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اوّل یہ شرح صرف مستملیؒ کے نسخہ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ دوسرے اس شرح کلمات کے بعد ثمود و صالح علیہ السلام کا واقعہ درج کیا ہے۔ (یعنی باب ۱۷) بحالیکہ ان کے ذکر کا اصل مقام عاد و هود علیہ السلام کے بعد ہے۔ (یعنی باب ٦ کے بعد) جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ سورۃ الحجر کے حوالہ جات کے تعلق کی وجہ سے اس قوم (یعنی ثمود) کا ذکر یہاں ضمناً وارد ہوا ہے۔
(فتح الباری جزء٦ صفحہ ۵۰۵)

روایت نمبر ۳۳۷٦ میں سورۃ القمر کی آیت فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ سے سورۃ الاعراف و سورۃ النمل کی مذکورہ بالا آیات پر غور کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اس آیت کے یہ معنی ہیں: سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

٭ بَاب ١٨ : اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ (البقرة: ١٣٤)

کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب پر موت کا وقت آیا

٣٣٨٢: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ الْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ

۳۳۸۲: اسحاق بن منصور نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالصمد نے ہمیں خبر دی۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ (عبداللہ بن دینار) سے، انہوں نے (حضرت عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: شریف، شریف کے بیٹے، شریف کے پوتے، شریف کے پڑپوتے

٭ باب ۱۷: قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالَى وَإِلٰى ثَمُوْدَ أَخَاهُمْ صَالِحًا کے لیے دیکھئے صفحہ ۲۰٦۔

إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ.

اطرافهُ: ٣٣٩٠، ٤٦٨٨.

حضرت یوسف ہیں۔ جو ابن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔

تشریح: **اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ:** اس آیت کا ترجمہ یہ ہے: کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب پر موت (کی گھڑی) آئی (اور) جب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے (جواباً) کہا کہ ہم تیرے معبود اور تیرے باپ دادوں ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی جو ایک ہی معبود ہے، عبادت کریں گے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ (البقرة: ١٣٤)

سورۃ البقرہ کی مذکورہ بالا آیت کے حوالہ سے انبیاء علیہم السلام کی نسبت ذکر کا تسلسل قائم کیا گیا ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ مذکورۃ الصدر حوالہ جات ضمنی ہیں۔ روایت زیر باب پہلے ایک اور سند سے گزر چکی ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ٣٣٧٤) حضرت یعقوبؑ کا نام اسرائیل الہامی نام ہے اور ایک مکاشفہ یا رویاء میں بطور پیشگوئی رکھا گیا تھا جس کا ذکر تورات کی کتاب پیدائش باب ٣٢ آیت ٢٤ تا ٣١ میں دیکھا جائے۔ اسی نام اسرائیل (اللہ کا بہادر سپاہی) سے ان کی قوم کا نام بنواسرائیل ہوا۔ قرآنِ مجید میں اسی نام اسرائیل کی نسبت سے اس قوم کو بار بار پکارا ہے۔ تا ان کی غیرت بھڑکے اور اپنے باپ دادا کی عزت کا پاس رکھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا بوقت وفات اپنی اولاد کو توحید باری تعالیٰ کی وصیت کرنے کا جو ذکر ہے اس بارے میں پیدائش باب ٤٨ آیت ٤، ١٤، باب ٤٩ آیت ٢٥ دیکھئے جن میں حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کی اولاد کو برکت دینے کا مفصل بیان ہے۔

بَاب ١٩: قَوْلُ اللهِ تَعَالَى

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ○ (یوسف: ٨)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: ان پوچھنے والوں کیلئے یوسف اور اس کے بھائیوں میں (عبرت کے) نشانات گزر چکے ہیں

٣٣٨٣: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ أَبِي سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ أَتْقَاهُمْ لِلَّهِ

٣٣٨٣: عبید بن اسماعیل نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابواسامہ سے، ابواسامہ نے عبیداللہ (عمری) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: سعید بن ابی سعید نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ شریف کون ہے؟ فرمایا: ان میں سے وہ جس نے سب سے بڑھ کر

قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَأَكْرَمُ النَّاسِ يُوْسُفُ نَبِيُّ اللهِ ابْنُ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ نَبِيِّ اللهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللهِ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هَذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُوْنَنِي النَّاسُ مَعَادِنُ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا.

تقوی اللہ اختیار کیا۔ لوگوں نے کہا: اس کے متعلق آپؐ سے نہیں پوچھ رہے۔ آپؐ نے فرمایا: پھر لوگوں میں سب سے بڑھ کر شریف یوسف ہیں جو اللہ کے نبی، نبی اللہ کے بیٹے، نبی اللہ کے پوتے اور خلیل اللہ (حبیب خدا) کے پڑپوتے ہیں۔ انہوں نے کہا: اس کے متعلق بھی ہم آپؐ سے نہیں پوچھتے۔ آپؐ نے فرمایا: تو کیا پھر تم مجھ سے عربوں کے خاندانوں کی نسبت پوچھتے ہو؟ لوگ بھی کانیں ہیں۔ ان میں سے جو جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں، بشرطیکہ دین سیکھیں اور سمجھیں۔

أَخَبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنِي عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا.

محمد بن سلام (بیکندی) نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ سے، انہوں نے سعید (مقبری) سے، سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی روایت نقل کی۔

اطرافهُ: ٣٣٥٣، ٣٣٧٤، ٣٤٩٠، ٤٦٨٩.

٣٣٨٤: حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا مُرِي أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ قَالَتْ إِنَّهُ رَجُلٌ أَسِيْفٌ مَتَى يَقُمْ مَّقَامَكَ رَقَّ فَعَادَ

٣٣٨٤: بدل بن مُحَبَّر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعد بن ابراہیم سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے عروہ بن زبیر سے سنا۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: وہ تو بہت ہی نرم دل آدمی ہیں۔ جونہی آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے، ان پر رقت

فَعَادَتْ قَالَ شُعْبَةُ فَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ.

طاری ہوجائے گی۔ آپؐ نے پھر فرمایا اور حضرت عائشہؓ نے وہی کہا۔ شعبہ نے کہا: آپؐ نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا: تم تو یوسف کی ساتھ والیاں ہو۔ ابوبکر سے کہو (کہ نماز پڑھائیں۔)

اطرافہ: ١٩٨، ٦٦٤، ٦٦٥، ٦٧٩، ٦٨٣، ٦٨٧، ٧١٢، ٧١٣، ٧١٦، ٢٥٨٨، ٣٠٩٩، ٤٤٤٢، ٤٤٤٥، ٥٧١٤، ٧٣٠٣۔

٣٣٨٥: حَدَّثَنَا الرَّبِيْعُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيْهِ قَالَ مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ كَذَا فَقَالَ مِثْلَهُ فَقَالَتْ مِثْلَهُ فَقَالَ مُرُوْا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ فَأَمَّ أَبُو بَكْرٍ فِي حَيَاةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ رَجُلٌ رَقِيْقٌ.

طرفہ: ٦٧٨۔

٣٣٨٥: ربیع بن یحییٰ بصری نے ہم سے بیان کیا کہ زائدہ (بن قدامہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالملک بن عمیر سے، انہوں نے ابوبردہ بن ابی موسیٰ سے، ابوبردہ نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: ابوبکر تو ایسے ایسے آدمی ہیں۔ (یعنی نرم دل) آپؐ نے پھر وہی فرمایا۔ حضرت عائشہؓ نے بھی اسی طرح کہا جس طرح پہلے کہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو نماز پڑھائیں۔ تم تو یوسف کی ساتھ والیاں ہو۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں امامت کی۔ حسین (بن علی جعفی) نے زائدہ سے یہ الفاظ نقل کئے (کہ حضرت ابوبکرؓ) نرم دل آدمی ہیں۔

٣٣٨٦: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

٣٣٨٦: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں خبر دی۔ ابوالزناد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعرج سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰهُمَّ أَنْجِ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيْعَةَ اللّٰهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اللّٰهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِي يُوْسُفَ.

نے فرمایا: اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے۔ اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے۔ اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات دے۔ اے اللہ! کمزور مومنوں کو نجات دے۔ اے اللہ! مضر قبیلہ کو سختی سے کچل۔ اے اللہ! ان کے سال یوسف کے سالوں جیسے کیجیئو۔

اطرافہ: ۷۹۷، ۸۰۴، ۱۰۰۶، ۲۹۳۲، ۴۵۶۰، ۴۵۹۸، ۶۲۰۰، ۶۳۹۳، ۶۹۴۰۔

۳۳۸۷: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ ابْنِ أَخِي جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ مَّالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَأَبَا عُبَيْدٍ أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيْدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ ثُمَّ أَتَانِي الدَّاعِي لَأَجَبْتُهُ.

۳۳۸۷: عبداللہ بن محمد بن اسماء بن اخی جویریہ نے ہم سے بیان کیا کہ جویریہ بن اسماء نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، انہوں نے زہری سے روایت کی کہ سعید بن مسیّب اور ابوعبید دونوں نے ان کو بتایا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوطؑ پر اللہ رحم کرے وہ تو کسی مضبوط سہارے کی ہی پناہ لینا چاہتے تھے اور اگر میں قید خانہ میں اتنی دیر رہتا جتنی دیر یوسف رہے۔ پھر بلانے والا میرے پاس آتا تو میں ضرور چلا جاتا۔

اطرافہ: ۳۳۷۲، ۳۳۷۵، ۴۵۳۷، ۴۶۹۴، ۶۹۹۲۔

۳۳۸۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ عَنْ شَقِيْقٍ☆ عَنْ مَّسْرُوْقٍ قَالَ سَأَلْتُ أُمَّ رُوْمَانَ وَهِيَ أُمُّ عَائِشَةَ لَمَّا قِيْلَ فِيْهَا

۳۳۸۸: محمد بن سلام نے ہم سے بیان کیا کہ (محمد) بن فضیل نے ہمیں خبر دی کہ حصین نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سفیان☆ سے، انہوں نے مسروق سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت اُمّ رومانؓ

☆ بخاری کے بعض نسخوں میں اس جگہ عَنْ سُفْيَانَ ہے۔ (دیکھئے صحیح البخاری نسخة اليونينية جزء ۴ صفحہ ۱۵۰)

مَا قِيْلَ قَالَتْ بَيْنَمَا أَنَا مَعَ عَائِشَةَ جَالِسَتَانِ إِذْ وَلَجَتْ عَلَيْنَا امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهِيَ تَقُوْلُ فَعَلَ اللهُ بِفُلَانٍ وَفَعَلَ قَالَتْ فَقُلْتُ لِمَ قَالَتْ إِنَّهُ نَمَى ذِكْرَ الْحَدِيْثِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَيُّ حَدِيْثٍ فَأَخْبَرَتْهَا قَالَتْ فَسَمِعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ نَعَمْ فَخَرَّتْ مَغْشِيًّا عَلَيْهَا فَمَا أَفَاقَتْ إِلَّا وَعَلَيْهَا حُمَّى بِنَافِضٍ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لِهَذِهِ قُلْتُ حُمَّى أَخَذَتْهَا مِنْ أَجْلِ حَدِيْثٍ تُحُدِّثَ بِهِ فَقَعَدَتْ فَقَالَتْ وَاللهِ لَئِنْ حَلَفْتُ لَا تُصَدِّقُوْنَنِي وَلَئِنِ اعْتَذَرْتُ لَا تَعْذِرُوْنَنِي فَمَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ يَعْقُوْبَ وَبَنِيْهِ وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ○ (یوسف:١٩) فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللهُ مَا أَنْزَلَ فَأَخْبَرَهَا فَقَالَتْ بِحَمْدِ اللهِ لَا بِحَمْدِ أَحَدٍ.

اطرافهُ: ٤١٤٣، ٤٦٩١، ٤٧٥١۔

سے جو حضرت عائشہؓ کی والدہ تھیں اس بہتان کے متعلق پوچھا جو حضرت عائشہؓ پر باندھا گیا تھا۔ کہنے لگیں: میں اور عائشہؓ دونوں بیٹھی ہوئی تھیں کہ اسی اثناء میں ایک انصاری عورت ہمارے پاس اندر آئی اور وہ یہ کہہ رہی تھی: اللہ فلاں کو تباہ کرے اور تباہ کیا ہے۔ کہتی تھیں: میں نے پوچھا: کیوں؟ کہنے لگی۔ اسی نے تو یہ بات مشہور کی ہے۔ عائشہؓ نے پوچھا: کونسی بات؟ اس نے عائشہؓ کو بتایا۔ عائشہ نے پوچھا: کیا ابوبکرؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ بات سنی ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ یہ سنتے ہی عائشہؓ بے ہوش ہوکر گرگئی۔ ہوش میں آئی تو اسے لرزہ کا بخار تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور پوچھا: اسے کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا: اس کو بخار چڑھ گیا ہے۔ اس بات کی وجہ سے جس کا چرچا کیا گیا ہے۔ یہ سن کو وہ اُٹھ بیٹھی اور کہنے لگی: بخدا! اگر میں قسم اُٹھاؤں تو آپ لوگ مجھے سچا نہیں سمجھیں گے اور اگر میں معذرت کروں تو مجھے معذور نہیں ٹھہرائیں گے۔ اس لئے میری اور آپ لوگوں مثال حضرت یعقوبؑ اور ان کے بیٹوں کی سی ہے۔ پھر اللہ ہی سے مدد مانگی جائے ان باتوں کے متعلق جو آپ لوگ بیان کر رہے ہو۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ گئے۔ پھر اللہ نے وہ وحی نازل کی جو کی۔ پھر آپؐ نے عائشہ کو بتایا تو عائشہؓ نے سن کر کہا: اللہ ہی کا شکریہ ہے نہ کسی اور کا شکریہ۔

٣٣٨٩: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتِ قَوْلَ اللهِ: حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا أَوْ كُذِبُوْا (يوسف:١١١) قَالَتْ بَلْ كَذَّبَهُمْ قَوْمُهُمْ فَقُلْتُ وَاللهِ لَقَدِ اسْتَيْقَنُوْا أَنَّ قَوْمَهُمْ كَذَّبُوْهُمْ وَمَا هُوَ بِالظَّنِّ فَقَالَتْ يَا عُرَيَّةُ لَقَدْ اسْتَيْقَنُوْا بِذَلِكَ قُلْتُ فَلَعَلَّهَا أَوْ كُذِبُوْا قَالَتْ مَعَاذَ اللهِ لَمْ تَكُنِ الرُّسُلُ تَظُنُّ ذَلِكَ بِرَبِّهَا وَأَمَّا هَذِهِ الْآيَةُ قَالَتْ هُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِيْنَ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوْهُمْ وَطَالَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَاسْتَأْخَرَ عَنْهُمُ النَّصْرُ حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَتْ مِمَّنْ كَذَّبَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ وَظَنُّوْا أَنَّ أَتْبَاعَهُمْ كَذَّبُوْهُمْ جَاءَهُمْ نَصْرُ اللهِ . قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ : اسْتَيْئَسُوْا (يوسف: ٨١) اسْتَفْعَلُوْا مِنْ يَئِسْتُ

٣٣٨٩: یحیٰی بن بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عُقَیل سے، عُقَیل نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: عروہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: بتلائیں تو سہی یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا. اس آیت میں كُذِّبُوْا ہے یا كُذِبُوْا ؟ حضرت عائشہؓ نے کہا: نہیں بلکہ ان کی قوم نے انہیں جھٹلایا۔ میں نے کہا: بخدا! انہیں تو یقین تھا کہ ان کی قوم نے انہیں جھٹلایا ہے اور یہ صرف گمان نہیں تھا۔ انہوں نے کہا: عروہ بچے! بے شک انہیں اس کا یقین ہو چکا تھا۔ میں نے کہا: شاید یہ آیت كُذِبُوْا ہو۔ یعنی ان سے جھوٹے وعدے کئے گئے۔ حضرت عائشہؓ کہنے لگیں: معاذ اللہ! رسول ایسے نہیں ہوتے کہ اپنے ربّ پر یہ گمان کریں۔ (حضرت عائشہؓ نے کہا:) اور یہ جو آیت ہے تو یہ (گمان کرنے والے) رسولوں کے پیرو ہیں جو اپنے ربّ پر ایمان لائے اور ان رسولوں کو سچا سمجھا اور ان کی آزمائش دیر تک ہوتی رہی اور ان کو مدد پہنچنے میں دیر ہوگئی۔ یہاں تک کہ جب رسول اپنی قوم کے ان لوگوں سے بالکل ناامید ہوگئے جنہوں نے انہیں جھٹلایا تھا اور یہ خیال کرنے لگے کہ ان کی پیروؤں نے بھی انہیں جھوٹا قرار دے دیا ہے تو اس وقت اللہ کی مدد ان کو پہنچی۔ ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا:

مِنْهُ مِنْ يُّوْسُفَ. وَلَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ (يوسف: ٨٨) مَعْنَاهُ الرَّجَاءُ.

اطرافهُ: ٤٥٢٥، ٤٦٩٥، ٤٦٩٦.

اِسْتَيْئَسُوْا کا جو لفظ آیا ہے وہ باب استفعال ہے يَئِسْتُ سے۔ سورۂ یوسف میں مِنْهُ سے مراد یہ ہے کہ وہ یوسف سے ناامید ہوگئے۔ اور لَا تَيْئَسُوْا مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ جو فرمایا تو اس کے معنی ہیں کہ اللہ سے امید رکھو، ناامید نہ ہو۔

٣٣٩٠: أَخْبَرَنِي عَبْدَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْكَرِيْمُ ابْنُ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ يُوْسُفُ بْنُ يَعْقُوْبَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ.

اطرافهُ: ٣٣٨٢، ٤٦٨٨.

٣٣٩٠: عبدہ نے مجھے خبر دی کہ عبدالصمد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن سے، عبدالرحمٰن نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے (حضرت عبداللہ) بن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: یوسف جن کا باپ یعقوب، اسحاق دادا، ابراہیم پردادا ہیں، وہ خود بھی شریف، شریف کے بیٹے، شریف کے پوتے، شریف کے پڑپوتے ہیں۔ ان سب پر سلامتی ہو۔

تشریح: لَقَدْ كَانَ فِي يُوْسُفَ وَإِخْوَتِهٖ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِيْنَ: یعنی یوسفؑ اور اس کے بھائیوں کے واقعات میں طالبانِ حق کے لئے یقیناً کئی نشانات ہیں۔ اس باب میں آٹھ روایتیں ہیں۔ روایت نمبر ٣٣٨٨ کا تعلق واقعہ اِفک سے ہے جو کتاب المغازی، باب ٣٤: حَدِيْثُ الْإِفْكِ میں مفصل آئے گا۔ یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کے ذکر میں مختصر اور الگ سند سے بیان کی گئی ہے۔ ان کا واقعہ مشہور ہے۔ روایت نمبر ٣٣٨٩ کا تعلق آیت حَتّٰى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا (یوسف: ١١١) کی شرح سے ہے۔ یعنی رسول اپنی قوم کے ایمان سے مایوس ہوگئے اور ان کے ماننے والے سمجھنے لگے کہ وعدۂ الٰہی پورا نہیں ہو رہا تو اچانک ان کی نصرت کے اسباب پیدا کئے گئے۔ اسی سورۃ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے متعلق آتا ہے: فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا (یوسف: ٨١) جب اپنے بھائی کے حاصل کرنے میں اس سے مایوس ہوگئے تو الگ ہو کر مشورہ کرنے لگے۔

روایت نمبر ٣٣٩٠ باب ١٨ میں گزر چکی ہے۔ اس کا ایک دوسری سند سے اعادہ بتاتا ہے کہ ان ابواب کا تسلسل قائم

رکھا گیا ہے اور جو مضمون شروع کیا گیا ہے اسی پر خاتمہ ہوا ہے۔ ان ابواب کے تعلق میں یہ امر قابل ملاحظہ ہے کہ جو واقعات حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کی نسبت کمزور وغیر معتبر روایتوں کی بناء پر عام طور پر مشہور ہیں، وہ سب امام بخاریؒ نے نظر انداز کر دیئے ہیں۔ ان کمزور روایات میں سے ایک روایت بھی قبول نہیں کی۔

بَاب ٢٠: قَوْلُ اللهِ تَعَالَى

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: (قرآن مجید کے مطابق) ایوب کا بھی حال سنا جب اس نے اپنے ربّ کو پکارا کہ مجھے دکھ پہنچا ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے (الأنبياء: ٨٤)

اُرْكُضْ (ص:٤٣) اضْرِبْ. يَرْكُضُوْنَ (الأنبياء:١٣) يَعْدُوْنَ.

ارْكُضْ کے معنی ہیں مار۔ اِذَا هُمْ يَرْكُضُوْنَ کے معنی ہیں اچانک وہ دوڑتے ہیں۔

٣٣٩١: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا أَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا خَرَّ عَلَيْهِ رِجْلُ جَرَادٍ مِنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ يَحْثِي فِي ثَوْبِهِ فَنَادَاهُ رَبُّهُ يَا أَيُّوْبُ أَلَمْ أَكُنْ أَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرَى قَالَ بَلَى يَا رَبِّ وَلَكِنْ لَا غِنَى لِي عَنْ بَرَكَتِكَ.

٣٣٩١: عبداللہ بن محمد جعفی نے ہمیں بتایا۔ عبدالرزاق نے ہم سے بیان کیا کہ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہمام سے، ہمام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: ایک بار حضرت ایوبؑ برہنہ نہا رہے تھے کہ ان پر ڈھیروں ڈھیر سونا گرا۔ وہ لپ بھر بھر کر اپنے کپڑے میں ڈالنے لگے۔ اس وقت ان کے ربّ نے ان کو آواز دی۔ ایوب! یہ جو تو دیکھ رہا ہے کیا میں نے تمہیں اس سے بے پروا نہیں کر دیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں۔ مگر اے میرے ربّ! تیری برکت سے مجھے بے نیازی نہیں ہو سکتی۔

اطرافهُ: ٢٧٩، ٧٤٩٣.

تشریح: وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ: اللہ تعالیٰ کا فرمانا: وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (الأنبیاء: ۸۴) اور (تو) ایوب کو (بھی یاد کر) جب اس نے اپنے ربّ کو پکار کر کہا کہ میری حالت یہ ہے کہ مجھے تکلیف نے آ پکڑا ہے اور اے خدا! تُو تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

صحف عہد نامہ قدیم میں سے ایک صحیفہ ایوب کے نام سے موجودہ تورات کے نسخوں میں ہے۔ اس میں شیطان کی آزمائش کا قصہ مذکور ہے اور لکھا ہے کہ الٰہی آزمائش سے تنگ آ کر انہوں نے اپنا منہ کھول کر اپنے جنم دن پر (نعوذ باللہ) لعنت کی اور ایوب کہنے لگا: نابود ہو وہ دن جس میں مَیں پیدا ہوا اور وہ رات جس میں کہا گیا کہ دیکھو بیٹا ہوا۔ وہ دن اندھیرا ہو جائے خدا اوپر سے اس کا لحاظ نہ کرے...... (ایوب باب ۳ آیات ۱-۴) اور تیمانی الیفز انہیں نصیحت کرنے لگا۔ ان کا قصہ انتالیس ابواب میں ختم ہوتا ہے۔ ہمارے مفسرین نے بنی اسرائیل سے سن سنا کر ان کے قصوں کو اپنی تفسیروں میں جگہ دے دی۔ امام بخاریؒ کا اللہ بھلا کرے کہ انہوں نے ان تمام قصوں کو غیر مستند اور ناقابل اعتماد پا کر نظر انداز کیا ہے اور قرآنِ مجید کی آیات محولہ بالا کا جو مفہوم ان قصوں کے پیش نظر سمجھا جاتا ہے وہ بھی سرے سے حذف کر دیا ہے اور آیت اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ کا مفہوم سیدھا سادہ تیز چلنے کا بیان کیا ہے۔ یہ مفہوم قتادہؒ کا بسند شعبہ مروی ہے۔ اور فراء ادیب کا حوالہ بھی دیا ہے جنہوں نے آیت اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ کے معنی بھاگنے کے کئے ہیں۔ اس کے معانی میں ابن حجر نے لکھا ہے کہ ضَرَبَ بِرِجْلِهِ الْأَرْضَ - اس نے زمین میں سفر کیا۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ ۵۱۰) آیت اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ سورۃ ص آیت ۴۳ میں وارد ہوئی ہے۔ اسی طرح سورۃ الانبیاء آیت ۸۴، ۸۵ میں حضرت ایوبؑ کا ذکر آیا ہے۔ سورۃ الانبیاء اور سورۃ ص کی آیات کا حوالہ درج کر کے نفس مضمون کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جہاں بصراحت حضرت ایوب علیہ السلام سے متعلق یہ الفاظ ہیں: اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ (ص: ۴۵) اختصار سے حضرت ایوب علیہ السلام کے اوصاف بیان کئے گئے کہ وہ حق تعالیٰ کے پرستار اور بوقت تکلیف اسی کی طرف جھکنے والے تھے۔ زیر باب جو روایت منقول ہے مُعَنْعَن ہونے کے علاوہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جو اہل کتاب سے مسلمان ہوئے تھے۔ امام ابن حجرؒ نے اس ضمن میں متنبہ کیا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام سے متعلق اور کوئی روایت امام بخاریؒ کے نزدیک مرفوع ثابت نہیں۔ البتہ ابن ابی حاتم، ابن جریج، ابن حبان اور حاکم نے بواسطہ زُہری حضرت انسؓ کی ایک روایت نقل کی ہے☆ جس میں یہ ذکر ہے کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری نے طول پکڑا اور ان کے دوستوں کو تعجب ہوا کہ ان کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں تو انہیں بذریعہ وحی حکم ہوا کہ پاؤں زمین پر مار۔ جس کی انہوں نے تعمیل کی تو زمین سے ایک چشمہ پھوٹ پڑا اور وہ اس میں نہائے اور شفایاب ہو گئے۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ ۵۱۱) اس لمبی

☆ (مستدرک حاکم، کتاب تواریخ المتقدمین من الأنبیاء، ذکر أیوب بن أموص نبی اللّٰه)
(صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الصبر وثواب الأمراض والأعراض)

روایت کا صحت سے کوئی تعلق نہیں اور اسی لئے اُرْکُضْ بِـرِجْلِکَ کا جو غلط مفہوم سمجھا گیا ہے عنوانِ باب میں وہ دور کیا گیا ہے کہ اس کے معنی سفر کرنے اور ہجرت کرنے کے ہیں نہ پاؤں مارنے کے۔

جن آیات میں حضرت ایوب علیہ السلام کا مفصل ذکر آتا ہے وہ یہ ہیں: وَاذْكُـرْ عَبْـدَنَا اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَـادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ o اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ o وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُـمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ o وَخُـذْ بِیَـدِكَ ضِـغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰـهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّـهٗۤ اَوَّابٌ o (ص: ۴۲تا۴۵) اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کر جب اس نے اپنے ربّ کو یہ کہتے ہوئے پکارا کہ مجھے ایک کافر دشمن نے بڑی سخت تکلیف اور عذاب پہنچایا ہے۔ (ہم نے اسے کہا کہ) اپنی سواری کو ایڑی مار۔ یہ سامنے ایک نہانے کا پانی ہے جو ٹھنڈا بھی ہے اور پینے کے قابل بھی (یعنی صاف ہے۔) اور ہم نے اس کو اس کے اہل بھی دیئے اور ان جیسے اور بھی (ساتھی) اپنے رحم سے دیئے اور عقل والوں کے لئے ایک نصیحت کا سامان بھی بخشا اور (ایوب سے کہا کہ) اپنے ہاتھ میں ایک کھجور کی گچھے دار ٹہنی پکڑ لے اور اس کی مدد سے تیزی کے ساتھ سفر کر (یعنی اس سے مار مار کر سواری کے جانور کو دوڑا) اور حق سے باطل کی طرف مائل نہ ہو۔ ہم نے اس (یعنی ایوب) کو صابر پایا تھا۔ وہ بہت اچھا بندہ تھا۔ وہ یقیناً خدا کی طرف کثرت سے جھکنے والا تھا۔ ان آیات میں مندرجہ ذیل باتیں مذکور ہیں:

۱- حضرت ایوب علیہ السلام کی غیر معمولی شدت تکلیف ۲- ان کے صبر و دعاؤں کی قبولیت
۳- تکلیف کا دور ہونا اور اہل وعیال اور مال و منال کا حصول ۴- ہجرت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ یاد دلا کر ہجرت کا ارشاد ہوا ہے۔ اس صورت میں خُذْ بِیَـدِكَ ضِغْثًا کا مفہوم یہ ہوگا کہ کچھ سامان لے کر مکہ سے نکل جا اور تجھ سے بھی وہی سلوک کیا جائے گا۔ جو حضرت ایوب علیہ السلام سے ہوا۔ أَخْذُ الضِغْثِ اسی مفہوم میں وارد ہوا ہے یعنی ایسا شخص جو سامانِ دنیا سے بہت تھوڑا سا حاصل کرنے والا ہو (غریب الحدیث لابن الجوزی - ضغث) اور لَا تَـحْـنَثْ کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے علاوہ اور کوئی راہ نہ اختیار کر۔ حَنِثَ کے معنی ہوتے ہیں مَـالَ مِـنَ الْحَقِّ اِلَى الْبَاطِلِ (اقرب الموارد - حنث) صحیح راہ چھوڑ کر کسی ایسی راہ کی طرف نہ جھک جو بے سود ہو۔ ضِـغْـثٌ کے معنی شاخ کے بھی ہیں۔ غرض بغیر کسی دور دراز تاویل اور قصے کہانی کے آیت کا مفہوم واضح ہے۔ اس تعلق میں مفصل تشریح کے لئے دیکھئے تفسیر کبیر، تفسیر سورۃ الانبیاء آیت ۸۴ جلد۵ صفحہ ۵۵۲۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اپنے درس القرآن میں مذکورہ بالا الفاظ کے وہی معنی بیان کیا کرتے تھے جو اوپر ذکر کئے گئے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تحقیق میں زیادہ وضاحت و تفصیل ہے۔ جس کی تائید تاریخ عالم سے بھی ہوتی ہے اور نہایت معقول تفسیر ہے جس سے قرآنِ کریم کی شان بلاغت اور حقائق کا علم ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ کا بھی بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے خرافات بنی اسرائیل سے ہمیں محفوظ رکھا ہے۔ امام بخاریؒ کی ترتیب ابواب سے ظاہر ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہے اور یورپین محققین کے

نزدیک وہ عیسو (بن اسحٰق) کی نسل سے ہونے کی وجہ سے غیر اسرائیلی نبی تھے۔ (جیوش انسائیکلو پیڈیا دائرۃ المعارف) مسلمان مورخین نے ان کا نسب ایوب بن اسوص بن تارح بن روم بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم لکھا ہے۔ اس میں عیص بن اسحاق ہے جو دراصل عیسو معلوم ہوتا ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے تفسیر کبیر جلد پنجم، سورۃ الانبیاء، آیت ۸۴ صفحہ ۵۴۹ تا ۵۵۱۔

رِجْلُ جَرَادٍ مِّنْ ذَهَبٍ: اس کے معنی ہیں بہت مال و دولت۔ لفظ رِجل بعض جانوروں کی طرف مضاف ہوکر بہتات و کشائش یا تنگی اور فقر و فاقہ کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں: رِجْلُ الْجَرَادِ سبزہ زار اور رِجْلُ الْغُرَابِ تنگ حالی۔ عربی ضرب المثل ہے۔ صَرَّ عَلَيْهِ رِجْلَ الْغُرَابِ: اَوْقَعَهُ فِي ضَيْقٍ لَا مَخْلَصَ لَهُ مِنْهُ اسے ایسی مصیبت میں ڈال دیا جس سے اس کے لئے مخلصی نہیں۔ (اقرب الموارد - رجل) (لسان العرب - غرب) زبان سے ناواقف عجمیوں نے مذکورہ بالا فقرہ کا لفظی ترجمہ کر کے یہ سمجھ لیا کہ حضرت ایوب پر سونے کی ٹڈیاں آسمان سے برسنے لگیں۔ اردو میں بھی محاورہ ہے: زمین سونا اُگلنے لگی۔ آسمان نے سونا برسایا۔ اس کا یہ مفہوم نہیں کہ سونا برسنے لگا یا اُگلا گیا۔ کہتے ہیں: كَأَنَّ نَبْلَهُمْ رِجْلُ جَرَادٍ گویا ان کے تیر ٹڈی دل تھے۔ (النهاية في غريب الأثر - رجل) شاعر ابونجم اپنے گدھے کی تیز رفتاری کا نقشہ کھینچتا اور کہتا ہے کہ جب وہ کنکریلی زمین میں دوڑتا ہے اس کے سموں سے کنکریاں اِدھر اُدھر ٹڈیوں کی طرح بکھرتی ہیں۔ (لسان العرب - رجل) غرض حدیث میں کثرتِ دولت مراد ہے۔ حضرت ایوبؑ بہت بڑے تاجر بتائے جاتے ہیں۔

أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ: حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ سے مراد شدتِ پیاس لی ہے۔ کیونکہ شَيْطَانُ الفَلَا (شیطانِ بیابان) کہہ کر اس سے پیاس مراد لی جاتی ہے۔ الفاظ اَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ (ص: ۴۲) سے ظاہر ہے کہ انہیں کسی بیابانی سفر میں غیر معمولی تکالیف کا سامنا ہوا اور انہوں نے انتہائی صبر اور دعا سے کام لیا جو سنی گئی۔ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ مزید قرینہ ہے کہ آیت میں شیطان سے مراد شدتِ پیاس ہے (جو علاوہ دیگر تکلیفوں کے تھی۔) لیکن اعجوبہ پسند اسرائیلی راویوں کی قوت متخیلہ نے اصل واقعہ کو رنگ آمیزی سے کچھ کا کچھ بنا دیا ہے جو قرآنِ حکیم اور مستند حدیث میں بالکل نظرانداز ہے۔ فللّٰہ الحمد۔

بَاب ۲۱

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ۫ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ○

اور تو قرآن کے مطابق موسیٰ کا بھی ذکر کر، وہ ہمارا منتخب بندہ تھا اور رسول اور نبی تھا (مریم: ۵۲)

وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ○ (مریم: ۵۳) كَلَّمَهُ. وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ

اور ہم نے موسیٰ کو طور کی دائیں جانب سے پکارا اور اس کو اپنے اَسرار بتاتے ہوئے اپنے قریب کرلیا۔ اور ہم نے اپنی مہربانی سے اس کو اس کا بھائی ہارون

اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ○ (مريم: ٥٤) يُقَالُ لِلْوَاحِدِوَالِاثْنَيْنِ وَالْجَمِيْعِ نَجِيٌّ. وَيُقَالُ خَلَصُوْا نَجِيًّا (يوسف: ٨١) اعْتَزَلُوْا نَجِيًّا وَالْجَمِيْعُ أَنْجِيَةٌ. يَتَنٰجَوْنَ (المجادلة: ٩). {☆تَلْقَفُ (الأعراف: ١١٨) (طه: ٧٠) (الشعراء: ٤٦) تَلْقَمُ }.

نبی اس کی مدد کے لئے عطاء کیا۔ نَجِیٌّ کا لفظ مفرد، تثنیہ اور جمع کے لئے بولا جاتا ہے اور کہتے ہیں: خَلَصُوْا نَجِيًّا یعنی مشورہ کرنے کے لئے دوسروں سے الگ ہوئے۔ اور اس کی جمع اَنْجِيَةٌ ہے۔ يَتَنَاجَوْنَ (انہی معنوں میں ہے یعنی) وہ آپس میں راز کی باتیں کر رہے ہیں۔ تَلْقَفُ☆ وہ نگلتا ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ إِلٰى مَنْ هُوَمُسْرِفٌ كَذَّابٌ ○ (المؤمن: ٢٩)

اور آلِ فرعون میں سے ایک شخص جو ایماندار تھا مگر اپنا ایمان چھپاتا تھا اس نے کہا: .... اللہ حد سے بڑھے ہوئے اور بہت جھوٹ بولنے والے کو کبھی کامیاب نہیں کرتا۔

٣٣٩٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ سَمِعْتُ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَرَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَدِيْجَةَ يَرْجُفُ فُؤَادُهُ فَانْطَلَقَتْ بِهِ إِلَى وَرَقَةَ بْنِ نَوْفَلٍ وَكَانَ رَجُلًا تَنَصَّرَ يَقْرَأُ الْإِنْجِيْلَ بِالْعَرَبِيَّةِ فَقَالَ وَرَقَةُ مَاذَا تَرَى فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ وَرَقَةُ هَذَا النَّامُوْسُ الَّذِي أَنْزَلَ اللهُ عَلَى مُوسَى

۳۳۹۲: عبداللہ بن یوسف (تنیسی) نے ہمیں بتایا کہ لیث (بن سعد) نے ہم سے بیان کیا، کہا کہ عقیل نے مجھے بتایا۔ ابن شہاب سے روایت ہے کہ (انہوں نے کہا:) میں نے عروہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: (غارِ حراء میں وحی شروع ہونے پر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کے پاس لوٹ آئے۔ آپؐ کا دل دھڑک رہا تھا اور وہ آپؐ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور یہ شخص عیسائی ہو گئے تھے۔ عربی زبان میں انجیل پڑھا کرتے تھے۔ ورقہ نے پوچھا: آپؐ کیا دیکھتے ہیں؟ آپؐ نے ان کو حال بتایا۔ ورقہ نے سن کر کہا: یہ وہی محرمِ راز شریعت نازل کرنے والا فرشتہ ہے جس کو

☆ الفاظ تَلْقَفُ تَلْقَمُ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں (فتح الباری جزء۶ حاشیہ صفحہ ۵۱۲)

وَإِنْ أَدْرَكَنِي يَوْمُكَ أَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا. اَلنَّامُوْسُ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِي يُطْلِعُهُ بِمَا يَسْتُرُهُ عَنْ غَيْرِهِ.

اللہ نے موسیٰ پر اُتارا تھا اور اگر تمہارے عہد نبوت نے مجھے پالیا تو میں کمر باندھ کر تمہاری مدد کروں گا۔ ناموس کے معنی ہیں راز دار جوان باتوں پر آگاہ کرتا ہو جن کو وہ دوسروں سے پردے میں رکھتا ہے۔

اطرافهُ: ٣، ٤٩٥٣، ٤٩٥٥، ٤٩٥٦، ٤٩٥٧، ٦٩٨٢۔

تشریح: وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوْسٰى ... : اور تو قرآن کے مطابق موسیٰ کا بھی ذکر کر۔ وہ ہمارا منتخب بندہ تھا اور رسول (اور) نبی تھا اور ہم نے موسیٰ کو طور کی دائیں طرف سے پکارا اور اس کو اپنے اسرار بتاتے ہوئے اپنے قریب کرلیا۔ یہ سورۂ مریم کی آیات میں سے ہیں۔ مذکورہ بالا آیات کے بعد فرماتا ہے: وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَّحْمَتِنَا اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا (مریم :۵۲ تا ۵۴) اور ہم نے اسے اپنی رحمت سے (بطور موہبت) اس کا بھائی ہارون نبی عطا کیا۔ قرآنِ مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صفت موہبت کا تعلق ذریت صالحہ و نبوت سے ہے۔ لفظ وَهَب اور اس کے مشتق الفاظ بصیغہ فعل امر (دعائیہ) و ماضی اور صفت وھاب ۲۳ جگہ وارد ہوئے ہیں۔ ان میں سے صرف ایک جگہ انسانی عطا اور داد و دہش کا ذکر ہے۔ (الاحزاب:۵۱) باقی سب آیات میں الٰہی عطاء کا ذکر ہے جو ذریت طیبہ از طبقہ انبیاء سے مخصوص ہے۔ ان میں سے صرف دو جگہ ذریت کے ساتھ نیک بیویاں بھی شامل ہیں۔ اس سے شانِ وہابیت کا پتہ چلتا ہے۔

سورۂ مریم کی مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کا ذکر ہے جس کے طفیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے بھائی ہارون نبی بطور مددگار عطا کئے گئے۔ خود اس سورۃ میں صفت موہبت رحمانی کا بالتکرار ذکر ہے۔ پہلے تین رکوعوں ہی میں اس کا پانچ دفعہ اعادہ ہے اور ہر بار کسی نہ کسی نبی کے عطاء کئے جانے کا ذکر ہے جو دنیا کے لئے بطور رحمت ثابت ہوا۔ حضرت یحییٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت ہارونؑ اور حضرت ادریس علیہم السلام یہ سب موہبت الٰہی تھے اور ان کا وجود صفت وہابیت کا ظہور تھا۔ سورۂ مریم کی پہلی آیت ہی علاوہ عنوان كٰهٰيٰعٓصٓ کے یہ ہے: ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّاءَ ۔ (محمد رسول اللہ!) یہ تیرے ربّ کی اس رحمت کا ذکر ہے جو زکریا پر ہوئی۔ پیرفرتوت ہونے کی حالت میں جب ظاہری مادی اسباب معدوم تھے اور احیاء کی صورت انہیں نظر نہیں آتی تھی، ان کی دعا سنی گئی اور وہ یحییٰ نبی عطا کئے گئے۔ جن سے ایک مردہ قوم کی زندگی کا دَور ثانی شروع ہوا۔ اس پیرایۂ خطاب اور اسلوب بیان کا مفہوم یقیناً یہ ہے کہ تیرے ساتھ وہاب ویسا ہی سلوک فرمائے گا۔ یہ سیدھا سادہ مفہوم ہے جو عربی دان اور قرآنِ مجید سے واقفیت رکھنے والے بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن اگر قارئین بھی ان چھ انبیاء سے متعلق آیات کا ترجمہ پڑھیں اور آیت اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا (مریم: ۵۹) کو مدنظر رکھیں اور اس میں چار وقفوں پر غور کریں تو ان پر بھی واضح ہوجائے گا کہ اس میں نبوت کے چار دَوروں کا ذکر ہے۔ حضرت آدمؑ کا، حضرت نوحؑ کا،

ذریت ابراہیمؑ و یعقوبؑ کا جو موسوی سلسلہ انبیاء پر ختم ہوا اور اس کے بعد چوتھا دَور حضرت خاتم النبیین ﷺ کا جس کا ذکر آیت مِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا میں ہوا ہے۔ اسی آیت میں ذکر ہے کہ یہ رحمانی آیات پڑھ کر سجدۂ شکر بجا لایا جائے گا اور یہ بھی ذکر ہے کہ ناخلف ذریت بھی ہوگی جو نمازیں ضائع کرنے اور شہوات کی پیروی کرنے کی وجہ سے برا انجام دیکھے گی۔ ان آیات کے بعد فرمایا: اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولٰئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ○ جَنّٰتِ عَدْنٍ .... (مریم: ۶۱ تا ۶۵) سوا اس کے جو توبہ کرلے گا اور ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا یہ (لوگ) جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ یعنی ان جنتوں میں جو ہمیشہ رہنے والی ہیں اور جن کا (خدائے) رحمٰن نے اپنے بندوں سے ایسے وقت میں وعدہ کیا ہے جبکہ (موعودہ باتیں) ان کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ یقیناً خدا کا وعدہ پورا ہوکر رہتا ہے۔ وہ ان (جنتوں) میں کوئی لغو بات نہیں سنیں گے۔ بلکہ صرف سلامتی اور امن کی باتیں ہی سنیں گے۔....

آخری آیت کہ ہم تیرے ربّ کے حکم سے اترتے ہیں اور تیرا ربّ بھولنے والا نہیں (آیت ۶۵) واضح طور پر قرینہ ہے اس بات کا کہ آیاتِ رحمت و موہبت باری تعالیٰ کا تعلق دراصل امت محمدیہ کے احیاءِ ثانی سے ہے اور آیت لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ (مریم: ۶۵) میں اس امت کے تین زمانوں کا ذکر ہے۔ زمانۂ ہدایت، زمانہ غیّ (کج روی) اور زمانہ احیاءِ ثانی۔ اگر یہ اسلوب بیان مدنظر ہو تو سورۂ مریم کا عنوان كهٰيٰعص خود واضح ہو جاتا ہے۔ سابقہ مفسرین نے ک کو كَذٰلِكَ کا مخفف قرار دیا ہے۔ اور ھا (ہ) مخفف ہے صفت وھاب کا جو بار بار اس سورۃ میں دُہرائی گئی ہے۔ یاء (ی) مخفف ہے يَبْعَثُ کا۔ ع ص مخفف ہے وَعْدَ الصِّدْقِ کا اور كهٰيٰعص سے مراد ہے: كَذٰلِكَ الْوَهَّابُ يَبْعَثُ لَكَ وَعْدَ الصِّدْقِ۔ یعنی وہاب خدا اُمت محمدیہ کی اصلاح کے لئے خود ایسے وجود مبعوث کرے گا جو اُمت کی اصلاح کا کام کریں گے۔ جیسا کہ فرمایا: اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَأْتِيًّا (مریم: ۶۲) یقیناً یہ اس کا وعدہ پورا ہوکر رہے گا۔ سورتوں کی جبرائیلی ترتیب میں سورۃ مریم سورۃ کہف کے بعد ہے سورۂ کہف کا تعلق مسلمہ طور پر فتنہ دجال سے ہے اور اس میں بیشتر حصہ منذر ہے اور سورۃ مریم تمام کی تمام بشارتِ رحمت پر مشتمل ہے۔ یہ اور قرینہ ہے جو مذکورہ بالا بیان کی تائید کرتا ہے کہ باب کی معنونہ آیت ان آیات میں سے ہے جن میں حضرت موسیٰؑ اور دیگر انبیاءِ بنی اسرائیل کا ذکر مقصود بالذات نہیں بلکہ ان کے ذکر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی امت کا ذکر مقصود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باب قائم کرنے کے بعد ایسی روایت نقل کی گئی ہے جس میں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر محض ضمنی ہے۔ یہ روایت کتاب بدء الوحی میں مفصل گزر چکی ہے۔ (دیکھئے روایت نمبر ۳) یہاں مختصر ہے اور آخری الفاظ اَلنَّامُوْسُ صَاحِبُ السِّرِّ الَّذِي يُطْلِعُهٗ بِمَا يَسْتُرُهٗ عَنْ غَيْرِهٖ اُس روایت میں نہیں اِس میں ہیں۔ اَلنَّامُوْس کی اس شرح کا یہاں اندراج بلا وجہ نہیں۔ امام بخاریؒ کے نزدیک سورۃ مریم کی مذکورہ بالا آیات میں ان اَسرارِ غیب کا ذکر ہے جن سے خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بارے میں مطلع کئے گئے۔ امام ابن حجرؒ نے لکھا ہے

کہ اَلنَّامُوْس کی یہ شرح امام بخاریؒ کی ہے۔(فتح الباری جزء ٦ صفحہ ۵۱۳) میں نے بلاوجہ سورۃ مریم کی آیات سے متعلق مذکورہ بالا تبصرہ نہیں کیا بلکہ ان کے مخصوص طریق بیان واستدلال سے ان کا یہی مقصد معلوم ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں عنوانِ باب میں الفاظ خَلَصُوْا، نَجِيًّا اور تَلْقَفُ بطور قرینہ صارفہ ہیں جو اصل مقصود کی طرف ذہن کو منعطف کرنے کی غرض سے عنوانِ باب کے ساتھ درج ہیں ورنہ ان الفاظ کا جو سورۃ یوسف اور سورۃ الاعراف میں وارد ہوئے ہیں، حضرت موسیٰؑ سے متعلق نفس عنوان کے ساتھ نہ کوئی تعلق ہے نہ اس کا کوئی موقع ومحل۔قرینہ صارفہ علم منطق کی اصطلاح ہے اور بزبانِ عربی اس کے یہ معنی ہیں: ایسی ضمنی بات جو ظاہری معنی سے پھیرنے والی ہو۔پس یہ قرائن صارفہ حسب ذیل ہیں:

۱- سورۃ یوسف کی آیت جس میں خَلَصُوْا نَجِيًّا وارد ہوا ہے مکمل آیت یہ ہے: فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا (یوسف:۸۱) جب یوسف کے بھائی یوسف سے ان کا بھائی (بنیامین) حاصل کرنے سے مایوس ہوگئے تو وہ الگ جاکر آپس میں سرگوشی (مشورہ) کرنے لگے۔سورۃ مریم کی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے ربّ سے مکالمہ اور راز ونیاز کا ذکر ہے۔لفظ نَجِيًّا کے معنوی تعلق کے سوا یہاں اور کوئی تعلق نہیں۔لیکن امام بخاریؒ نے خَلَصُوْا کے معنی اِعْتَزَلُوْا کرکے اس طرف توجہ پھیری ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور دیگر انبیاء جن کا ذکر سورۃ مریم میں وارد ہوا ہے وہ اپنا فرض ادا کرکے الگ ہوگئے۔اردو میں معزول بھی لفظ عزل سے ہے۔غرض لفظ خَلَصُوْا اور اس کا ہم معنی اِعْتَزَلُوْا قرینہ صارفہ ہے۔

۲- دوسرا قرینہ صارفہ لفظ تَلْقَفُ ہے۔یہ سورۃ الاعراف آیت ۱۱۸، سورۃ طٰہٰ آیت ۷۰ اور سورۃ الشعراء آیت ۴٦ میں وارد ہوا ہے۔جس کے معنی لفظ تَلْقَمُ سے کئے گئے ہیں۔خَلَصُوْا اور تَلْقَفُ دونوں معنی ابوعبیدہ سے مروی ہیں اور یہاں سمیٹنے کے مفہوم میں ہیں۔یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ کی شریعت کاملہ نے سابقہ شریعتوں کو اپنے اندر سمیٹا ہوا ہے۔ان قرائن صارفہ سے آپؐ کے ناموسِ شریعت کی امتیازی خصوصیت کی طرف توجہ پھیری ہے۔یعنی اَلَّذِي يُطْلِعُهُ بِمَا يَسْتُرُهُ عَنْ غَيْرِهِ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کا ذکر قرآنِ مجید میں متعدد جگہ وارد ہوا ہے۔ان میں سے سورۃ مریم کی مخصوص آیت کا انتخاب اور اس سے عنوانِ باب قائم کرنا اور پھر ایسی روایت لانا جس میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و جبریلی تجلّی اور آپؐ کی شریعت کاملہ کا ذکر ہو، یہ تصرف صاف طور پر بتاتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک حضرت موسیٰؑ و دیگر انبیاء علیہم السلام کا ذکر قرآنِ مجید میں بطور اَنباءِ الغیب (پیشگوئیاں) ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور آپؐ کی شریعت واُمت سے متعلق اخبارِ غیبیہ ہیں۔اس نقطہ نظر سے آیات کا مطالعہ کرنا ضروری ہے اور اسی نقطہ نظر سے مابعد کے ابواب مع روایات قائم کئے گئے ہیں۔یہ باب بطور تمہید ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ: یہ آیت سورۂ مومن کی ہے جس میں فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے کہ جب اس نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تو اس کی قوم عمالقہ ہی میں سے ایک مردِ مومن نے اسے مشورہ دیا کہ یہ مناسب نہیں۔قانون میں دینی اختلاف کی وجہ کسی کا قتل خلافِ عدل ہوگا اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اس کے بدارادہ سے آگاہ کردیا۔

اس باب میں وہ تمام روایات نظر انداز کی گئی ہیں جن میں مردِ مومن کے نام سے متعلق قیاس آرائی سے کام لیا گیا ہے۔ قریش میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمدرد بھی تھے، جنہوں نے آپؐ کو دشمنوں کے آخری منصوبہ سے اطلاع دی اور آپؐ نے اپنے وطن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہجرت کی۔

بَاب ٢٢: قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ رَاٰ نَارًا إِلَى قَوْلِهِ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝

اللہ عزوجل کا یہ فرمانا: کیا تمہیں موسیٰ کا واقعہ پہنچا ہے جب اس نے ایک آگ دیکھی...(طٰہٰ:١٠-١٣)

اٰنَسْتُ (طه: ١١) أَبْصَرْتُ. نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ (طه: ١١) الْآيَةَ.

اٰنَسْتُ نَارًا کے معنی ہیں: میں نے ایک آگ دیکھی ہوسکتا ہے میں تمہیں اس سے چنگاری لا دوں۔.....

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْمُقَدَّسِ الْمُبَارَكُ طُوًى اسْمُ الْوَادِي. سِيْرَتَهَا (طه: ٢٢) حَالَتَهَا. وَ النُّهٰى (طه:٥٤) التُّقَى. بِمَلْكِنَا (طه:٨٨) بِأَمْرِنَا. هَوٰى (طه: ٨٢) شَقِيَ.

حضرت ابن عباسؓ نے کہا: اَلْوَادِی الْمُقَدَّسِ سے مراد مبارک وادی ہے۔ طُوًی اس وادی کا نام ہے۔ سِيْرَتَهَا کے معنی ہیں اس کی حالت۔ اَلنُّهٰى کے معنی ہیں بدیوں سے بچنا۔ اور بِمَلْكِنَا کے معنی ہیں اپنے اختیار سے۔ هَوٰى کے معنی ہیں بدنصیب ہوا۔

فٰرِغًا (القصص: ١١) إِلَّا مِنْ ذِكْرِ مُوسَى. رِدْاً (القصص:٣٥) كَيْ يُصَدِّقَنِي وَيُقَالُ مُغِيْثًا أَوْ مُعِيْنًا. يَبْطُشُ وَ يَبْطِشُ (القصص: ٢٠) يَأْتَمِرُوْنَ (القصص: ٢١) يَتَشَاوَرُوْنَ. وَالْجِذْوَةُ قِطْعَةٌ غَلِيْظَةٌ مِنَ الْخَشَبِ لَيْسَ فِيْهَا لَهَبٌ. سَنَشُدُّ (القصص:٣٦) سَنُعِيْنُكَ، كُلَّمَا عَزَّزْتَ شَيْئًا فَقَدْ

فَارِغًا کے معنی ہیں موسیٰ کی یاد کے سوا ہر بات سے فارغ البال ہوگئیں۔ فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً كَيْ يُصَدِّقُنِي یعنی اسے میرے ساتھ بطور مددگار کے بھیج تاکہ وہ میری تصدیق کرے۔ رِدْاً کے معنی فریادرس بھی بتائے جاتے ہیں۔ اور یہ جو فرمایا: فَلَمَّا اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ تو یہ لفظ يَبْطُشُ اور يَبْطِشُ دونوں طرح آیا ہے۔ يَاْتَمِرُوْنَ کے معنی ہیں آپس میں مشورہ کررہے ہیں۔ جِذْوَةٌ کے معنی ہیں لکڑی کا ایک موٹا ٹکڑا جس میں شعلہ نہ ہو۔ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ یعنی

جَعَلْتَ لَهُ عَضُدًا.

ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ جب بھی تم کسی چیز کو مضبوط کرو تو گویا تم نے اس کو بازو لگا دیا۔

وَقَالَ غَيْرُهُ كُلَّمَا لَمْ يَنْطِقْ بِحَرْفٍ أَوْ فِيْهِ تَمْتَمَةٌ أَوْ فِيْهِ فَأْفَأَةٌ فَهِيَ عُقْدَةٌ (طه:٢٨) اَزْرِیْ (طه:٣٢) ظَهْرِي. فَيُسْحِتَكُمْ (طه:٦٢) فَيُهْلِكَكُمْ. الْمُثْلٰى (طه:٦٤) تَأْنِيْثُ الْأَمْثَلِ يَقُوْلُ بِدِيْنِكُمْ يُقَالُ خُذِ الْمُثْلَى خُذِ الْأَمْثَلَ. ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا(طه:٦٥) يُقَالُ هَلْ أَتَيْتَ الصَّفَّ الْيَوْمَ يَعْنِي الْمُصَلَّى الَّذِي يُصَلَّى فِيْهِ. فَأَوْجَسَ (طه:٦٨) أَضْمَرَ خَوْفًا فَذَهَبَتِ الْوَاوُ مِنْ خِيْفَةً (طه:٦٨) لِكَسْرَةِ الْخَاءِ. فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ (طه:٧٢) عَلَى جُذُوْعٍ. خَطْبُكَ (طه:٩٦) بَالُكَ. مِسَاسَ (طه:٩٨) مَصْدَرُ مَاسَّهُ مِسَاسًا. لَنَنْسِفَنَّهُ (طه:٩٨) لَنُذْرِيَنَّهُ. الضَّحَاءُ الْحَرُّ.

اور حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ اوروں نے کہا: زبان کی گرہ یہ ہوتی ہے کہ انسان کوئی حرف نہ بول سکے یا اس میں تتلاہٹ یا ہکلا پن ہو۔ اَزْرِی کے معنی ہیں میری پیٹھ۔ فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ کے معنی ہیں: ورنہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کر دے گا۔ وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ۔اس میں اَلْمُثْلٰى مونث ہے اَلْأَمْثَلُ کی۔یعنی تمہارے بہترین مذہب کو برباد نہ کردے۔ کہتے ہیں: خُذِ الْمُثْلٰى، خُذِ الْأَمْثَلَ (یعنی بہتر راہ اختیار کرو۔) ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا یعنی قطار باندھ کر آؤ۔ کہتے ہیں: هَلْ اَتَيْتَ الصَّفَ الْيَوْمَ یعنی کیا تم آج اس جگہ آئے جہاں نماز پڑھی جاتی ہے۔ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيْفَةً مُّوسٰى یعنی موسیٰ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔ خِيْفَةٌ اصل میں خِوْفَةٌ ہے۔ واو بوجہ کسرہ ماقبل کے یاء سے بدل گئی ہے اور یہ جو کہا: فِي جُذُوْعِ النَّخْلِ یہاں فِي کے معنی عَلٰى کے ہیں۔یعنی کھجور کے تنوں پر لٹکا کر۔ خَطْبُكَ کے معنی ہیں تمہارا حال۔ اور مِسَاس مصدر ہے۔ کہتے ہیں: مَاسَّهُ مِسَاسًا ۔ لَنَنْسِفَنَّهُ کے معنے ہیں ہم اسے اُڑا دیں گے۔ الضَّحَاءُ کے معنی ہے گرمی۔

قُصِّيْهِ (القصص:١٢) اتَّبِعِي أَثَرَهُ. وَقَدْ يَكُوْنُ أَنْ تَقُصَّ الْكَلَامَ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ (الكهف:١٤)

اور قُصِّيْهِ کے معنی ہیں اِتَّبِعِي اَثَرَهُ یعنی اس کے پیچھے چلی جا۔ اور قَصَّ کبھی بات بیان کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ یعنی ہم تم سے بیان

عَنْ جُنُبٍ (القصص:١٢) عَنْ بُعْدٍ وَعَنْ جَنَابَةٍ وَعَنِ اجْتِنَابٍ وَاحِدٌ. قَالَ مُجَاهِدٌ عَلٰى قَدَرٍ (طه:٤١) مَوْعِدٍ. لَا تَنِيَا (طه:٤٣) لَا تَضْعُفَا. يَبَسًا (طه:٧٨) يَابِسًا. مِنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ (طه:٨٨) الْحُلِيِّ الَّذِي اسْتَعَارُوْا مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ. فَقَذَفْنٰهَا☆ (طه:٨٨) أَلْقَيْنَاهَا. أَلْقَى (طه:٨٨) صَنَعَ. فَنَسِيَ مُوْسٰى (طه:٨٩) هُمْ يَقُوْلُوْنَهُ أَخْطَأَ الرَّبَّ. أَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا (طه:٩٠) فِي الْعِجْلِ.

کرتے ہیں۔ اور عَنْ جُنُبٍ کے معنی ہیں دور سے۔ یہ اور عَنْ جَنَابَةٍ اور عَنِ اجْتِنَابٍ ایک ہی ہیں۔ اور مجاہد نے کہا: جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ کے معانی ہیں اس مقام پر آ گئے ہو جس کا وعدہ کیا گیا تھا۔ (اور فرمایا:) لَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي یعنی میرے ذکر میں تم دونوں سُست نہ ہونا۔ يَبَسًا یعنی خشک۔ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ سے مراد وہ زیورات ہیں جو فرعون کی قوم سے لئے تھے۔ فَقَذَفْنٰهَا☆ ہم نے اس کو پھینک دیا۔ اَلْقٰى کے معنی ہیں اس نے کیا۔ فَقَالُوْا هٰذَا اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ یہ بات وہ لوگ کہتے ہیں جن کا خیال ہے کہ موسیٰ کو اپنے ربّ کے متعلق غلطی لگی ہے۔ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا یعنی کیا وہ دیکھتے نہیں کہ بچھڑا اُنہیں کسی بات کا جواب نہیں دیتا۔

٣٣٩٣: حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَّالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ أُسْرِيَ بِهِ حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الْخَامِسَةَ فَإِذَا هَارُوْنُ قَالَ هَذَا هَارُوْنُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ

۳۳۹۳: ہدبہ بن خالد نے ہمیں بتایا۔ ہمام نے ہم سے بیان کیا کہ قتادہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے، انہوں نے حضرت مالک بن صعصعہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس رات کا ذکر کیا جس میں آپؐ کو سیر کرائی گئی۔ (فرمایا:) وہ پانچویں آسمان پر پہنچے تو دیکھا وہاں ہارون ہیں۔ جبریل نے کہا: یہ ہارون ہیں۔ انہیں سلام کہیں۔ میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں

☆ یہ لفظ کشمیہنی کی روایت کے مطابق ہے (فتح الباری جزء٦ صفحہ ٥١٩) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ. تَابَعَهُ ثَابِتٌ وَعَبَّادُ بْنُ أَبِي عَلِيٍّ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نے جواب دیا اور کہا: خوشی سے آئیں اچھے بھائی اور اچھے نبی۔ قتادہ کی طرح ثابت اور عباد بن ابی علی نے بھی حضرت انسؓ سے یہ بیان کیا۔ حضرت انسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

اطرافهُ: ٣٢٠٧، ٣٤٣٠، ٣٨٨٧۔

تشریح: وَهَلْ اَتٰـكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى... : وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰىo اِذْ رَاٰى نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّىٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّىٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًىo فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰىo اِنِّىٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًىo (طٰهٰ: ١٠تا١٣) یہ آیت سورۃ النازعات (آیت ١٧) میں بھی آئی ہے۔ سورۃ القصص میں بجائے رَاٰى نَارًا کے اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ہے۔ (القصص: ٣٠) اٰنَسْتُ کے معنی اَبْصَرْتُ۔ یعنی میں نے ایک آگ کا مشاہدہ کیا ہے۔ یہ لفظ آتش محبت پر بھی اطلاق پاتا ہے۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْمُقَدَّسُ الْمُبَارَكُ ۔ سورۃ النمل میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پہلی تجلی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا (النمل: ٩) یعنی برکت دیا گیا ہے وہ جو اس آگ میں ہے اور جو اس کے ارد گرد ہے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی مبارک ہیں جو انوارِ الٰہیہ کی تلاش میں ہیں اور انوارِ الٰہیہ کا جلوہ اور آس پاس کے متلاشیان انوارِ الٰہیہ بھی مبارک ہیں۔ طویٰ وادی کا نام ہے۔ سورۃ طٰہٰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کے ضمن میں تجلیاتِ طور کا ذکر ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اس عنوانِ باب کے تعلق میں الفاظ کے معانی جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابوعبیدہؒ اور مجاہدؒ سے مروی ہیں، نقل کرنے کے بعد اس کے تحت واقعہ اسراء (معراج نبوی ﷺ) سے متعلق روایت درج کی ہے اور سورۃ طٰہٰ کا شانِ نزول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق کیا ہے۔

بَاب ٢٣: وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ إِلَى قَوْلِهِ مُسْرِفٌ كَذَّابٌo (المؤمن: ٢٩)

اور آلِ فرعون میں سے ایک شخص جو ایماندار تھا مگر اپنا ایمان چھپاتا تھا اس نے کہا: اے لوگو! کیا تم ایک آدمی کو صرف اس لئے مارتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ میرا ربّ ہے اور وہ تمہارے ربّ کی طرف سے نشانات بھی لایا ہے اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو اس کی کی ہوئی بعض (انذاری) پیشگوئیاں تمہارے متعلق پوری ہو جائیں گی
اللہ حد سے بڑھے ہوئے اور بہت جھوٹ بولنے والے کو کبھی کامیاب نہیں کرتا

بَاب ٢٤ : قَوْلُ اللهِ تَعَالَى وَهَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰىۘ (طه: ١٠)

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: کیا موسیٰ کا واقعہ تمہیں پہنچا ہے؟

وَكَلَّمَ اللهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۚ (النساء:١٦٥)

(اور فرمانا:) اللہ نے موسیٰ سے خوب باتیں کیں۔

٣٣٩٤: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي رَأَيْتُ مُوسَى وَإِذَا هُوَ رَجُلٌ ضَرْبٌ رَجِلٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَأَيْتُ عِيْسَى فَإِذَا هُوَ رَجُلٌ رَبْعَةٌ أَحْمَرُ كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ وَأَنَا أَشْبَهُ وَلَدِ إِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِ ثُمَّ أُتِيْتُ بِإِنَاءَيْنِ فِي أَحَدِهِمَا لَبَنٌ وَفِي الْآخَرِ خَمْرٌ فَقَالَ اشْرَبْ أَيَّهُمَا شِئْتَ فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ فَقِيْلَ أَخَذْتَ الْفِطْرَةَ أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ.

٣٣٩٤: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام بن یوسف نے ہمیں خبر دی۔ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زُہری سے، زُہری نے سعید بن مسیّب سے، سعید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیر کرایا گیا، آپؐ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: میں نے موسیٰ کو دیکھا اور وہ دبلے پتلے بدن کے آدمی ہیں، سیدھے بالوں والے گویا کہ وہ شنوءہ قبیلہ کے لوگوں میں سے ہیں اور میں نے عیسیٰ کو دیکھا وہ میانہ قد سرخ رنگ آدمی ہیں جیسے ابھی حمام سے نکلے ہیں۔ اور ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی سب اولاد میں مَیں زیادہ مشابہت رکھنے والا ہوں۔ پھر اس کے بعد میرے پاس دو پیالے لائے گئے۔ ان میں سے ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب۔ فرشتے نے کہا: پیو، ان میں سے جسے تم چاہو۔ تب میں نے دودھ لیا اور اس کو پیا۔ اس پر مجھے کہا گیا: تم نے فطرت پر عمل کیا ہے۔ دیکھو اگر تم شراب پیتے تو تمہاری اُمت بگڑ جاتی۔

اطرافہُ: ٣٤٣٧، ٤٧٠٩، ٥٥٧٦، ٥٦٠٣.

٣٣٩٥: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَّقُوْلَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتَّى وَنَسَبَهُ إِلَى أَبِيْهِ.

اطرافهُ: ٣٤١٣، ٤٦٣٠، ٧٥٣٩.

٣٣٩٥: محمد بن بشار نے مجھے بتایا کہ غندر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا کہ قتادہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابوالعالیہ سے سنا کہ تمہارے نبی کے چچازاد بھائی یعنی حضرت ابن عباسؓ نے ہمیں بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: کسی بندے کو بھی یہ نہیں کہنا چاہیے کہ میں یونس بن متّٰی سے اچھا ہوں اور راوی نے یونس کے باپ کا نام متّٰی بیان کیا۔

٣٣٩٦: وَذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ فَقَالَ مُوسَى آدَمُ طُوَالٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَقَالَ عِيْسَى جَعْدٌ مَرْبُوْعٌ وَذَكَرَ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَذَكَرَ الدَّجَّالَ.

طرفهُ: ٣٢٣٩.

٣٣٩٦: اور جس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسراء ہوا، آپؐ نے اس کا ذکر کیا اور فرمایا: موسیٰ گندم گوں لمبے قد ہیں گویا کہ وہ شنوءہ قبیلہ کے لوگوں میں سے ہیں اور فرمایا: عیسیٰ گھونگھریالے بالوں والے میانہ قد ہیں اور آپؐ نے مالک کا ذکر کیا جو آگ کا داروغہ ہے اور دجال کا بھی ذکر فرمایا۔

٣٣٩٧: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ السَّخْتِيَانِيُّ عَنِ ابْنِ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ وَجَدَهُمْ يَصُوْمُوْنَ يَوْمًا يَعْنِي يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالُوْا هَذَا يَوْمٌ

٣٣٩٧: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہمیں بتایا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہم سے بیان کیا کہ ایوب سختیانی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے (عبداللہ) بن سعید بن جبیر سے، انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں آئے تو آپؐ نے یہود کو دیکھا کہ ایک دن یعنی عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں اور کہتے تھے کہ یہ بہت بڑا دن ہے

عَظِيْمٌ وَهُوَ يَوْمٌ نَجَّى اللهُ فِيْهِ مُوسَى وَأَغْرَقَ آلَ فِرْعَوْنَ فَصَامَ مُوسَى شُكْرًا لِلَّهِ فَقَالَ أَنَا أَوْلَى بِمُوْسَى مِنْهُمْ فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ.

اور یہ وہ دن ہے جس دن اللہ نے موسیٰ کو نجات دی اور فرعون کی قوم کو غرق کیا تھا۔ اس لئے موسیٰ نے اللہ کا شکر یہ ادا کرنے کے لئے روزہ رکھا۔ یہ دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان سے زیادہ موسیٰ سے تعلق رکھتا ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے بھی اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کے لئے فرمایا۔

اطرافهُ: ٢٠٠٤، ٣٩٤٣، ٤٦٨٠، ٤٧٣٧.

تشریح: **وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيْمًا:** اس اسلوب خطاب کا تعلق بھی اس کلام الٰہی سے ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح سرفراز فرمائے گئے۔ چنانچہ یہ آیت یوں شروع ہوتی ہے: اِنَّـآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝ (النساء: ١٦٤، ١٦٥) جس طرح ہم نے نوح اور اس کے بعد (دوسرے) تمام انبیاء پر وحی (نازل) کی تھی یقیناً تجھ پر (بھی) ہم نے وحی (نازل) کی ہے اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور (اس کی) اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان پر (بھی) وحی (نازل) کی تھی اور ہم نے داود کو (بھی) ایک کتاب دی تھی اور کئی ایسے رسول ہیں جن کی خبر ہم (اس سے) پہلے تجھے دے چکے ہیں اور کئی ایسے رسول ہیں جن کا ذکر ہم نے تجھ سے نہیں کیا اور اللہ نے موسیٰ سے خوب اچھی طرح کلام کیا تھا۔

اس آیت کا حوالہ بھی امام بخاریؒ کے اسی نقطہ نظر کی تائید میں ہے کہ انبیاء کے ذکر سے دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مقصود بالذات ہیں اور جو تین روایتیں اس باب کے تحت درج کی ہیں ان سے بھی مذکورہ بالا نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے۔ پہلی اور دوسری روایت کا تعلق اسراء یعنی معراجِ نبوی سے ہے اور تیسری کا تعلق مماثلت موسوی سے اور یہ تینوں روایتیں خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔ آپؐ نے معراج میں گزشتہ انبیاء بنی اسرائیل سے ملاقات کی جن میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر باب کی دو روایات میں ہے جو اختصار سے منقول ہے۔

اَزْدِ شَـنُوْءَ ةَ: یہ یمنی قبیلہ ہے جو عبداللہ بن کعب (بن مالک بن ازد) کی طرف منسوب ہے۔ داودیؒ کا قول ہے کہ اس قبیلہ کے لوگ دراز قد تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ رَجُلٌ ضَرْبٌ سے یہی مراد ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دراز قد دیکھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو میانہ قد، سلسلہ موسویہ کا پہلا اور آخری نبی وفات شدہ

انبیاء بنی اسرائیل میں دیکھے گئے۔ ظاہر ہے کہ وہ سلسلہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے ختم ہوا اور شریعت اسلامیہ کی بنیاد قائم ہوئی۔ علیہ صلوٰت اللہ والف الف سلام۔

دوسری روایت (نمبر ٣٣٩٦) میں اٰدَمُ طُـوَالٌ کے الفاظ ہیں جن میں صراحت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام گندم گوں دراز قد تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھنگریالے بالوں والے اور میانہ قد۔

تیسری روایت (نمبر ٣٣٩٧) سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے اپنے آپ کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے۔ انبیاء بنی اسرائیل کی پیشگوئیوں میں اس امر کی صراحت ہے کہ موعودہ نبی موسیٰ کی مانند ہوگا۔ (دیکھئے کتاب بدء الوحی تشریح روایت نمبر ٣)

قارئین مذکورہ بالا تبصرہ سے سمجھ سکتے ہیں کہ ان روایات کا سابقہ ابواب کے مضمون سے کیا تعلق ہے اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک وہ تمام نبی فوت ہو گئے۔ ان میں سے کوئی نبی زندہ نہیں جو آپؐ کے بعد آئے اور آپؐ کا جانشین ہو۔ یہ خیال زمانہ فیج اعوج کی پیدائش ہے۔

باب ٢١ میں لفظ نَجِيًّا کی شرح میں يَتَنَاجَوْنَ کے صیغہ سے جو باب تفاعل ہے یہ ذہن نشین کرانا مقصود معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ موسویہ سے تعلق رکھنے والے انبیاء کا بلحاظِ شریعت آپس میں رابطہ تھا جو ان کی وفات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے منقطع ہو چکا ہے اور سورۃ مریم کی آیت اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا (مریم:٥٩) سے بھی ظاہر ہے کہ ان کا تعلق سلسلہ بعثت محمد یہ سے ہے نہ کہ موسوی سلسلہ کے انبیاء سے، کیونکہ یہ معقول نہیں کہ انبیاء تو سلسلہ موسیٰ میں مبعوث ہوں اور سجدۂ شکر ہم بجالائیں۔ ہمارے سجدۂ شکر بجالانے سے ظاہر ہے کہ مماثلت موسوی کی وجہ سے آیات سورۃ مریم میں ہم سے وعدہ کیا گیا ہے کہ جس طرح ان میں انبیاء مبعوث ہوئے۔ اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھی اسی قسم کی رحمت سے سرفراز کی جائے گی تا کہ شریعت اسلامیہ ضیاع سے محفوظ رہے اور اسے دوام حاصل ہو۔ حفاظت وتجدید کے بغیر کوئی شئے اس دنیا میں اپنی حالت پر قائم نہیں رہ سکتی۔

بَاب ٢٥: قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰى
وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا پھر ان تیس راتوں کو دس اور راتوں سے ملا کر مکمل کر دیا

فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ○

اور اس طرح اس کے ربّ کا مقررہ وعدہ چالیس راتوں کی صورت میں پورا ہوا اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: تم میرے بعد میری قوم میں میرے قائمقام ہوگے اور تم قوم کی اصلاح کیجیئو اور مفسدوں کی راہ نہ لگنا۔ اور جب موسیٰ مقررہ وقت کے مطابق مقررہ جگہ

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ إِلَى قَوْلِهِ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (الأعراف:١٤٣-١٤٤)

آ گیا اور اس کے ربّ نے اس سے کلام کیا۔ تو موسیٰ نے کہا: اے میرے ربّ! مجھے اپنا وجود دکھا تا کہ میں تجھے دیکھوں۔ فرمایا: تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکے گا۔ مگر پہاڑ کی طرف دیکھ کہ اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تُو مجھے دیکھ لے گا۔ پھر جب موسیٰ کے ربّ نے پہاڑ پر اپنا جلوہ دکھایا تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب انہیں افاقہ ہوا تو انہوں نے کہا: اے ربّ! تو ہر عیب سے پاک ہے۔ میں تیری طرف ہی جھکتا ہوں اور میں اس زمانہ میں سب ایمان لانے والوں سے اوّل درجہ پر ہوں۔

يُقَالُ دَكَّهُ زَلْزَلَهُ فَدُكَّتَا (الحاقة:١٥) فَدُكِكْنَ جَعَلَ الْجِبَالَ كَالْوَاحِدَةِ كَمَا قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا (الأنبياء:٣١) وَلَمْ يَقُلْ كُنَّ رَتْقًا مُلْتَصِقَتَيْنِ. اُشْرِبُوْا (البقرة:٩٤) ثَوْبٌ مُشَرَّبٌ مَصْبُوْغٌ.

دَكَّهُ کے معنی ہیں اس کو ہلا دیا اور انہی معنوں میں فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ہے۔ (یعنی زمین اور پہاڑوں دونوں کو یکدم لرزا دیا جائے گا۔) قاعدہ کے مطابق جمع مؤنث کا صیغہ چاہیے تھا یعنی دُكِكْنَ مگر تثنیہ کا صیغہ اس لئے استعمال کیا ہے کہ پہاڑ ایک ہی جنس کی چیزیں ہونے کے سبب سے ایک چیز (مفرد) قرار دیئے گئے ہیں، یعنی زمین کے مقابل میں۔ جیسے اللہ عزوجل نے فرمایا: اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا (یعنی زمین و آسمان دونوں ملے ہوئے تھے سو ان دونوں کا پیوند توڑ دیا۔) یہاں جمع کا صیغہ استعمال نہیں کیا اور یہ نہیں فرمایا: كُنَّ رَتْقًا۔ یعنی آسمان اور زمین آپس میں ملی ہوئی تھیں۔ اُشْرِبُوْا فِي قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ (یعنی بچھڑے کی محبت ان کے دِلوں میں داخل کر دی گئی۔) کہتے ہیں: ثَوْبٌ مُشَرَّبٌ یعنی رنگین کپڑا، یعنی ان کے دل بچھڑے کی محبت سے رنگین ہو گئے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ انْبَجَسَتْ (الأعراف:١٦١) انْفَجَرَتْ. وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ (الأعراف:١٧١) رَفَعْنَا.

حضرت ابن عباسؓ نے کہا: اِنْبَجَسَتْ کے معنی ہیں پھوٹ پڑے۔ (وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ - اور جب ہم نے پہاڑوں کو اُن پر بلند کیا) نَتَقْنَا کے معنی ہیں ہم نے (پہاڑ کو) بلند کیا۔

٣٣٩٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ النَّاسُ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيْقُ فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى آخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَفَاقَ قَبْلِي أَمْ جُوْزِيَ بِصَعْقَةِ الطُّوْرِ.

٣٣٩٨: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن یحییٰ سے، انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو جائیں گے اور میں پہلا ہوں گا جو ہوش میں آؤں گا۔ میں کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ عرش کا ایک پایہ پکڑے ہوئے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے مجھ سے پہلے ہوش سنبھالی یا طور کی بے ہوشی ہی ان کے لئے کافی سمجھی گئی۔

اطرافہ: ٢٤١٢، ٤٦٣٨، ٦٩١٦، ٦٩١٧، ٧٤٢٧۔

٣٣٩٩: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا بَنُو إِسْرَائِيْلَ لَمْ يَخْنَزِ اللَّحْمُ وَلَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ أُنْثَى زَوْجَهَا الدَّهْرَ.

٣٣٩٩: عبداللہ بن محمد جعفی نے مجھے بتایا۔ عبدالرزاق نے ہم سے بیان کیا کہ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہمام سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت نہ سڑتا اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت کبھی اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔

طرفہ: ٣٣٣٠۔

تشریح: وَوٰعَدْنَا مُوسٰى ثَلَاثِيْنَ لَيْلَةً: اس آیت کا مضمون بھی سابقہ ابواب کے موضوع سے پوری مطابقت رکھتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر حاضری میں حضرت ہارون علیہ السلام اس ارشاد کے ساتھ جانشین مقرر کئے گئے: اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ○ (الأعراف:١٤٢) اس سے ظاہر ہے کہ ان ابواب میں امام بخاریؒ کے مدنظر دراصل ربانی خلافت حقہ ہی کا مضمون ہے۔ اس آیت کے تعلق میں شرح لفظ دَكَّهُ کے ساتھ سورۃ الانبیاء کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے، اس کا مضمون بھی یہی ہے کہ جب تک زمین کا پیوند آسمان سے قائم رہتا ہے، اس کی تر و تازگی بھی قائم رہتی ہے۔ اس کے بغیر وہ مرجھا جاتی ہے۔ پوری آیت یہ ہے: اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ○(الأنبياء:٣١) کیا کفار نے نہیں دیکھا کہ آسمان و زمین ملے ہوئے تھے تو ہم نے ان کا پیوند کھول دیا (اور بارش سے زمین زندہ ہوگئی) اور ہم نے ہر زندہ شئے پانی ہی سے بنائی ہے۔ اسی طرح وحی الٰہی بھی روحوں کے لئے آب حیات ہے۔ کیا پھر بھی وہ نہیں مانتے۔ اس سیاقِ کلام میں آسمان سقفِ محفوظ قرار دیا گیا ہے (الأنبياء:٣٣) اور رات و دن کے دورے کو دورانِ شمس و قمر کے ساتھ وابستہ کر کے فرماتا ہے: كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (الأنبياء:٣٤) ہر شئے اپنے اپنے محور میں بے روک چل رہی ہے اور اگلی آیت میں فرماتا ہے: وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (الأنبياء:٣٥) اور ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کے لئے دوام (یعنی ہمیشہ رہنا) نہیں مقدر کیا۔ اس اسلوب خطاب کے معنی یہ ہیں کہ تجھے دوام بخشا ہے۔ باقی بشر سے نفی کے اندر ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اثبات کا مفہوم مضمر ہے۔ چنانچہ ما بعد کی آیت میں ہے: اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ○ (الأنبياء:٣٥) (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تو مر گیا تو کیا وہ تیری موت کے بعد زندہ رہیں گے۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (الأنبياء:٣٦) ہر نفس موت چکھے گا۔ ان آیات میں جسمانی موت و فوت کا سوال نہیں جس کے لئے سیاقِ کلام ہو بلکہ روحانی زندگی کی بقا و فنا کا سوال ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ وہ آب حیات اور سقف محفوظ قرار دیئے گئے ہیں جو اَبدی واسطہ پیوند ہیں اللہ تعالیٰ اور بنی نوع انسان کے درمیان اور زندگی کا وہ کوثر ہیں جس کے ساتھ زمین کی تر و تازگی وابستہ ہے۔ آپؐ سے پہلے جتنے انبیاء بطور پیوند و آب حیات تھے وہ کٹ چکے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے باب ٢٥ کا عنوان قائم کر کے دَكَّهُ کی شرح ضمناً کی اور پُر معانی آیات کا حوالہ دیا ہے جو سورۃ الانبیاء میں وارد ہوئی ہیں اور ان سے پہلے فرمایا: هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِي (الأنبياء:٢٥) یہ ذکر میرے ساتھیوں کا ہے اور ان (انبیاء) کا ذکر ہے جو مجھ سے پہلے تھے اور فرمایا: وَقَالُوْا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ○ (الأنبياء:٢٧) اور لوگوں نے کہا کہ رحمٰن نے بیٹا (دنیا کا نجات دہندہ) اختیار کیا ہے۔ پاک ذات ہے وہ۔ نہیں بلکہ (جو انبیاء دنیا کی حفاظت کے لئے پہلے بھیجے گئے تھے) وہ معبودِ حقیقی کے پرستار تھے۔ جو عزت سے سرفراز کئے گئے۔ کتنا واضح سیاقِ کلام ہے، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان کے لئے ابدی رہنماء و نجات دہندہ و آفتاب ہدایت اور آپؐ کے خلفاء ماہتاب قرار دیئے گئے ہیں جو آپؐ کے انوارِ قدسیہ کا ہر زمانے میں انعکاس کرتے رہتے ہیں اور کرتے چلے جائیں گے۔ اللھم صل علی محمد وعلیٰ اٰل محمد و بارک وسلم انک حمید مجید۔

كَانَتَا رَتْقًا وَّلَمْ يَقُلْ كُنَّ رَتْقًا: اس شرح سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اَلسَّمٰوٰت باوجود جمع ہونے کے ایک جنس قرار دی گئی ہے اور آسمان و زمین کے لئے جوڑا ہونے کی وجہ سے كَانَتَا رَتْقًا صیغہ تثنیہ استعمال کیا گیا ہے۔ رَتْقًا کے معنی ہیں مُلْتَصِقَتَيْنِ باہم ملے ہوئے۔ یہ بھی تثنیہ ہے۔ عربی میں رَتْقٌ کے معنی ہیں ضِدُّ الْفَتْقِ پھٹے کپڑے کو پیوند لگانا۔ مقصودہ معانی کو مدنظر رکھتے ہوئے تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے اور یہ عربی میں جائز ہے کہ الفاظ کا تتبع نہ کیا جائے بلکہ معنی مقصود کے اعتبار سے صیغہ استعمال ہو اور اس کی مثال قرآنِ مجید ہی سے دی گئی ہے۔ فرماتا ہے: اشْرِبُوْا فِي قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ (البقرة: ۹۴) اَلْعِجْل یعنی بچھڑا مفرد ہے۔ اس کے لئے صیغہ مفرد اُشْرِبَ آنا چاہیے تھا۔ مگر مفہوم کے اعتبار سے صیغہ جمع وارد ہوا ہے اور مراد پینا پلانا نہیں بلکہ بچھڑے کی محبت دلوں میں رچنا مراد ہے اور گوسالہ پرستوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے صیغہ جمع اُشْرِبُوْا استعمال ہوا ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ انْبَجَسَتْ اِنْفَجَرَتْ: پھوٹ پڑے۔ سورۃ الاعراف کی آیت ۱۶۱ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ فرماتا ہے: وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۚ وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اِذِ اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۚ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۚ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۚ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۚ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○ (الأعراف :۱۶۱) اور ہم نے ان کو بارہ قبیلوں میں تقسیم کر دیا (جو اَب ترقی کر کے قومیں بن گئے ہیں) اور ہم نے موسیٰ کی طرف جب اس سے اس کی قوم نے پانی مانگا وحی کی کہ جا اور اپنا سونٹا (فلاں) پتھر پر مار۔ (جب اس نے ایسا کیا) تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ ہر قوم نے اپنا اپنا گھاٹ جان لیا اور ہم نے ان پر بادل کا سایہ کیا اور ہم نے ان کے لئے ترنجبین اور بٹیر پیدا کئے (اور کہا) کہ جو کچھ ہم نے دیا ہے (اس میں سے) طیب چیزیں کھاؤ اور انہوں نے ہم پر تو ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔

علاوہ ازیں آیت وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ (الأعراف :۱۷۲) کی تفسیر کے لئے بھی حضرت ابن عباسؓ کا حوالہ دیا گیا ہے جس کے لئے دیکھئے کتاب التفسیر، سورۃ الاعراف۔ یہ دونوں حوالے بلاوجہ نہیں، مذکورہ بالا مماثلت کے تعلق ہی میں ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی بعثت بمقابلہ سابقہ نبوتوں کے (كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيْرِ) آبِ حیات وابر کثیر قرار دی ہے۔ (دیکھئے کتاب العلم باب ۲۰ روایت نمبر ۷۹) اور بتایا ہے کہ اس سے چشمے پھوٹ رہے ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے فیوض سے پھوٹے تھے اور جس طرح بنی اسرائیل نے جب موسوی شریعت کو پس پشت ڈالا، وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور کئی فرقوں میں بٹ گئے۔ یہی حال اُمت محمدیہ کا ہوگا اور اصل حصہ مماثلت سے متعلق خود آنحضرت ﷺ نے کھلے الفاظ میں انذار فرمایا ہے۔ لیکن اس حصہ مماثلت سے متعلق دونوں سلسلوں میں ایک فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض کو خلود و دوام حاصل ہے جو پہلوں کو حاصل نہیں ہوا۔ جیسا کہ خود اس باب میں امام بخاریؒ نے سورۃ الانبیاء کی آیت کے حوالہ سے اس امتیاز کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ باب کی پہلی روایت آپؐ کے اسی امتیازِ شفاعت کی وجہ سے نقل کی گئی ہے۔ دوسری روایت کی تشریح کے لئے دیکھئے کتاب الانبیاء تشریح باب نمبر ۱۔

بَاب ٢٦: طُوفَانٌ مِنَ السَّيْلِ وَيُقَالُ لِلْمَوْتِ الْكَثِيْرِ طُوفَانٌ

طوفان سے مراد (یہاں) سیلاب ہے

وَالْقُمَّلَ (الأعراف:١٣٤) الْحُمْنَانُ يُشْبِهُ صِغَارَ الْحَلَمِ. حَقِيْقٌ (الأعراف:١٠٦) حَقٌّ. سُقِطَ (الأعراف:١٥٠) كُلُّ مَنْ نَّدِمَ فَقَدْ سُقِطَ فِي يَدِهِ.

اسی طرح کثرتِ موت کو بھی طوفان کہتے ہیں۔ اور قُـمَّـل کے معنی چچڑیاں جو چھوٹی جوؤں کے مشابہ ہوتی ہیں۔ حَقِيْقٌ کے معنی ہیں حق، ضروری، لازم۔ اور یہ جوفرمایا: وَلَمَّا سُقِطَ فِي اَيْدِيْهِمْ اور جب وہ پشیمان ہوئے۔ ہر وہ شخص جو پشیمان ہو اس کی نسبت کہتے ہیں: سُقِطَ فِي يَدِهِ۔

بَاب ٢٧: حَدِيْثُ الْخَضِرِ مَعَ مُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

موسیٰ کے ساتھ خضر کا واقعہ ان دونوں پر سلامتی ہو

٣٤٠٠: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَمَارَى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسٍ الْفَزَارِيُّ فِي صَاحِبِ مُوسَى قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ خَضِرٌ فَمَرَّ بِهِمَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ إِنِّي تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِي هَذَا فِي صَاحِبِ مُوسَى الَّذِي سَأَلَ السَّبِيْلَ إِلَى لُقِيِّهِ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَذْكُرُ

٣٤٠٠: عمرو بن محمد نے ہمیں بتایا کہ یعقوب بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا، کہا: میرے باپ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے صالح (بن کیسان) سے، انہوں نے ابن شہاب سے روایت کی کہ عبیداللہ بن عبداللہ نے ان کو بتایا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے (یعنی حضرت ابن عباسؓ) اور حُرّ بن قیسؓ نے موسیٰ کے ساتھی کی نسبت اختلاف کیا۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے: وہ خضر ہیں۔ اتنے میں حضرت اُبی بن کعبؓ ان دونوں کے پاس سے گزرے۔ حضرت ابن عباسؓ نے انہیں بلایا اور کہا: میں اور یہ میرا رفیق موسیٰ کے اس ساتھی کے متعلق اختلاف رکھتے ہیں جس کی ملاقات کے لئے موسیٰ نے راستہ دریافت کیا تھا۔ کیا آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا

شَأْنَهُ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا مُوسَى فِي مَلَإٍ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ قَالَ لَا فَأَوْحَى اللهُ إِلَى مُوسَى بَلَى عَبْدُنَا خَضِرٌ فَسَأَلَ مُوسَى السَّبِيْلَ إِلَيْهِ فَجُعِلَ لَهُ الْحُوْتُ آيَةً وَقِيْلَ لَهُ إِذَا فَقَدْتَّ الْحُوْتَ فَارْجِعْ فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ فَكَانَ يَتْبَعُ الْحُوْتَ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ لِمُوسَى فَتَاهُ أَرَءَيْتَ إِذْ أَوَيْنَآ إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ أَنْسَانِيْهِ إِلَّا الشَّيْطٰنُ أَنْ أَذْكُرَهُ فَقَالَ مُوسَى ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِي فَارْتَدَّا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا الَّذِي قَصَّ اللهُ فِي كِتَابِهِ.

حال بیان کرتے سنا؟ انہوں نے کہا: ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ایک دفعہ موسیٰ بنی اسرائیل کے بھرے مجمع میں تھے کہ اتنے میں ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے پوچھا: آپؑ کسی ایسے کو بھی جانتے ہیں جو آپؑ سے بڑھ کر عالم ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ تب اللہ نے موسیٰ کو وحی کی: بلکہ ہمارا بندہ خضر ہے (جو تم سے بڑھ کر عالم ہے۔) موسیٰ نے ان تک پہنچنے کا راستہ پوچھا: تو اللہ نے ان کے لئے مچھلی کو بطور نشان مقرر کیا اور ان سے کہا گیا کہ جب تم وہ مچھلی نہ پاؤ تو تم لوٹ آؤ۔ پھر تم جلدی ہی خضر سے مل جاؤ گے۔ چنانچہ موسیٰ سمندر میں مچھلی کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ موسیٰ سے ان کے نوجوان نے کہا: کیا آپؑ کو معلوم ہوا جب ہم نے اس چٹان کے پاس آرام کیا تھا تو میں مچھلی بھول گیا اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا کہ اس کو یاد نہ رکھا۔ موسیٰ نے کہا: یہی تو تھا جو ہم چاہتے تھے۔ تب وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانوں پر جستجو کرتے ہوئے واپس ہوئے اور خضر کو پالیا۔ پھر ان کا وہی حال ہے جو اللہ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔

اطرافہُ: ٧٤، ٧٨، ١٢٢، ٢٢٦٧، ٢٧٢٨، ٣٢٧٨، ٣٤٠١، ٣٧٢٥، ٤٧٢٦، ٤٧٢٧، ٦٦٧٢، ٧٤٧٨.

٣٤٠١: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ

۳۴۰۱: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا۔ عمرو بن دینار نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: سعید بن جبیر نے مجھے بتایا، کہا: میں

قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ نَوْفًا الْبَكَالِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوسَى صَاحِبَ الْخَضِرِ لَيْسَ هُوَ مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيْلَ إِنَّمَا هُوَ مُوسَى آخَرُ فَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللهِ، حَدَّثَنَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ مُوسَى قَامَ خَطِيْبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيْلَ فَسُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ فَقَالَ أَنَا فَعَتَبَ اللهُ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ بَلَى لِي عَبْدٌ بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ أَيْ رَبِّ وَمَنْ لِّي بِهِ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ أَيْ رَبِّ وَكَيْفَ لِي بِهِ قَالَ تَأْخُذُ حُوْتًا فَتَجْعَلُهُ فِي مِكْتَلٍ حَيْثُمَا فَقَدْتَّ الْحُوْتَ فَهُوَ ثَمَّ وَرُبَّمَا قَالَ فَهُوَ ثَمَّهْ وَأَخَذَ حُوْتًا فَجَعَلَهُ فِي مِكْتَلٍ ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَفَتَاهُ يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ حَتَّى إِذَا أَتَيَا الصَّخْرَةَ وَضَعَا رُءُوْسَهُمَا فَرَقَدَ مُوسَى وَاضْطَرَبَ الْحُوْتُ فَخَرَجَ فَسَقَطَ فِي الْبَحْرِ فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا

نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ نوف بکالی کہتا ہے کہ موسیٰ خضر والے بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں ہیں۔ بلکہ کوئی اور موسیٰ ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے یہ سن کر کہا: اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا ہے۔ حضرت اُبی بن کعبؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ موسیٰ بنی اسرائیل میں خطبہ کی غرض سے کھڑے ہوئے۔ ان سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے کون زیادہ عالم ہے؟ انہوں نے کہا: میں۔ تو اللہ نے ان پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کیونکہ انہوں نے یہ نہیں کہا: اللہ بہتر جانتا ہے۔ اس لئے اللہ نے ان سے کہا: (تم سب سے بڑھ کر عالم نہیں) بلکہ مجمع البحرین میں میرا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ عالم ہے۔ حضرت موسیٰ نے کہا: اے میرے ربّ! مجھے اس کے پاس کون پہنچائے؟ اور سفیان (بن عیینہ) نے یوں کہا: اے میرے ربّ! اور میں اس کے پاس کیونکر پہنچوں؟ اللہ نے کہا: تم ایک مچھلی لو اور اسے ٹوکری میں رکھ لو۔ جہاں یہ مچھلی کھو بیٹھو وہ وہیں ہوگا۔ اور سفیان نے فَهُوَ ثَمَّ کی جگہ فَهُوَ ثَمَّهُ کے الفاظ کہے۔ موسیٰ نے ایک مچھلی لی اور ٹوکری میں وہ رکھ لی۔ پھر وہ اور ان کے نوجوان یوشع بن نون چل پڑے۔ یہاں تک کہ جب دونوں چٹان کے پاس پہنچے اور اپنے سر ٹیکے تو موسیٰ سو گئے اور مچھلی تڑپ کر باہر نکلی اور سمندر میں گر گئی اور پھر اس نے سمندر میں اپنی راہ لی اور چلتی بنی اور اللہ نے اس مچھلی سے پانی کی روانی روک دی۔ چنانچہ پانی ڈاٹ

فَأَمْسَكَ اللهُ عَنِ الْحُوْتِ جِرْيَةَ الْمَاءِ فَصَارَ مِثْلَ الطَّاقِ فَقَالَ هَكَذَا مِثْلُ الطَّاقِ فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ بَقِيَّةَ لَيْلَتِهِمَا وَيَوْمَهُمَا حَتَّى إِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۫ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا وَلَمْ يَجِدْ مُوسَى النَّصَبَ حَتَّى جَاوَزَ حَيْثُ أَمَرَهُ اللهُ، قَالَ لَهُ فَتَاهُ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ أَنْسَانِيْهِ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا فَكَانَ لِلْحُوْتِ سَرَبًا وَلَهُمَا عَجَبًا قَالَ لَهُ مُوسَى ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِي فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا رَجَعَا يَقُصَّانِ آثَارَهُمَا حَتَّى انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِذَا رَجُلٌ مُسَجًّى بِثَوْبٍ فَسَلَّمَ مُوسَى فَرَدَّ عَلَيْهِ فَقَالَ وَأَنَّى بِأَرْضِكَ السَّلَامُ قَالَ أَنَا مُوسَى قَالَ مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيْلَ قَالَ نَعَمْ أَتَيْتُكَ لِتُعَلِّمَنِي مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ

کی طرح ہوگیا۔ راوی نے ہاتھ سے بتایا: یوں ڈاٹ کی طرح۔ وہ دونوں باقی دن رات چلتے رہے۔ یہاں تک کہ جب دوسرا دن ہوا تو موسیٰ نے اپنے نوجوان سے کہا: لاؤ ناشتہ ہمارا۔ ہم نے تو اپنے اس سفر سے اتنی تکلیف اُٹھائی ہے کہ تھک کر رہ گئے ہیں۔ اور موسیٰ نے یہ تکان تبھی محسوس کی کہ جب وہ اس جگہ سے آگے نکل گئے جہاں جانے کے لئے اللہ نے ان سے فرمایا تھا۔ موسیٰ کے نوجوان نے ان سے کہا: آپؑ نے دیکھا کہ جب چٹان کے پاس ہم نے آرام کیا تھا تو میں مچھلی بھول ہی گیا اور شیطان ہی نے مجھے بھلا دیا کہ اس کو یاد نہ رکھا اور عجیب طور سے اس نے سمندر میں اپنی راہ لے لی۔ مچھلی تو سمندر میں اپنی راہ چلتی بنی اور ان دونوں کو اس سے حیرت ہوئی۔ موسیٰ نے نوجوان سے کہا: وہی جگہ تو تھی جو ہم چاہتے تھے۔ وہ دونوں اپنے پاؤں کے نشانوں کی جستجو کرتے واپس گئے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس چٹان کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ہے جو کپڑا اُوڑھے ہوئے ہے۔ موسیٰ نے سلام کیا۔ اس نے ان کو سلام کا جواب دیا اور کہا: تمہارے ملک میں سلامتی کہاں؟ انہوں نے کہا: میں موسیٰ ہوں۔ اس نے پوچھا: بنی اسرائیل کا موسیٰ؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تا آپ مجھے بھی وہ راستی کی باتیں سکھائیں جو آپ کو سکھائی گئی ہیں۔ اس نے جواب دیا: اے موسیٰ! علم الٰہی میں سے مجھے ایک علم حاصل ہے جو اللہ ہی نے

يَا مُوسَى إِنِّي عَلَى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللهِ عَلَّمَنِيْهِ اللهُ لَا تَعْلَمُهُ وَأَنْتَ عَلَى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللهِ عَلَّمَكَهُ اللهُ لَا أَعْلَمُهُ قَالَ هَلْ اَتَّبِعُكَ. قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا إِلَى قَوْلِهِ اَمْرًا. فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِيْنَةٌ كَلَّمُوْهُمْ أَنْ يَّحْمِلُوْهُمْ فَعَرَفُوْا الْخَضِرَ فَحَمَلُوْهُ بِغَيْرِ نَوْلٍ فَلَمَّا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ جَاءَ عُصْفُوْرٌ فَوَقَعَ عَلَى حَرْفِ السَّفِيْنَةِ فَنَقَرَ فِي الْبَحْرِ نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ قَالَ لَهُ الْخَضِرُ يَا مُوسَى مَا نَقَصَ عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللهِ إِلَّا مِثْلَ مَا نَقَصَ هَذَا الْعُصْفُوْرُ بِمِنْقَارِهِ مِنَ الْبَحْرِ إِذْ أَخَذَ الْفَأْسَ فَنَزَعَ لَوْحًا قَالَ فَلَمْ يَفْجَأْ مُوسَى إِلَّا وَقَدْ قَلَعَ لَوْحًا بِالْقَدُّوْمِ فَقَالَ لَهُ مُوسَى مَا صَنَعْتَ، قَوْمٌ حَمَلُوْنَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَّ إِلَى سَفِيْنَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا

مجھے سکھلایا ہے تو اسے نہیں جانتا اور تجھے بھی علم الٰہی میں سے ایک علم حاصل ہے جو اللہ ہی نے تجھے سکھلایا ہے۔ میں اسے نہیں جانتا۔ موسیٰ نے پوچھا: کیا میں آپ کی پیروی کرسکتا ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: میرے ساتھ تو صبر نہیں کر سکے گا اور کیونکر تو صبر کرے گا، ایسی باتوں پر جن کی حقیقت سے تو پورے طور پر آ گاہ نہیں ہے۔ خیر وہ دونوں سمندر کے کنارے چل پڑے..... ان کے پاس سے ایک کشتی گزری تو انہوں نے کشتی والوں سے کہا کہ انہیں سوار کرلیں۔ انہوں نے خضر کو پہچان لیا اور بغیر کرایہ ان کو سوار کرلیا۔ جب وہ دونوں کشتی میں سوار ہوئے ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی۔ اس نے سمندر میں ایک یا دو چونچیں ماریں۔ خضر نے موسیٰ سے کہا: اے موسیٰ! میرے اور تیرے علم نے علم الٰہی سے اتنا بھی کم نہیں کیا جتنا کہ اس چڑیا نے اپنی چونچ سے اس سمندر میں سے کم کیا ہے۔ یہ کہہ کر خضر نے کلہاڑی لی اور (کشتی کا) ایک تختہ نکال ڈالا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: موسیٰ کو اچانک اُسی وقت معلوم ہوا کہ خضر نے ایک تختہ تیشہ سے اکھیڑ لیا۔ موسیٰ نے ان سے کہا: آپ نے یہ کیا کیا؟ ان لوگوں نے ہمیں بغیر کرایہ سوار کیا تھا۔ آپ ان کی کشتی پر ہی لپکے اور اسے پھاڑ ڈالا ہے کہ کشتی میں جو لوگ سوار ہیں انہیں غرق کریں۔ آپ نے تو ایک بالکل انوکھی بات کی ہے۔ انہوں نے کہا: کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تو میرے ساتھ صبر

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا فَكَانَتِ الْأُولَى مِنْ مُّوسَى نِسْيَانًا فَلَمَّا خَرَجَا مِنَ الْبَحْرِ مَرُّوْا بِغُلَامٍ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَأَخَذَ الْخَضِرُ بِرَأْسِهِ فَقَلَعَهُ بِيَدِهِ هَكَذَا وَأَوْمَأَ سُفْيَانُ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِهِ كَأَنَّهُ يَقْطِفُ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ مُوسَى اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ ط لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ج قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا فَانْطَلَقَا حَتّٰى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ِاسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ مَائِلًا أَوْمَأَ بِيَدِهِ هَكَذَا وَأَشَارَ سُفْيَانُ كَأَنَّهُ يَمْسَحُ شَيْئًا إِلَى فَوْقُ فَلَمْ أَسْمَعْ سُفْيَانَ يَذْكُرُ مَائِلًا

نہیں کر سکے گا۔ موسیٰ نے کہا: میری بھول پر مجھے نہ پکڑیں اور میرے بارے میں کوئی مشکل پیدا نہ کریں اور موسیٰ سے یہ پہلی غلطی بھولے ہی سے ہوئی تھی۔ جب وہ دونوں سمندر سے باہر آئے تو وہ ایک لڑکے کے پاس سے گزرے جو بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ خضر نے اس کا سر پکڑا اور اس کو اپنے ہاتھ سے یوں اکھیڑ ڈالا اور سفیان نے اپنی انگلیوں کی نوکوں سے اشارہ کیا جیسے کوئی پھل جیسی چیز توڑتا ہے۔ موسیٰ نے ان سے کہا: آپ نے یہ کیا کیا کہ ایک پاکیزہ نفس کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کو قتل کرتا، مار ڈالا ہے۔ یقیناً آپ نے بہت ہی برا کام کیا ہے۔ انہوں نے کہا: کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ تو میرے ساتھ صبر نہیں کر سکے گا۔ موسیٰ نے کہا: اگر اس کے بعد میں نے کوئی بات پوچھی تو پھر میرا ساتھ نہ دیں۔ میری طرف سے آپ معذور ہوں گے۔ چنانچہ وہ دونوں چلے۔ یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس آئے تو انہوں نے اس گاؤں کے باشندوں سے کھانا مانگا۔ تو انہوں نے ان کو مہمان ٹھہرانے سے انکار کر دیا۔ ان دونوں نے ایک دیوار دیکھی جو جھکی ہوئی گرنا ہی چاہتی تھی۔ خضر نے اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا اور سفیان راوی نے اشارہ سے بتایا جیسے وہ کسی چیز پر اوپر کی طرف ہاتھ اُٹھا کر حرکت دیتے ہیں۔ میں نے سفیان سے صرف ایک ہی دفعہ سنا، وہ مَائِلًا یعنی جھکی ہوئی کا لفظ بیان کرتے تھے۔ موسیٰ نے کہا: یہ ایسے

إِلَّا مَرَّةً قَالَ قَوْمٌ أَتَيْنَاهُمْ فَلَمْ يُطْعِمُوْنَا وَلَمْ يُضَيِّفُوْنَا عَمَدْتَّ إِلَى حَائِطِهِمْ، لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَدِدْنَا أَنَّ مُوسَى كَانَ صَبَرَ فَقَصَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا مِنْ خَبَرِهِمَا. قَالَ سُفْيَانُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوسَى لَوْ كَانَ صَبَرَ يُقَصُّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِمَا. وَقَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَمَامَهُمْ مَّلِكٌ يَّأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا ، وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ كَافِرًا وَكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ (الكهف: ٦١-٨١) ثُمَّ قَالَ لِي سُفْيَانُ سَمِعْتُهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ وَحَفِظْتُهُ مِنْهُ. قِيْلَ لِسُفْيَانَ حَفِظْتَهُ قَبْلَ أَنْ تَسْمَعَهُ مِنْ عَمْرٍو أَوْ تَحَفَّظْتَهُ مِنْ إِنْسَانٍ فَقَالَ مِمَّنْ أَتَحَفَّظُهُ وَرَوَاهُ أَحَدٌ عَنْ عَمْرٍو غَيْرِي سَمِعْتُهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا وَحَفِظْتُهُ مِنْهُ.

لوگ ہیں کہ ہم ان کے پاس آئے۔انہوں نے نہ ہمیں کھانا دیا اور نہ ہمیں مہمان ٹھہرایا۔آپ نے ان کی دیوار تو درست کردی ہے، اگر آپ چاہتے تو اس پر مزدوری لے لیتے۔خضر نے کہا: یہ لو اَب میرے اور تیرے درمیان جدائی ہے۔جن باتوں پر تم صبر نہیں کرسکے میں تمہیں بتلائے دیتا ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ہمیں یہ آرزو ہی رہی کہ موسیٰ صبر کرتے تو اللہ ان کا حال ہمیں اور بتاتا۔سفیان نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ موسیٰ پر رحم کرے۔اگر وہ صبر کرتے تو ان دونوں کی حالت اور بیان کی جاتی اور حضرت ابن عباسؓ نے آیت وَكَانَ وَرَاءَ هُمْ مَّلِكٌ يَّأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا کو یوں پڑھا: وَكَانَ أَمَامَهُمْ مَّلِكٌ .... اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو چھین لیتا تھا۔ اور وہ جو لڑکا تھا وہ کافر تھا اور اس کے ماں باپ مومن تھے۔نیز سفیان نے مجھ سے کہا: میں نے یہ حدیث عمرو بن دینار سے دو دفعہ سنی اور انہی سے اسے یاد بھی کیا۔سفیان سے پوچھا گیا کہ کیا عمرو سے جو آپ نے حدیث سنی اس سے پیشتر بھی آپ نے کسی اور سے سن کر یہ حدیث یاد کرلی تھی؟ انہوں نے جواب دیا: میں کس سے سن کر یاد کرتا۔کیا میرے سوا عمرو سے اَور کسی نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ میں نے تو ان سے ہی یہ حدیث دو دفعہ یا تین دفعہ سنی اور انہی سے اس کو یاد رکھا ہے۔

اطرافہ: ٧٤، ٧٨، ١٢٢، ٢٢٦٧، ٢٧٢٨، ٣٢٧٨، ٣٤٠٠، ٣٧٢٥، ٤٧٢٦، ٤٧٢٧، ٦٦٧٢، ٧٤٧٨.

٣٤٠٢: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَصْبِهَانِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا سُمِّيَ الْخَضِرَ لِأَنَّهُ جَلَسَ عَلَى فَرْوَةٍ بَيْضَاءَ فَإِذَا هِيَ تَهْتَزُّ مِنْ خَلْفِهِ خَضْرَاءَ.

۳۴۰۲: محمد بن سعید اصبہانی نے ہم سے بیان کیا کہ (عبداللہ) بن مبارک نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معمر سے، معمر نے ہمام بن منبہ سے، ہمام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آپؐ نے فرمایا: خضر اسی لئے نام رکھا گیا کہ وہ ایک سفید چٹیل قطعہ زمین پر بیٹھے تھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ زمین ان کے پیچھے سے سرسبز ہو کر لہلہا رہی ہے۔

قَالَ الْحَمْوِيُّ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ بْنِ مَطَرٍ الْفَرَبْرِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ عَنْ سُفْيَانَ بِطُوْلِهِ.

حموی نے کہا کہ محمد بن یوسف بن مطر فربری نے کہا: علی بن خشرم نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے سفیان سے یہ روایت تفصیل سے بیان کی۔

باب ٢٨

٣٤٠٣: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ لِبَنِي إِسْرَائِيْلَ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ (البقرة:٥٩) فَبَدَّلُوْا وَدَخَلُوْا يَزْحَفُوْنَ عَلَى أَسْتَاهِهِمْ وَقَالُوْا حَبَّةٌ فِي شَعْرَةٍ.

اطرافہ: ٤٤٧٩، ٤٦٤١۔

۳۴۰۳: اسحاق بن نصر نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معمر سے، معمر نے ہمام بن منبہ سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل سے کہا گیا کہ تم دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور کہو: حِطَّةٌ یعنی ہمارے گناہ معاف ہوں۔ انہوں نے اس کو بدل دیا اور بجائے سجدہ کرنے کے اپنے چوتڑوں کے بل گھسٹتے ہوئے داخل ہوئے اور بجائے حِطَّةٌ کے حَبَّةٌ فِي شَعْرَةٍ کہنے لگے۔ یعنی ہمیں تو دانہ چاہیے۔

٣٤٠٤: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ وَخِلَاسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مُوسَى كَانَ رَجُلًا حَيِيًّا سِتِّيْرًا لَا يُرَى مِنْ جِلْدِهِ شَيْءٌ اسْتِحْيَاءً مِّنْهُ فَآذَاهُ مَنْ آذَاهُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ فَقَالُوْا مَا يَسْتَتِرُ هٰذَا التَّسَتُّرَ إِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهِ إِمَّا بَرَصٌ وَإِمَّا أُدْرَةٌ وَإِمَّا آفَةٌ وَإِنَّ اللّٰهَ أَرَادَ أَنْ يُبَرِّئَهُ مِمَّا قَالُوْا لِمُوسَى فَخَلَا يَوْمًا وَّحْدَهُ فَوَضَعَ ثِيَابَهُ عَلَى الْحَجَرِ ثُمَّ اغْتَسَلَ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ إِلَى ثِيَابِهِ لِيَأْخُذَهَا وَإِنَّ الْحَجَرَ عَدَا بِثَوْبِهِ فَأَخَذَ مُوسَى عَصَاهُ وَطَلَبَ الْحَجَرَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ ثَوْبِي حَجَرُ ثَوْبِي حَجَرُ حَتَّى انْتَهَى إِلَى مَلَإٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ فَرَأَوْهُ عُرْيَانًا أَحْسَنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ وَأَبْرَأَهُ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ وَقَامَ الْحَجَرُ فَأَخَذَ ثَوْبَهُ فَلَبِسَهُ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا بِعَصَاهُ

٣٤٠٤: اسحاق بن ابراہیم نے مجھے بتایا کہ رَوح بن عبادہ نے ہم سے بیان کیا کہ عوف (بن ابی جمیلہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حسن (بصری) اور محمد (بن سیرین) سے اور خلاس (بن عمرو) سے، ان تینوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسیٰ بہت شرمیلے تھے۔ شرم کی وجہ سے اپنا بدن خوب ڈھانپ کر رکھتے کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ دکھائی نہ دیتا۔ بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے ان کو دکھ دیا تھا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ جو بدن اتنا چھپاتے ہیں تو ضرور کسی عیب کی وجہ سے چھپاتے ہوں گے۔ جو اُن کے جسم میں ہے۔ یا تو سفید کوڑھ (برص) ہے یا فتق یا کوئی اور خطرناک بیماری۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو ان باتوں سے جو اُن لوگوں نے ان کے متعلق کہیں بے عیب ثابت کرنا چاہا۔ اس لئے وہ ایک دن اکیلے تنہائی میں تھے۔ انہوں نے اپنے کپڑے اُتار کر حجر کے پاس رکھے۔ پھر نہانا شروع کیا۔ جب فارغ ہوئے تو اپنے کپڑوں کے پاس آئے تا کہ لے کر پہنیں۔ مگر وہ حجر ان کے کپڑے لے کر بھاگا۔ موسیٰ نے اپنا عصا لیا اور اس حجر کا پیچھا کیا اور کہتے جاتے تھے: اے حجر! میرے کپڑے۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے بھرے مجمع میں جا پہنچے۔ انہوں نے موسیٰ کو برہنہ دیکھ لیا۔ نہایت ہی خوبصورت ڈیل ڈول میں جو اللہ نے ان کی بنائی

فَوَاللهِ إِنَّ بِالْحَجَرِ لَنَدَبًا مِّنْ أَثَرِ ضَرْبِهِ ثَلَاثًا أَوْ أَرْبَعًا أَوْ خَمْسًا فَذَلِكَ قَوْلُهُ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللهُ مِمَّا قَالُوْا ۗ وَكَانَ عِنْدَ اللهِ وَجِيْهًا ۝ (الأحزاب: ٧٠)

تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی باتوں سے ان کو بَری ثابت کیا اور وہ حجر ٹھہر گیا۔ انہوں نے اپنے کپڑے لئے اور انہیں پہن لیا اور اس حجر کو لاٹھی سے مارنے لگے۔ بخدا اس حجر پر اب بھی ان کی مار کے زخم کے نشان ہیں تین، چار یا پانچ۔ اور یہی ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے موسیٰ کو دکھ دیا تھا اور پھر انہوں نے جو افتراء کیا تھا اس سے اللہ نے ان کو بَری کیا اور موسیٰ اللہ کے نزدیک بہت ہی معزز تھے۔

اطرافہ: ٢٧٨، ٤٧٩٩۔

٣٤٠٥: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْمًا فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّ هَذِهِ لَقِسْمَةٌ مَا أُرِيْدَ بِهَا وَجْهُ اللهِ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَغَضِبَ حَتَّى رَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ يَرْحَمُ اللهُ مُوسَى قَدْ أُوْذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هَذَا فَصَبَرَ.

٣٤٠٥: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے روایت کی، کہا: میں نے ابووائل سے سنا کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم کیا تو ایک شخص نے کہا: یہ تو یقیناً ایسی تقسیم ہے کہ اس سے اللہ کی رضامندی ہرگز مقصود نہیں۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ کو بتایا: آپؐ یہ سن کر رنجیدہ ہوئے یہاں تک کہ آپؐ کی ناراضگی میں نے آپؐ کے چہرہ میں دیکھی۔ پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا: اللہ موسیٰ پر رحم کرے۔ ان کو تو اس سے بھی زیادہ دکھ دیا گیا مگر انہوں نے صبر کیا۔

اطرافہ: ٣١٥٠، ٤٣٣٥، ٤٣٣٦، ٦٠٥٩، ٦١٠٠، ٦٢٩١، ٦٣٣٦۔

تشریح: حَدِيْثُ الْخَضِرِ مَعَ مُوْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ: باب ۲۷ کی روایات کے لئے دیکھئے کتاب العلم تشریح باب ۱۶، ۱۹، ۴۴۔ قرآنِ مجید میں خِضر نام وارد نہیں ہوا اور یہ نام ''اسم وصفی'' ہے اور اس کا تلفظ خَضِر بھی ہے یعنی شاداب۔ تفاسیر میں اس کے متعلق کئی حکایات اسرائیلی روایات کی بناء پر نقل کی گئی ہیں کہ موت وفنا ان پر وارد نہیں ہوتی اور وہ تا اَبد زندہ ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سفر میں بھونی ہوئی مچھلی بطور زادِراہ لے گئے جو باذنِ اللہ زندہ ہوکر سمندر میں چلی گئی۔ یہ اعجوبہ پسند لوگوں کے قصہ کہانیاں ہیں جن سے کتاب اللہ العزیز العلیم خالی ہے۔ سورۃ الکہف میں جس عبد صاحب موسیٰ کا ذکر ہے اس کی نسبت کتاب التفسیر، سورۃ الکہف میں بھی ذکر ہے۔

باب نمبر ۲۷ میں جو واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بیان ہوا ہے وہ واقعہ اَز قبیل مکاشفہ ومعراج ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام چار باتوں سے متعلق مطلع کئے گئے ہیں:

۱- ان کے ذریعہ سے بنی اسرائیل نجات پائیں گے۔ لیکن ظاہر بین لوگوں کو یہی نظر آئے گا جیسے کشتی میں سوراخ کر دیا جائے اور کشتی کی سواریاں غرق کر دی جائیں۔

۲- مچھلی بھول جانے سے یہ مراد ہے کہ بنی اسرائیل ہدایت پانے کے بعد منزلِ مقصود کھو دیں گے۔

۳- بعض وقت قتل جو جرم ہے نیک نتائج پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ گردن کش قوم بنی اسرائیل کی ہلاکت اور حضرت یوشع بن نون کے ذریعہ سے ظالم عمالقہ کی سرکوبی نے آخر ایک بہتر قوم پیدا کر دی۔ یہی سنت اللہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے جاری وساری ہے۔ یہ وہ پرحکمت تاویل ہے معراجِ موسوی کی، جو مَیں نے بار ہا استاذی المکرّم حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ سے درساً و سبقاً سنی۔

۴- مجمع البحرین تک شریعت موسوی کا زمانہ ممتد رہنا مقدر ہے۔ اس کے بعد خاتم النبیین ﷺ کی شریعت کا زمانہ شروع ہونے والا ہے اور وہ حقائق دین و دنیا پر مشتمل ہوگی اور بنی نوع بشر کے لئے اَبدی شریعت ہوگی۔

یہ سوال کہ آیا عہد نامہ قدیم کے صحیفوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کسی سفر کا ذکر پایا جاتا ہے یا نہیں جو تحصیل علم وعرفان کے لئے اختیار کیا گیا ہو؟ اس کا جواب نفی میں ہے۔ البتہ خرطوم کی طرف انہوں نے نبوت سے پہلے سفر کیا ہے۔ جس کا ذکر اَحبار بنی اسرائیل کی روایتوں میں آتا ہے۔ مگر ہمیں ان روایتوں کی صحت وسقم واعادہ سے کچھ واسطہ نہیں۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ باب مذکورہ ضمنی ہے جس کا اصل موضوع معراجِ موسوی ہے۔

باب ۲۸ بغیر عنوان ہے اور اس کے تحت تین روایتیں ہیں۔ پہلی روایت (نمبر ۳۴۰۳) کتاب تفسیر القرآن، سورۃ البقرۃ، روایت نمبر ۴۴۷۹، سورۃ الاعراف روایت نمبر ۴۶۴۱ میں بھی آئے گی۔ دوسری روایت (نمبر ۳۴۰۴) کی تشریح تفصیل سے کتاب الغسل باب ۲۰ روایت نمبر ۲۷۸ میں گذر چکی ہے۔ تیسری روایت (نمبر ۳۴۰۵) کی وضاحت کے لیے دیکھئے کتاب فرض الخمس تشریح باب ۱۹۔

بَاب ٢٩: يَعْكُفُوْنَ عَلَى أَصْنَامٍ لَّهُمْ (الأعراف: ١٣٩)

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) وہ اپنے بتوں کے سامنے بیٹھے ہوئے پوجا کر رہے تھے

مُتَبَّرٌ (الأعراف: ١٤٠) خُسْرَانٌ. وَلِيُتَبِّرُوْا يُدَمِّرُوْا، مَا عَلَوْا (بنی إسرائيل: ٨) مَا غَلَبُوْا.

مُتَبَّرٌ کے معنی ہیں خسارہ گھاٹا۔ لِيُتَبِّرُوْا کے معنی ہیں برباد کر دیں۔ مَا عَلَوْا جس پر وہ غالب ہوئے۔

٣٤٠٦: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجْنِي الْكَبَاثَ وَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ مِنْهُ فَإِنَّهُ أَطْيَبُهُ قَالُوْا أَكُنْتَ تَرْعَى الْغَنَمَ قَالَ وَهَلْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ رَعَاهَا.

٣٤٠٦: یحییٰ بن بُکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیلو کے پکے ہوئے پھل چُن رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے جو کالے ہوں وہ چنو۔ کیونکہ وہی ان میں سے بہت لذیذ ہوتے ہیں۔ لوگوں نے کہا: کیا آپؐ بکریاں بھی چرایا کرتے تھے؟ فرمایا: اور کیا کوئی نبی ایسا بھی ہے جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

طرفہ: ٥٤٥٣۔

تشریح: **يَعْكُفُوْنَ عَلَى أَصْنَامٍ لَّهُمْ:** مُتَبَّرٌ کے معنی ہیں خسارے میں اور تباہ شدہ۔ تَتْبِيْر بمعنی تَدْمِيْر ہے یعنی تباہ و برباد کرنا۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت ٨ میں فرماتا ہے: جب بنی اسرائیل سے متعلق دوسری تباہی کی میعاد آ گئی کہ ان کے دشمن ان کے معزز لوگوں سے ناگوار سلوک کریں اور اسی طرح مسجد میں داخل ہوں جس طرح پہلی بار داخل ہوئے تھے وَلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا اور وہ جس چیز پر غلبہ پائیں اسے بالکل تباہ و برباد کر دیں۔
اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (الأعراف: ١٤٠) یہ آیت مُعَنْوَنہ آیت کے تسلسل

ہی میں ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہجرت کے دوران جب ایک جگہ ٹھہرے تو ان کی قوم بت پرستی کی طرف مائل ہوئی۔ تب حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو کہا کہ جس کام میں وہ بت پرست لگے ہوئے ہیں وہ تو یقیناً تباہ ہونے والا ہے اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں سب بے کار جائے گا۔ ان آیات میں جس بت پرست قوم کا ذکر ہے وہ قوم عاد کی نسل سے تھی۔ فلسطین، موآب (وادی اردن) اور شام میں آباد تھی۔ عمالقہ کی قوم انہی کی ایک شاخ تھی جنہیں مصر میں بھی غلبہ حاصل ہوا۔ یہ سب بتوں کے پجاری تھے اور بت پرستی ملک کا رائج الوقت مذہب تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم، بنواسرائیل چونکہ ایک لمبا عرصہ مصر میں بحالت غلامی فراعنہ کے زیر اثر رہے ان کی ذہنیت مسخ ہو چکی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے اپنی نجات کا خوارق عادت نشان دیکھنے کے باوجود جونہی انہوں نے آزادی کا سانس لیا اور ان کے سروں سے دباؤ دور ہوا ان کے مشرکانہ رجحانات ظاہر ہونے لگے اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مذکورہ بالا مطالبہ کیا۔ اسی واقعہ کا ذکر ایک ناگوار تصرف کے ساتھ خروج باب ۳۲ کے شروع میں ہے۔ یعنی یہ کہ سونے کا گوسالہ ہارون علیہ السلام کے ذریعے سے بنوایا گیا۔ اس کی تفصیل کا یہ محل نہیں اور بت پرست قوم کی تباہی کا جو ذکر مشارالیہ آیت میں ہے یہ تباہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ حضرت یشوع کے عہد خلافت میں توحید پرست صلحائے بنی اسرائیل کے ہاتھوں سے انجام پائی۔ اس کا ذکر بھی کتاب خروج باب ١٧ آیات ١٣ تا ١٥ میں بایں الفاظ ہے: "اور یشوع نے عمالیق اور اس کے لوگوں کو تلوار کی دھار سے شکست دی۔ تب خداوند نے موسیٰ سے کہا: اس بات کی یادگاری کے لئے کتاب میں لکھ دے اور یشوع کو سنادے کہ میں عمالیق کا نام ونشان دنیا سے بالکل مٹادوں گا۔" آیت اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ میں اسی واقعہ تباہی کا ذکر ہے۔

باب کے تحت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی جو روایت نقل کی گئی ہے اس میں مذکورہ بالا واقعات کا کوئی ذکر نہیں۔ اس لئے شارحین کے نزدیک منقولہ حدیث کی عنوانِ باب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں۔ یہاں تک کہ امام ابن حجرؒ کو بھی شارحین کی رائے سے ان الفاظ میں اتفاق کرنا پڑا: وَأَمَّا مُنَاسَبَةُ التَّرْجَمَةِ لِلْحَدِيْثِ فَلَا۔ اور انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ عنوان کے تحت بعض احادیث نقل کی جانی تھیں جو امام بخاریؒ سے رہ گئی ہیں اور جو سہو کتابت ہے۔ (فتح الباری جزء ٦ صفحہ ٥٣٣) لیکن جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ امام موصوف کے پیش نظر حضرت موسیٰ علیہ السلام یا ان کی قوم کے واقعات کا ذکر مقصود بالذات نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپؐ کی شان کا ذکر مدنظر ہے جیسا کہ ابھی چند ابواب کی شرح سے اس حقیقت کی نقاب کشائی ہو جائے گی کہ ان میں دراصل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اَرفع شان کا بیان ہے جو آپؐ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ انبیاء سے ممتاز کرتی ہے۔ حدیث نبوی زیر باب کے آخری الفاظ وَهَلْ مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ رَعَاهَا بطور تمہید ہیں، اس مضمون کے لئے جس کا تعلق امت کی نگرانی اور تربیت سے ہے خواہ یہ نگرانی اور تربیت کا فرض کسی نبی کی زندگی میں انجام پایا یا اس کا سلسلہ اس کی وفات کے بعد ممتد ہوا۔ باب ٢٩ کے بعد ابواب کا موضوع یہی ہے۔ ان میں انبیاء گزشتہ خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ رسالت سے متعلق مقارنہ وموازنہ ہے۔ جس سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ نبوت ورسالت نمایاں وممتاز ہوتی ہے۔

بَاب ٣٠: وَإِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً (البقرة:٦٨) الْآيَةَ

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو

قَالَ أَبُو الْعَالِيَةِ الْعَوَانُ النَّصَفُ بَيْنَ الْبِكْرِ وَالْهَرِمَةِ. فَاقِعٌ (البقرة:٧٠) صَافٍ. لَّا ذَلُوْلٌ (البقرة: ٧٢) لَمْ يُذِلَّهَا الْعَمَلُ. تُثِيْرُ الْاَرْضَ (البقرة:٧٢) لَيْسَتْ بِذَلُوْلٍ تُثِيْرُ الْأَرْضَ وَلَا تَعْمَلُ فِي الْحَرْثِ. مُسَلَّمَةٌ مِنَ الْعُيُوْبِ. لَّا شِيَةَ (البقرة:٧٢) بَيَاضٌ. صَفْرَآءُ (البقرة:٧٠) إِنْ شِئْتَ سَوْدَاءُ وَيُقَالُ صَفْرَاءُ كَقَوْلِهِ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ (المرسلات: ٣٤) فَادّٰرَءْتُمْ (البقرة:٧٣) اخْتَلَفْتُمْ.

ابوالعالیہ نے کہا: الْعَوَان کے معنی ہیں بچھیا اور بوڑھی کے درمیان۔ فَاقِعٌ کے معنی ہیں صاف۔ اور لَا ذَلُوْلٌ کے معنی ہیں کام کاج نے اسے ذلیل نہیں کیا۔ تُثِيْرُ الْأَرْضَ یعنی وہ کام میں نہیں لگائی گئی کہ زمین کو پھاڑتی اور کھیتی میں محنت کرتی ہو۔ مُسَلَّمَةٌ کے معنی ہیں تمام عیبوں سے صحیح سلامت ہے۔ لَا شِيَةَ کے معنی ہیں کوئی سفید داغ اس میں نہیں (زرد ہے۔) صَفْرَاء کے معنی سیاہ بھی ہوتے ہیں۔ اگر تم چاہو (یہ معنی کرو۔) جیسا کہ کہتے ہیں: جِمٰلَتٌ صُفْرٌ یعنی کالے اونٹ۔ اور فَادّٰرَءْتُمْ کے معنی ہیں تم نے اختلاف کیا۔

بَاب ٣١: وَفَاةُ مُوْسَى وَذِكْرُهُ بَعْدُ

حضرت موسیٰؑ کی وفات اور اس کے بعد ان کا حال

٣٤٠٧: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوْسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوْسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

٣٤٠٧: یحيٰ بن موسیٰ نے ہمیں بتایا۔ عبدالرزاق نے ہم سے بیان کیا کہ معمر نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے (عبداللہ) بن طاؤس سے، انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا:

فَلَمَّا جَاءَهُ صَكَّهُ فَرَجَعَ إِلَى رَبِّهِ فَقَالَ أَرْسَلْتَنِي إِلَى عَبْدٍ لَّا يُرِيْدُ الْمَوْتَ قَالَ ارْجِعْ إِلَيْهِ فَقُلْ لَّهُ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهُ بِمَا غَطَّى يَدُهُ بِكُلِّ شَعَرَةٍ سَنَةٌ قَالَ أَيْ رَبِّ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ قَالَ فَالْآنَ قَالَ فَسَأَلَ اللّٰهَ أَنْ يُّدْنِيَهُ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ قَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ ثَمَّ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهُ إِلَى جَانِبِ الطَّرِيْقِ تَحْتَ الْكَثِيْبِ الْأَحْمَرِ. قَالَ وَأَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

طرفهُ: ١٣٣٩۔

موسیٰ علیہ السلام کی طرف ملک الموت بھیجا گیا۔ جب وہ ان کے پاس آیا تو موسیٰ نے اس کو ایک طمانچہ مارا۔ ملک الموت اپنے ربّ کے پاس لوٹ گیا اور اس نے کہا: تو نے مجھے ایک ایسے بندے کی طرف بھیجا ہے جو مرنا نہیں چاہتا۔ اللہ نے فرمایا: اس کے پاس پھر جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ اپنا ہاتھ ایک بیل کی پیٹھ پر رکھے، اس کو اتنی ہی عمر دی جائے گی جتنے بال اس کا ہاتھ ڈھانپ لے۔ ہر بال کے بدلے ایک سال۔ موسیٰؑ نے کہا: پروردگار پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ پروردگار نے کہا: پھر موت۔ موسیٰؑ نے کہا پھر ابھی سہی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: موسیٰؑ نے اللہ سے التماس کی کہ وہ انہیں ارضِ مقدسہ سے اتنا قریب کردے کہ جتنی پتھر کی مار ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں وہاں ہوتا تو ان کی قبر راستے کے قریب سرخ ٹیلے کے نیچے تم کو دکھا دیتا۔ عبدالرزاق نے کہا: اور معمر نے ہمام سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے ہمیں اس طرح بتایا۔

٣٤٠٨: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَسَعِيْدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ

٣٤٠٨: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) شعیب نے ہمیں خبر دی۔ زُہری سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور سعید بن مسیّب نے مجھے بتایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک مسلمان شخص اور ایک یہودی شخص نے

وَرَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْعَالَمِيْنَ فِي قَسَمٍ يُقْسِمُ بِهِ فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ وَالَّذِي اصْطَفَى مُوْسَى عَلَى الْعَالَمِيْنَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ عِنْدَ ذٰلِكَ يَدَهُ فَلَطَمَ الْيَهُوْدِيَّ فَذَهَبَ الْيَهُوْدِيُّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمْرِ الْمُسْلِمِ فَقَالَ لَا تُخَيِّرُوْنِي عَلَى مُوْسَى فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ فَإِذَا مُوْسَى بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَكَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي أَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ.

ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہا۔ مسلمان نے جیسا کہ وہ قسم کھایا کرتا تھا، کہا: اسی ذات کی قسم ہے جس نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام قوموں میں سے بہترین سمجھ کر چنا ہے۔ اسی طرح یہودی نے کہا: اسی ذات کی قسم ہے جس نے موسیٰ کو تمام قوموں میں سے بہترین سمجھ کر چنا۔ مسلمان نے یہ سن کر اپنا ہاتھ اُٹھایا اور یہودی کو ایک طمانچہ لگا دیا۔ اس پر یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور جو معاملہ اس کا اور مسلمان کا تھا، اس نے آپؐ کو بتایا۔ آپؐ نے فرمایا: موسیٰؑ پر مجھے مت فضیلت دو۔ قیامت کے روز لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور میں پہلا شخص ہوں گا جو ہوش سنبھالے گا۔ کیا دیکھوں گا کہ موسیٰؑ عرش کا کنارہ پکڑے ہوئے ہوں گے۔ میں نہیں جانتا کہ موسیٰؑ ان لوگوں میں تھے جو بے ہوش ہوئے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آئے یا وہ ان لوگوں میں تھے جن کو اللہ نے مستثنیٰ کیا۔

اطرافہُ: ٢٤١١، ٣٤١٤، ٤٨١٣، ٦٥١٧، ٦٥١٨، ٧٤٢٨، ٧٤٧٢.

٣٤٠٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَّ آدَمُ وَمُوْسَى فَقَالَ لَهُ مُوْسَى أَنْتَ آدَمُ الَّذِي

٣٤٠٩: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حُمَید بن عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمؑ اور موسیٰؑ آپس میں جھگڑے۔ موسیٰؑ نے ان سے کہا: تم وہی آدم ہو کہ

أَخْرَجَتْكَ خَطِيْئَتُكَ مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ لَهُ آدَمُ أَنْتَ مُوْسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَاتِهِ وَبِكَلَامِهِ ثُمَّ تَلُوْمُنِي عَلَى أَمْرٍ قُدِّرَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ آدَمُ مُوْسَى مَرَّتَيْنِ.

تمہیں تمہاری غلطی نے جنت سے نکال دیا تھا۔ آدمؑ نے ان سے کہا: تم وہی موسیٰؑ ہو کہ اللہ نے تمہیں اپنی رسالت اور اپنے کلام کے لئے منتخب کیا تھا۔ پھر تم مجھے ایسی بات پر ملامت کرتے ہو جو میرے لئے پیشتر اس کے کہ میں پیدا کیا جاتا، مقدر تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار یوں فرمایا: آدمؑ موسیٰؑ پر دلائل سے غالب آئے۔

اطرافہُ: ٤٧٣٦، ٤٧٣٨، ٦٦١٤، ٧٥١٥۔

٣٤١٠: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ وَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْأُفُقَ فَقِيْلَ هَذَا مُوْسَى فِي قَوْمِهِ.

۳۴۱۰: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ حُصَین بن نُمَیر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حُصَین بن عبدالرحمٰن سے، انہوں نے سعید بن جبیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ہمارے پاس باہر آئے۔ فرمایا: میرے سامنے اُمتیں پیش کی گئیں اور میں نے بہت بڑا انبوہ دیکھا جس نے آسمان کے افق کو ڈھانپ دیا تھا۔ مجھ سے کہا گیا: یہ موسیٰؑ ہیں اپنی قوم سمیت۔

اطرافہُ: ٥٧٠٥، ٥٧٥٢، ٦٤٧٢، ٦٥٤١۔

تشریح: وَالَّذِی اصْطَفٰی مُحَمَّدًا ﷺ عَلَى الْعَالَمِيْنَ: امام بخاریؒ کا ان ابواب کے قائم کرنے سے کیا مقصد ہے؟ دو باتوں سے واضح ہوجاتا ہے۔ اوّل باب ۲۹ کے عنوان اور اس کی روایت سے۔ عنوانِ باب سورۃ الاعراف کی اس آیت کا ٹکڑا ہے جس میں بنواسرائیل کی صنم پرستی سے متعلق رجحانات کے اُبھرنے کا ذکر ہے۔ یَعْكُفُوْنَ مضارع کا صیغہ ہے اور اس آیت میں میلان بت پرستی کے دوام کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ آیت کے صرف مذکورہ بالا حصہ سے عنوان قائم کرنا بلا وجہ نہیں اور اس میلان شرک کے بالمقابل حدیث کے ان الفاظ پر ختم کر دینا جس کا تعلق نگرانی وتربیت سے ہے، یہ ایسا تصرف ہے جس سے ہماری توجہ باسلوب تقابل اس اَمر پر مرکوز کی گئی ہے کہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام بحیثیت راعی کے اپنی زندگی میں خاطر خواہ کامیاب نہیں ہوئے۔ عمالقہ پر جو غلبہ حاصل ہوا، وہ ان کی خلافت کے ایام میں ہوا تھا۔ تورات میں جابجا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل کو گردن کش قوم سے موسوم کیا ہے۔ دیکھئے کتاب خروج باب ۳۳ آیات ۲ تا ۵۔ جہاں ان کے بے قابو اور بے لگام ہو جانے کا ذکر ہے اور گنتی باب ۱۹، خروج باب ۲۹ کے مطابق گوسالہ پرستی اور مشرکانہ رجحانات کے استیصال ہی کی وجہ سے انہیں گاؤ ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا۔ جس کا ذکر باب ۳۰ کی معنونہ آیت میں کیا ہے۔ نیز بنو اسرائیل کے حیلہ و بہانے کا ذکر ہے اور اس کے آخر میں ہے۔ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ (البقرۃ: ۷۲) انہوں نے گائے ذبح تو کردی مگر بادل نخواستہ۔ اس بارے میں مزید دیکھئے تفسیر کبیر حضرت مصلح موعودؓ، تفسیر سورۃ طٰہٰ، آیات ۸۵ تا ۹۸ جلد پنجم صفحہ ۴۵۱ تا ۴۶۳۔

غرض حدیث هَلْ مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ رَعَاهَا یہ وقفہ مخصوص غرض کے لئے ہے۔ بنو اسرائیل کی گردن کشی کے مقابل میں صحابہ کرامؓ کی اطاعت شعاری و سرفروشی عدیم المثال ہے اور تاریخ اسلام کا سنہری ورق جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدیم النظیر تاثیر قدسی عیاں ہے۔

غرض اوّل تو باب ۲۹ کے عنوان يَعْكُفُوْنَ عَلَى أَصْنَامٍ لَّهُمْ اور حدیث مندرجہ ہی سے امام موصوف کا مقصد واضح ہے۔ دوم اگر باب ۳۰ اور مابعد کے ابواب اور مندرجہ احادیث پر ایک مجمل نظر ڈالی جائے تو ان کا یہ مقصد واضح سے واضح تر ہو جاتا ہے۔ جس میں قطعاً کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ مثلاً باب ۳۱ کے تحت مندرجہ روایت حضرت ابو ہریرہؓ (نمبر ۳۴۰۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خواہش تھی کہ دنیا میں انہیں مدتِ مدید تک زندہ رکھا جائے۔ لیکن انہیں بتایا گیا کہ آخر انہیں مرنا ہے۔ ان کی یہ خواہش حیاتِ جاودانی پوری نہیں ہوگی۔ باب ۳۱ کی دوسری روایت سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ ان ابواب میں موازنہ اور امر واقعہ کا اظہار کر رہے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فیضان محدود الزمن تھا، بحالیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ابدی ہے اور یہ موازنہ ارشادِ نبوی لَا تُخَيِّرُوْنِيْ عَلَى مُوْسَى کے خلاف نہیں کہ اس سے ان کی غرض کسی فرد کے احساسات مجروح کرنا نہیں۔ جبکہ ایک صحابی نے ایک یہودی کے احساسات زخمی کئے اور چپیرہ دستی سے کام لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ باب ۳۲ میں آیت کے حوالہ سے بتایا گیا ہے کہ ایک مؤمن اپنے روحانی معراج میں مریم کی شان رکھتا ہے۔ باب ۳۳ میں قومِ موسیٰ علیہ السلام کی مال و دولت سے غایت درجہ محبت اور اس کی بے پناہ ثروت کا ذکر ہے۔ باب ۳۵ میں پھر اعادہ کیا گیا ہے کہ یہ موازنہ اس قسم سے نہیں جس کی ممانعت ہے بلکہ امر واقعہ کا اظہار ہے۔ باب ۳۶ میں یہود کا احکامِ سبت کو پس پشت ڈالنے کا ذکر ہے۔ باب ۳۷، ۳۸، ۳۹ میں بتایا گیا ہے کہ ایک تابع نبی بھی بعض امور میں ممتاز ہوسکتا ہے۔ باب ۳۹ کا موضوع ہے کہ ایک نبی کی تائید تابع نبی سے بھی کی جاتی ہے۔ باب ۴۴، ۴۸ میں سورۃ مریم کی ان آیات کا اعادہ ہے جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ باب ۴۴، ۴۵ میں اصطفاء یعنی انتخاب اصلح سے متعلق سنت اللہ کا ذکر آیات کے حوالہ سے کیا گیا ہے اور جائز موازنہ و مفاضلہ کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔ باب ۴۷ کا موضوع یہ ہے کہ عقائد دینیہ میں غلو ممنوع

ہے۔ باب ۴۸ کا موضوع مماثلت ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات شدہ انبیاء میں دیکھا اور ان کا حلیہ بیان فرمایا اور اسی میں دجال یک چشم اور اس کے قاتل مسیح کا ذکر ہے اور آپؐ نے ان کا الگ حلیہ بیان فرمایا ہے۔ جس سے دو مختلف شخصیتوں کا تعین ہوتا ہے کہ مسیح ناصری اَور ہے، آنے والا مسیح موعود اَور ہے۔ باب ۴۹ کا عنوان نُزُوْلُ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ نازل ہو کر کیا کام کریں گے۔ باب ۵۰ میں بھی روحانی مماثلت ومقارنت کا مضمون ہے جس کی مثالیں بیان ہوئی ہیں۔

غرض اگر ان ابواب پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو حضرت امام بخاریؒ کا اصل مقصود مخفی نہیں رہ سکتا۔ ان میں درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کی ممتاز خصوصیات اور حیات جاودانی اور ابدی فیوض وبرکات اور آپؐ کی شانِ فضیلت کا بیان ہے۔ اگر یہ موازنہ مقصود نہیں تو باب ۳۱ کی دوسری روایت (نمبر ۳۴۰۸) باب ۳۵ کی پہلی اور دوسری روایت (نمبر ۳۴۱۲، ۳۴۱۳، ۳۴۱۴) میں حضرت موسیٰ ویونس علیہما السلام پر عدم ترجیح سے متعلق روایت کی تکرار بے ضرورت ہے۔ نیز ایسی روایت کا ذکر جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ثابت ہے کہ آپؐ نے ایک فرد کو دوسرے فرد پر بلکہ اپنے آپ کو دیگر انبیاء پر اور یہاں تک کہ ایک نبی کو دوسرے نبی پر ترجیح دی، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان ابواب کا موضوع ہی موازنہ ومفاضلہ اور مماثلت ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً: عَوَانٌ میانہ یعنی نہ بوڑھی نہ بچھیا۔ فَاقِعٌ شوخ رنگ۔ لَا ذَلُوْلٌ نہ جوتی گئی تُثِيْرُ الْأَرْضَ کہ زمین میں ہل چلاتی ہو۔ مُسَلَّمَةٌ بالکل تندرست۔ لَا شِيَةَ بیاض، سفیدی کا نشان، بے داغ۔ یہ وصف زرد رنگ کے جانور میں پایا جاتا ہے اور سیاہ فام میں بھی۔ یہ قول ابوعبیدہ کا ہے اور انہی کا حوالہ ہے کہ جیسے فرمایا: جِمٰلَتٌ صُفْرٌ زرد رنگ اونٹ یعنی ایسی زردی جو سیاہی مائل ہو۔ جِمَال کے معنے بڑے جہازوں کے باندھنے والے رسے کے بھی ہوتے ہیں۔ گویا اس تمثیل سے شوخ رنگ کی تشبیہ دی گئی ہے۔ پوری آیت یہ ہے: اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ○ كَأَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ○ (المرسلات: ۳۳، ۳۴) فَادّٰرَءْتُمْ. تم نے اختلاف کیا۔ ابوعبیدہ کے نزدیک یہ لفظ تَدَارُءٌ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں تَدَافُعٌ یعنی اپنے سے الزام دور کر کے دوسرے کے ذمہ لگانا۔
(فتح الباری جزء ٦ صفحہ ۵۳۵)

اس تعلق میں بحوالہ خروج باب ۳۲ آیات ۲ تا ٦ میں بتایا جا چکا ہے کہ بنو اسرائیل نے سونے کے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی تھی۔ جس بیان کردہ وصف والی گائے کا پتہ چلتا ہے کہ اس کا رنگ بھی سونے کے مشابہ زرد تھا، ایسے سانڈ اور گائے کی اب تک ہندوستان میں پوجا ہوتی ہے اور گائے کو ماتا دیوی سمجھا جاتا ہے۔ مصر میں بھی یہ جانور مقدس سمجھا جاتا تھا۔ احبار باب ۲۲ آیات ۱۷ تا ۳۳ میں بے عیب گائے بیل اور برے کی سوختنی قربانی کا حکم ملاحظہ ہو۔ مصریوں کے درمیان چار سو سال کی بود وباش کے اثر سے بنو اسرائیل نے بھی مصری پجاریوں کی نقل شروع کر دی تھی۔ اس لئے سوختنی قربانی میں گائے بیل کا ذبیحہ بھی حکماً شامل رکھا گیا۔ مگر باوجود اس حکم کے اس شرک کا استیصال بمشکل ہو سکا۔ ہوشیع نبی کے

زمانے تک بچھڑے کی محبت ان کے دل میں رچی رہی جس پر اس نبی نے بنو اسرائیل کو شدید ملامت کی اور ان سے کہا: ''اے سامریہ! تیرا بچھڑا مردود ہے۔ میرا قہراُن پر بھڑکا ہے۔ وہ کب تک گناہ سے پاک نہ ہوں گے۔ کیونکہ یہ بھی اسرائیل ہی کی کرتوت ہے۔'' (ہوسیع باب ۸ آیات ۵،۶) اور ہوسیع باب۱۰ آیات ۲تا۳ میں ہے کہ ان کا دل دغا باز ہے۔ اب وہ مجرم ٹھہریں گے۔ وہ ان کے مذبحوں کو ڈھائے گا اور ان کے ستونوں کو توڑے گا۔ علاوہ ازیں استثناء باب۲۱ آیات ۱تا۱۰ میں قتل سے بریت کے اظہار میں ایسی بچھیا کے ذبیحہ اور ہاتھ دھوکر اس کے اوپر رکھنے اور قسم کھانے کا طریق بھی غمازی کرتا ہے کہ یہ مخصوص طریق بھی ان کی قدیم گوسالہ پرستی سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ اس حکم میں ہدایت ہے کہ وہ بچھیا نہ جوئے میں جوتی گئی ہو اور نہ اس سے کبھی کوئی کام لیا گیا ہو۔ سورۃ البقرہ میں جن اوصاف کی گائے کا ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اسے ذبح کرنے کا ارشاد فرمایا اور انہوں نے تعمیل حکم کرنے میں پس وپیش کیا تھا۔ ایسی گائے کا ذکر عہد نامہ قدیم کے صحیفوں میں صراحت سے نہیں۔ البتہ The Encyclopedia Biblica زیر لفظ Red Heifer (سرخ رنگ کی بچھیا) میں انہی اوصاف کی گائے کا ذکر ہے۔ جس کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آج تک ایسی گائے نہیں ملی۔ اس کا ذکر بحوالہ میشنا (Mishna) کیا گیا ہے جو ان کی احادیث کی کتاب ہے۔

عنوان باب ہذا میں دو باتوں کا ذکر ہے۔ اوّل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حین حیات ان کی قوم کے دلوں سے شرک مٹایا نہ جاسکا اور وہ توحید کی نعمت سے محروم رہے جو تزکیہ نفس کے لئے ضروری ہے۔ دوم وہ قوم ایسی بیباک تھی کہ قتل جیسے جرم کا ارتکاب کرنے سے نہ چوکتی۔ علاوہ ازیں حوالہ آیات میں کسی انفرادی جریمہ قتل کا ذکر نہیں بلکہ ایسے جرم عظیم کا ذکر ہے جس میں ساری قوم یہود شریک ہوئی اور وہ بعض نبیوں کا قتل ہے جو بزعم خویش انہوں نے کیے۔ خصوصاً حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کا۔ ایسے معصوم نفوس کے قتل پر ان کی قساوت قلبی کا یہ حال تھا کہ بجائے ندامت وتوبہ کے وہ اَور زیادہ بیباک ہوگئے اور ایک دوسرے کو اس جرم میں ملزم گرداننے لگے اور ان کے نفوس کا تزکیہ نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوسکا اور نہ کسی اور نبی سے۔ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ (البقرۃ: ۷۳) اور اب اللہ سینوں کی پوشیدہ بیماریاں نکالنے والا ہے۔ یہ کیونکر ہونا تھا؟ اس عہد (شریعت) والے نبی موعود کے ذریعہ سے جس کی بابت لکھا ہے کہ اس کے داہنے ہاتھ آتشی شریعت ہوگی۔ (استثناء باب۳۳ آیت۲) جو گناہوں کو جلادے گی اور روحانی مردوں کو زندہ کرے گی۔ اسی شریعت کا ذکر فَقُلْنَا میں ہے۔ جس کے احکام دراصل فرمودۂ الٰہی ہیں اور ان میں نبی ہی کے ذریعہ سے قوم مخاطب ہوتی ہے۔ براہ راست قوم پر احکام وحی نہیں کئے جاتے۔

اِضْرِبُوْهُ میں ہُ کی ضمیر مذکر ''نفس'' کی طرف لوٹائی نہیں جاسکتی۔ کیونکہ ''نفس'' عربی میں مونث ہے۔ اس کے لئے ھا کی ضمیر استعمال ہونی چاہیے۔ نیز نہ کسی شریعت میں کسی قاتل یا قاتلوں کی سزا ضرب یعنی مارنا ہے۔ بلکہ قتل کا بدلہ قتل ہی ہوتا ہے۔ اس بات کو حل کرنے کے لئے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ضرب کے معنی صرف مارنے کے نہیں ہوتے بلکہ قلب

ماہیت کے بھی ہوتے ہیں۔ یعنی صورت وشکل تبدیل کرنا اور اِضْرِبُوْهُ کی ضمیر مذکر (هُ) کا قریب ترین مرجع ماموصولہ ہے جو مذکر ہے۔ یعنی وہ بیماریاں جو (سینوں میں) تم چھپائے ہو، ان کی قلب ماہیت کرو۔ کس طریق سے؟ بِبَعْضِهَا نفس ہی کی بعض قوتوں کے ذریعہ سے۔ اس فقرہ میں ایک مضاف عربی قاعدہ کے تحت مقدر ومحذوف ہے اور یہ فقرہ یوں ہے: بِبَعْضِ قُوَى النَّفْسِ. نفس کی بعض قوتوں کے ذریعہ سے۔ نفس کی بیماری کا علاج خود نفس کے اندر ہی ہے۔ غضب کا علاج حلم سے، بخل کا علاج سخاوت سے، طمع کا علاج قناعت نفس سے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی میں مثالوں سے اس حقیقت کو واشگاف فرمایا ہے۔ جہاں نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ کی شرح بسط کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔ (روحانی خزائن جلد۱۰ صفحہ۳۱۶ تا ۳۶۷) احکام شریعت کی بنیاد ہی اس اصل پر قائم ہے۔ پس آیت کا مفہوم یہ ہے: اِضْرِبُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ بِبَعْضِهَا. یعنی بیماریوں کی قلب ماہیت کرو، اپنے نفس کی بعض قوتوں ہی کے ذریعے سے۔

پھر فرماتا ہے: كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى (البقرة ۷۴) اللہ (روحانی) مردے اسی طرح زندہ کیا کرتا ہے۔ سیاقِ کلام میں جسمانی مردوں کے زندہ کرنے کا سوال ہی نہیں۔ چنانچہ بعد کی آیات میں یہود کی قساوتِ قلبی کا ذکر بالفاظ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً معاً بعد کرتا اور پیشگوئی فرماتا ہے کہ دل کی سنگلاخ زمین خشیت اللہ سے نرم ہوگی اور اس سے چشمے پھوٹیں گے۔ دلوں میں تقوی اللہ پیدا ہوگا اور یہ شہادت ہوگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معجز نما تاثیر قدسی کے لئے کہ جو کام پہلوں سے نہ ہوسکا وہ آپؐ کے ذریعہ سے انجام پایا۔ یہ مضمون ہے معنونہ آیات کا۔

میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ امام بخاریؒ کے مدنظر مذکورہ بالا مفہوم آیات کا تھا یا نہیں۔ مگر یہ امر پورے وثوق اور یقین سے کہتا ہوں کہ ابواب متعلقہ موسیٰ علیہ السلام میں مقابلہ وموازنہ ہے ان کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض وبرکات کا اور اسی غرض سے یہ باب بھی قائم کیا گیا ہے۔ چنانچہ اسی باب کے تحت حضرت موسیٰؑ کی وفات اور اَبدی زندگی حاصل کرنے کی خواہش پوری نہ ہونے سے متعلق روایت بھی درج ہے۔ جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ان کا سلسلہ فیض رسانی اپنے زمانہ میں بھی محدود تھا اور وہ بند ہو چکا ہے۔ اگر مقابلہ وموازنہ مقصود نہیں تو عنوانِ باب ایسے دو رکوعوں کی آیات کے حوالہ سے کیا مطلب۔ جن میں سے ایک رکوع میں میثاق کا ذکر ہے جو پر ہیبت وجلال طوری تجلی دکھانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے لیا گیا اور ان سے کہا گیا: خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ٥ (البقرة ۶۴) یعنی جو آئین شریعت تم دیئے گئے ہو، اس پر مضبوطی سے کار بند ہو جاؤ اور اس کے ساتھ وہ مقاصد بھی مدنظر رکھو جو احکام شریعت کے اندر ہیں تا کہ تمہیں تقویٰ وتزکیہ حاصل ہو۔ اس میثاق وآئین کے لئے دیکھئے کتاب استثناء باب۴، باب۵۔ میثاق واحکام شریعت دیئے جانے اور پختہ عہد لینے کا ذکر کر کے فرماتا ہے: انہوں نے سبت کی حرمت قائم نہیں رکھی اور مشرک قوموں کی نقالی کرنے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی حالت ذلیل بندروں کی سی ہوگئی۔ ایک رکوع میں یہ مضمون ہے اور دوسرے رکوع میں یہ پیشگوئی ہے: وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ

الْأَنْهَارُ ط وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ط وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ o (البقرة: ۷۵) اور پتھروں میں سے تو یقیناً بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں سے دریا بہتے ہیں اوران میں سے بعض ایسے (بھی) ہوتے ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں تو ان میں سے پانی نکلنے لگتا ہے اوران (یعنی دلوں) میں سے (بھی) بعض ایسے ہیں کہ اللہ کے ڈر سے (معافی مانگتے ہوئے) گر جاتے ہیں اور جو (کچھ) تم کر رہے ہو اللہ اس سے ہرگز بے خبر نہیں ہے۔ اس آیت کے آخری الفاظ سے ظاہر ہے کہ پتھروں سے مراد ظاہری پتھر نہیں بلکہ سنگدل لوگ مراد ہیں۔ جو خشیت سے نرم ہو کر سربسجود ہوں گے۔ عنوانِ باب میں ان آیات کا حوالہ بتاتا ہے کہ دراصل امام بخاریؒ کے مدنظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معجز نما شان کا بیان ہی ہے۔

قتل سے بریت کے لئے جس سوختنی قربانی کا ذکر عہد نامہ قدیم کی کتاب استثناء باب ۲۱ آیات ۱ تا ۱۰ میں ہے، اس تعلق میں بعض اعجوبہ پسند مفسرین نے اپنی تفسیروں میں اسرائیلی روایات کا ایک طومار اپنی تفسیروں میں جمع کر دیا ہے جو امام بخاریؒ نے نظرانداز کر دی ہیں۔ ایسے مفسرین معذور ہیں کہ وہ بلاغت عربی سے نابلد اور کلام اللہ کے پرمعانی سیاق وسباق سے ناواقف تھے اوراس ناواقفیت کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اسلوب ایجاز بلیغ جس سے زبانِ عربی دوسری زبانوں سے خاص طور پر ممتاز ہے، مفسرین اعجام اس مخصوص اسلوب سے مانوس نہیں تھے۔ اس لئے قصص بنی اسرائیل سے انہیں مدد حاصل کرنی پڑی۔ کاش کہ یہ ارشاد ہی ان کے مدنظر رہتا اَلْقُرْآنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهُ بَعْضًا. کہ قرآن خود اپنی تفسیر کرتا ہے، اس کا ایک حصہ دوسرے حصے کا شارح ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ آپؐ نے اسرائیلی قصوں پر اعتماد کرنے سے بھی ہوشیار فرمایا ہے اور خود قرآن مجید میں بھی اس بارہ میں ہمیں متنبہ کیا گیا۔ چنانچہ فرماتا ہے: وَدَّتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ط وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ o (آل عمران: ۷۰) یعنی اہل کتاب میں سے ایک گروہ آرزو رکھتا ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کر دے اور وہ اپنے آپ کو ہی گمراہی میں ڈال رہے ہیں اور سمجھتے نہیں۔ اس آیت سے اہل الکتاب کی خواہش ظاہر ہے کہ وہ صراطِ مستقیم سے مسلمانوں کو ہٹانا چاہیں گے مگر کامیاب نہ ہوں گے۔ اپنے آپ کو ہی گمراہ کریں گے۔ یہ ارشاد باری تعالیٰ ملحوظ نہ رکھنے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی سے غفلت برتنے کا جو نتیجہ ہوا ہے وہ اس خلط ملط سے ظاہر ہے جو بعض تفسیروں میں واقع ہوا ہے۔ اللہ بھلا کرے امام موصوف کا جنہوں نے بڑی چھان بین کرنے کے بعد خالص دودھ ہمارے لئے بطور روحانی غذا محفوظ کر دیا ہے اور چھاچھ پھینک دی ہے اور اپنی قابل قدر کتاب میں اعجاز بلیغ کا وہی اسلوب اختیار کیا ہے جس سے عرب عاربہ مانوس تھے۔

وَفَاةُ مُوْسٰى وَذِكْرُهُ بَعْدُ: باب ۳۱ کی پہلی روایت (نمبر ۳۴۰۷) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ خواہش کہ مجھے ارض مقدسہ سے ایسی قریب جگہ میں پہنچا دیا جائے جہاں سے میں اسے دیکھ سکوں اگر اس کی فتح میری زندگی میں مقدر نہیں۔ اس حصہ روایت کا ذکر خود عہد نامہ قدیم کے صحیفوں میں موجود ہے کہ خداوند نے اس سے کہا: ''یہی وہ ملک ہے جس کی بابت میں نے ابراہام اور اضحاق اور یعقوب سے قسم کھا کر کہا تھا کہ اسے میں تمہاری نسل کو دوں گا۔ سو میں نے ایسا

کیا کہ تو اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے پر تو اُس پار وہاں جانے نہ پائے گا۔ (استثناء باب ۳۴ آیت ۴) عہد نامہ قدیم کے صحیفوں کے بیانات میں حضرت موسیٰ اور انبیاء بنی اسرائیل کے حالات کی نسبت بہت کچھ خلط ملط واقع ہوا ہے۔ جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بابلیوں کے حملہ کے دوران وہ صحیفے جلوا دیئے گئے اور بعد میں حافظے سے جمع کئے گئے۔ لیکن تاہم ان میں صداقت موجود ہے۔ استثناء باب ۳۳ کے شروع میں کوہِ فاران اور شعیر سے اس نبی معہود کے جلوہ گر ہونے کی پیشگوئی ہے جس کا ظہور خدا کا ظہور بتایا گیا ہے۔ اور باب ۳۱ آیات ۱۶ تا ۲۱ اور باب ۳۲ میں بنو اسرائیل کی کجروی، ٹیڑھے ہونے اور اپنے خدا کو جو اُن کی چٹان تھا بھول جانے اور انہیں آفتوں اور روئے زمین میں گناہ کرنے کی سزا سے متعلق انذار اور پیشگوئی ہے۔ یہ دونوں پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ چونکہ واقعات نے ان کی تصدیق کر دی ہے اور ان صحیفوں میں ہدایت کی باتیں بھی مذکور ہیں اس لئے شرح صحیح بخاری میں موقع ومحل کی مناسبت سے ایسی باتوں کا حوالہ دیا جانا قابل اعتراض نہیں جن سے کسی روایت یا حدیث نبوی کی تصدیق ہوتی ہو۔

بَاب ٣٢: قَوْلُ اللهِ تَعَالَى وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ إِلَى قَوْلِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ (التحريم: ١٢)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: اللہ نے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے فرعون کی بیوی کی مثال دی ہے......

٣٤١١: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو ابْنِ مُرَّةَ عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ أَبِي مُوْسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا آسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَمَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَإِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ.

۳۴۱۱: یحییٰ بن جعفر نے ہم سے بیان کیا کہ وکیع نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے عمرو بن مرہ سے، عمرو نے مرہ ہمدانی سے، مرہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردوں میں سے بہت سے کامل ہوئے اور عورتوں میں سے سوائے فرعون کی بیوی آسیہ اور مریم بنت عمران کے کوئی عورت کامل نہیں ہوئی اور عائشہؓ کی فضیلت باقی تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی باقی سارے کھانوں پر۔

اطرافہ: ٣٤٣٣، ٣٧٦٩، ٥٤١٨.

تشریح: **وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ:** اللہ تعالیٰ کا سورۃ التحریم میں فرمانا وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ ۘ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ ○ (التحریم: ۱۲،۱۳)☆ عنوانِ باب میں ان آیات کی طرف توجہ منعطف کی گئی ہے۔ پہلی آیت میں مومنوں کی مثال فرعون کی بیوی آسیہؓ سے دی گئی ہے جو ایک نیک عورت تھی اور دوسری آیت میں حضرت مریم علیہا الصلوۃ والسلام سے۔ اس مثال سے ظاہر ہے کہ مومن دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک طبقہ وہ ہے جو نفس امارۂ سوء سے مغلوب نہیں ہوتے۔ جیسے آسیہ خاتون اپنے خاوند فرعون کی فرعونیت سے مغلوب نہیں ہوئیں بلکہ صراطِ مستقیم پر گامزن رہیں اور مومنوں کا دوسرا طبقہ اپنے روحانی ارتقاء میں بلند درجہ کا ہوتا ہے۔ روح القدس ان میں نفخ کیا جاتا ہے اور روح القدس کی برکت سے مریمی صفت سے ترقی کر کے عیسوی صفت کی شان میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ کیا لطیف اور پُر حکمت یہ دونوں مثالیں ہیں جن کی تصدیق ہر صدی میں مجددین، اولیاء اللہ کے وجود سے ہوتی رہی ہے۔ حضرت شیخ معین الدین چشتی اجمیریؒ فرماتے ہیں:

دمبدم روح القدس اندر معینے می دمد من نہ گویم مگر عیسیٰ ثانی شدم

باب ہذا میں یہی حقیقت بیان کرنا مقصود ہے اور روایت زیر باب میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان خواتین میں بھی ایک طبقہ روحانی ارتقاء میں درجہ کمال حاصل کرنے والا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مثالاً افضل قرار دیئے جانے کے معنی ہی یہ ہیں کہ ان کے سوا دیگر مسلم خواتین بھی فضیلت سے نوازی گئیں کیونکہ ساری غذائیں طیب ہیں۔ ایک سے ایک کسی نہ کسی خوبی کی وجہ سے بڑھ کر۔ یہاں بعض اخلاقِ حمیدہ کی وجہ سے ہی حضرت عائشہؓ کی فضیلت کا ذکر تمثیلاً بیان فرمایا گیا ہے۔ ہوس و ہوائے نفس کا بندہ تو اپنے شہوانی جذبات پر ہی قیاس کرے گا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات اور آپؐ کے فیوض سے تربیت یافتہ پاکیزہ نفوس جو عربی ضرب المثل سے خوب واقف تھے انہوں نے آپؐ کا مقصد سمجھا اور علماء نے بھی اس کی صحیح شرح بیان کی ہے۔ چنانچہ امام ابن حجرؒ نے بھی الفاظ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَآءِ سے نسبتی حصر ہی مراد لیا ہے نہ کہ مطلق۔ گویا اس حدیث کا مفہوم یہ نہیں کہ اَلَّا يَكُوْنَ فِي النِّسَآءِ وَلِيَّةٌ وَلَا صِدِّيْقَةٌ وَلَا شَهِيْدَةٌ۔ یعنی عورتوں میں درجہ ولایت وصدیقیت وشہیدیت حاصل کرنے والی کوئی خاتون نہ ہوگی جو ان کے نزدیک خلاف واقعہ ہے۔

☆ {ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: اور اللہ نے اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے فرعون کی بیوی کی مثال دی ہے۔ جب اس نے کہا: اے میرے ربّ! میرے لیے اپنے حضور جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچا لے اور مجھے ان ظالم لوگوں سے نجات بخش۔ اور عمران کی بیٹی مریم کی (مثال دی ہے) جس نے اپنی عصمت کو اچھی طرح بچائے رکھا تو ہم نے اس (بچے) میں اپنی رُوح میں سے کچھ پھونکا اور اس (کی ماں) نے اپنے ربّ کے کلمات کی تصدیق کی اور اس کی کتابوں کی بھی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔}

علامہ طبرانی وثعلبی کی تفسیر اور کرمانی وغیرہم علماء ربانی کے اقوال بھی بطور تائید امام موصوف نے نقل کئے ہیں اور لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی افضلیت کا ذکر بھی مستند احادیث میں وارد ہے۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۴) اور قرآن مجید کی اس صریح آیت کے بھی خلاف ہے: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ○ (النساء: ۷۰،۷۱) یعنی جو بھی اللہ اور اس رسول (محمد مصطفی ﷺ) کی اطاعت کرے گا تو وہ ان لوگوں میں شامل ہو جائے گا جن پر اللہ نے انعام کیا۔ یعنی نبی، صدیق، شہید اور صالح اور یہ لوگ رفاقت کے لحاظ سے بہت اچھے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ جاننے کے لحاظ سے کافی ہے۔

بَاب۳۳: اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى الْآيَةَ (القصص: ۷۷)

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا....

لَتَنُوْٓأُ لَتَثْقُلُ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اُولِي الْقُوَّةِ لَا يَرْفَعُهَا الْعُصْبَةُ مِنَ الرِّجَالِ. يُقَالُ الْفَرِحِيْنَ (القصص: ۷۷) الْمَرِحِيْنَ. وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ (القصص: ۸۳) مِثْلُ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (القصص: ۸۳) (الروم: ۳۸) وَيُوَسِّعُ عَلَيْهِ وَيُضَيِّقُ.

لَتَنُوْءُ کے معنی ہیں لَتَثْقُلُ یعنی بوجھل ہوتیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: اُولِی الْقُوَّةِ فرمایا۔ معنی یہ ہیں کہ آدمیوں کی ایک مضبوط جماعت بھی ان کنجیوں کو اُٹھا نہیں سکتی تھی۔ اور فَرِحِيْنَ کے معنی ہیں اترانے والے مغرور۔ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ کے معنی اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ .... کی طرح ہیں۔ یعنی کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے روزی کی کشائش کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔

تشریح: اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى: اس آیت میں مخازن قارون کی بابت لَتَنُوْءُ جو وارد ہوا ہے اس کے معنی ہیں لَتَثْقُلُ۔ یعنی وہ اتنے بوجھل تھے کہ مردوں کی ایک مضبوط جماعت ان کو بمشکل اُٹھا سکتی تھی۔ مَفَاتِح جمع ہے مَفْتَح کی جس کے معنی ہیں مخزن، خزانہ، كَنْز یعنی دفینہ۔ كَنْز اور مَفَاتِح ہم معنی ہیں۔ (لسان العرب - فتح) اِنَّ مَفَاتِحَه میں ضمیر ہُ قارون کی طرف عود کرتی ہے۔ لَتَنُوْء بمعنی لَتَثْقُلُ ہے یعنی بمشکل اُٹھتے تھے۔ یہ معنی حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں اور عُصْبَة کا لفظ دس مردوں پر بھی اطلاق پاتا ہے اور پندرہ سے چالیس پر بھی۔ اور فَرِحِيْن کے معنی مَرِحِيْن بھی انہی سے مروی ہیں اترانے والے۔ لَا تَفْرَح اپنے مال و دولت کا گھمنڈ نہ کر۔ اور ابن ابی طلحہ سے لَا تَبْطَرْ منقول ہیں۔ یعنی شیخی نہ کر اور اس کے فضل کا ناشکر گزار نہ ہو اور قارون کی دولت مندی کے لئے

حرص وتمنا کرنے والوں کا قول وَیْکَأَنَّ اللّٰهَ ابوعبیدہؒ کے نزدیک بمعنی اَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ ہے۔یعنی تو نے نہیں دیکھا اور قطربؒ کے نزدیک کلمہ تأسف ہے جس کے معنی ہیں وائے، ہائے افسوس۔ یہ قطرب مشہور بصری نحوی ہیں، ابوعلی مستنیر کنیت ولقب سے معروف ہیں۔اور ارجوزہ قطربیہ انہی کا ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

يَا مُوْلَعًا بِالْغَضَبْ وَالْهَجْرِ وَالتَّجَنُّبْ

اے وہ جو غضب اور ترک ملاقات اور کنارہ کشی کا فریفتہ ہے۔ (معجم المطبوعات جلد دوم صفحه ١٥١٦)

یہ بڑے پایہ کے عالم اور مذہباً معتزلی تھے۔ وَیْکَأَنَّ کی جو شرح انہوں نے کی ہے وہ سیاق کلام سے مناسبت رکھتی ہے۔ابوعبیدہؒ والی شرح کی تائید میں امام ابن حجرؒ نے ایک حوالہ بطور استشہاد نقل کیا ہے جو کسی شاعر کا ہے۔ کہتا ہے:

وَيْكَأَنَّ مَنْ يَّكُنْ لَّهُ نَشَبٌ يُحَبَّبْ وَمَنْ يَّفْتَقِرْ يَعِشْ عَيْشَ ضُرٍّ

دیکھتے نہیں جس کے پاس سونا چاندی ہو وہ محبوب ہوتا ہے اور جو محتاج ہو وہ تکلیف کی زندگی بسر کرتا ہے

(فتح الباری جزء ٦ صفحہ ۵۴۵)

دونوں مفہوم ہی درست ہیں۔ پوری آیت یہ ہے: اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ص وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَا اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ ق اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ o (القصص: ۷۷) قارون دراصل موسیٰ کی قوم میں سے تھا مگر وہ انہی کے خلاف ظلم پر آمادہ ہو گیا اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ جن کی کنجیاں ایک مضبوط جماعت کے لئے بھی اُٹھانا مشکل تھیں۔(یاد کر) جب اس کی قوم نے اسے کہا (اتنا) فخر مت کر۔اللہ فخر کرنے والوں کو یقیناً پسند نہیں کرتا۔

باب ہذا کے تحت کوئی روایت درج نہیں۔امام موصوف نے وہ تمام غیر مستند روایات نظر انداز کر دی ہیں جو قارون سے متعلق بیان کی جاتی ہیں کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف الزام تراشی اور انہیں بدنام کرنے کی غرض سے فاحشہ عورتوں کی مدد حاصل کی تا آئے دن ان کے وعظ ونصیحت اور تنبیہ وتوبیخ سے وہ اور اس جیسے متمول اور متمرد لوگ ان سے مخلصی پائیں۔قارون کا عبرانی نام قورح ہے اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے قبیلہ بن لاوی میں سے تھا۔اس کا ذکر عہد قدیم کی کتاب گنتی باب ١٦ میں ملاحظہ ہو۔جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف اس کے علم بغاوت بلند کرنے کا مفصل ذکر ہے۔آپ کی بددعا سے آخر وہ اور اس کے اڑھائی سو ساتھی زلزلہ سے جیتے جی پاتال میں سما گئے اور ان کا گھر بار اور مال واسباب سب زمین کے پھٹنے سے چشم زدن میں بھسم ہو گیا۔(گنتی باب ١٦ آیات ۳۱ تا ۳۵)

امام بخاریؒ نے سابقہ ابواب کے تسلسل میں یہ باب اس غرض سے قائم کیا ہے کہ تا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا نمونہ تمرد و بغاوت اور سرکشی دکھایا جائے۔دنیا کے مال ومنال کی غایت درجہ حرص وآز میں اب تک قوم یہود شہرۂ آفاق ہے۔نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں اس کا تزکیہ نفس ہو سکا اور نہ ان کے بعد۔اس کے بالمقابل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر قدسی ملاحظہ ہو۔غزوۂ حنین کے موقع پر تقسیم اموال پر جو آپؐ نے داد و دہش فرمائی اور انصار کو عمداً نظر انداز فرمایا تو چند ایک نوعمر انصاری متعجب ہوئے اور کہنے لگے: دشمنوں کو مغلوب تو ہماری تلواریں کریں اور ان سے خون ٹپک رہا

ہو اور بخشش غیروں کو دی جائے۔ کسی نے یہ بات آپؐ تک پہنچا دی تو آپؐ نے انصار کو اکٹھا کیا اور صرف ایک دلربا فقرے سے ان کی ذہنی الجھنیں اس اندازِ دلربائی سے دور فرمائیں کہ اگر لاکھوں کے اموال انہیں دیئے جاتے تو انہیں اس سے وہ خوشی نہ ہوتی جو آپؐ کے اس ایک فقرے سے ہوئی۔ آپؐ کے صحابہ کے اس وفورِ محبت وعشق اور فریفتگی کا جو انہیں آپؐ سے تھا الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ اس روحِ اخلاص نے صحابہ کرام کو اس شمع نور کا پروانہ بنائے رکھا۔ کجا یہ نفوسِ مطہرہ اور کجا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بے قابو اور گردن کش ساتھی۔

یہ امر کہ یہاں ابواب کا موضوع دراصل موازنہ ہے، باب ۳۵ میں حضرت یونس علیہ السلام سے متعلق روایات کے اعادہ سے ظاہر ہے جو بلاوجہ نہیں دُہرائی گئیں۔ امام موصوفؒ قارئین کو جتلا رہے ہیں اور یاددہانی کرا رہے ہیں کہ ان کے علم میں وہ احادیث ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: لَا يَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ اِنِّيْ خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى. اور یہ کہ آپؐ نے ایک موقع پر ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا: لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ أَنْبِيَاءِ اللّٰهِ (روایت نمبر ۳۴۱۴) لیکن یہ موقع وہ تھا جس نے دنگہ فساد کی صورت اختیار کر لی تھی اور آپؐ نے انصاری سے پوچھا: لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَهُ؟ تم نے یہودی کے منہ پر تھپڑ کیوں مارا۔ مگر یہاں امام موصوفؒ کے موازنہ میں یہ مذموم صورت فتنہ انگیزی نہیں بلکہ امر واقعہ کا بیان ہے۔ اس سے قبل باب ۳۴ ہے جس میں حضرت شعیبؑ سے متعلق آیات کا حوالہ دیا گیا ہے اور اس کے تحت سوائے شرح الفاظ کوئی روایت درج نہیں اور ان الفاظ کا باب کی روایات کے موضوع سے معنوی تعلق ہے جو ابھی بیان کیا جائے گا۔

بَاب ٣٤: قَوْلُ اللهِ تَعَالَى وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا (الأعراف: ٨٦)

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا

إِلَى أَهْلِ مَدْيَنَ لِأَنَّ مَدْيَنَ بَلَدٌ وَمِثْلُهُ وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ (يوسف: ٨٣) وَاسْأَلِ الْعِيْرَ يَعْنِي أَهْلَ الْقَرْيَةِ وَأَهْلَ الْعِيْرِ. وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا (هود: ٩٣) لَمْ يَلْتَفِتُوْا إِلَيْهِ يُقَالُ إِذَا لَمْ تَقْضِ حَاجَتَهُ ظَهَرْتَ حَاجَتِي وَجَعَلْتَنِي ظِهْرِيًّا قَالَ الظِّهْرِيُّ أَنْ تَأْخُذَ مَعَكَ

مدین سے مراد مدین کے باشندے ہیں۔ کیونکہ مدین ایک شہر ہے۔ اور اسی آیت کی طرح یہ آیت ہے: اور اس بستی سے پوچھو جس میں ہم تھے اور اس قافلے سے پوچھو جس میں ہم آئے۔ بستی سے مراد بستی والے اور قافلہ سے مراد قافلہ والے لوگ ہیں۔ (اور یہ جو فرمایا:) تم نے اللہ کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی طرف مڑ کر دیکھا بھی نہیں۔ کوئی جب کسی کی ضرورت کو پورا نہ کرے کہتے ہیں: ظَهَرْتَ حَاجَتِيْ یعنی تو نے میری ضرورت کو پس پشت ڈال دیا ہے یا

دَابَّةً أَوْ وِعَاءً تَسْتَظْهِرُ بِهِ. مَكَانَتِهِمْ (يس:٦٨) وَمَكَانُهُمْ وَاحِدٌ. يَغْنَوْا (هود:٩٦) يَعِيْشُوْا. يَأْيَسُ يَحْزَنُ آسٰى (الأعراف:٩٤) أَحْزَنُ. وَقَالَ الْحَسَنُ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ (هود:٨٨) يَسْتَهْزِئُوْنَ بِهِ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ لَيْكَةَ الْأَيْكَةُ (الشعراء:١٧٧) يَوْمِ الظُّلَّةِ (الشعراء:١٩٠) إِظْلَالُ الْغَمَامِ الْعَذَابَ عَلَيْهِمْ.

کہتے ہیں: جَعَلْتَنِيْ ظِهْرِيًّا ۔تم نے مجھے پس پشت ڈال دیا ہے۔ ظِهْرِی کے معنی ہیں ساز وسامان۔ جیسے سواری یا برتن جو پیش آمدہ ضرورت کو پورا کرنے کیلئے تم اپنے ساتھ لے لو۔مَكَانَتُهُمْ اور مَكَانُهُمْ دونوں کے ایک ہی معنے ہیں یعنی جگہ۔(یہ جو فرمایا: كَأَنْ لَّمْ يَغْنَوْا) يَغْنَوْا کے معنی ہیں وہ زندہ رہے۔(یہ جو فرمایا: فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ) يَأْيَسُ کے معنی ہیں وہ غم کرتا ہے۔ آسَى: میں غم کروں۔اورحسن (بصری) نے کہا: (حضرت شعیبؑ کے بیان میں جو آیا ہے:) اِنَّکَ لَأَنْتَ الْحَلِيْمُ تو یہ مذاق ہے لوگوں کا ان سے۔اور (یہ جو اِس آیت میں آیا ہے كَذَّبَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ) مجاہد نے کہا: لَيْكَة ۔ اَلْأَيْكَةُ سے مراد ہے جھاڑیوں کا بَن۔ يَوْمُ الظُّلَّة سے مراد ہے بادل کا عذاب ان پر چھا گیا۔

تشریح: وَاِلٰى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا: مدین سے اہل مدین مراد ہیں کیونکہ مدین بستی کا نام ہے۔سورۃ یوسف میں ان کے بھائیوں کا قول مذکور ہے: وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْ أَقْبَلْنَا فِيْهَا ط وَاِنَّا لَصَادِقُوْنَ o (یوسف:۸۳) قَرْيَة سے اہل قریہ اور عِيْر سے اہل عیر مراد ہیں۔یعنی گاؤں والوں سے اور قافلے والوں سے پوچھ (کہ آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے یا نہیں) یہ عربی اسلوب کلام صرف قوم یا قریہ یا قافلہ ہی سے مخصوص نہیں بلکہ عام ہے۔بعض اوقات مضاف حذف کر دیا جاتا ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر قرآنِ مجید میں سورۃ الاعراف کے سوا چار اور سورتوں میں وارد ہوا ہے۔(دیکھئے سورۃ ہود: ۸۴تا ۹۶، سورۃ الحجر: ۷۹، ۸۰، سورۃ الشعراء: ۱۷٦تا۱۹۲، سورۃ العنکبوت: ۳۷، ۳۸) انہیں چھوڑ کر سورۃ الاعراف کی آیت ۸٦ کا حوالہ ابواب موازنہ کے عین مناسب ہے۔کیونکہ اس سورۃ کی آیات میں بتایا گیا ہے کہ حضرت شعیب نبی علیہ السلام نے قوم کو دعوتِ توحید کے ساتھ چار باتوں کی نصیحت فرمائی:

اوّل: أَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ - ماپ تول پورا رکھا کرو۔

دوم: وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَ هُمْ - لوگوں کو جو اشیاء دی جائیں ان میں کمی نہ ہو، ہر شخص کا حق پورا ادا کرو۔

سوم: وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا - زمین میں اصلاح کی صورت قائم ہونے کے بعد بگاڑ پیدا نہ کرو۔
چہارم: صراط مستقیم پر قائم رہو اور اس میں کج روی اختیار نہ کرو۔

مزید برآں سورۃ ہود کی آیات کا حوالہ بھی دیا گیا ہے جس میں آیت اِنَّکَ لَأَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ نمایاں کر کے بحوالہ حسن بصری اس کی شرح یہ نقل کی ہے کہ قوم نے حضرت شعیب علیہ السلام کی ان الفاظ میں تعریف نہیں بلکہ ان سے استہزاء کیا یعنی ان کا مذاق اُڑایا ہے۔ حضرت شعیبؑ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت سے ان کی پانچویں پشت میں ہوئے ہیں۔ مدین کی بستی طور سیناء کے جنوب مشرق میں بحیرۂ قلزم کے ساحل پر واقع ہے اور یہ ان کے عہد میں تجارت کی بڑی منڈی تھی جس کا ذکر بطلیموس نے بھی کیا ہے۔ مدیان ان کے ایک بیٹے کا نام تھا جو ان کی بیوی قطورہ کے بطن سے پیدا ہوا۔ (دیکھئے پیدائش باب ٢٥ آیت ١، ٢)

حضرت شعیب علیہ السلام کے تعلق میں سورۃ ہود کی آیت ٩٣ کا حوالہ بھی دیا گیا ہے: قَالَ يَا قَوْمِ أَرَهْطِيْ أَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ط وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَ كُمْ ظِهْرِيًّا ط اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ o (ھود: ٩٣) انہوں نے کہا: اے میری قوم! کیا میرا گروہ اللہ کی نسبت تمہاری نظر میں زیادہ قابل عزت ہے اور اُسے تم نے اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈالا ہوا ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو اسے میرا ربّ خوب جانتا ہے۔ وَرَآءَ كُمْ ظِهْرِيًّا پس پشت ڈالنے سے مراد یہ ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کا پاس نہیں رکھا اور اس کے احکام ٹال دیئے ہیں اور ان کی طرف توجہ نہیں کی۔ جو حاجت پوری نہ کرے اور توجہ نہ دے تو عربی میں کہا جاتا ہے: ظَهَرْتَ حَاجَتِيْ یعنی تو نے میری حاجت پیٹھ کے پیچھے ڈال دی اور کہتے ہیں: لَا تَجْعَلْ حَاجَتِيْ بِظَهْرٍ میری حاجت نہ بھولئے۔ (لسان العرب - ظهر) امام ابن حجرؒ نے شاعر کا یہ قول نقل کیا ہے: وَجَدْنَا بَنِي الْبَرْصَاءِ مِنْ وَلَدِ الظَّهْرِ۔ (فتح الباری جزء ٦ صفحہ ٥٤٦) یعنی برصاء کے بیٹے ظہر کی اولاد ہیں۔ ان سے مدد مل سکتی ہے مگر وہ ہماری طرف متوجہ ہی نہیں ہوئے۔ اور ظِهْرِيٌّ اونٹ کی سواری یا سامان کو بھی کہتے ہیں جو بوقت ضرورت کارآمد ہو۔

سورۃ ہود کی آیت ٩٤ کا بھی حوالہ دیا گیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: وَيَا قَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ط سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ لا مَنْ يَّأْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ط وَارْتَقِبُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ o (ھود: ٩٤) اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر (اپنے) کام کئے جاؤ۔ میں (بھی اپنی جگہ پر) اپنا کام کر رہا ہوں۔ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون ہے جس پر رسوا کر دینے والا عذاب آتا ہے اور کون جھوٹا ہے (اور کون سچا) اور تم (بھی اپنے اور میرے انجام کا) انتظار کرو۔ میں بھی یقیناً تمہارے ساتھ (نتیجہ) کا منتظر رہوں گا۔

نیز آیت ٩٦ کا بھی كَأَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ط اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ o (ھود: ٩٦) گویا وہ ان میں (کبھی) رہے (ہی) نہ تھے۔ سنو! مدین کے لئے بھی (خدا تعالیٰ نے) لعنت مقدر کی تھی جیسا کہ ثمود کے لئے (خدا تعالیٰ نے) لعنت مقدر کی تھی۔

ان آیات میں کَـأَنْ لَّـمْ یَغْنَوْا فِیْهَا کے معنی ہیں لَمْ یَعِیْشُوْا گویا وہ کبھی رہے ہی نہیں تھے۔اور سورۃ الاعراف میں ہے: فَتَوَلّٰـی عَـنْهُـمْ وَقَـالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَیْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ كٰـفِـرِیْنَo (الأعـراف: ۹۴) اس پر وہ (یعنی شعیب) ان سے پیٹھ پھیر کر چل دیئے اور کہتے گئے: اے میری قوم! میں نے اپنے ربّ کے پیغام تم کو پہنچا دیئے تھے اور تم کو نصیحت کر دی تھی۔ پس اب میں منکر قوم پر کس طرح افسوس کروں۔

اس آیت میں آسٰـی کے معنی ہیں أَحْـزَنُ ۔ كَیْفَ آسٰـی کے معنی ہوں گے میں اپنے غم کا کیونکر اظہار کروں جو مجھے اپنی قوم کی حالت پر ہے۔

وَقَـالَ مُجَاهِدٌ: لَیْكَة اہل مکہ کا تلفظ ہے اَلْاَیْكَة کا۔ یہ ابن ابی حاتمؒ نے بسند ابن ابی نجیحؒ مجاہد سے روایت کیا ہے۔(فتح الباری جزء۶ صفحہ ۵۴۷) قرآنِ مجید میں ان کا ذکر یوں آتا ہے: كَذَّبَ أَصْحَابُ لْئَیْكَةِ الْمُرْسَلِیْنَ o اِذْ قَـالَ لَهُـمْ شُعَیْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَo (الشـعـراء: ۱۷۷،۱۷۸) بن کے رہنے والوں نے بھی رسولوں کا انکار کیا تھا جبکہ ان سے شعیب نے کہا کہ کیا تم تقویٰ نہیں کرتے۔ پھر اسی قوم کی ہلاکت سے متعلق فرماتا ہے: فَـكَـذَّبُـوْهُ فَـاَخَـذَهُـمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍo (الشعراء: ۱۹۰) مگر (اس کے سمجھانے کے باوجود) انہوں نے اس کو جھٹلایا۔ پس ان کو سایہ کے دن والے عذاب نے آ پکڑا۔ (یعنی گھنے اور دیرپا بادلوں کے عذاب نے) وہ یقیناً ایک بڑے بھاری دن کا عذاب تھا۔ عنوانِ باب میں یَـوْمُ الـظُّـلَّةِ والے عذاب کا حوالہ دیا گیا ہے کہ گھنے بادل ان کی تباہی کا باعث ہوئے۔

پھر سورۃ الحجر آیات ۷۹،۸۰ میں ہے: وَاِنْ كَـانَ اَصْـحَابُ الْأَیْكَةِ لَظَالِمِیْنَ o فَـانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍo اور أیكه والے بھی یقیناً ظالم تھے۔ اس لئے ہم نے انہیں بھی (اسی طرح سخت) سزا دی تھی اور یہ دونوں جگہیں ایک (صاف اور) واضح راستے پر (واقع) ہیں۔

جمہور کے نزدیک اصحاب الایکہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا دوسرا نام ہے۔ ایکہ گھنے جنگل کو کہتے ہیں۔ جہاں بیری پیلو وغیرہ کی جھاڑیاں بکثرت ہوں۔ بعض نے عذاب کی نوعیت کے اختلاف کی وجہ سے مدین اور ایکہ دو الگ الگ جگہیں مراد لی ہیں جن کی طرف حضرت شعیبؑ مبعوث ہوئے تھے۔ ایک بستی کی سزا رَجْفَة یعنی زلزلہ اور دوسری کی صَیْـحَة اور ظُـلَّة بتائی گئی ہے۔ امام ابن حجرؒ نے دونوں قسم کے عذاب مراد لئے ہیں۔ یہ بحث چنداں اہمیت نہیں رکھتی۔ مذکورہ بالا الفاظ کی شرح کے سوا اِس باب کے تحت کوئی ایسی روایت یا حدیث مروی نہیں جس میں حضرت شعیب علیہ السلام کے حالات کا ذکر ہو بحالیکہ ان کے ذکر سے متعلق اقوال نبویہ نقل کئے جا سکتے تھے۔ امام ابن حجرؒ نے بھی یہ سوال اُٹھا کر صرف مذکورہ بالا جواب پر اکتفا کیا ہے۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ ۵۴۷)

یہ بتایا جا چکا ہے کہ کتاب الانبیاء کا مقصود بالذات انبیاء علیہم السلام کے حالات کا بیان نہیں بلکہ اصل مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات خاتم الانبیاء ہے جو انبیاء علیہم السلام کے مظہرِ اتم اور ان کی غرض وغایت کو پایہ تکمیل تک

پہنچانے والے اوران کی پیشگوئیوں کے مصداق ہیں۔ابواب زیرشرح کا موضوع موازنہ ہے اوراسی موضوع سے متعلق ہمیں باب کی محولہ بالا آیات جوحضرت شعیب علیہ السلام سے متعلق ہیں اورشرح الفاظ ذیل کے تبصرہ سے واضح ہوجائے گا کہ باب کا خلاصہ یہ ہے کہ وزن صحیح رکھواورلوگوں کے حقوق میں کمی نہ کی جائے بلکہ ہرشخص کواس کا پوراحق دیاجائے اورایسا طریق عمل نہ اختیار کیا جائے جس سے فساد ہو اوراستہزاء سے کام نہ لیا جائے۔اس خلاصہ کی مناسبت ازخود ظاہر ہے کہ بوقت مقابلہ یہ اوامر الٰہیہ حضرت امام بخاریؒ کے مدنظر ہیں اوراس میں وہ صراط مستقیم سے اِدھراُدھر نہ ہوں گے۔

آیت وَرَاءَ كُمْ ظِهْرِيًّا اوراس کے محل استعمال لَا تَجْعَلْ حَاجَتِيْ بِظَهْرٍ کا حوالہ دے کرہمیں توجہ دلائی ہے کہ ہم ابواب زیرشرح کا مطالعہ کرتے وقت ان کا مقصود نظرانداز نہ کریں۔ ظَهْر اور ظِهْرِي کے محاورہ کی طرف توجہ دلانے میں یہی امران کے مدنظر ہے کہ سابقہ انبیاء کی شریعتیں منزلِ مقصود تک پہنچانے میں کارآمد ذریعہ نہیں ہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جامع الصفات والبرکات اب بنی نوع انسان کے لئے رہنماءِ کامل ہے۔اگر یہ باتیں ملحوظ رکھی جائیں توباب۳۴ کی سابقہ ابواب کے اصل موضوع کے ساتھ پوری مطابقت عیاں ہوجاتی ہے۔ورنہ عنوانِ باب کے یہ ضمنی حوالے جیسا کہ بعض شارحین کا خیال ہے، بے جوڑ اور بلاضرورت ہوں گے۔

بَاب ٣٥: قَوْلُ اللهِ تَعَالَى وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (الصافات: ١٤٠)

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: یونس بھی یقیناً مرسلین میں سے تھا

إِلَى قَوْلِهِ وَهُوَ مُلِيْمٌ (الصافات: ١٤٣) قَالَ مُجَاهِدٌ مُذْنِبٌ. الْمَشْحُوْنِ (الصافات: ١٤١) الْمُوْقَرُ فَلَوْ لَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ (الصافات: ١٤٤) الْآيَةَ.

مجاہد نے کہا: وَهُوَ مُلِيْم کے معنی ہیں کہ وہ گنہگار تھا۔ الْمَشْحُوْن کے معنی ہیں بوجھ سے لدی ہوئی۔اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو اس مچھلی کے پیٹ میں قیامت کے دن تک پڑا رہتا (یعنی مرجاتا)

فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ بِوَجْهِ الْأَرْضِ وَهُوَ سَقِيْمٌ○ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ○ مِنْ غَيْرِ ذَاتِ أَصْلٍ الدُّبَّاءِ وَنَحْوِهِ. وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ○ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ○ (الصافات: ١٤٦-١٤٩)

پھر ہم نے اس کوایک کھلے میدان میں پھینک دیا جبکہ وہ بیمار تھا۔ بِالْعَرَآءِ کے معنی ہیں سطح زمین پر۔اور ہم نے اس کے پہلو میں ایک کدو کا درخت اُگایا۔ يَقْطِيْن جس کا تنا نہ ہو جیسے کدو وغیرہ۔اور ہم نے اسے ایک لاکھ یا اس سے کچھ زیادہ کی طرف بھیجا وہ ایمان لائے اور ہم نے انہیں ایک مدت تک فائدہ دیا۔

وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ إِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ (القلم:٤٩) كَظِيْمٌ وَهُوَ مَغْمُوْمٌ.

اور مچھلی والے کی طرح نہ بن جب اس نے اپنے ربّ کو پکارا اور وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔ مَكْظُوْمٌ، كَظِيْمٌ کے معنوں میں ہے یعنی غمگین۔

٣٤١٢: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي الْأَعْمَشُ ح. حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقُوْلَنَّ أَحَدُكُمْ إِنِّي خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ زَادَ مُسَدَّدٌ يُوْنُسَ بْنِ مَتَّى.

اطرافہ: ٤٦٠٣، ٤٨٠٤.

٣٤١٢: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ یحيٰ (قطان) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سفیان (ثوری) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: اعمش نے مجھے بتایا۔ نیز ابونعیم نے ہم سے بیان کیا۔ (وہ کہتے ہیں:) سفیان نے ہم سے بیان کیا۔ اعمش سے روایت ہے۔ انہوں نے ابووائل سے، ابووائل نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ سے، حضرت عبداللہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے کوئی یوں نہ کہے کہ میں یونسؑ سے بہتر ہوں۔ مسدد نے ہم سے ایک روایت میں یونس بن متّٰی کے الفاظ بڑھائے۔

٣٤١٣: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَّقُوْلَ إِنِّي خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتَّى وَنَسَبَهُ إِلَى أَبِيْهِ.

اطرافہ: ٣٣٩٥، ٤٦٣٠، ٧٥٣٩.

٣٤١٣: حفص بن عمر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے، انہوں نے ابوالعالیہ سے، ابوالعالیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: کسی بندے کو یہ نہ کہنا چاہیے کہ میں یونس بن متّٰی سے بہتر ہوں۔ یونس کو ان کے والد متّٰی کی طرف منسوب کیا۔

٣٤١٤: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ عَنِ اللَّيْثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْفَضْلِ عَنِ

٣٤١٤: یحيٰ بن بُکیر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے لیث سے، لیث نے عبدالعزیز بن ابی سلمہ سے، انہوں نے عبداللہ بن فضل سے، انہوں نے اعرج

الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا يَهُوْدِيٌّ يَعْرِضُ سِلْعَتَهُ أُعْطِيَ بِهَا شَيْئًا كَرِهَهُ فَقَالَ لَا وَالَّذِي اصْطَفَى مُوْسَى عَلَى الْبَشَرِ فَسَمِعَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَامَ فَلَطَمَ وَجْهَهُ وَقَالَ تَقُوْلُ وَالَّذِي اصْطَفَى مُوْسَى عَلَى الْبَشَرِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فَذَهَبَ إِلَيْهِ فَقَالَ: أَبَا الْقَاسِمِ إِنَّ لِي ذِمَّةً وَعَهْدًا فَمَا بَالُ فُلَانٍ لَطَمَ وَجْهِي فَقَالَ لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَهُ فَذَكَرَهُ فَغَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى رُئِيَ فِي وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ لَا تُفَضِّلُوا بَيْنَ أَوْلِيَآءِ☆ اللّٰهِ فَإِنَّهُ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَيَصْعَقُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ أُخْرَى فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ بُعِثَ فَإِذَا مُوْسَى آخِذٌ بِالْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَحُوْسِبَ بِصَعْقَتِهِ يَوْمَ الطُّوْرِ أَمْ بُعِثَ قَبْلِي.

سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ایک بار ایک یہودی اپنا تجارتی سامان بیچ رہا تھا، اس کو اس سامان کی کچھ ایسی ہی قیمت پیش کی گئی کہ جس کو اُس نے بُرا منایا اور اس نے کہا: نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے موسیٰؑ کو تمام بشر سے بہتر چنا۔ انصار میں سے ایک شخص نے یہ بات سنی وہ اُٹھا اور اس نے اس کے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا: تو یہ کہتا ہے کہ اسی ذات کی قسم جس نے موسیٰؑ کو تمام بشر سے بہتر سمجھ کر چن لیا ہے۔ حالانکہ نبی ﷺ ہم میں موجود ہیں۔ وہ یہودی آپؐ کے پاس گیا اور کہا: ابوالقاسم! میری حفاظت کا آپؐ نے ذمہ لیا ہوا ہے اور میرے ساتھ معاہدہ ہے۔ پھر فلاں کو کیا شہ تھی کہ اس نے میرے منہ پر طمانچہ مارا۔ آپؐ نے (انصاری سے بلاکر) پوچھا: تم نے اس کے منہ پر تھپڑ کیوں مارا؟ اس نے واقعہ بیان کیا۔ نبی ﷺ یہ سن کر اس قدر غصہ میں آئے کہ آپؐ کے چہرہ سے وہ غصہ دکھائی دیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اللہ کے نبیوں☆ کو ایک دوسرے پر فضیلت مت دو کیونکہ صور پھونکا جائے گا اور وہ جو آسمانوں میں ہیں اور وہ جو زمین میں، بیہوش ہوکر گر پڑیں گے سوائے اس کے کہ جسے اللہ چاہے۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا اور میں پہلا ہوں گا جو اُٹھے گا۔ میں کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ عرش کو پکڑے ہوئے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ طور کے دن جو وہ بیہوش ہوئے تھے وہ بے ہوشی کافی سمجھی گئی یا مجھ سے پہلے وہ اُٹھائے گئے۔

اطرافہُ: ٢٤١١، ٣٤٠٨، ٤٨١٣، ٦٥١٧، ٦٥١٨، ٧٤٢٨، ٧٤٧٢۔

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ ''أَنْبِيَاءِ اللّٰهِ'' کے الفاظ ہیں (فتح الباری جزء٦ حاشیہ صفحہ ٥٤٨) ترجمہ اسکے مطابق ہے۔

٣٤١٥: وَلَا أَقُوْلُ إِنَّ أَحَدًا أَفْضَلُ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتَّى.

۳۴۱۵: اور میں تو یہ بھی نہیں کہتا کہ کوئی یونس بن متیٰ سے افضل ہے۔

اطرافہ: ٣٤١٦، ٤٦٠٤، ٤٦٣١، ٤٨٠٥.

٣٤١٦: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَّقُوْلَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتَّى.

۳۴۱۶: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے سعد بن ابراہیم سے روایت کرتے ہوئے بتایا۔ (انہوں نے کہا:) میں نے حُمَید بن عبدالرحمٰن سے سنا۔ وہ حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا: کسی بندے کو بھی نہیں چاہیے کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متیٰ سے بہتر ہوں۔

اطرافہ: ٣٤١٥، ٤٦٠٤، ٤٦٣١، ٤٨٠٥.

بَاب ٣٦: وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ (الأعراف: ١٦٤)

(اللہ تعالیٰ کا فرمانا:) ان سے اس بستی کے متعلق پوچھ جو سمندر کے قریب تھی جب یہ لوگ سبت میں زیادتیاں کرتے تھے

يَتَعَدَّوْنَ يُجَاوِزُوْنَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا شَوَارِعَ إِلَى قَوْلِهِ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ (الأعراف: ١٦٤، ١٦٧)

یَعْدُوْن کے معنی ہیں یَتَعَدَّوْنَ یعنی سبت کے بارہ میں حد سے بڑھتے ہیں۔ جب ان کی مچھلیاں ان کے سبت کے روز اُن کے پاس تیرتی ہوئی آتی تھیں۔ شُرَّعًا کے معنی ہیں شَوَارِع یعنی پانی پر تیرتی ہوئیں... کُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْن (تم ذلیل بندر بن جاؤ) تک۔

تشریح: وَاسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِى السَّبْتِ: یَعْدُوْن کے معنی ہیں کہ یہود احکام سبت بجائے ملحوظ رکھنے کے ان کی خلاف ورزی کرتے اور حدود سے بڑھ جاتے تھے۔ اِذْ تَأْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا. شُرَّعًا کے معنی شَوَارِع سر اُٹھائے سطح آب پر تیرتی ہوئیں۔

آیت وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ o (البقرة: ٦٦) یعنی یقیناً تم ان لوگوں کو جان چکے ہو جنہوں نے تم میں سے سبت کے بارہ میں تجاوز کیا تو ہم نے ان سے کہا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ۔ جب کوئی قوم اصل احکام سے روگردانی کرتی ہے تو وہ بندروں کی طرح غیر قوموں کی ریس کرنے لگتی ہے اور نقال بن جاتی ہے۔ یہی مفہوم ہے اس آیت کا۔

امام موصوف نے باب ٣٦ کے تحت کوئی روایت نقل نہیں کی۔ جس سے ظاہر ہے کہ ایلہ بندرگاہ سے متعلق جو روایت بیان کی جاتی ہے☆ وہ ان کے نزدیک کمزور ہے اور ناقابل التفات۔ یعنی یہ روایت کہ سبت کے دن مچھلی کا شکار کرنے والے یہودی سچ مچ بندر کی شکل میں مسخ کئے گئے تھے۔ جنہوں نے اپنی تفاسیر میں ایسی روایات کو جگہ دی۔ انہوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ اگر آیت میں بندر مراد ہوتے تو از روئے قواعد نحو قِرَدَةً خاسِئَةً ہونا چاہیے تھا۔ صفت جمع سالم تو آدمیوں کے لئے آتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ ظاہری شکل وصورت میں تو انسان ہی تھے مگر معنوی اعتبار سے بندر تھے۔ کتنی واضح بات ہے۔ خود تورات میں انہیں بار بار مشرک غیر اقوام کے پیرو اور نقال کہا گیا ہے۔ جیسا کہ اس بارہ میں حوالے دیئے جا چکے ہیں۔

قُلْنَا لَهُمْ سے مراد لفظی خطاب نہیں بلکہ تقدیر الٰہی کا اجراء ہے۔ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکموں کو پس پشت ڈالا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دوسری قوم کے مقلد بن گئے۔ یہی سنت الٰہیہ تمام ایسی نقال قوموں کے لئے جاری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی نسبت واضح طور پر فرمایا تھا: لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ...... کہ تم بھی اپنے سے پہلوں کے طور وطریق کی ضرور پیروی کرو گے جیسے ایک ہتھیلی دوسری کے مشابہ ہوتی ہے۔ ایسی ہی تمہاری مشابہت ان سے ہوگی۔ صحابہ یہ سن کر گھبرائے اور پوچھا: یارسول اللہ! یہود ونصاریٰ کی؟ فرمایا: ان کی نہیں تو اَور کن کی۔ (روایت نمبر ٣٤٥٦)

آپؐ نے مسلمانوں کے یہود ونصاریٰ سے مشابہ ہونے اور ایک مثیل مسیح کی آمد کا بھی ذکر فرمایا۔ اس مماثلت کے تعلق میں باب ٤٨، ٥٠ دیکھئے۔ نیز روایت نمبر ٣٤٤٢ میں امت محمدیہ میں سلسلہ خلافت کے جاری ہونے کا بھی ذکر ہے۔ باب ٣٦ مذکورۃ الصدر مماثلت کی غرض سے ہی قائم کیا گیا ہے۔ ورنہ معنونہ آیت مع شرح الفاظ کے لیے دیکھئے کتاب التفسیر سورۃ الاعراف۔

☆ قَالَ قَتَادَةُ: اِنَّ أَصْحَابَ السَّبْتِ كَانُوْا مِنْ أَهْلِ أَيْلَةَ ...... فَأَمَرُوْا رَجُلًا أَنْ يَصْعَدَ عَلَى سُلَّمٍ فَأَشْرَفَ عَلَيْهِمْ فَرَآهُمْ قَدْ صَارُوْا قِرَدَةً. (فتح الباری جزء٦ صفحہ ٥٥١) قتادہ کہتے ہیں: اصحاب سبت ایلہ کے رہنے والے تھے۔ (سبت میں زیادتی کرنے والوں کے متعلق) لوگوں نے ایک شخص کو کہا کہ وہ سیڑھی پر چڑھے اور ان کو دیکھے۔ اس نے ان کو جھانک کر دیکھا کہ وہ بندر بن چکے ہیں۔

بَاب٣٧ : قَوْلُهُ تَعَالَى وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا (بني إسرائيل:٥٦)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: ہم نے داؤد کو زبور دی

الزُّبُر (آل عمران:١٨٥) الْكُتُبُ وَاحِدُهَا زَبُوْرٌ زَبَرْتُ كَتَبْتُ. وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ط يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ (سباء:١١) قَالَ مُجَاهِدٌ سَبِّحِي مَعَهُ. وَالطَّيْرَ ج وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ○ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ الدُّرُوْعَ. وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ (سباء:١١،١٢) الْمَسَامِيْرِ وَالْحَلَقِ وَلَا يُرِقَّ الْمِسْمَارَ فَيَسْلَسَ وَلَا يُعَظِّمْ فَيَنْفَصِمَ. اَفْرِغْ (الكهف:٩٧) أَنْزِلْ. بَسْطَةً (البقرة:٢٤٨) زِيَادَةً وَّفَضْلًا. وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (سباء:١٢)

زُبُـر کے معانی ہیں کتابیں (یہ جمع ہے) اس کی واحد ہے زَبُوْر۔ زَبَرْتُ کے معنی ہیں میں نے لکھا۔ آیت وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا يَا جِبَالُ أَوِّبِيْ مَعَهٗ کے متعلق مجاہد نے کہا ہے کہ أَوِّبِيْ کے معنی ہیں سَبِّحِيْ یعنی اے پہاڑوں کے رہنے والو! تم داؤد کے ساتھ مل کر تسبیح کرو اور اس کے بعد فرمایا: وَالطَّيْرَ یعنی پرندوں کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی داؤد کے ساتھ تسبیح کریں۔ اور آیت وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ میں سٰبِغٰت کے معنی ہیں زرہیں۔ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ کے معنی ہیں چھلوں کو آپس میں جوڑنے کے لئے اندازہ رکھو۔ یعنی میخوں کو اتنا پتلا نہ کرو کہ چھلے ڈھلملاتے رہیں اور نہ ان کو اتنا موٹا کرو کہ وہ چھلوں کو توڑ دیں۔ اُفْرِغْ کے معنی ہیں ڈال، اُتار۔ بَسْطَةً کے معنی ہیں زیادہ اور بہتر۔ پھر فرمایا: اچھے کام کرو اور یاد رکھو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو، اس کو میں خوب دیکھ رہا ہوں۔

٣٤١٧: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُفِّفَ عَلَى دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْقُرْآنُ فَكَانَ يَأْمُرُ بِدَوَابِّهِ فَتُسْرَجُ فَيَقْرَأُ

۳۴۱۷: عبداللہ بن محمد نے ہمیں بتایا کہ عبدالرزاق نے ہم سے بیان کیا کہ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہمام سے، ہمام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: داؤد علیہ السلام کے لئے زبور کے پڑھنے میں اتنی تخفیف کر دی گئی تھی کہ وہ اپنے

الْقُرْآنَ قَبْلَ أَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهُ وَلَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ. رَوَاهُ مُوْسَى ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ صَفْوَانَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافہ: ٢٠٧٣، ٤٧١٣۔

جانوروں پر زین رکھنے کا حکم دیتے اور ان کے جانوروں پر زین کسے جانے سے پہلے پہلے وہ زبور پڑھ لیتے تھے اور وہ صرف ہاتھ کی کمائی ہی سے کھایا کرتے تھے۔ یہ حدیث موسیٰ بن عقبہ نے صفوان سے، صفوان نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

٣٤١٨: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ أَخْبَرَهُ وَأَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ أُخْبِرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَقُوْلُ وَاللهِ لَأَصُوْمَنَّ النَّهَارَ وَلَأَقُوْمَنَّ اللَّيْلَ مَا عِشْتُ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ الَّذِي تَقُوْلُ وَاللهِ لَأَصُوْمَنَّ النَّهَارَ وَلَأَقُوْمَنَّ اللَّيْلَ مَا عِشْتُ قُلْتُ قَدْ قُلْتُهُ قَالَ إِنَّكَ لَا تَسْتَطِيْعُ ذَلِكَ فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا وَذَلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ فَقُلْتُ إِنِّي

٣٤١٨: یحيٰ بن بُکیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عُقَیل سے، عُقَیل نے ابن شہاب سے روایت کی کہ سعید بن مسیّب نے انہیں خبر دی اور سلمہ بن عبدالرحمٰن نے بھی کہ حضرت عبداللہ بن عمرو (بن عاص) رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ میں کہتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں اللہ تعالیٰ کی قسم میں دن کو روزہ رکھوں گا اور رات بھر عبادت کیا کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم ہی ہو جو ایسا کہتے تھے کہ اللہ کی قسم جب تک میں زندہ ہوں دن کو روزہ رکھوں گا اور رات بھر عبادت کیا کروں گا؟ میں نے کہا: بے شک میں نے کہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: تم یہ نہیں کرسکو گے۔ اس لئے روزہ بھی رکھو اور ناغہ بھی کرو۔ عبادت بھی کرو اور سوؤ بھی اور ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھا کرو کیونکہ نیکی کا بدلہ دس گنا ہے اور یہ تین روزے گویا عمر بھر کے روزے ہوں گے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اس سے بڑھ کر طاقت

أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ قَالَ قُلْتُ إِنِّي أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا وَذَلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ وَهُوَ أَعْدَلُ الصِّيَامِ قُلْتُ إِنِّي أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ لَا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ.

رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: تو ایک دن روزہ رکھو اور دو دن چھوڑ دو۔ کہتے تھے: میں نے کہا: میں اس سے بڑھ کر طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن ناغہ کرو اور یہ داؤدؑ کے روزے تھے اور اس طرح روزہ رکھنا سب روزوں سے بہتر ہے۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میں اس سے بھی بڑھ کر طاقت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: اس سے بڑھ کر کوئی روزہ نہیں۔

اطرافهُ: ١١٣١، ١١٥٢، ١١٥٣، ١٩٧٤، ١٩٧٥، ١٩٧٦، ١٩٧٧، ١٩٧٨، ١٩٧٩، ١٩٨٠، ٣٤١٩، ٣٤٢٠، ٥٠٥٢، ٥٠٥٣، ٥٠٥٤، ٥١٩٩، ٦١٣٤، ٦٢٧٧۔

٣٤١٩: حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ أُنَبَّأْ أَنَّكَ تَقُوْمُ اللَّيْلَ وَتَصُوْمُ النَّهَارَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمَتِ الْعَيْنُ وَنَفِهَتِ النَّفْسُ صُمْ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَذَلِكَ صَوْمُ الدَّهْرِ أَوْ كَصَوْمِ الدَّهْرِ قُلْتُ إِنِّي أَجِدُ بِي قَالَ مِسْعَرٌ يَعْنِي قُوَّةً قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ يَصُوْمُ

٣٤١٩: خلاد بن یحییٰ نے ہم سے بیان کیا کہ مسعر نے ہمیں بتایا کہ حبیب بن ابی ثابت نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالعباس سے، ابوالعباس نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا مجھے یہ نہیں بتایا گیا کہ تم رات بھر عبادت کرتے ہو اور دن کو روزہ رکھتے ہو۔ میں نے کہا: ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: اگر تم نے ایسا کیا تو آنکھ بیٹھ جائے گی اور جان کمزور ہو جائے گی۔ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھا کرو۔ یہ عمر بھر کا روزہ ہوگا۔ یا فرمایا: یہ ایسا ہی ہے جیسے عمر بھر روزہ رکھنا۔ میں نے کہا: میں اپنے اندر طاقت پاتا ہوں۔ مسعر نے کہا: اَجِدُ بِیْ کے معنی ہیں اپنے اندر قوت پاتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر داؤد علیہ السلام کے روزہ کی طرح روزہ رکھو اور وہ

یَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى. ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن چھوڑ دیا کرتے اور جب دشمن سے مقابلہ کرتے، بھاگتے نہیں تھے۔

اطرافہ: ۱۱۳۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۹۷٤، ۱۹۷٥، ۱۹۷٦، ۱۹۷۷، ۱۹۷۸، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۳٤۱۸، ۳٤۲۰، ٥۰٥۲، ٥۰٥۳، ٥۰٥٤، ٥۱۹۹، ٦۱۳٤، ٦۲۷۷۔

تشریح: وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُوْرًا: اس باب سے اب موسوی سلسلہ خلافت اور محمدی سلسلہ خلافت کا مضمون شروع ہوتا ہے اور دونوں کی مماثلت کا بعض پہلوؤں کے اعتبار سے مقابلہ کر کے نزولِ مسیح اور قتلِ دجال سے متعلق عظیم الشان ذکر پر ابواب موازنہ ختم کئے گئے ہیں۔ یہ کل تیرہ باب ہیں۔ جب بنی اسرائیل میں خرابی پیدا ہوئی اور وہ صراطِ مستقیم سے منحرف ہونے لگے تو رحمت الٰہیہ نے ان کا تدارک فرمایا۔ امت محمدیہ امت موسویہ سے مماثلت رکھتی ہے۔ اتنی شدید مماثلت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے شِبْرًا بِشِبْرٍ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اس مماثلت کا طبعی تقاضا یہ ہے کہ وہ مماثلت خیر میں بھی اس کے مشابہ ہو اور رحمت ربانی خیر الامم سے نہ صرف ویسا ہی سلوک فرمائے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ تبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان افضلیت متحقق ہو سکتی ہے اور آپؐ کی امت آیت كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران:۱۱۱) کی مصداق ٹھہرے گی ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان کو بھی ختم شدہ ماننا پڑے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جس کا تعلق سابقہ ابواب موازنہ سے ہے جن کی شرح ذیل میں باب وار ملاحظہ ہو۔

وَآتَيْنَا دَاوُد زَبُوْرًا: پوری آیت یہ ہے وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ٥٦) اور جو وجود بھی آسمانوں اور زمین میں بسنے والے ہیں انہیں تمہارا ربّ سب سے زیادہ جانتا ہے اور ہم نے یقیناً انبیاء میں سے بعض نبیوں کو بعض (دوسرے انبیاء) پر فضیلت دی ہے اور داؤد کو (بھی) ہم نے زبور دی تھی۔ اس آیت میں صراحت سے ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو ایک دوسرے پر بعض خاص خاص امور میں فضیلت دی ہے۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا کی تو جو موضوع مقابلہ و موازنہ امام بخاریؒ کے مدنظر ہے وہ ارشادِ باری تعالیٰ کے مطابق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت لَا تُخَيِّرُوْنِي کے خلاف نہیں۔

الزُّبُر کے معنی ہیں کتب۔ زُبُر کا مفرد زبور ہے یعنی لکھی ہوئی کتاب۔ کہتے ہیں: زَبَرْتُ اور اس کے معنی ہوتے ہیں: كَتَبْتُ۔ زجاج کے نزدیک ہر وہ تحریر زبور ہے جو حکمت و دانش پر مشتمل ہے۔ اور راغب نے اس کا اشتقاق زُبْرَةٌ (لوہے کا مضبوط ٹکڑہ) بتایا ہے اور زبور سے مراد ہر وہ کلام ہے جو اپنے اندر قوت اور مضبوطی رکھے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے: فَإِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاءُوْا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيْرِ ۝ (آل عمران: ۱۸٥) یعنی اے محمد رسول اللہ! اگر منکر تجھے جھٹلائیں تو (کیا ہوا) تجھ سے پہلے کے کئی رسولوں کو (بھی) جو کھلے نشانات اور نوشتے اور روشن شریعت لائے تھے، جھٹلایا جا چکا ہے۔

اس آیت میں رسولوں کو تین چیزیں دیئے جانے کا ذکر ہے: اَلْبَیِّنَات، اَلزُّبُر، اَلْکِتَاب الْمُنِیْر. بعض نے کتاب منیر سے شریعت مراد لی ہے اور زُبُر سے کتاب جو پرحکمت اور قوی التاثیر ہو؛ اور بَیِّنَات سے دلائل ونشانات جن سے رسولوں کی صداقت ثابت ہو۔ صاحب شریعت رسول کے جانشین نبی بھی ان معنوں میں کتاب دیئے جاتے ہیں کہ انہیں اس کتاب کا فہم لدنی عطا کیا جاتا ہے اور ان کی تحریر و تقریر پرحکمت ومعرفت اور مؤثر ہوتی ہے جس سے دل موم ہو جائیں اور وہ آسمانی نشانات سے مؤید ہوتے ہیں اور مکالمہ ومخاطبہ سے سرفراز۔ حضرت داؤد علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے تابع تھے اور ان کو بھی مذکورہ بالا تین باتیں عطا کی گئیں۔ ان کی کتاب زبور پڑھ کر دیکھی جاسکتی ہے کہ اس میں تینوں باتیں پائی جاتی ہیں۔

غرض مذکورہ بالا آیت سے متعلق یہ خیال درست نہیں کہ بعض رسول بینات دیئے جاتے ہیں اور بعض زبور یا کتاب منیر بلکہ وہ فرستادہ لوگ جو شرعی رسول کے تابع ہوں اور ان کی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہو، ایسے تابع جانشین انبیاء کو بھی تینوں باتیں عطا کی جاتی ہیں جو اُن کے لئے مہر صداقت ہوتی ہیں۔ امام بخاریؒ نے خلافت راشدہ ہی کے تعلق میں آیت وَآتَيْنَا دَاوُدَ زُبُوْرًا کا حوالہ اور اس آیت کی شرح نقل کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ خلفاء علاوہ مذکورہ بالا تین مشترکہ باتوں کے بعض خصوصیات بھی رکھتے ہیں اور اس کے لئے دوسری آیت وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا کی طرف توجہ منعطف کی ہے۔ پوری آیت یہ ہے: وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا ط يَا جِبَالُ أَوِّبِيْ مَعَهُ وَالطَّيْرَ ج وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ o اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ط اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ o (سبأ: ١١،١٢) اور ہم نے داؤد کو اپنا فضل عطا کیا تھا (اور کہا کہ) اے پہاڑوں کے رہنے والو! تم اور اے پرندو اس کے ساتھ خدا کی تسبیح کرو۔ اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کر دیا تھا۔ (اور کہا تھا کہ) پورے اندازے کی زرہیں بناؤ اور ان کے حلقے بھی اندازے کے ہوں۔ یعنی چھوٹے اور (اے داؤد کے ساتھیو!) اپنے ایمان کے مطابق عمل کرو۔ میں تمہارے عمل دیکھ رہا ہوں۔

یہ آیت بھی ایجازِ بلیغ کی ایک مثال ہے۔ اس میں جِبَال سے مراد پہاڑی اور وحشی قبائل فلسطین ہیں جنہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں اودھم مچا رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ قبائل مغلوب ہوئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اس کے لئے جو مہمات اختیار کرنی پڑیں ان کا تقاضا تھا کہ وسیع پیمانہ پر اسلحہ، تلواریں، زرہیں، خود، بھالے اور تیر و پیکان تیار ہوں۔ اسی مکمل تیاری کا ذکر آیت اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ کے ایک مختصر جملہ سے کیا گیا ہے۔ سٰبِغٰت کا موصوف دَرُوْع محذوف ہے۔

يَاجِبَالُ أَوِّبِيْ مَعَهُ وَالطَّيْرَ: الطَّیْر کے لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی جنگیں کامیاب ہوں گی۔ کیونکہ الطَّیْر استعارۃً کامیاب جنگ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ سورۃ الملک آیت ۲۰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے متبعین کے لئے فتح کی پیشگوئی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ طیور کا ذکر فرماتا ہے کہ یہ پرندے جو تمہارے اوپر پرواز کرتے ہیں الٰہی تصرف میں ہیں اور وہ روکے ہوئے ہیں۔ لیکن ایک وقت آئے گا جب کفار کی لاشوں کا گوشت نوچنے کے لئے انہیں آزاد چھوڑ دیا جائے گا۔ مشہور شاعر نابغہ ذبیانی اپنے سردار قبیلہ کی تعریف کرتا اور کہتا ہے:

اِذَا مَا غَدا بِالْجَيْشِ حَلَّقَ فَوْقَهُ عَصَائِبُ طَيْرٍ تَهْتَدِيْ بِعَصَائِبِ

(تاریخ بغداد، ذکر من اسمه یزید، روایت نمبر۷۶۶۰، جزء۱۴صفحہ۳۳۵)

جب وہ فوج لے کر صبح کو نکلتا ہے تو اس کے اوپر پرندے جھنڈ در جھنڈ منڈلاتے ہیں۔ پرندے ایک دوسرے کو دیکھ کر پے در پے آتے ہیں کہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ ایک ظفر مند فوج کوچ کر رہی ہے۔ جس کی بدولت انہیں وافر کھانے کے لئے لاشے ملیں گے۔ الغرض حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر میں تین لفظوں سٰبِغٰت، جِبَال، الطَّيْر سے معانی میں بہت وسعت پیدا کر دی گئی ہے۔ سرکش قبائل کی اطاعت اختیار کرنے کا وسیع مضمون بیان کیا گیا ہے جس کی تصدیق تواریخ عہد قدیم سے ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا فضیلت میں حضرت داؤد علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فیض شریعت کی بدولت ممتاز تھے جو وقت کی ضرورت کا تقاضا تھا اور اسی کے تسلسل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی فضیلت حاصل ہوئی۔ یہ موضوع ہے باب ۳۷ کا۔

قَالَ مُجَاهِدٌ سَبِّحِي مَعَهُ: مجاہد نے أَوِّبِيْ مَعَهُ کے معنی سَبِّحِيْ مَعَهُ کئے ہیں۔ یعنی اے پہاڑ و اور پرندو! داؤد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو۔ یہ معنی فریابیؒ نے ان سے نقل کئے ہیں اور ضحاک سے مروی ہے کہ لفظ اَوِّبِيْ حبشی زبان کا ہے اور قتادہؒ کے نزدیک اس کے معنی سِيْرِی یعنی کوچ کرو ہیں۔ اس لفظ کے معنی سَبِّحِيْ ہوں یا سِيْرِيْ، جِبَال سے مراد بہرحال اہل جبال (پہاڑی قبائل) ہیں اور تسبیح وحرکت ونقل میں حضرت داؤد علیہ السلام کی اطاعت اختیار کرنے کا انہیں حکم تھا۔ بعض نے الطَّيْر سے اطاعت شعار، مستعد اور بلند پرواز انسان مراد لئے ہیں۔ یعنی بڑے بڑے دنیاوی اور روحانی دونوں قسم کے لوگ ان کی اطاعت کے لئے مامور ومکلّف تھے۔ بلند پرواز انسان کے معنوں میں طیر کا لفظ سورۃ آل عمران آیت ۵۰ میں بطور تمثیل وارد ہوا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہوں نے کہا: اَنِّيْ أَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللّٰهِ. میں تمہارے (فائدہ کے) لئے بعض طینی خصلت رکھنے والوں سے پرندہ (کے پیدا کرنے) کی طرح (مخلوق) پیدا کروں گا۔ پھر میں ان میں ایک نئی روح پھونکوں گا جس پر وہ اللہ کے حکم کے ماتحت اُڑنے والے ہو جائیں گے۔

حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس طرح پرندہ انڈوں کو سیتا اور ان سے بچے نکالتا ہے میں بھی اسی طرح انسانوں میں سے روحانی قابلیت کے لوگوں کو اپنی تربیت میں لے کر ایک دن اس قابل بنا دیتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف روحانی پرواز کرنے والے بن جاتے ہیں۔ پس فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللّٰهِ میں طَيْر سے مراد بلند پرواز لوگ ہیں اور حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر میں جو لفظ طَيْر استعمال ہوا ہے، اس میں روحانی پرواز کرنے والے لوگ بھی مراد لئے جا سکتے ہیں۔

أَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ کی آیت میں جنگی تیاری کے وسیع پیمانہ اور صحیح اندازہ پر کرنے کا مفہوم بھی سیاقِ کلام اور محاورہ زبان عربی کے عین مطابق ہے۔ جس کی تاریخی واقعات سے بھی تائید ہوتی ہے۔ امام بخاریؒ نے

آیت قَدِّرْ فِي السَّرْدِ کے یہی معنی نقل کئے ہیں کہ زرہوں کے آہنی حلقے اور کیل کانٹے مضبوط اور صحیح اندازے پر ہوں تا دشمن کے پیکان تیر وشمشیر کی دھار اور نیزہ کی اَنی اثر انداز نہ ہوسکیں اور سَرْد کے معنی ہیں پے در پے اور صحیح وقت پر فوجوں کی روانگی ہو، تا دشمن قبائل کو سنبھلنے کا موقع نہ ملے۔ اس سیاقِ کلام سے طیر کا جومفہوم پہلے بیان کیا گیا ہے وہ ان جنگی مہمات کی اصطلاح کے ساتھ پوری مطابقت رکھتا ہے جن کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام مامور تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام ان روحانی اشخاص میں سے تھے جن کا بھروسہ مادی اسباب ووسائل پر نہیں بلکہ الٰہی نصرت پر تھا۔ وہ حقیقی معنوں میں موحد تھے۔ جس کی وجہ سے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں خلافت راشدہ سے سرفراز کئے گئے۔ دنیا پرست لوگوں کا اندازِ فکر وعمل اور قسم کا ہوتا ہے۔ ایمان باللہ کے فقدان سے ان کے عمل حقیقت میں صلاحیت پذیر نہیں ہوتے۔ اس فرق کو نمایاں کرنے کی غرض سے وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ط اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ کا آخر میں حوالہ دیا گیا ہے جو آیت أَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ...... کا آخری حصہ ہے اور یہ وہ خاص امتیاز ہے جس سے حضرت داؤد علیہ السلام کو غیروں پر فضیلت حاصل ہوئی۔ اس حصے کا ترجمہ یہ ہے۔ اے داؤد کے ساتھیو! اعمالِ صالحہ بجالاتے رہو میں تمہارے عمل کا خوب بینا ہوں۔

باب ٣٧ کے تحت تین حدیثیں ہیں۔ پہلی روایت (نمبر ٣٤١٧) دوسندوں سے مروی ہے اور دونوں معنعن ہیں۔ یعنی یہ تو ذکر ہے کہ خبر دینے والے معمر ہیں اور ہمام، حضرت ابوہریرہؓ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ کس راوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سن کر مذکورہ بالا روایت نقل کی ہے۔ ایسی روایت بمقابلہ مرفوع روایت کے کمزور سمجھی جاتی ہے۔ (دیکھئے اصول روایت ودرایت، قسم سوم، صحیح بخاری شرح ہذا جلد اوّل صفحہ ٢٢، ٢٣) روایت معنعن کی مثال کے لئے ملاحظہ ہو شرح روایت نمبر ٣٣٦٤، ٣٣٦٥۔ ایسی روایت میں ضروری نہیں کہ صحت وضبط الفاظ ملحوظ ہو۔ مثلاً اسی روایت میں الفاظ يَقْرَءُ الْقُرْآنَ ہیں۔ الْقُرْآن سے قرآن مجید تو مراد نہیں ہوسکتا کہ وہ بہت بعد میں نازل ہوا اور نہ تورات مراد ہے کیونکہ جو تورات ہمارے پاس موجود ہے وہ مجموعہ ہے انسانی صحیفوں کا، جن کے متعدد مصنف ہیں اور جن پر قرآن (یعنی وحی الٰہی) کا اطلاق نہیں ہوسکتا اور بعض ان میں سے اتنے ضخیم ہیں کہ کوئی انسان انہیں از بریاد نہیں کرسکتا اور نہ یہ ممکن ہے کہ گھوڑوں پر زین ڈالنے سے پہلے دُہرائے جاسکیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ القران سے مراد علی الاطلاق زبور کی بعض دعائیں ہیں جو بوقت کوچ یا حملہ حضرت داؤد علیہ السلام پڑھا کرتے تھے۔ خُفِّفَ عَلٰى دَاوُدَ عليه السلامُ الْقُرْآنُ سے یہی مراد ہے کہ وہ دعائیں بار بار دُہرانے سے حضرت داؤدؑ آسانی سے پڑھ سکتے تھے۔ امام ابن حجرؒ نے زبور ہی مراد لی ہے نہ تورات۔ اور اس تعلق میں قتادہ کا قول نقل کیا ہے کہ زبور میں حمد وثنا باری تعالیٰ اور نصیحتیں ہیں۔ احکام حلال وحرام وفرائض واحکام تعزیرات اس میں نہیں بلکہ یہ باتیں تورات میں ہیں جو ان کے لئے واجب العمل تھی۔ دوسرا قول امام نوویؒ کا منقول ہے کہ بعض صوفیوں نے اس روایت سے متعلق بہت مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے۔ (فتح الباری جزء ٦ صفحہ ٥٥٤) امام بخاریؒ نے ایسے مبالغہ آمیز اَقوال نظر انداز کردیئے ہیں۔ وَلَا يَأْكُلُ اِلَّا

مِنْ عَمَلِ يَدِهِ- صورت معاش کے لیے محنت تھی۔ کتاب البیوع باب۱۵ روایت نمبر۲۰۷۲ میں یہ حصہ گزر چکا ہے۔ صلوٰۃ وصوم اور حقوق العباد میں حداعتدال ملحوظ رکھنے کا ارشاد ہے۔تینوں روایتوں سے عمل صالح کی تعریف واضح کی گئی ہے۔

(اوّل) وہ عمل جس میں رضائے الٰہی مدنظر ہو اوراس سے تعلق باللہ پیدا ہو اور روح کو زندہ وتروتازہ رکھنے والا ہو۔

(دوم) محنت جس سے صورتِ معاش پیدا ہو کر جسم کی غذا مہیا ہو اور انسان زندگی بسر کر سکے۔

(سوم) ان دونوں قسم کے عمل میں حداعتدال ملحوظ رہے اور وہ برمحل وموقع صادر ہوں۔

افراط وتفریط دونوں نقصان دہ ہیں اور عمل کو غیر صالح بنا دیتے ہیں۔آیت وَاعْمَلُوْا صَالِحًا کی شرح سے ان تینوں روایتوں کا تعلق ہے۔صوم وصلوٰۃ جیسے نیک کام غیر صالح ہو جائیں گے اگر وہ حداعتدال میں اور برمحل نہ ہوں گے۔حضرت داؤد علیہ السلام کو جو وابستگی اللہ تعالیٰ سے تھی کتاب زبور کی مناجات سے ظاہر ہے۔ باب ۳۷ کی پہلی روایت کا یہی مفہوم ہے۔

بَاب ٣٨

أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللهِ صَلَاةُ دَاوُدَ وَأَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللهِ صِيَامُ دَاوُدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ وَيَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا

اللہ کو سب سے زیادہ پیاری نماز حضرت داؤدؑ کی نماز ہے اور اللہ کو سب سے پیارے روزے حضرت داؤدؑ کے روزے ہیں، آدھی رات سویا کرتے تھے اور تہائی رات عبادت کرتے اور پھر رات کے چھٹے حصے میں سوتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن روزہ نہ رکھتے

قَالَ عَلِيٌّ وَهُوَ قَوْلُ عَائِشَةَ مَا أَلْفَاهُ السَّحَرُ عِنْدِي إِلَّا نَائِمًا.

علی (بن مدینی) نے کہا: یہی حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سحری کے وقت اپنے پاس سویا ہوا پاتی تھی۔

٣٤٢٠: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ الثَّقَفِيِّ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ ابْنَ عَمْرٍو قَالَ قَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الصِّيَامِ

۳۴۲۰: قُتَیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عُیَینہ) نے ہمیں بتایا۔انہوں نے عمرو بن دینار سے، عمرو نے عمرو بن اوس ثقفی سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے سنا۔ کہتے تھے: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کو

إِلَى اللهِ صِيَامُ دَاوُدَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللهِ صَلَاةُ دَاوُدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهُ وَيَنَامُ سُدُسَهُ.

سب سے پیارے روزے داؤدؑ کے روزے ہیں۔ وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہ رکھتے تھے اور اللہ کو سب سے پیاری نماز داؤدؑ کی نماز ہے۔ آدھی رات سوتے تھے اور تہائی رات عبادت کرتے تھے اور پھر رات کے چھٹے حصے میں سوجاتے تھے۔

اطرافہُ: ١١٣١، ١١٥٢، ١١٥٣، ١٩٧٤، ١٩٧٥، ١٩٧٦، ١٩٧٧، ١٩٧٨، ١٩٧٩، ١٩٨٠، ٣٤١٨، ٣٤١٩، ٥٠٥٢، ٥٠٥٣، ٥٠٥٤، ٥١٩٩، ٦١٣٤، ٦٢٧٧۔

بَاب ٣٩: وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ إِلَى قَوْلِهِ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (ص:١٨-٢١)

اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کر جو بڑی طاقت کا مالک تھا۔ یقیناً وہ بار بار خدا کی طرف جھکتا تھا.... ہم نے اس کو حکمت اور قاطع دلیل بخشی تھی

قَالَ مُجَاهِدٌ الْفَهْمُ فِي الْقَضَاءِ. وَلَا تُشْطِطْ (ص:٢٣) لَا تُسْرِفْ. وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ○ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۚ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً يُقَالُ لِلْمَرْأَةِ نَعْجَةٌ وَيُقَالُ لَهَا أَيْضًا شَاةٌ، وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۚ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا (ص:٢٣، ٢٤) مِثْلُ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا (آل عمران:٣٨) ضَمَّهَا. وَعَزَّنِيْ غَلَبَنِي صَارَ أَعَزَّ مِنِّي أَعْزَزْتُهُ جَعَلْتُهُ عَزِيْزًا، فِي الْخِطَابِ

مجاہد نے کہا: (فَصْلَ الْخِطَابِ سے) مراد ہے فیصلہ کرنے کی سمجھ۔ لَا تُشْطِطْ کے معنی ہیں حد سے نہ بڑھو۔ اور سیدھی راہ کی طرف ہماری رہبری کیجئے۔ یہ میرا بھائی ہے اس کی ننانوے دُنبیاں ہیں۔ (عربی میں) عورت کو بھی دُنبی کہتے ہیں اور اسے بکری بھی کہتے ہیں۔ میری ایک ہی دُنبی ہے۔ اس نے کہا: یہ بھی میرے حوالے کر دے۔ (أَكْفِلْ اور كَفِّلْ ہم معنی ہیں) جیسا کہ فرمایا: كَفَّلَهَا زَكَرِيَّاءُ. كَفَّلَهَا کے معنی ہیں اس کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ عَزَّنِيْ کے معنی ہیں مجھ پر غالب ہوگیا۔ (اسی سے ہے) أَعْزَزْتُهُ میں نے اس کی عزت کی۔ عَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ اس نے گفتگو میں مجھ پر تشدد کیا۔ حضرت داؤدؑ نے کہا: یقیناً اس نے تم پر ظلم کیا کہ تم سے تمہاری ایک دُنبی اپنی دُنبیوں کے ساتھ ملانے کے لئے مانگی ہے اور بہت سے شریک ایک دوسرے

يُقَالُ الْمُحَاوَرَةُ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَى نِعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ الشُّرَكَاءِ لَيَبْغِي إِلَى قَوْلِهِ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اخْتَبَرْنَاهُ وَقَرَأَ عُمَرُ فَتَّنَّاهُ بِتَشْدِيْدِ التَّاءِ، فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّأَنَابَ (ص: ٢٤-٢٥)

پر زیادتی ہی کرتے ہیں۔ وَظَنَّ دَاوٗدُ أَنَّمَا فَتَنّٰهُ (اور داؤد کو یقین ہوگیا کہ ہم نے اس کو آزمایا ہے) حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں فَتَنّٰهُ کے معنی ہیں ہم نے اس کو آزمایا ہے؛ اور حضرت عمرؓ (بن خطاب) نے اس کو فَتَّنَّاهُ، ت کی شَدّ کے ساتھ پڑھا ہے۔ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ.... اس لئے داؤد نے اپنے ربّ سے دعا کی کہ اس کی کمزوریوں پر پردہ پوشی فرما کر اسے معاف کیا جائے اور وہ گھٹنوں کے بل گر پڑا اور اس نے اس کی طرف رجوع کیا۔

٣٤٢١: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ سَمِعْتُ الْعَوَّامَ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ أَنَسْجُدُ فِي ص فَقَرَأَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ حَتَّى أَتَى فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (الأنعام: ٨٥-٩١) فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ أُمِرَ أَنْ يَّقْتَدِيَ بِهِمْ.

اطرافهُ: ٤٦٣٢، ٤٨٠٦، ٤٨٠٧۔

٣٤٢١: محمد (بن سلام) نے ہم سے بیان کیا کہ سہل بن یوسف نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے عوّام سے سنا۔ وہ مجاہد سے روایت کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا: کیا ہم سورۃ ص میں سجدۂ تلاوت کریں؟ تو انہوں نے (سورۃ الانعام) کی آیت پڑھی: اور اس (ابراہیم) کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان...... کو ہم نے ہدایت دی پس تو ان کی ہدایت کی پیروی کر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان میں سے ہیں جنہیں ان کی پیروی کرنے کا حکم ہوا ہے۔

٣٤٢٢: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

٣٤٢٢: موسیٰ بن اسماعیل نے ہمیں بتایا۔ وُہیب نے ہم سے بیان کیا۔ ایوب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عکرمہ سے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

قَالَ لَيْسَ ص مِنْ عَزَائِمِ السُّجُوْدِ وَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِيْهَا.

سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ انہوں نے کہا: سورۃ ص کا سجدہ ضروری سجدوں میں سے نہیں ہے۔ مگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ اس میں سجدہ کیا کرتے تھے۔

طرفہُ: ۱۰۶۹۔

تشریح: **وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ:** پوری آیات یہ ہیں: اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ ۚ اِنَّهٗ أَوَّابٌ ○ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ○ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗ أَوَّابٌ ○ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ○ (ص: ۱۸تا۲۱) جو کچھ وہ کہتے ہیں اس پر تو صبر سے کام لے۔ اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کر جو بڑی طاقت کا مالک تھا۔ یقیناً وہ بار بار خدا کی طرف جھکتا تھا۔ ہم نے پہاڑ کے رہنے والے لوگوں کو اس کے تابع کر دیا تھا اور وہ شام اور صبح تسبیح میں لگے رہتے تھے اور بلند پرواز انسانوں کو بھی جمع کر کے اس کے ساتھ لگا دیا تھا۔ وہ سب کے سب خدا کی طرف جھکنے والے تھے اور ہم نے اس کی حکومت کو مضبوط کیا تھا اور اس کو حکمت اور قاطع دلیل بخشی تھی۔

اس آیت میں فَصْلُ الْخِطَابِ کے معنی مجاہدؒ کے نزدیک قضائی امور کی سمجھ کے ہیں۔ عنوانِ باب میں دو آیتوں کا حوالہ اور بعض مفردات کی تفسیر ہے۔ پیشتر اس کے کہ مع ترجمہ اس کی شرح بیان کی جائے سابقہ ابواب کے تعلق میں دو باتوں کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اول: اس فضیلت کا ذکر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی نبی یا مامور کو دی ہو، منشائے ارشادِ نبوی لَا تُخَيِّرُوْنِيْ عَلٰى يُوْنُسَ ابْنِ مَتّٰى کے خلاف نہیں۔ آئندہ ابواب میں اسی قسم کی فضیلت کا ذکر ہوگا جو بعض ایسے خلفاءِ امت کو حاصل ہوئی ہے جو منہاجِ نبوت کی شرطوں کے مطابق مبعوث ہوئے۔

دوم: ایسے خلفاءِ راشدین کے اوصاف و ممیّزات کیا ہیں؟ اس سوال کا جواب ابواب زیرِ شرح میں مفصل ہوگا۔ تین چار اوصاف تو پہلے باب کی شرح میں بیان ہو چکے ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ ان کا تعلق معبودِ حقیقی سے نہایت گہرا اور عاشق و معشوق کا ہوتا ہے اور آلاتِ حرب و ضرب و ساز و سامانِ جنگ اور کثرت تعدادِ سپاہ پر اُن کا بھروسہ مطلق نہیں ہوتا، بلکہ اسی ذات واحد و یگانہ پر توکل رکھنے والے ہوتے ہیں۔ اسی کے حکم سے وہ کھڑے ہوتے اور اس کے حکم کی تعمیل میں جان و مال اور عزیز سے عزیز ترین شئے کی قربانی کرنے سے دریغ نہیں کرتے بلکہ اس میں اپنی خوشی و جنت پاتے ہیں اور غیر اللہ ان کی نظر میں پرِ پشہ کی حیثیت نہیں رکھتے اور ان کا ہر عمل صلاحیت و اصلاح پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ بڑا اور اہم امتیاز ہے جس سے خلافت راشدہ پر متمکن ہونے والے مخصوص کئے جاتے ہیں۔

پہلی آیت جس کا حوالہ دیا گیا ہے اوپر مع ترجمہ درج ہو چکی ہے۔ اس آیت میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ

کہ حضرت داؤد علیہ السلام ہمارے پرستار کو بڑی بڑی طاقتیں دی گئی تھیں اور ان کی مملکت مضبوط کی گئی حکمت و دانش، تدبیر محکم اور عدل وانصاف سے۔ لفظ حکمت اور فصل الخطاب ان تمام امور کو شامل رکھتا ہے جن کا تعلق حسن سیاست و ادارۂ قضا سے متعلق ہے۔

مذکورہ بالا آیت کے بعد یہ آیات ہیں: وَهَلْ اَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوْا الْمِحْرَابَ o اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمَانِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ o اِنَّ هٰذَا أَخِيْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ أَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ o قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّأَنَابَ o (ص:٢٢ تا ٢٥) اور کیا تمہیں ان دشمنوں کی خبر معلوم ہے جبکہ وہ دیوار پھاند کر اندر آ گئے تھے۔ جب وہ داؤد کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرا گیا۔ انہوں نے کہا: ڈر نہیں (ہم دونوں) دو دشمن ہیں۔ ہم میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کر رہا ہے۔ پس تو ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دے اور ظلم نہ کیجئیو اور سیدھے راستے کی طرف ہمیں راہنمائی کر۔ یہ میرا بھائی ہے۔ اس کی ننانوے دُنبیاں ہیں اور میری صرف ایک دُنبی ہے۔ پھر بھی وہ کہتا ہے کہ اپنی دُنبی مجھے دے دے اور بحث میں مجھے دبا تا جا تا ہے۔ اس پر (داؤد نے) کہا: تیری دُنبی طلب کرنے میں اس نے ظلم سے کام لیا ہے اور بہت سے شرکاء ایسے ہوتے ہیں جو ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں سوائے مومنوں کے اور ان کے جو ایمان کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ سو وہ لوگ تھوڑے ہیں اور داؤد کو یقین ہو گیا کہ ہم نے اسے آزمائش میں ڈالا ہے (یعنی دشمنوں کے سر اٹھانے کی وجہ سے۔) پس وہ اپنے ربّ سے استغفار کرنے لگا اور اطاعت ظاہر کرتے ہوئے زمین پر گر گیا اور (خدا کی طرف) متوجہ ہوا۔

اس آیت کے منقولہ معانی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

(١) وَلَا تُشْطِطْ کے معنی ہیں وَلَا تُسْرِفْ اسراف نہ کرو، حد سے نہ بڑھو۔ فراء ادیب نحوی نے اس کے معنی لَا تَجُرْ کئے ہیں یعنی ظلم و جور نہ کرو؛ اور قتادہؒ کے نزدیک اس کے معنی ہیں لَا تَمِلْ یعنی اِدھر اُدھر نہ جھکو۔ اور سدّی سے لَا تُخِفْ مروی ہیں یعنی حقوق میں کمی نہ ہو۔

(٢) نَعْجَةٌ کے معنی دُنبی کے ہیں اور عورت کو بھی استعارۃً نَعْجَةٌ کہتے ہیں اور اس کے معنی بکری کے بھی ہیں۔ ابوعبیدہ نے وَلِيَ نَعْجَةٌ سے یہ مراد لی ہے کہ میری ایک جورو ہے۔ امام ابن حجرؒ نے اس تعلق میں اعشٰی شاعر کا یہ شعر نقل کیا ہے:

فَرَمَيْتُ غَفْلَةَ عَيْنِهِ عَنْ شَاتِهٖ فَأَصَبْتُ حَبَّةَ قَلْبِهَا وَطِحَا لِهَا

اس کی آنکھ اپنی بکری (جورو) سے غافل ہوئی تو اس غفلت میں تیر نظر سے میں نے اس کی بیوی کے قلب و جگر کو چھلنی کیا اور اسے اپنا گرویدہ بنا لیا۔

(۳) فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا: اس فقرے میں كَفَلَ کے وہی معنی ہیں جو آیت وَ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا میں ہیں یعنی حضرت زکریا نے حضرت مریمؑ کو اپنی آغوش تربیت میں لے لیا۔ یہ معنی اور اگلے ٹکڑے کے معنے ابوعبیدہؒ سے مروی ہیں۔

(۴) وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ: یعنی گفتگو میں بالادستی سے کام لیا۔ (یہ سمجھ کر کہ وہ مجھ سے زیادہ معزز ہے) قتادہ سے عَزّ کے معنی ظلم وجبر مروی ہیں یعنی مجھ پر ظلم وجبر کیا ہے۔

(۵) اِنَّمَا فَتَنَّاهُ: ہم نے اس کی آزمائش کی۔ اِخْتِبَار کے معنی آزمانا حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہیں اور حضرت عمرؓ کی قرأت ت کی شدّ سے ہے۔ فَتَّنَّا یعنی آزمائش میں ڈالا۔ (فتح الباری جزء ٦ صفحہ ۵۵٦، ۵۵۷)

حضرت داؤد علیہ السلام کی تین آزمائشوں میں سے ایک آزمائش کا ذکر تواریخ اوّل باب ۲۱ میں ہے۔ آپ نے مردم شماری کرنے کا حکم دیا اور معلوم ہوا کہ وہ تعداد میں زیادہ ہو گئے ہیں۔ بعد میں انہیں اپنی خوشی کے احساس پر جو خلاف توکل تھا، سخت ندامت ہوئی اور انہوں نے توبہ واستغفار وفدیہ سے اس کا تدارک فرمایا۔ جو اُن کے کمال معرفت کی شہادت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے ذکر میں بتایا جا چکا ہے کہ جس قدر معرفت میں ترقی ہوتی ہے اسی نسبت سے نیکی وبدی کی تعریف بھی بدلتی جاتی ہے۔ زبور کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ احساس بہت بلند پایہ اور نہایت ہی نازک تھا کہ اپنی معمولی سی بھول کو گناہ سے تعبیر فرماتے اور اپنے معبود کے حضور عاجزی اور فروتنی اور گریہ وزاری سے اپنے کامل تزکیہ نفس کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ طوالت کے خوف سے صرف چند حوالہ جات پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

''اے میرے خدا! میں نے تجھ پر توکل کیا ہے مجھے شرمندہ نہ ہونے دے۔'' (زبور، باب ۲۵ آیت ۲) ''اے خداوند! اپنے نام کی خاطر میری بدکاری معاف کر دے کیونکہ وہ بڑی ہے۔'' (زبور، باب ۲۵ آیت ۱۱) ''تو میری مصیبت اور جانفشانی کو دیکھ اور میرے سب گناہ معاف فرما۔'' (زبور، باب ۲۵ آیت ۱۸) ''مجھے شرمندہ نہ ہونے دے کیونکہ میرا توکل تجھ ہی پر ہے..... مجھے تیری ہی آس ہے۔'' (زبور، باب ۲۵ آیت ۲۰، ۲۱)

غرض کئی جگہ اپنے مذکورہ بالا خلافِ توکل فعل پر نالہ وفریاد کی ہے اور اپنی بھول چوک اور پوشیدہ عیبوں سے پاک کئے جانے کے لئے بار بار دعائیں کی ہیں۔ (زبور، باب ۱۹ آیت ۱۲) (زبور، باب ۲۲ آیات ۵، ٦) جن سے حضرت داؤد علیہ السلام کی حدتِ احساس کا علم ہوتا ہے جو گناہ اور تزکیہ نفس کے بارے میں آپ کو تھا۔

اس کے علاوہ زبور کی مناجات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ کی مملکت نے وسعت اختیار کی تو آپ کے حاسدوں اور دشمنوں کی طرف سے بدنام کرنے کے لئے آپ پر ناپاک الزام لگائے گئے اور ان کے خلاف کئی ایک منصوبے باندھے گئے جن میں سے ایک منصوبہ آپ کے قتل کا بھی تھا۔ اپنی مناجات میں دعا کرتے اور کہتے ہیں:

''جب میں شیر خوار ہی تھا تو نے مجھے توکل کرنا سکھایا۔ میں پیدائش ہی سے تجھ پر چھوڑا گیا۔ میری ماں کے پیٹ ہی سے تو میرا خدا ہے۔..... بہت سے سانڈوں نے مجھے گھیر لیا ہے۔..... کتوں نے مجھے گھیر لیا ہے۔ بدکاروں کا گروہ مجھے گھیرے ہوئے ہے۔'' (زبور باب ۲۲ آیات ۹، ۱۰، ۱۲ تا ۱٦)

''میرے دشمنوں کو دیکھ کیونکہ وہ بہت ہیں اور ان کو مجھ سے سخت عداوت ہے۔ میری جان کی حفاظت کر اور مجھے چھڑا۔ مجھے شرمندہ نہ ہونے دے۔ کیونکہ میرا توکل تجھ ہی پر ہے۔ دیانتداری اور راست بازی مجھے سلامت رکھیں۔ کیونکہ مجھے تیری ہی آس ہے۔'' (زبور، باب ۲۵ آیات ۱۹ تا ۲۱)

''میں اپنے سب مخالفوں کے سبب سے اپنے ہمسایوں کے لئے از بس انگشت نما اور اپنی جان پہچانوں کے لئے خوف کا باعث ہوں۔.... کیونکہ میں نے بہتوں سے اپنی بدنامی سنی ہے۔ ہر طرف خوف ہی خوف ہے۔ جب انہوں نے مل کر میرے خلاف مشورہ کیا تو میری جان لینے کا منصوبہ باندھا۔لیکن اے خداوند! میرا توکل تجھ پر ہے۔ میں نے کہا: تو میرا خدا ہے۔میرے ایام تیرے ہاتھ میں ہیں۔ مجھے میرے دشمنوں اور ستانے والوں کے ہاتھ سے چھڑا۔اپنے چہرے کو اپنے بندے پر جلوہ گر فرما۔اپنی شفقت سے مجھے بچالے۔'' (زبور، باب ۳۱ آیات ۱۱ تا ۱۶)

''شریر راستباز کے خلاف بندشیں (منصوبے) باندھتا ہے اور اُس پر دانت پیستا ہے۔....شریروں نے تلوار نکالی اور کمان کھینچی ہے تا کہ غریب اور محتاج کو گرا دیں اور راست رو کو قتل کریں۔'' (زبور، باب ۳۷ آیات ۱۲ تا ۱۴)

اور زبور باب ۴۰ آیت ۸ میں اپنے موعود نبی ہونے کا ذکر کرتے ہوئے مناجات اور عاجزی سے عرض کرتے ہیں:

''اے میرے خدا! میری خوشی تیری مرضی پوری کرنے میں ہے بلکہ تیری شریعت میرے دل میں ہے۔''

اور اپنی کمزوریوں کا اقرار کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں: ''اے خداوند! میری مدد کے لئے جلدی کر۔ جو میری جان کو ہلاک کرنے کے دَر پے ہیں وہ سب شرمندہ اور خجل ہوں.... جو مجھ پر آہاہا کرتے ہیں وہ اپنی رسوائی کے سبب سے تباہ ہو جائیں۔'' (زبور باب ۴۰ آیات ۱۳ تا ۱۵) حضرت داؤد علیہ السلام کے خلاف بہتان طرازی اور منصوبہ سازی کی حالت یہ تھی کہ آپ اپنی مناجات میں فرماتے ہیں: ''میرے دلی دوست نے جس پر مجھے بھروسہ تھا اور جو میری روٹی کھاتا تھا، مجھ پر لات اُٹھائی ہے۔'' (زبور باب ۴۱ آیت ۹)

ان حوالوں سے واضح ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے حاسدوں و دشمنوں کی طرف سے الزام تراشی اور تہمتوں کا نشانہ بنائے گئے اور ان کے خلاف قتل کے منصوبے ہوئے اور ان کا ایک پروردہ دوست بھی منصوبہ میں شریک کیا گیا۔ باب کی محولہ بالا آیت اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ کا تعلق انہی گونا گوں منصوبوں میں سے منصوبہ قتل و سازش فتنہ انگیزی سے ہے جو سیاق و سباق کلام سے ظاہر ہے۔ اَلْخَصْم عربی زبان میں عَدُوّ یعنی دشمن کا مترادف ہے۔ خَصِیْم کے معنی ہیں: جھگڑالو۔ اَلْخَصْم اسم جمع کا صیغہ ہے۔قلعہ کی دیوار پھاند کر اندر بے وقت اور بلا اجازت ان کا وہاں آنا ہی بتاتا ہے کہ وہ بدارادہ سے آئے تھے۔مگر حضرت داؤد علیہ السلام اور آپ کے پہرادارں کو ہوشیار اور بیدار پا کر انہوں نے بہانہ بنایا کہ ان کا ایک جھگڑا ہے جس کا ان سے فیصلہ چاہتے ہیں۔حضرت داؤد علیہ السلام نے غایت درجہ صبر و تحمل اور چشم پوشی سے کام لیا اور فیصلہ فرمایا کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے کہ کوئی ننانوے دنبیوں کا مالک ہوتے ہوئے دوسرے کی ایک دنبی کی طمع کرے۔ اکثر شرکاء کا یہی حال ہے کہ وہ حریص و طامع ہوتے ہیں۔لیکن مومن و صالح عمل اور تقویٰ شعار انسان ایسا

نہیں ہوتا۔ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ اور داؤد کو یقین ہو گیا کہ اس سلسلہ مخالفت اور ابتلاء سے وہ صرف اس لئے دوچار ہوا ہے کہ ہم اسے کندن کریں۔ عربی زبان میں فِتْنَةٌ کے وہ معنی نہیں جو اردو زبان میں مشہور ہیں بلکہ سونے کو بھٹی میں ڈال کر اسے آمیزش وملاوٹ سے نکھارنا اور کندن کرنا عربی لغت میں فِتْنَةٌ کہلاتا ہے۔ ابتلاء اور امتحان کی غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ لائق و نالائق کا امتیاز ہو جائے۔ چنانچہ گوناں گوں ابتلاؤں کا نتیجہ یہ ہوا: فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ کہ داؤد نے اپنی کمزوریوں کے دور ہونے کی دعائیں اپنے ربّ سے کیں اور گڑگڑاتے ہوئے اس کے حضور جھکا اور اس کی دہلیز پر جبین نیاز رکھی۔ فَغَفَرْنَا لَهٗ. سو ہم نے اسے مغفرت سے نوازا۔ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ (ص:٢٦) اور اسے ہمارے حضور انتہائی قرب اور مقام حسن دلربائی حاصل ہوا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ مقام فنا فی اللہ وشیدائیت ان کی مزامیر و عاشقانہ ترانوں اور ان کی والہانہ وارفتگی سے ظاہر و باہر ہے۔ بھلا ایسے فانی فی اللہ عاشق زار کا ان لغو اور پوچ قصوں سے کیا واسطہ جو بعض تفاسیر میں مروی ہیں۔ ایسی باتیں تو وہی کہہ سکتے ہیں جنہوں نے راستبازوں کو کھاؤ پیو، شرابی، زانی اور بٹ مار وغیرہ ناموں سے یاد کیا۔ (اس تعلق میں دیکھئے متی باب ١١ آیت ١٩، لوقا باب ٧ آیت ٣٤ تا ٤٠)

قرآن مجید کا اسلوب بیان ان قصوں سے بالکل پاک ہے اور امام بخاریؒ نے بھی اپنی کتاب ان سے پاک وصاف رکھی اور میں بھی اپنی شرح کو ایسی نازیبا باتوں سے محفوظ رکھوں گا۔ امام موصوف نے مذکورہ بالا آیت کا مفصل حوالہ محض اسی غرض سے دیا ہے کہ وہ لغو و فضول ناپاک قصے ردی کی ٹوکری میں ڈلوانا چاہتے ہیں۔ کیونکہ آیت وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ اور اس کا سیاق ان ناپاک باتوں کے بالکل منافی و خلاف ہے اور انہیں ردّ کرتا ہے۔ چنانچہ اس آیت کے بعد معاً فرماتا ہے: يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ٥ (ص:٢٧) (پھر ہم نے اس سے کہا) اے داؤد! ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ پس تو لوگوں میں انصاف کے ساتھ حکم کر اور اپنی خواہش کی پیروی مت کر۔ وہ تجھے اللہ کے راستے سے بہکا دے گی۔ وہ لوگ جو اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں ان کو سخت عذاب ملتا ہے۔ کیونکہ وہ حساب کے دن کو بُھلا بیٹھے ہیں۔

کیا عقل باور کر سکتی ہے کہ اس معزز خطاب استخلاف کا ایسا شخص مخاطب ہو جس کی طرف ایسی ناپاک باتیں منسوب کی گئی ہوں جن سے چوہڑے چمار بھی گھن کھاتے ہوں۔ وہ بھی دوسرے کی بہو بیٹی کا پاس رکھتے ہیں۔ ذرا تفسیر مظہری کا حاشیہ پڑھ کر دیکھ لیں کہ اس کا مصنف کیا لکھتا ہے☆ اور آجکل ایک نو تعلیم یافتہ اور اسلام و تفسیر القرآن کا مدعی لکھتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے بارہ میں تفسیروں میں بیان کردہ ناپاک واقعہ کی حقیقت یہ ہے (نعوذ باللہ) کہ آپ نے محض یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ اوریاہ (یا جو کچھ بھی اس کا نام ہو) اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور آپ نے یہ جو کچھ کیا تھا وہ بنی اسرائیل کے ہاں عام دستور سے متاثر ہو کر کیا تھا اور کہ اسرائیلیوں کے ہاں یہ کوئی معیوب بات نہ تھی کہ کوئی شخص کسی

☆ دیکھئے تفسیر مظہری جلد ہشتم، تفسیر سورۃ ص آیت ٢٣، ٢٦۔

کی بیوی کو پسند کر کے اس سے طلاق کی درخواست کرے۔ نہ درخواست کرنے والا اس میں تکلف کرتا تھا اور نہ وہ شخص جس سے درخواست کی جاتی اس پر برا مانتا تھا اور یہ تو ایک عمدہ اخلاق والی بات سمجھی جاتی تھی کہ کوئی شخص کسی دوست کو خوش کرنے یا اس کی تکلیف رفع کرنے کے لئے اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس کے نکاح میں دے دے۔[1] اور پھر یہ موجودہ زمانے کا ''صالح'' اور ''مزاج شناس رسول'' مفسر قرآن اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ آگے لکھتا ہے کہ یہ یہودی اخلاق کا ہی اثر تھا کہ مدینے میں بعض انصار اپنے مہاجر بھائیوں کی خاطر اپنی بیویوں کو طلاق دے کر ان سے بیاہ دینے پر آمادہ ہو گئے تھے۔[2] (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذَا الْخَرَافَات)

وائے بر ایں کذب وافتراء.................... باید گریہ بر ایں عقل و دانش

شہوت پرست طامع انسان، قاتل وظالم کو قوم وملت کی خلافت سپرد کی جائے کہ تمہیں عدل وانصاف قائم کرنا ہوگا اور حرص وہوا کی پیروی نہیں کرنی! خلافت جیسا بارِ امانت ایسے شخص کو سونپا جائے جو بندۂ حرص وآز ہو! وایں چہ بوالعجبی! کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو عَبْدَنَا دَاوُد کے پیارے نام سے یاد کرے اور اسے اپنے فرستادوں میں شمار سمجھے اور سید الرسل محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عظمت مآب شخصیت کو ارشاد فرمائے: فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (الأحقاف: ٣٦) اور آپؐ کو ارشاد ہو فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (الأنعام: ٩١) جن رسولوں کی اقتداء اور ان جیسا صبر واولوالعزمی دکھانے کا آپ کو ارشاد ہوا ہے ان میں حضرت داؤدؑ وحضرت سلیمانؑ کا نام بھی مذکور ہے اور جس کامل توکل، صبر وبردباری، حلم وتواضع اور انکساری واولوالعزمی کا نمونہ بالفعل حضرت داؤد علیہ السلام نے دکھایا اس کا کسی قدر اندازہ مزامیر زبور اور ان کی عظیم الشان فتوحات اور غیر معمولی وخوارق عادت نصرت الٰہی سے ہوسکتا ہے جو شدید دشمنوں اور نہایت وحشی قبائل اور مشرک ہمسایہ اقوام کے مقابلے میں انہیں حاصل ہوئیں۔ باب زیر شرح میں محولہ آیات کا یہی تاریخی پس منظر ہے جو اوپر اختصار سے بیان کیا گیا ہے اور میں نے بتایا ہے کہ کتاب الانبیاء کا یہ حصہ ابواب استخلاف سے تعلق رکھتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شرعی نبی کی امت میں حضرت داؤد علیہ السلام خلیفہ نبی مبعوث ہوئے جن کے ہاتھوں مملکت کی مضبوط بنیاد رکھی گئی اور ان کے جانشین حضرت سلیمان علیہ السلام جن کا ذکر اگلے باب میں کیا گیا ہے۔

باب ۳۹ کے تحت دو روایتیں ہیں جن میں سورۃ ص کا حوالہ دیا گیا ہے۔ پہلی میں اسی آیت فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ کا ذکر ہے جسے میں نے بطور استدلال ابھی پیش کیا ہے کہ جس رسول کی اقتداء کا ارشاد باری تعالیٰ خاتم الانبیاء سرورِ کونین کو ہو اس کی طرف بیہودہ باتیں منسوب کی جائیں وہ نہ عقل باور کرسکتی ہے اور نہ ایمان اور نہ غیرت کو برداشت۔ اسی لئے امام بخاریؒ نے ایسی دونوں روایتیں نقل کی ہیں جن میں اس سورۃ اور اس کے سجود کا ذکر ہے۔ یعنی قرآنِ مجید کے سامنے ہمارا سر تسلیم خم ہونا چاہیے نہ یہ کہ اسرائیلی روایات صرف تسلیم کی جائیں بلکہ ان پر حاشیے چڑھائے جائیں۔

---

[1] (تفہیم القرآن مودودی، تفسیر سورۃ ص، آیت ۲۳، ۲۶، حاشیہ نمبر ۲۸، جلد چہارم، صفحہ ۳۲۸، ۳۲۹)

[2] (تفہیمات مودودی، حصہ دوم، زیر عنوان قصۂ داؤد علیہ السلام اور اسرائیلی خرافات، حاشیہ صفحہ ۴۷)

بَاب ٤٠ : قَوْلُ اللهِ تَعَالَى وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ ؕ (ص: ۳۱)

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا۔

نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ (ص: ۳۱) الرَّاجِعُ الْمُنِيْبُ.

وہ اچھا بندہ تھا (ہماری طرف) بار بار رجوع کرنے والا تھا۔ أَوَّاب کے معنی ہیں بہت رجوع کرنے والا، توجہ کرنے والا۔

وَقَوْلُهُ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ (ص: ۳٦)

اور (سلیمان کا یہ) کہنا کہ مجھ کو ایسی بادشاہت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو بھی میسر نہ ہو۔

وَقَوْلُهُ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ (البقرة: ۱۰۳)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: یہ یہودی پیچھے لگ گئے ہیں ان باتوں کے جن کی پیروی سلیمان کی بادشاہت کے خلاف شیطان کیا کرتے تھے۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ أَذَبْنَا لَهُ عَيْنَ الْحَدِيدِ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ إِلَى قَوْلِهِ مِنَ مَّحَارِيْبَ قَالَ مُجَاهِدٌ بُنْيَانٌ مَا دُوْنَ الْقُصُوْرِ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ كَالْحِيَاضِ لِلْإِبِلِ، وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَالْجَوْبَةِ مِنَ الْأَرْضِ. وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ إِلَى قَوْلِهِ الشَّكُوْرُ ○ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ الْأَرْضَةِ،

(اور یہ فرمانا:) سلیمان کے لئے ہم نے ہوائیں مسخر کیں۔ صبح کو ایک مہینہ کی راہ چلتی تھیں اور شام کو بھی ایک مہینہ کی راہ چلتی تھیں۔ ہم نے اس کے لئے لوہے کا چشمہ پگھلایا۔ پہاڑی لوگ بھی اس کے لئے مسخر کردیئے گئے جو اس کے حضور کام کرتے تھے۔...... مجاہد نے کہا: مَحَارِیْب وہ مکان ہیں جو محلات سے چھوٹے ہوں۔ وَتَمَاثِيْل مورتیاں۔ وَجِفَان لگن۔ كَالْجَوَابِ حوضوں کی مانند جو اونٹوں کے لئے استعمال ہوتے ہیں؛ اور حضرت ابن عباسؓ نے کہا: زمین کے گڑھے کی مانند۔ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ اتنی بڑی بڑی دیگیں کہ وہ اپنی جگہ سے ہلائی نہیں جاسکتی تھیں...... جب ہم نے اس کی موت کا فیصلہ کیا تو اس کی موت کی خبر ان کو صرف زمین کے ایک کیڑے ہی

تَأْكُلُ مِنْسَأَتَهُ عَصَاهُ فَلَمَّا خَرَّ إِلَى قَوْلِهِ الْمُهِيْنِ (سباء:١٣،١٥)
حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ..فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْأَعْنَاقِ (ص:٣٣،٣٤) يَمْسَحُ أَعْرَافَ الْخَيْلِ وَعَرَاقِيْبَهَا. الْأَصْفَادِ (ص:٣٩) الْوَثَاقُ. قَالَ مُجَاهِدٌ الصّٰفِنٰتُ صَفَنَ الْفَرَسُ رَفَعَ إِحْدَى رِجْلَيْهِ حَتَّى تَكُوْنَ عَلَى طَرَفِ الْحَافِرِ. الْجِيَادُ (ص:٣٢) السِّرَاعُ. جَسَدًا (ص:٣٥) شَيْطَانًا. رُخَآءً طَيِّبَةً. حَيْثُ اَصَابَ (ص:٣٧) حَيْثُ شَاءَ. فَامْنُنْ أَعْطِ. بِغَيْرِ حِسَابٍ (ص:٤٠) بِغَيْرِ حَرَجٍ.

نے دی یعنی دیمک کے کیڑے نے جو اس کے سونٹے کو کھا رہا تھا۔ جب وہ گر پڑا......

(سلیمان نے کہا:) مجھے جو مال ودولت سے محبت ہے وہ اپنے ربّ کے نام یعنی اس کی بڑائی کے قائم کرنے کی خاطر ہے۔ اور وہ گھوڑوں کی ایال اور اگاڑی اور پچھاڑی پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ **الْأَصْفَاد** کے معنی ہیں بیڑیاں۔ مجاہد نے الصَّافِنَات کی تفسیر میں کہا: صَفَنَ الْفَرَسُ یعنی گھوڑے نے اپنا ایک پاؤں اُٹھایا، کھر کی نوک سے زمین کی ٹیک لگا کر کھڑا ہوا۔ الصَّافِنَات وہ گھوڑے جو اس طرح کھڑے ہوتے ہیں۔ الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ تیز گھوڑے۔ ہم نے اس کے تخت پر ایک جسم ڈال دیا یعنی ایک شریر انسان۔ رُخَاء کے معنی ہیں نرمی سے، خوشی سے، سہولت سے۔ حَيْثُ أَصَابَ جہاں چاہتا۔ فَامْنُنْ بغیر حساب عطا کر یعنی بغیر حرج، بغیر کسی تنگی اور گناہ کے خوف کے۔

٣٤٢٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ عِفْرِيْتًا مِنَ الْجِنِّ تَفَلَّتَ الْبَارِحَةَ لِيَقْطَعَ عَلَيَّ صَلَاتِي فَأَمْكَنَنِي اللّٰهُ مِنْهُ

٣٤٢٣: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا۔ محمد بن جعفر نے ہمیں بتایا کہ شعبہ نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے محمد بن زیاد سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جنگلی درندوں میں سے ایک مکروہ شکل درندہ کل رات (مجھ پر) یکایک ٹوٹ پڑا تا کہ میری نماز کو توڑ دے۔ مجھے اللہ نے اس پر قابو دے

فَأَخَذْتُهُ فَأَرَدْتُ أَنْ أَرْبِطَهُ عَلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتَّى تَنْظُرُوْا إِلَيْهِ كُلُّكُمْ فَذَكَرْتُ دَعْوَةَ أَخِي سُلَيْمَانَ رَبِّ هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي فَرَدَدْتُهُ خَاسِئًا.

عِفْرِيْتٌ مُتَمَرِّدٌ مِنْ إِنْسٍ أَوْ جَانٍّ مِثْلُ زِبْنِيَةٍ جَمَاعَتُهَا الزَّبَانِي.

اطرافهُ: ٤٦١، ١٢١٠، ٣٢٨٤، ٤٨٠٨۔

دیا۔ میں نے اس کو پکڑ لیا اور چاہا کہ مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون سے اس کو باندھ دوں تا کہ تم سب اس کو دیکھو۔ مگر مجھے اپنے بھائی سلیمان کی یہ دعا یاد آئی: اے میرے رب! مجھ کو ایسی بادشاہت عطا کر جو میرے بعد کسی کو نہ ملے۔ تو میں نے اس کو دھتکار کر بھگا دیا۔

عِفْرِیْت کے معنی سرکش خواہ انسان ہو یا جانور اس کو عِفْرِیَّة بھی کہتے ہیں۔ جیسے زِبْنِیَّة اس کی جمع زَبَانِی ہے۔

٣٤٢٤: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا مُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ لَأَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى سَبْعِيْنَ امْرَأَةً تَحْمِلُ كُلُّ امْرَأَةٍ فَارِسًا يُجَاهِدُ فِي سَبِيْلِ اللهِ. فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ إِنْ شَاءَ اللهُ. فَلَمْ يَقُلْ وَلَمْ تَحْمِلْ شَيْئًا إِلَّا وَاحِدًا سَاقِطًا أَحَدُ شِقَّيْهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَالَهَا لَجَاهَدُوْا فِي سَبِيْلِ اللهِ. قَالَ شُعَيْبٌ وَابْنُ أَبِي الزِّنَادِ تِسْعِيْنَ وَهُوَ أَصَحُّ.

اطرافهُ: ٢٨١٩، ٥٢٤٢، ٦٦٣٩، ٦٧٢٠، ٧٤٦٩۔

٣٤٢٤: خالد بن مخلد نے ہم سے بیان کیا کہ مغیرہ بن عبدالرحمٰن نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابوالزناد سے، انہوں نے اعرج سے، اعرج نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: سلیمان بن داؤد نے کہا: آج میں ستر عورتوں کے پاس چکر لگاؤں گا۔ ہر عورت کے حمل سے شاہسوار ہوگا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ ان کے مصاحب نے کہا: انشاءاللہ کہیے، سلیمان نے نہیں کہا۔ اور ان عورتوں نے کچھ نہ جنا مگر ایک ہی بچہ جس کا آدھا جسم نہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر انشاءاللہ کہتے تو سب اللہ کی راہ میں یقیناً جہاد کرتے۔ شعیب بن ابی الزناد نے اپنی روایت میں نوے کا عدد بیان کیا ہے مگر یہ ستر کی روایت زیادہ صحیح ہے۔

٣٤٢٥: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ أَوَّلُ قَالَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا قَالَ أَرْبَعُوْنَ ثُمَّ قَالَ حَيْثُمَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلَاةُ فَصَلِّ وَالْأَرْضُ لَكَ مَسْجِدٌ.

طرفہٗ: ٣٣٦٦۔

۳۴۲۵: عمر بن حفص نے ہمیں بتایا کہ میرے باپ نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) اعمش نے ہمیں بتایا کہ ابراہیم تیمی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے پوچھا: یارسول اللہ! کونسی مسجد پہلے پہل بنائی گئی؟ آپؐ نے فرمایا: مسجد حرام۔ میں نے پوچھا: پھر اس کے بعد کونسی؟ آپؐ نے فرمایا: اس کے بعد مسجد اقصیٰ۔ میں نے پوچھا: ان دونوں میں کتنا فاصلہ تھا؟ آپؐ نے فرمایا: چالیس (برس) پھر اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: جہاں بھی تمہیں نماز کا وقت آجائے نماز پڑھ لو اور ساری زمین ہی تمہارے لئے مسجد ہے۔

٣٤٢٦: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَثَلِي وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَ الْفَرَاشُ وَهَذِهِ الدَّوَابُّ تَقَعُ فِي النَّارِ.

طرفہٗ: ٦٤٨٣۔

۳۴۲۶: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا۔ شعیب نے ہمیں خبر دی کہ ابوالزناد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: میری اور لوگوں کی مثال اس شخص کی مثال ہے جس نے آگ جلائی اور پتنگے اور کیڑے مکوڑے اس آگ میں گرنے لگے۔

٣٤٢٧: وَقَالَ كَانَتِ امْرَأَتَانِ

۳۴۲۷: اور فرمایا: دو عورتیں تھیں۔ ان کے ساتھ ان

مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ وَقَالَتِ الْأُخْرَى إِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَتَحَاكَمَتَا إِلَى دَاوُدَ فَقَضَى بِهِ لِلْكُبْرَى فَخَرَجَتَا عَلَى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ فَأَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُونِي بِالسِّكِّيْنِ أَشُقُّهُ بَيْنَهُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرَى لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضَى بِهِ لِلصُّغْرَى قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاللهِ إِنْ سَمِعْتُ بِالسِّكِّيْنِ إِلَّا يَوْمَئِذٍ وَمَا كُنَّا نَقُوْلُ إِلَّا الْمُدْيَةُ.

کے دو بیٹے تھے۔ بھیڑیا آیا۔ ان میں سے ایک عورت کا بیٹا لے گیا۔ اس کی ساتھن کہنے لگی: وہ تو تیرا بیٹا لے گیا ہے؛ اور دوسری کہنے لگی۔ تیرا ہی بیٹا لے گیا ہے۔ اس کے بعد وہ دونوں داؤدؑ کے پاس اپنا جھگڑا فیصلہ کے لئے لے گئیں۔ انہوں نے بڑی عورت کو بچہ دلانے کا فیصلہ کیا۔ پھر دونوں نکل کر سلیمانؑ بن داؤدؑ کے پاس گئیں اور انہوں نے ان سے واقعہ بیان کیا۔ سلیمانؑ نے کہا: مجھے چُھری لا دو تا کہ میں اس کو ان دونوں کے درمیان نصف، نصف تقسیم کر دوں۔ یہ سن کر چھوٹی کہنے لگی: ایسا نہ کیجیئے۔ اللہ آپ پر رحم کرے۔ یہ اسی کا بیٹا ہے۔ یہ سن کر سلیمانؑ نے چھوٹی کو اس بیٹے کے دینے کا فیصلہ کیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: بخدا سِکّین کا لفظ صرف اسی دن میں نے سنا ورنہ ہم چُھری کو مُدْیَة ہی کہا کرتے تھے۔

طرفہ: ٦٧٦٩۔

تشریح: وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا: وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ أَوَّابٌ کہ ہم نے سلیمان کو داؤد (جیسا بیٹا بطور موہبت) عطا کیا۔ کیا ہی اچھا عبد (بندہ پرستار) تھا۔ یقیناً وہ (اپنے ربّ کی طرف) بار بار بہت جھکنے والا تھا۔ (ص: ٣١) پہلے تفصیل سے بتایا جا چکا ہے کہ لفظ وَهَبَ بیسیوں جگہ نیک اولاد بطور نعمت خاص عطا کئے جانے سے متعلق قرآنِ مجید میں وارد ہوا ہے۔ اس لئے ترجمہ میں معنی عطا بطور موہبت اختیار کئے گئے ہیں۔ قارئین آئندہ بھی ترجمہ میں یہ امر مدنظر رکھیں۔ أَوَّاب کے معنی ہیں الرَّاجِع یعنی رجوع کرنے والا۔ یہ لفظ مُنِيْب (أَنَابَ، يُنِيْبُ) کا مترادف ہے اور اس کی شرح سابقہ باب میں بحوالہ مزامیر زبور قدرے تفصیل سے گزر چکی ہے۔ آیت نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ أَوَّابٌ سے یہی ذہن نشین کرنا مقصود ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جانشین حضرت داؤد علیہ السلام کا بھی قبلہ رخ اللہ تعالیٰ کی ہی ذات یگانہ تھی اور وہ اس زمرۂ مجاہدین میں سے ہیں جن کی نسبت آیا ہے: اَلْأَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ. وہ ایسی صف آراء فوجیں ہیں جو الٰہی مشیئت نافذ کرنے کے لئے دنیا میں مبعوث ہوئیں کہ کشاں کشاں بنی نوع انسان کو اپنی پیدائش کی اصل غرض کی طرف متوجہ کریں تا وہ اپنے

معبودِ حقیقی کے شناسا ہوں اور اپنے مقام کو پہچانیں۔امام بخاریؒ نے مذکورہ بالا باب قائم کر کے اس کے تحت دیگر آیات اور بعض الفاظ کی تشریحات نقل کی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

١- قَوْلُهُ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِيْ: اس کے لیے دیکھئے کتاب الصلاۃ شرح باب ٧٥۔

٢- وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۚ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ۭ وَمَاهُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰاهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۭ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ o (البقرۃ: ١٠٣) نیز وہ (یہودی) اس (طریق عمل) کے پیچھے پڑ گئے جس کے پیچھے سلیمان کی حکومت کے زمانہ میں (اس کی حکومت کے) باغی پڑے رہتے تھے اور سلیمان کافر نہ تھا بلکہ (اس کے) باغی کافر تھے۔وہ لوگوں کو دھوکا دینے والی باتیں سکھاتے تھے اور (بزعم خود اس بات کی بھی نقل کرتے ہیں) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اُتاری گئی تھی۔حالانکہ وہ دونوں (تو) جب تک یہ نہ کہہ لیتے تھے کہ ہم (خدا تعالیٰ کی طرف سے) آزمائش کے طور پر (مقرر ہوئے) ہیں۔اس لئے (اے مخاطب! ہمارے احکام کا) انکار نہ کرنا کسی کو (کچھ) نہیں سکھاتے تھے۔جس پر وہ (لوگ) ان (دونوں) سے وہ بات سیکھتے تھے جس کے ذریعے سے وہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کر دیتے تھے اور وہ اللہ کے حکم کے سوا کسی کو بھی اس (بات) کے ذریعہ سے ضرر نہیں پہنچاتے تھے اور (اس کے بالمقابل) یہ (یعنی رسول اللہ کے دشمن) تو وہ بات سیکھ رہے ہیں جو انہیں ضرر دے گی اور نفع نہیں دے گی اور یہ لوگ یقیناً جان چکے ہیں کہ جو اس (طریق) کو اختیار کر لے، آخرت میں اس کا کوئی بھی حصہ نہیں اور وہ چیز جس کے بدلہ میں انہوں نے اپنے آپ کو بیچ دیا ہے، بہت ہی بُری ہے، کاش یہ جانتے۔

سورۃ البقرہ کی اس آیت ١٠٣ میں اس ہرزہ سرائی اور نکتہ چینی کا ذکر ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کی حکومت کے خلاف غیروں اور اپنوں کی طرف سے کی گئی تھی اور ساتھ ہی یہ بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے یہودی بھی وہی طریق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اختیار کر رہے ہیں جو انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے خلاف اختیار کیا تھا یعنی گندہ پراپیگنڈہ۔نہ حضرت سلیمان علیہ السلام میں کوئی ایسی بات پائی جاتی تھی جس کا ان کے مخالف پراپیگنڈہ کرتے تھے اور نہ ہی کوئی ایسی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے۔حضرت سلیمان علیہ السلام ایک پاکباز انسان تھے اور خدا کے مقرب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی امام المتقین اور خدا کے محبوب۔حضرت سلیمان علیہ السلام کے خلاف ان کے دشمن جو پراپیگنڈہ کرتے تھے اس کا ذکر عہد نامہ قدیم کی کتاب سلاطین اوّل باب ١١ آیات ١ تا ٨ میں آتا ہے جہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کو شہوت رانی اور شرک اور بت پرستی سے متّہم کیا گیا ہے اور اسی باب میں ان کے خلاف بغاوت کا بھی ذکر ہے اور لکھا ہے کہ حضرت سلیمان نے خداوند کے آگے (نعوذ باللہ) بدی کی

اوراس نے خداوند کی پوری پیروی نہ کی جیسی اس کے باپ دادا نے کی تھی۔غرض اسی قسم کی بہتان طرازی کی نفی وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ کے الفاظ میں کی گئی ہے۔

نیز بنی اسرائیل کے ایک تاریخی واقعہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور وہ واقعہ یہ ہے کہ نبوکدنضر شاہ بابل نے (۶۰۵ تا ۵۶۲ ق م) بیت المقدس کو برباد کیا اور بچے کھچے یہودیوں کو قید کر کے بطور اسیرانِ جنگ بابل میں لے گیا تو وہاں انہیں ایک سو سال بود و باش اختیار کرنی پڑی اور یہ لوگ اسیری میں نہایت ابتر حالت میں تھے۔آخر اللہ تعالیٰ کے اِذن سے عزراؑ اور نحمیاہؑ (۵۰۰ تا ۴۴۴ ق م) نبیوں نے خورس شاہ فارس کی امداد سے بنی اسرائیل کو بابلیوں سے آزاد کرایا اور انہیں یروشلم واپس جانے کی اجازت ملی اور ہر قسم کی سہولت انہیں بہم پہنچائی گئی بلکہ خورس نے بیت المقدس دوبارہ تعمیر کروایا۔عزرا اور نحمیاہ بنی اسرائیل کے نیک اطوار بزرگوں میں سے اوران کے قاضی وزعیم تھے اور بابل کے بنی اسرائیل نے شاہ خورس نیک سیرت عادل بادشاہ کو اپنے ان دونوں زعیموں کے مشورے سے بابل کے ظالم بادشاہ کے خلاف مدد دی۔عزرا اور نحمیاہ کا شمار انبیاء بنی اسرائیل میں بھی کیا جاتا ہے اور وہ ملہم تھے۔آیت میں مَلَكَيْن سے مراد یہی دو مامور من اللہ ہیں نہ کہ فرشتے جن کا تعلق صرف مرسلین اور مامورین سے ہوتا ہے اور جملہ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ سے ظاہر ہے کہ یہ مَلَكَيْن لوگوں کو تعلیم دیتے تھے اور یہ بات سب کو مسلم ہے کہ ملائکہ کا تعلق تعلیم ہر شخص سے نہیں ہوا کرتا بلکہ صرف اولیاء اللہ سے ہوتا ہے اور ان کا نام ہاروت و ماروت اسم وصفی ہے جو لفظ هَرَتَ وَمَرَتَ سے مشتق ہے۔ هَرَتَ کے معنی ہیں مَزَّقَ پھاڑ دیا اور مَرَتَ کے معنی ہیں کچل دیا۔ہاروت اور ماروت کے معنی ہیں ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے اور کچلنے والے۔ مَلَک زبان عربی میں نیک سیرت انسان پر بھی اطلاق پاتا ہے۔خود قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کی نسبت آیا ہے: اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (یوسف: ۳۲) یہ انسان نہیں بلکہ پاکیزہ صفات فرشتہ ہے۔آیت وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ (البقرة: ۱۰۳) میں دو فرشتوں سے ایسے ہی دو مقدس انسان مراد ہیں جو صاحب الہام و وحی تھے۔فقرہ وَمَا أُنْزِلَ صریح الدلالت ہے کہ یہ نیک انسان ہیں جن پر وحی نازل ہوتی تھی۔ فرشتے تو وحی نازل کرنے والے ہوتے ہیں نہ یہ کہ ان پر وحی نازل ہو اور وہ لوگوں کو سکھاتے پھریں۔ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ کا عطف پہلے جملہ پر ہے جو وَاتَّبَعُوْا سے شروع ہوتا ہے۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے یہودی آپؐ کو نقصان پہنچانے کے لئے وہی طریق اختیار کر رہے ہیں جو انہوں نے اپنی اسیری کے زمانے میں اختیار کیا تھا یعنی ایک بیرونی طاقت کے ساتھ سمجھوتہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے متبعین کو نقصان پہنچا سکیں گے۔لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اپنی اسیری کے زمانے میں مظلوم تھے اور اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ وہ اپنے دشمن سے نجات پائیں اور اس غرض کے لئے ان میں سے دو نبی بھی کھڑے کئے گئے۔لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وہ موعود نبی کو نقصان پہنچانے کے لئے ساز باز کر رہے ہیں۔یہ ساز باز ان کو کوئی نفع نہ دے گی بلکہ ان کو تباہ کر دے گی۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اس کے نبی کے ساتھ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قرآن مجید پر غور وخوض کرنے کے لئے جو مجلس ارشاد قائم ہوئی تھی، مرحوم مولوی محمد علی صاحب ایم اے اس کے صدر اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ اور حضرت چوہدری فتح محمد صاحب بی اے رضی اللہ عنہم وغیرہ اس مجلس کے ممبر تھے۔ ان دِنوں چوہدری صاحب اور میں گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم پاتے تھے۔ ایامِ رخصت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے انہی آیات سے متعلق میرے لئے مقالہ تجویز کیا۔ میں نے منت کی، ممبران نے اصرار کیا اور حضرت صاحب نے مجھ سے امداد کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ کچھ کتابیں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے کتب خانہ اور کچھ پنجاب پبلک لائبریری لاہور سے مہیا فرمائیں اور دو تین ماہ کے بعد میں نے ان آیات کی شرح پر مقالہ پڑھا جو صدر صاحب نے مجھ سے شکریہ کے ساتھ لے لیا۔ غرض بغیر مزید تفاصیل میں جانے کے نہایت اختصار سے محولہ بالا آیات کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہودیوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ سازشوں اور منصوبوں کے ذریعہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تم سمجھتے ہو کہ تمہاری سازش ایسی ہے جیسی نبوکدنضر سے رہائی پانے کے لئے تم نے کی تھی اور اس میں کامیاب ہو گئے تھے۔ حالانکہ وہ کامیابی دراصل اللہ تعالیٰ کی مدد سے حاصل ہوئی تھی اور اس وقت تم مظلوم تھے۔ لیکن اب تمہاری منصوبہ بازی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کے خلاف ہے اس میں تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یہ تم کو نقصان ہی دے گی۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ آمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ (البقرۃ: ۱۰۴) فرمایا: اگر یہ (یہودی) ایمان لائیں اور تقویٰ اختیار کریں تو یقیناً جو بدلہ اللہ کی طرف سے ملنے والا ہے وہ بہترین بدلہ ہے۔ کاش کہ یہ جانیں۔ کیا ہی معقول و مدلل اور پُر زور و مؤثر الفاظ ہیں جن سے نیک راہ پر گامزن ہونے کے لئے ان کے عقل و شعور سے خطاب بلیغ و وجیز کیا گیا ہے مگر یہود نے اس سے فائدہ نہ اُٹھایا اور اپنی تباہی کا سامان اپنے ہاتھوں سے کیا۔ جیسا کہ غزوات میں ذکر آئے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام سے متعلق تیسری آیت جو ذکر کی گئی ہے وہ سورۃ سبا کی ہے اور وہ یہ ہے: وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَأَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ○ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا آلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ○ (سبأ: ۱۳، ۱۴) اور ہم نے سلیمان کو ایسی ہوا عطا کی تھی جس کا صبح کا چلنا ایک مہینہ کے برابر ہوتا تھا اور شام کا چلنا بھی ایک مہینہ کے برابر ہوتا تھا اور ہم نے اس کے لئے تانبے کا چشمہ پگھلا دیا تھا اور ہم نے اس کو ایک جنوں کی جماعت بھی عطا کی تھی جو اس کے ربّ کے حکم سے اس کے تابع فرمان عمل کرتی تھی اور یہ بھی کہہ دیا تھا کہ ان میں سے جو کوئی ہمارے حکم سے کج روی اختیار کرے گا ہم

اس کو بھڑکتا ہوا عذاب پہنچائیں گے۔ وہ جو کچھ چاہتا تھا جن (یعنی سرکش قوموں کے سردار) اس کے لئے بناتے تھے۔ یعنی مساجد اور ڈھلے ہوئے مجسمے اور بڑے بڑے لگن جو حوضوں کے برابر ہوتے تھے اور بھاری بھاری دیگیں جو ہر وقت چولہوں پر دھری رہتی تھیں (اور ہم نے کہا:) اے داؤد کے خاندان کے لوگو! شکر گزاری کے ساتھ عمل کرو اور میرے بندوں میں سے بہت کم لوگ شکر گزار ہوتے ہیں۔

شیاطین کی تسخیر سے سرکش لوگوں کی تسخیر مراد ہے۔ اسیران جنگ وغیرہ سے صنعت وحرفت اور تعمیر واستعمار کے کام لینے کا ذکر سورۃ ص میں آتا ہے کہ ہم نے اس کے لئے ہوا کو خدمت پر لگا دیا جو اس کے حکم کے مطابق جدھر وہ جانا چاہتے نرمی سے اسی طرف کو چلنے لگتی۔ اسی طرح ہم نے جنّوں کو یعنی ان میں سے انجینئروں اور معماروں کو اور غوطہ خوروں کو اس کی خدمت پر لگا دیا تھا اور کچھ اور لوگوں کو بھی جو زنجیروں میں بندھے رہتے تھے۔ یہ ہماری بے حساب عطا ہے۔ (یعنی ہمارے فضل سے یہ کامیاب بیڑے تجھے ملے ہیں اور تجھے سرکش قوموں پر قبضہ ملا ہے۔) پس خواہ تو ان قوموں پر احسان کر اور خواہ جتنی مناسب سختی ہو ان سے کر اور اس (یعنی سلیمان) کو ہمارے نزدیک بہت قرب حاصل ہے اور ہمارے پاس اس کا بہت اچھا ٹھکانہ ہے۔

ان آیات میں اسرائیلی حکومت کی وسعت کا مختصر بیان ہے جو بانیٔ مملکت یہود احضرت داؤد علیہ السلام کو حاصل ہوئی۔ ان کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں اور ان کی محنت وحسن تدبیر سے مملکت اسرائیل دور دراز اَطراف تک پھیلی اور اس کا پرچم اکناف عالم متمدن پر لہرایا۔ صنعت وحرفت، زراعت وتجارت وسیع پیمانہ پر تھی۔ مال ودولت بیرونی ممالک سے اندرون ملک میں آیا اور اس نے رعایا کو خوشحال کر دیا۔ مختلف مصنوعات کا ذکر جن میں سے بعض کا آیات مندرجہ میں کیا گیا ہے تواریخ دوم باب ۳ آیات ۷ تا ۱۷، باب ۴ آیات ۱ تا ۱۸ میں دیکھئے۔ اِعْمَلُوْا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا سے اسی وسعت سلطنت وکاروبار اور خوشحالی کی طرف اشارہ ہے۔ وَمِنَ الْجِنِّ سے اجنبی قوموں کے صنعت کار اور مزدور ہی مراد ہیں جو کسب معاش کی غرض سے مملکت اسرائیل میں آئے اور لائے جاتے اور محنت مزدوری کرتے تھے۔ نیز اسیرانِ جنگ جن سے تعمیر کا کام لیا جاتا تھا۔ ان کی نظر بندی کے قید خانوں کی یادگار اب تک بیت المقدس کے وسیع احاطہ میں موجود ہے۔ اپنے دوران قیام بیت المقدس میں جنہیں دیکھنے کا موقع مجھے اکثر ملتا تھا۔ جب میں مغرب کی نماز ادا کرنے کے لئے كُلِّيَّة صلاح الدین ایوبی سے آتا میرا راستہ اس یادگار عمارت کے بالکل سامنے اور قریب سے گزرتا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بحری بیڑے اور اس کے دور ونزدیک سفروں کا ذکر سلاطین اوّل باب ۹ آیت ۲۶ میں ملاحظہ ہو۔

مَحَارِيْبَ قَالَ مُجَاهِدٌ بُنْيَانٌ مَا دُوْنَ الْقُصُوْرِ: مجاہدؒ کے نزدیک محراب جس کی جمع محاریب ہے وہ عمارتیں ہیں جو شاہی محلات سے کم درجے کی ہوں اور ابوعبیدہ کے نزدیک عبادت گاہ مراد ہے اور مطلق سکونت گاہ کے سامنے کا حصہ محراب کہلاتا ہے۔ (فتح الباری جزء ۶ صفحہ ۵۵۹) ثانی الذکر معنی سیاقِ کلام کے مناسب ہیں۔ حضرت

سلیمانؑ نے بیت المقدس اور عبادت گاہیں بکثرت تعمیر کروائیں تا ان میں لوگوں کو عبادت کی سہولت میسر ہو۔ جِفَان جمع جَفْنَة کی ہے: بڑا لگن اور جَوَاب جمع جَابِيَة کی ہے: حَوْض ۔اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسافر خانے، لنگر خانے اور حوض بنوائے تا مہمانوں اور عام مسافروں کو آرام ملے اور سواری اور بار برداری کے جانور بھی پانی پئیں۔ بیت المقدس میں ۱۹۱٦ء تک پانی کی قلت تھی اور کُلِّيَّة صلاح الدین ایوبی میں بھی ایک زمین دوز بڑا اور گہرا پہاڑی حوض تھا جس میں برساتی پانی جمع رکھا جاتا اور سارا سال کام دیتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی طرح کا انتظام حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بھی وسیع پیمانہ پر کیا گیا تھا۔ جَفْنَة علاوہ لگن کے چھوٹے کنوئیں کو بھی کہتے ہیں۔ فلسطین و شام میں برسات پانچ چھ ماہ ہوتی ہے، پانی جمع رکھنے کا انتظام آسانی سے ہو جاتا ہے۔

قُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ: بڑی بڑی دیگیں۔ سورۃ سباء ہی کی مذکورہ بالا آیات کے تسلسل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ٥ (سبأ: ١٥) پھر جب ہم نے سلیمان کے لئے موت کا فیصلہ کیا تو ان (یعنی سرکش قوموں کو) اس کی موت کی صرف ایک زمین کے کیڑے نے خبر دی جو اس کے عصاء (حکومت) کو کھا رہا تھا۔ پھر جب وہ گر گیا تو جنوں پر ظاہر ہو گیا کہ اگر ان کو غیب کا علم ہوتا تو وہ ذلت والے عذاب میں پڑے نہ رہتے۔

دَآبَّةُ الْاَرْضِ کے معنی ہیں اَلْاَرْضَةُ: دیمک اور مِنْسَاَةٌ کے معنی ہیں عصا، جِفَان، جَوَاب، دَآبَّةُ الْاَرْضِ اور مِنْسَاَةٌ کے لغوی معنی مجاہدؒ، ابوعبیدہؒ اور حضرت ابن عباسؓ سے بواسطہ عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم مروی ہیں۔ (فتح الباری جزء ٦ صفحہ ۵۵۹) ان الفاظ سے مراد وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اسی طرح عصا سے سلطنت اور دابۃ الارض سے زمینی لوگ مراد ہیں جن کی نااہلیت اور نالائقی کی وجہ سے آل داؤد کی عظیم الشان مملکت برباد ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیٹے رحبعام نے اپنے باپ دادا کی سلطنت سنبھالنے میں کسی لیاقت اور قابلیت کا ثبوت نہیں دیا۔ یربعام نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں سلطنت کو بارہ ٹکڑے کرنے کی سازش کی تھی اور ان میں سے دس ٹکڑے رحبعام کو دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن اس نے انکار کر دیا تھا۔ پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کی سازش کا علم ہوا اور اسے سزا دینی چاہی تو وہ مملکت اسرائیل سے نکل گیا۔ یہی یربعام ان کی وفات کے بعد اپنے وطن میں واپس آیا اور پھر سازشوں میں مشغول ہو گیا اور مملکت کے حصے بخرے کرنے اور اسے پاش پاش کرنے میں اہل سازش کو کامیابی ہوئی اور مملکت یہودا پارہ پارہ ہو کر بیرونی حملہ آوروں کے سامنے سرنگوں ہو گئی۔ اسی کا ذکر آیت مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ میں ہے۔ رحبعام بن سلیمانؑ، یربعام کی ریشہ دوانیوں اور اس کی سازشوں کا مقابلہ نہ کر سکا نہ بنی اسرائیل کی بغاوت فرو کر سکا اور آخر اسی سے شکست کھائی۔ (سلاطین اوّل باب ۱۲ آیات ۲ تا ۲۰)

فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ٥ (سبأ: ١٥) یعنی

جب اجنبی محکوم قوموں کو علم ہوا کہ مملکت یہودا دراصل اندر سے کھوکھلی ہو چکی ہے تو انہیں اس بات سے حسرت ہوئی کہ کاش انہیں اندرون خانہ کا یہ حال پہلے معلوم ہوتا تو وہ اسرائیلی جوئے سے کبھی کے آزاد ہو چکے ہوتے۔

حضرت داؤد وحضرت سلیمان علیہما السلام کی خلافت موسویہ کے تعلق میں چوتھی آیت جس کا حُبُّ الْخَيْرِ سے حوالہ دیا گیا ہے وہ سورۃ ص کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے اور ہم نے داؤد کو سلیمان بخشا اور وہ بہت ہی اچھا بندہ تھا۔ وہ خدا تعالیٰ کی طرف بہت ہی جھکنے والا تھا۔ (اور یاد کر) جب اس کے سامنے شام کے وقت اعلیٰ درجہ کے گھوڑے پیش کئے گئے تو اس نے کہا: میں دنیا کی اچھی چیزوں سے محبت رکھتا ہوں کہ وہ مجھے میرے ربّ کی یاد دِلاتی ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ گھوڑے اوٹ میں آ گئے (اس نے کہا:) ان کو میری طرف واپس لاؤ (جب وہ آئے تو وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر تھپکنے لگا اور ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور اس کے تخت پر ایک بے جان جسم کو بٹھانے کا فیصلہ کیا۔ (پھر جب یہ نظارہ اس نے کشف میں دیکھا) تو وہ اپنے ربّ کی طرف جھکا اور سلیمان نے اپنے بیٹے کی حقیقت خدا سے معلوم کر کے کہا کہ اے میرے ربّ! میرے عیبوں کو ڈھانک دے اور مجھ کو ایسی بادشاہت عطا کر جو میرے بعد آنے والی اولاد کو ورثہ میں نہ ملے۔ تو یقیناً بڑا بخشنہار ہے اور ہم نے اس کے لئے ہوا کو خدمت پر لگا دیا جو ان کے حکم کے مطابق جدھر وہ جانا چاہتے تھے نرمی سے اسی طرف کو چلنے لگتی اسی طرح ہم نے جنّوں کو یعنی ان میں سے تمام انجینئروں، معماروں اور بعض غوطہ خوروں کو اس کی خدمت پر لگا دیا تھا اور کچھ اور لوگوں کو بھی جو زنجیروں میں بندھے رہتے تھے یہ ہماری بے حساب عطا ہے۔ (یعنی ہمارے فضل سے یہ کامیاب بیڑے تجھے ملے ہیں اور تجھے سرکش قوموں پر قبضہ ملا ہے۔) پس خواہ تو ان قوموں پر احسان کر اور خواہ جتنی مناسب سختی ہو ان سے کر۔

ان آیات کے بعض فقرات و الفاظ کی شرح حسب ذیل ہے:

(۱) اِنِّیْ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ: عَنْ حرف کا محل استعمال بسبب، بوجہ یا بباعث ہے۔ ترک کرنے یا دوری کے معنوں میں نہیں جیسا کہ بعض مفسرین سمجھتے ہیں اور اس کی یہ تفسیر کرتے ہیں کہ گھوڑ دوڑ دیکھنے میں ان گھوڑوں نے میری عصر کی نماز ضائع کر دی ہے۔ اس لئے ان کی پنڈلیاں غصے میں کاٹنے لگے۔ یہ تفسیر بالکل غلط ہے۔ اس لئے مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ کا مفہوم بجائے کاٹنے کے يَمْسَحُ اَعْرَافَ الْخَيْلِ وَعَرَاقِيْبَهَا کا ہے کہ ان کی گردنوں کے ایال اور پیٹھوں پر ہاتھ پھیرنے لگے کہ وہ گھوڑے عمدہ اور اصیل ثابت ہوئے۔ یہ معنے ابن جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کئے ہیں۔ عَرَاقِيْب جمع عُرْقُوْب ہے پیٹھ کا پچھلا حصہ۔ کسی غیر معروف راوی نے حسن بصریؒ سے ضَرْب کے معنی روایت کئے ہیں یعنی مارنا۔ ابن جریر مفسر نے پہلی روایت کو زیادہ صحیح مانا ہے۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ ۵۵۹) ضَرْب کے معنی تھپکنا بھی ہیں۔ پوری آیات یہ ہیں: فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝ (ص: ۳۳، ۳۴) { تو اس نے کہا: یقیناً میں مال

کی محبت اپنے ربّ کی یاد کی وجہ سے کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ وہ اوٹ میں چلے گئے۔ (اس نے کہا:) انہیں دوبارہ میرے سامنے لاؤ۔ پس وہ (ان کی) پنڈلیوں اور گردنوں پر (پیار سے) ہاتھ پھیرنے لگا۔}

(۲) اَلْأَصْفَاد کے معنی ہیں: الْوِثَاق بندھن یعنی طوق اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے جنگی قیدی۔

(۳) قَالَ مُجَاهِدٌ الصَّافِنَات: اصیل گھوڑے جن کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اگلی ٹانگیں جوڑ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک ٹانگ کا سُم زمین سے کچھ اُٹھا ہوا اسے چھو رہا ہوتا ہے۔ عربی زبان میں صَفَنَ الْفَرَس کے یہی معنے ہیں کہ گھوڑا اگلا سُم اُٹھائے اور اس کے ناخن پر کھڑا رہے۔ الْجِيَاد، جَوَاد کی جمع ہے اور اس کے معنے ہیں سبکسار، تیز رَو۔ نیز جَوَاد کے معنی ہیں سخی۔ جَسَدًا بمعنی شَيْطَانًا۔ أَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهٖ ہم نے اس کے تختِ حکومت پر ایک شیطان صفت بے جان انسان جانشین کیا جو جسم بلا روح تھا۔ فریابی نے یہ شرح بواسطہ ورقاء اور بروایت ابن ابی نجیح مجاہدؒ سے نقل کی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بیٹا رحبعام ایک کمزور انسان تھا۔ اس کے عہد میں یربعام مملکت اسرائیل کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ دس حصے خود سنبھالے اور دو حصے رحبعام کو دیئے۔

بتایا جا چکا ہے کہ یربعام حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں کامیاب نہیں ہوا اور کوہستانی علاقے کی طرف بھاگ گیا تھا اور ان کی وفات کے بعد واپس آیا اور سوائے دو قبیلوں (یہودا اور بن یامین) کے باقی قبائل اسرائیل نے اس کا ساتھ دیا اور وہ ان پر حکومت کرنے لگا۔ (سلاطین اول باب ١٢ آیات ١٨ تا ٢٠) اور ان سے بچھڑے وغیرہ معبودانِ باطلہ کی پرستش کروائی۔ (سلاطین اوّل باب ١٢ آیات ٢٨ تا ٣١) نیز باب ١٤ آیات ١٥ تا ٢٤ بھی دیکھئے۔

موخر الذکر حوالہ سے ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل یربعام کی بدتاثیر سے اپنے عقائد و کردار میں بگڑ گئے اور مشرک اقوام کی نقل کرنے لگے اور یہی أَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا کی شرح ہے۔ جملہ أَلْقَى عَلَيْهِ میں دونوں مفہوم مقدر ہیں۔ جانشین تخت اس لحاظ سے جسم بلا جان تھا کہ اپنی سلطنت سنبھال نہ سکا اور سلطنت کا دشمن جسم بلا روح تھا کہ وہ بدعقیدہ و بدکردار تھا۔

امام بخاریؒ نے اس تعلق میں آصف جنی وغیرہ سے متعلق روایتیں نظر انداز کر دی ہیں کہ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی دیکھنے کے بہانے سے سمندر میں ڈال دی تھی۔ جس کی وجہ سے سلطنت حضرت داؤد علیہ السلام کے گھرانے سے ضائع ہو گئی۔

۴) رُخَآءً: طَيِّبَةً. رِيْحًا طَيِّبَةً. عمدہ ہوا، بادِ موافق جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیڑے سمندر میں دور دراز ملکوں کو سامانِ تجارت لے جانے اور وہاں سے لانے میں مدد دیتی تھی۔ حَيْثُ أَصَابَ: حَيْثُ شَآءَ۔ جہاں تجارتی سامان بھیجنا مناسب سمجھتے۔ فَامْنُنْ: اَعْطِ۔ یعنی دے، بِغَيْرِ حِسَابٍ: بِغَيْرِ حَرَجٍ۔ یعنی بغیر تنگی محسوس کئے یا روک ٹوک۔ اپنی مرضی کے موافق خرچ کرے۔ مذکورہ بالا الفاظ کے یہ معانی فریابیؒ نے مجاہدؒ سے نقل کئے ہیں۔
(فتح الباری جزء٦ صفحہ٥٦٠)

مذکورہ بالا الفاظ کی شرح کے بعد پانچ روایتیں درج ہیں۔ پہلی روایت کی شرح **کتاب الصلاۃ باب٥٧** میں ملاحظہ ہو۔ ایک نئی سند سے یہاں اس کا تکرار ہے۔ دوسری روایت بھی حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اور مُعَنْعَنْ ہے۔ یہ روایت **کتاب الجهاد** باب٢٣ میں گزر چکی ہے اور **کتاب الایمان والنذور** روایت نمبر٦٦٣٩ میں بھی آئے گی۔ اس کے راوی متعدد ہیں اور بیویوں کی تعداد روایات میں مختلف بیان ہوئی ہے۔ روایت نمبر٣٤٢٤ میں ستر بیویوں کا ذکر ہے اور یہی روایت ایک اور طریق سے سفیان بن عیینہؒ نے ابوالزناد سے **کتاب کفارۃ الایمان** روایت نمبر٦٧٢٠ میں نقل کی ہے۔ امام مسلم[١] نے بھی بروایت ابن ابی عمر، سفیان سے یہی نقل کیا ہے۔ ابن حبان[٢] نے ابوالزناد سے سو عورتوں اور نسائی[٣] نے نوے عورتوں سے نکاح کرنے کا ذکر کیا ہے۔ طاؤسؒ نے بواسطہ معمرؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے یہی تعداد بیان کی ہے۔[٤] امام احمد بن حنبلؒ[٥] نے طاؤس سے بروایت عبدالرزاق سو اور امام مسلمؒ نے ستر تعداد نقل کی ہے[١] اور بخاری کتاب التوحید روایت نمبر٧٤٦٩ میں منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ساٹھ بیویاں تھیں۔ یہ روایت ابن سیرین کی ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہی ہیں۔ اور امام احمد بن حنبلؒ اور ابوعوانہ نے اسی سند میں سو عورتوں کا ذکر کیا ہے[٦] اور بسند جعفر بن ربیعہ ابن سیرین کی روایت کتاب الجہاد میں گزر چکی ہے کہ ان کی سو یا ننانوے جوروئیں تھیں۔ (روایت نمبر٢٨١٩) امام ابن حجرؒ نے متعدد سندیں نقل کر کے خلاصہ یہ دیا ہے کہ تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔ ساٹھ، ستر، نوے، ننانوے، یک صد۔ ان میں بعض آزاد گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں اور بعض دستور زمانہ کے مطابق کنیزیں تھیں۔ لیکن ستر کا عدد مبالغہ یعنی کثرت پر دلالت کرتا ہے اور اکثر شارحین کی یہی رائے ہے۔ اس بارہ میں بعض راویوں نے تو ایک ہزار تعداد بھی نقل کی ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے محلات کی تفصیل تک بتائی ہے کہ اتنے چوبی محل اور اتنے شیش محل جن میں تین سو شریف زادیاں اور سات سو لونڈیاں تھیں۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ٥٦١) گویا انہیں عورتوں سے شغف کے سوا اور کوئی شغل ہی نہ تھا۔ (نعوذ باللہ)

مذکورہ بالا مبالغہ آمیزی کا مصدر اسرائیلی روایتیں ہی ہیں جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح ان روایات سے پیدا کردہ غلط فہمی دور فرمائی اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام سے متعلق بھی جیسا کہ ابھی قدرے تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

---

[١] (صحيح مسلم، كتاب الأيمان، باب الاستثناء)
[٢] (صحيح لابن حبان، كتاب الأيمان، ذكر الخبر الدال على أن الحالف اذا أراد أن يحلف، جزء١٠ صفحہ١٨٠)
[٣] (سنن النسائی، كتاب الأيمان، باب اذا حلف فقال له رجل ان شاء الله هل له استثناء)
[٤] (سنن النسائی، كتاب الأيمان، باب الِاستثناء)
[٥] (مسند احمد بن حنبل ، مسند المكثرين، مسند ابى هريرة، جزء٢ صفحہ٢٧٥)
[٦] (مسند احمد بن حنبل، مسند المكثرين، مسند أبى هريرة، جزء٢ صفحہ٢٢٩)
(مستخرج أبى عوانة، أبواب فى الأيمان، بيان ذكر الخبر المبيح للحالف إذا استثنى، جزء٧ صفحہ١٠٥)

آیا مذکورہ بلا روایات کا منبع ومصدر اسرائیلی روایات ہیں، اس کے لئے دیکھئے سلاطین اوّل کا باب ۱۱ جو اِن الفاظ سے شروع ہوتا ہے:

''اور سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں سے یعنی موآبی، عمونی، ادومی، صَیدانی اور حِتّی عورتوں سے محبت کرنے لگا۔ یہ ان قوموں کی تھیں جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم ان کے بیچ نہ جانا اور نہ وہ تمہارے بیچ آئیں۔ کیونکہ وہ ضرور تمہارے دلوں کو اپنے دیوتاؤں کی طرف مائل کرلیں گی۔ سلیمان ان ہی کے عشق کا دَم بھرنے لگا اور اس کے پاس سات سو شہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں اور اس کی بیویوں نے اس کے دل کو پھیر دیا۔''

(سلاطین اوّل باب ۱۱ آیات ۱ تا ۴)

یہ وہ الزام ہے جس کی اشاعت سے بنی اسرائیل کو حضرت سلیمانؑ کے خلاف بھڑکایا گیا۔ یربعام کی عداوت تو مشہور ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ ہی میں ظاہر ہوگئی تھی اور اس نے فلسطین سے بھاگ کر مصر وغیرہ میں پناہ لی تھی اور ان کی وفات کے بعد رحبعام کے ساتھ عہد وفاداری قائم کرنے کے لئے لوٹ آیا۔ مگر دَر پردہ حضرت داؤد و حضرت سلیمان علیہما السلام کے خاندان کے ساتھ اس کی عداوت ویسی ہی تھی۔ اس تعلق میں دیکھیں تواریخ دوم باب ۱۰، ۱۱۔ اور سلاطین اول باب ۱۱ ہی میں دیگر سرداران بنی اسرائیل کی بغاوت اور ان کے راہ فرار اختیار کرنے اور دوسرے ملکوں میں پناہ لینے کا ذکر ہے۔ جن میں ادومی سردار ہدد کا نام بھی ہے کہ وہ بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کا مخالف تھا۔ اسی قسم کی مخالفت ان بے ہودہ قصے کہانیوں کا چرچا دینے کا باعث ہوئیں۔ جنہیں بعض ناواقف حال مفسرین وشارحین نے اپنی کتابوں میں درج کرلیا ہے۔ یہی باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی سنی سنائی جاتی تھیں۔ آپؐ نے کثرت ازدواج کا اصل باعث جہاد فی سبیل اللہ سے متعلق حضرت سلیمان علیہ السلام کی نیت صالحہ بتائی کہ ان کے اپنے بیٹے ان کی اس میں مدد کریں گے اور ان پر اعتماد کیا جاسکے گا۔ یہ خیال دراصل مقام توکل کے اسی طرح منافی ثابت ہوا جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کا مردم شماری کرنے پر اپنی کثرت تعداد کا خیال۔ دونوں خیال ایک ہی نوعیت کے ہیں۔ کامیابی وناکامی کا دارومدار کثرت وقلت پر نہیں بلکہ الٰہی نصرت وفضل پر ہے۔ یہی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت مذکور بالا سے صحابہ کے ذہن نشین فرمائی ہے اور آپؐ کے صحابہ کرام جب تک زندہ رہے اسی نقطہ توحید پر قائم وعمل پیرا رہے۔

قدیم زمانہ میں (بلکہ اب بھی) مصاہرت (تعلق دامادی) کو بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ مفتوحہ ممالک کے بادشاہ خواہش رکھتے تھے کہ فاتح گھرانے کے ساتھ تعلق مصاہرت قائم ہو، تا ہر قسم کے خدشات سے مامون ومحفوظ رہیں۔ فاتح کو بھی یقین ہوجائے کہ کوئی باعث عداوت باقی نہیں رہا۔ عہد نامہ قدیم کے صحیفوں سے ظاہر ہے کہ ہمسایہ اقوام مصر وعراق

وغیرہ کے شاہان نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے تعلقات حرم وحریم پیدا کئے۔اس جہت سے روایت نمبر۳۴۲۴ صحیح ہے اور واقعات سے رحبعام بن سلیمان کی عدم قابلیت سے متعلق تصدیق ہو چکی ہے۔اس لئے نہ سند روایت کے اعتبار سے یہ روایت کمزور ہے اور نہ درایت کے اعتبار سے۔البتہ چونکہ روایت زیر باب بالعموم مُعَنْعَنْ ہی مروی ہے اس لئے غالب قیاس یہی ہے کہ راوی کے الفاظ کا ہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

باب کی تیسری روایت حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ہے اور مُعَنْعَنْ ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے ظاہر ہے کہ ان کے مسجد حرام (بیت اللہ) اور مسجد اقصیٰ کے درمیان فرق سے متعلق استفسار کا منشاء یہ تھا کہ ان میں نمازیں پڑھنے کی فضیلت وثواب کتنا ہے۔آپؐ نے چالیس (سال) بتا کر اس غلط فہمی کا تدارک فرمادیا کہ اصل ثواب تو ہر وقت حکم کی اطاعت سے ہے نہ جگہ سے، ساری زمین ہی میری امت کے لئے پاک ہے۔جہاں نماز کا وقت آئے پڑھ لی جائے۔مسجد ہو یا غیر مسجد۔سابقہ امتیں تو مخصوص عبادت گاہوں پر ہی انحصار رکھتی تھیں لیکن امت محمدیہ کو ادائے فریضہ عبادت میں سہولت دی گئی ہے اور اس میں اس امت کو ان پر فضیلت حاصل ہے کہ وہ عبادت میں کسی خاص جگہ کی پابند اور ذکر الٰہی کے لئے محدود نہیں کی گئی۔اس فضیلت کے تعلق میں دیکھئے کتاب التیمم تشریح روایت نمبر۳۳۵۔اس روایت سے بھی ظاہر ہے کہ ابواب زیر شرح کا موضوع درحقیقت موازنہ ہی ہے جیسا کہ آگے یہ امر زیادہ سے زیادہ واضح اور نمایاں ہوتا جائے گا۔

روایت نمبر۳۴۲٦ کتاب الرقاق روایت نمبر٦۴۸۳ میں اسی سند سے مروی ہے۔اس روایت میں صرف تمثیل مذکورہ بالا ہی ہے۔حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے فیصلہ کا ذکر نہیں جو اسی سند سے ایک لمبی روایت کا حصہ ہے۔امام ابن حجرؒ نے کتاب الوضوء روایت نمبر۲۳۸، ۲۳۹ و کتاب الجمعۃ روایت نمبر۸۷٦ و کتاب الدیات روایت نمبر ٦۸۸۷، ٦۸۸۸ و کتاب الفرائض روایت نمبر٦۷٦۹ سے امام بخاریؒ کے اس قسم کے تصرف کی مثالیں دی ہیں جو بظاہر نفس موضوع کے لحاظ سے بے جوڑ معلوم ہوتی ہیں۔لیکن انہیں اکٹھا بیان کرنے میں کوئی نہ کوئی غرض ان کے مدنظر ہوتی ہے۔مثلاً کتاب الوضوء روایت نمبر۲۳۸، ۲۳۹ میں مذکورہ بالا سند ہی سے دو الگ الگ روایتیں اکٹھی نقل کی گئی ہیں۔یعنی حدیث نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ جو کتاب الانبیاء میں زیر باب۵۴ مذکور ہے اور وہاں لَا يَبُوْلَنَّ والی حدیث مذکور نہیں۔کیونکہ اس سے متعلق روایت علیحدہ ہے۔گو سند روایت حضرت ابوہریرہؓ ہی کی ہے اور انہی کی سند سے کتاب الجہاد میں حدیث مَنْ اَطَاعَنِيْ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ سے قبل حدیث نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ بھی مروی ہے۔(دیکھئے باب۱۰۹ روایت نمبر۲۹۵٦) غرض کسی نہ کسی تعلق کی وجہ سے صحیح بخاری کی متعدد جگہوں میں یہ تصرف پایا جاتا ہے۔جیسا کہ یہاں باب۴۰ کی آخر میں دو مختلف روایتیں جمع کردی گئی ہیں۔ان میں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلہ والی روایت کا تعلق تو بظاہر نظر باب سے واضح ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قوت محاکمہ میں اپنے والد حضرت داؤد علیہ السلام سے بڑھے ہوئے تھے۔انہوں نے شہادت کی عدم موجودگی میں صرف قبضہ کی بناء پر بڑی عورت کے پاس بچہ رہنے کا فیصلہ کیا

اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے قوت استدلال سے بآسانی معلوم کر لیا کہ دراصل بچہ چھوٹی عورت کا ہے۔ حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام نہ صرف باپ اور عالی مقام اولعزم نبی بلکہ بانیٔ مملکت یہودا تھے۔ موضوع ابواب (موازنہ و مقابلہ) کے تعلق میں حدیث کے دوسرے حصے سے یہ بتایا گیا ہے کہ تابع نبی اور جانشین بسا اوقات بعض امور میں نبی متبوع سے ممتاز ہو سکتا ہے اور یہ فضیلت جزوی متبوع کی شان وعظمت کے خلاف نہیں بلکہ اسے بڑھانے والی ہوتی ہے جیسا کہ حضرت سلیمانؑ کے ہاتھوں سے ان کے باپ کی مملکت نے بہت بڑی وسعت اختیار کی۔ لیکن ان کے جانشین رحبعام کے عہد میں اس کی کمزوری کی وجہ سے پارہ پارہ ہوگئی اور وہ اپنے دشمنوں کو مغلوب نہ کر سکا۔

یہ خلاصہ ہے باب ۴۰ کی روایتوں کا اور اسی تعلق میں ابوالیمان کی سند سے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت (نمبر ٣٤٢٦) ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے متعلق ہے اور كَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْقَدَ نَارًا کی جو مثال اس میں بیان کی گئی، قرآنِ مجید میں یہ مثال سورۃ البقرۃ کے دوسرے رکوع میں وارد ہوئی ہے اور اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں مشرکوں اور کافروں کے انجامِ بد کا ذکر ہے کہ وہ اسی آگ میں بھسم ہو جائیں گے جو آپؐ کے خلاف بھڑکائی جائے گی۔ چنانچہ وہ جنگ کی آگ تھی جو اوائل بعثت محمدیہ اور اس کی خلافت اولیٰ کے عہد میں بھڑکائی گئی تھی اور جو اس کا انجام ہوا، وہ تاریخ کا علم رکھنے والوں کو معلوم ہے اور دوسری آگ فتنہ دجال والی ہے جس کے ظہور و انجام کی پیشگوئی نہ صرف قرآنِ مجید کی سورۃ تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ وَتَبَّ وغیرھا میں ہے۔ بلکہ احادیث میں بھی بالوضاحت ہے جن میں سے ایک حدیث باب ۴۰ والی ہے جس میں مَثَلِيْ وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ کی تمثیل بیان ہوئی ہے۔ امام ابن حجرؒ و امام نوویؒ وغیرہ شارحین حدیث نے اس کا مفہوم بایں الفاظ بیان کیا ہے: مَقْصُوْدُ الْحَدِيْثِ اَنَّهُ ﷺ شَبَّهَ الْمُخَالِفِيْنَ لَهُ بِالْفَرَاشِ وَتَسَاقُطِهِمْ فِي نَارِ الْآخِرَةِ بِتَسَاقُطِ الْفَرَاشِ فِي نَارِ الدُّنْيَا مَعَ حِرْصِهِمْ عَلَى الْوُقُوْعِ فِيْ ذٰلِكَ وَمَنْعِهِ اِيَّاهُمْ. وَالْجَامِعُ بَيْنَهُمَا اِتِّبَاعُ الْهَوٰى وَضَعْفُ التَّمْيِيْزِ وَحِرْصُ كُلٍّ مِّنَ الطَّائِفَتَيْنِ عَلٰى هَلَاكِ نَفْسِهِ۔ قاضی علامہ ابوبکر بن العربی کو بھی مذکورہ بالا مفہوم کی نسبت اتفاق ہے بلکہ ان کی رائے ہے: هٰذَا مَثَلٌ كَثِيْرُ الْمَعَانِيْ کہ یہ تمثیل محدود معنوں میں نہیں بلکہ بہت معانی پر مشتمل ہے۔ امام غزالی بھی اس سے متفق ہیں اور ان کا قول ہے: التَّمْثِيْلُ وَقَعَ عَلٰى صُوْرَةِ الْاِكْبَابِ عَلَى الشَّهَوَاتِ مِنَ الْاِنْسَانِ بِاِكْبَابِ الْفِرَاشِ عَلَى التَّهَافُتِ فِي النَّارِ. اور اس پر اضافہ یہ فرمایا ہے کہ آدمی کی جہالت پروانہ، پتنگ، ٹڈی وغیرہ حشرات الارض سے بڑھ کر ہے کہ ان کا عذاب تو اس آگ میں جل کر ختم ہو جاتا ہے لیکن ان کے برعکس انسان کے حرص و ہوا اور طمع و شہوت کی آگ اُسے اُخروی آگ تک لے جاتی ہے۔ (فتح الباری جزء ٦ صفحہ ٥٦٥، ٥٦٦)

مذکورہ بالا شرح تمثیل سے ظاہر ہے کہ ان ابواب کا دراصل موضوع موازنہ ہے۔ ان میں بتایا گیا ہے کہ بعثت موسویہ اور اس کی خلافت کا انجام سب کو معلوم ہے۔ کفر و شرک کا استیصال ان کے ذریعہ محدود دائرہ میں اور ایک محدود حد تک

ہوسکا مگر اس کے برعکس شرک کا خاتمہ اور توحید کا قیام بعثت محمدیہ اور اس کی خلافت کے لئے مقدر ہے۔ یہ وہ موضوع ہے جس کے لئے باب ۴۰ کی روایت نمبر ۳۴۲۶ میں یہ ضمنی ٹکڑا حدیث لایا گیا ہے جو دور سے کوڑی لانے والی بات ہے۔

یہ امر کہ آخری روایت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے جس فیصلہ کا ذکر ہے اس کا وجود اسرائیلی روایات میں موجود ہے یا نہیں؟ سو اس تعلق میں دیکھئے سلاطین اوّل باب ۳ جس میں نہ صرف یہ واقعہ مذکور ہے بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کا بھی ذکر ہے کہ انہیں اپنی قوم کا انصاف کرنے کے لئے سمجھنے والا دل عنایت کیا جائے جو خارق عادت صورت میں قبول ہوئی۔ سلاطین کے اس باب میں حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ کا ذکر نہیں اور نہ بھیڑیئے کا ذکر۔ باقی قصہ بعینہٖ موجود ہے۔

واقعہ جو روایت میں بیان ہوا ہے اس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔ جیسا کہ الفاظ وَقَالَ كَانَتِ امْرَأَتَانِ سے ظاہر ہے۔ امام ابن حجرؒ نے لکھا ہے: لَيْسَ فِيْ سِيَاقِ الْبُخَارِيِّ تَصْرِيْحٌ بِرَفْعِهِ - صحیح بخاری کے سیاق کلام میں تصریح نہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے اسے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بلفظہٖ نقل کیا ہے۔ لیکن ابوالیمانؒ راوی کی ہی سند سے کتاب الفرائض باب ۳۰ میں یہ حدیث مرفوع نقل کی گئی ہے، دیکھئے روایت نمبر ٦٧٦٩۔
(فتح الباری جزء ٦ صفحہ ٥٦٦)

حضرت ابو ہریرہؓ تک راوی، تبع تابعین اور تابعین ہیں اور روایت مُعَنْعَن ہے۔ اس لئے بعید نہیں کہ کچھ تبدیلی بعد کے راویوں سے ہوئی ہو۔ لیکن بلحاظ نفس مضمون وسند کے یہ روایت صحیح ہے۔ سورۃ الانبیاء آیات ۷۹، ۸۰ میں ایک متنازعہ حَرْث (کھیتی) کا ذکر ہے۔ جس کی نسبت بتایا گیا ہے کہ اس کا تعلق حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں کے ساتھ تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کی سمجھ دی گئی جو انہوں نے حل کر لیا۔ اس نزاع کا تعلق مذکورہ بالا واقعہ سے نہیں جو انفرادی نوعیت کا ہے۔ سورۃ الانبیاء والا واقعہ نزاع قومی ہے۔ (اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ) قوم کی بکریاں کھیتی چر گئیں۔ غَنَمُ الْقَوْمِ بطور استعارہ وارد ہوا ہے اور اس سے ہمسایہ ملک کی رعایا مراد ہے جنہوں نے مملکت یہود کو اپنی یلغاروں سے دہشت زدہ کر دیا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں ان کا مقابلہ شروع ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں وہ مغلوب ہوئیں۔ اس لئے اگر کسی بعد کے راوی کا ذہن فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ سے اس طرف منتقل ہوا ہے کہ باپ کو جو بات سمجھ نہیں آئی وہ بیٹے کو آ گئی تو غلط مبحث ہوگا۔ کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عدم فہم کا محولہ بالا آیت میں ذکر نہیں۔ بلکہ فَفَهَّمْنَا (ھا کی شد) سے بتایا گیا ہے کہ جس بات کا فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کیا تھا کہ مملکت یہود کا امن بحال نہیں ہوسکتا جب تک ہمسایہ قومیں مغلوب نہ ہوں اس کی تکمیل حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں سے ہوئی۔ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا دونوں اس بارے میں حکمت و علم دیئے گئے تھے۔ مملکت کی بنیادیں اوّل الذکر کے ذریعہ سے اٹھائی گئی تھیں اور اسے وسعت و عظمت ثانی الذکر کے ذریعہ سے حاصل ہوئی۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے منصب فرضی کے اعتبار سے ممتاز تھا۔ ایسی فضیلت تو قابل ستائش و مدح ہے نہ جائے مذمت و اعتراض۔

بَاب ٤١ : قَوْلُ اللهِ تَعَالَى وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ إِلَى قَوْلِهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (لقمان:١٣-١٩)

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی یہ کہ وہ اللہ کا شکر گزار رہو......
اللہ یقیناً ہر شیخی کرنے والے اور فخر کرنے والے سے پیار نہیں کرتا

وَلَا تُصَعِّرْ (لقمان: ١٩) الإِعْرَاضُ بِالْوَجْهِ.

آیت وَلَا تُصَعِّرْ میں صَعَرَ کے معنی ہیں: منہ پھیرنا اور وَلَا تُصَعِّرْ کے معنی ہیں: منہ نہ پھیرنا۔

٣٤٢٨: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (الأنعام:٨٣) قَالَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّنَا لَمْ يَلْبِسْ إِيْمَانَهُ بِظُلْمٍ فَنَزَلَتْ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان: ١٤)

۳۴۲۸: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے علقمہ سے، علقمہ نے حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے مخلوط نہیں کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے کہا: ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے اپنے ایمان کو گناہ سے نہیں ملایا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: اللہ کا شریک نہ ٹھہرا۔ شرک یقیناً بہت ہی بڑا ظلم ہے۔

اطرافهُ: ٣٢، ٣٣٦٠، ٣٤٢٩، ٤٦٢٩، ٤٧٧٦، ٦٩١٨، ٦٩٣٧۔

٣٤٢٩: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اَلَّذِيْنَ

۳۴۲۹: اسحاق (بن راہویہ) نے ہم سے بیان کیا کہ عیسیٰ بن یونس نے ہمیں خبر دی۔ اعمش نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابراہیم (نخعی) سے، ابراہیم نے علقمہ سے، علقمہ نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ

اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شَقَّ ذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ أَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ قَالَ لَيْسَ ذَلِكَ إِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ أَلَمْ تَسْمَعُوْا مَا قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان: ١٤)

سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے مخلوط نہیں کیا۔ مسلمانوں پر شاق گزرا اور انہوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے اپنی جان پر ظلم نہیں کیا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ مراد نہیں یہ تو صرف شرک ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا جو لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا جبکہ وہ اس کو نصیحت کر رہے تھے۔ اے میرے بیٹے! اللہ کا شریک مت ٹھہرا کیونکہ شرک یقیناً بہت بڑا گناہ ہے۔

اطرافہُ: ٣٢، ٣٣٦٠، ٣٤٢٨، ٤٦٢٩، ٤٧٧٦، ٦٩١٨، ٦٩٣٧۔

تشریح۔ **وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ:** حضرت لقمان علیہ السلام دانشوران زمانہ قدیم میں سے تھے اور وہ سامی نژاد اہل شیبہ (شمالی مصر) میں سے تھے۔ یورپین محققین نے انہیں اساطیری اشخاص میں شمار کیا ہے جو تعصب یا جہالت ہے۔ ورنہ زمانہ جاہلیت کے عربی اشعار و حکایات وغیرہ اور اوائل اسلام میں ان کا تذکرہ پایا جاتا ہے اور ان کی طرف حکمت و دانائی کی باتیں منسوب کی جاتی ہیں۔ ہر قوم و ملت میں ایسے اشخاص اور ان کے پرحکمت کلام کا ذکر بطور ضرب المثل ملتا ہے۔ جن کے حالات تاریخ نے تو قلم بند نہیں کئے مگر قوم نے ان کی قدر کی اور اس کے حافظہ نے انہیں محفوظ رکھا ہے۔ قرآنِ مجید میں لقمان نام کی سورۃ ہے جس میں انہیں حکمت و دانائی دیئے جانے کا ذکر معنونہ الفاظ باب سے شروع ہوتا ہے اور یہ سرنامہ الفاظ وہی ہیں جن سے حضرت داؤد و حضرت سلیمان علیہما السلام کا ذکر شروع ہوتا ہے اور ان کی جو تعلیم سورۃ لقمان کے دوسرے رکوع میں بیان ہوئی ہے وہ توحید باری تعالیٰ، محبت و اطاعت و عبادت الٰہی پر مشتمل اور شرک کے خلاف ہے اور اس کے علاوہ والدین سے خواہ مشرک ہی ہوں نیک سلوک اور دیگر پسندیدہ آداب معاشرہ کی تلقین اور ناپسندیدہ باتوں کی ممانعت سے متعلق ہے جو آیت وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝ (لقمان: ٢٠) تک ہے۔ یعنی حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو کہا کہ اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو دھیما رکھا کر (کیونکہ) آوازوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ آواز گدھے کی آواز ہے جو بہت اونچی ہوتی ہے۔

امام بخاریؒ نے عنوانِ باب میں صرف پہلی دو آیتوں پر اکتفا کیا ہے۔ ان آیتوں کا ذکر حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے ذکر کے تسلسل میں دلالت کرتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک حضرت لقمان علیہ السلام

بھی زمرۂ انبیاء اور اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ کی صف میں شامل ہیں۔یادر ہے کہ قطع نظر اس سے کہ کوئی رسول و نبی عبرانی الاصل یا عربی النسل یا اجنبی النسل اور غیر قوم میں سے ہو، اسلام نے اسے اپنایا ہے اور ان میں تمیز نہیں کی۔ فرماتا ہے: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْکَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْکَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّأْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِکَ الْمُبْطِلُوْنَ ۞ (المؤمن: ٧٩) اور ہم نے تجھ سے پہلے کئی رسول بھیجے تھے۔ بعض کا ذکر ہم نے تیرے سامنے کر دیا ہے اور بعض کا ذکر ہم نے تیرے سامنے نہیں کیا اور کسی رسول کی یہ طاقت نہیں کہ خدا کے حکم کے بغیر کوئی کلام لے آئے اور جب اللہ تعالیٰ کا حکم آجاتا ہے تو حق کے مطابق فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور جھوٹ بولنے والے لوگ گھاٹے میں پڑ جاتے ہیں۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ جن رسولوں کا ذکر قرآن مجید میں نہیں وہ بھی جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ میں شامل اور قابل تسلیم و اقتداء ہیں۔امام بخاریؒ نے یہی بات ذہن نشین کرانے کی غرض سے سورۃ لقمان کے دوسرے رکوع کی آیات میں سے وَلَا تُصَعِّرْ کو نمایاں کر کے اس کے مفہوم (اَلْاِعْرَاضُ بِالْوَجْهِ) روگردانی کی طرف توجہ منعطف کی ہے کہ غیر مذکورہ انبیاء بھی قبول کئے جائیں اور ان سے اس لئے منہ نہ پھیرا جائے کہ وہ غیر اقوام کے رسول ہیں۔الفاظ لَا تُصَعِّرْ گو صیغہ نہی ہے لیکن اس میں اثبات کا مفہوم مضمر ہے۔ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ (لقمان: ١٩) اور لوگوں سے روگردانی نہ کر یعنی ان سے خندہ پیشانی سے مل۔ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا (لقمان: ١٩) اور زمین میں تکبر سے مت چل یعنی فروتنی اختیار کر۔غرض آیت لَا تُصَعِّرِ کی شرح زیر عنوان بلا وجہ نہیں۔یہی ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ تمام رسولوں کو بلا تمیز مانا جائے۔ لَا تُصَعِّرْ کی مذکورہ بالا تفسیر طبری نے عکرمہؒ سے نقل کی ہے اور انہوں نے ہی بسند علی بن ابی طلحہ حضرت ابن عباسؓ سے لَا تَتَكَبَّرْ عَلَيْهِمْ نقل کئے ہیں اور لکھا ہے کہ تَصْعِيْر (باب تفعیل) صَعَر سے ہے جو اونٹ کی بیماری ہے جس سے اس کی گردن مڑ جاتی ہے۔متکبر انسان بالعموم منہ پھلا کے گردن موڑے رکھتا ہے۔(فتح الباری جزء٦ صفحہ٥٦٩) روایت زیر باب دو سندوں سے مروی ہے اور اس میں سورۃ الانعام کی آیت کے حوالہ سے آیت اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ کا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔اس کی شرح کے لئے دیکھئے کتاب التفسیر، سورة الأنعام، باب٣۔

بَاب ٤٢ : وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ الْآيَةَ (يٰسٓ: ١٤)

(یہ جو فرمایا:) اور تو ان کے سامنے ایک گاؤں والوں کی حالت بیان کر......

فَعَزَّزْنَا (يٰسٓ: ١٥) قَالَ مُجَاهِدٌ شَدَّدْنَا. وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ طَآئِرُكُمْ (يٰسٓ: ٢٠) مَصَائِبُكُمْ.

(یہ جو فرمایا:) فَعَزَّزْنَا مجاہد نے کہا: اس کے معنی ہیں ہم نے اس کو مضبوط کیا۔(یہ جو آیا ہے:) طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ اس کے معنی ہیں تمہاری مصیبتیں تمہارے ہی ساتھ ہیں۔

تشریح: وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ......: سورۃ یٰس کی جس آیت کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں بطور تمثیل بستی والوں کی تکذیب کا ذکر ہے۔ضرب المثل میں کسی خاص بستی اور تین رسولوں کی تحقیق ونامزدگی خارج از بحث ہے اور امام بخاریؒ نے آیت کا حوالہ دے کر باب کے تحت کوئی روایت نقل نہیں کی جس سے ظاہر ہے کہ تفاسیر میں جن کمزور روایات کی بنا پر انطاکیہ شہر اور یوشع بن نون اور یٰسین کے ذریعہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے محمد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کئے جانے کا ذکر وارد ہوا ہے، وہ امام موصوف کے نزدیک نظر انداز کرنے کے قابل ہیں۔بعض روایتوں میں صادق،صدوق اور شلوم نام کے رسول مذکور ہیں۔حتیٰ کہ شمعون، یوحنا اور بولص (پولوس) کا نام بھی ہے۔یہ سب روایات ضعیف ہیں۔(فتح الباری جزء٦ صفحہ٥٦٩)

امام موصوف نے معنونہ آیات سے صرف لفظ فَعَزَّزْنَا اور طَائِرُكُمْ نمایاں کر کے اس کی شرح شَدَّدْنَا اور مَصَائِبُكُمْ سے کی ہے یعنی مضبوط کیا اور تمہاری مصیبتیں۔ان سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ شارع نبی کی مدد تابع نبی سے اس وقت ہوتی ہے جب قوم مصائب میں مبتلا ہو اور شریعت متروک ہو۔اس وقت تابع نبی کی بعثت امت کے لئے بطور رحمت ہوتی ہے۔جس سے کمزوری کے بعد وہ طاقت حاصل کرتی ہے۔یہی امر وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا أَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ سے تمثیلاً واضح کیا گیا ہے اور امام بخاریؒ نے لفظ شَدَّدْنَا سے اسے نمایاں کیا ہے۔ طَائِرُكُمْ (مَصَائِبُكُمْ) سے یہ آیت مراد ہے: قَالُوْا طَائِرُكُمْ مَّعَكُمْ ....(یٰسٓ:٢٠) انہوں نے کہا کہ تمہارا عمل تو تمہارے ساتھ ہے۔(تم جہاں بھی ہوگے تمہارے عملوں کا بد نتیجہ نکلتا رہے گا) کیا تم یہ بات اس لئے کہتے ہو کہ ہم تم کو اچھے کام یاد دلاتے ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ تم حد سے گزرنے والی قوم ہو۔(اس لئے لازماً سزا پاؤ گے۔)

اس آیت سے پہلے یہ ہے کہ جب رسولوں نے اپنی قوموں سے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ ہم اسی کے فرستادہ ہیں جو اس کا حکم تمہیں پہنچانے کے لئے آئے ہیں اور ہمارا کام تو صرف پہنچانا ہے۔تو انہوں نے کہا: اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ. تمہاری یہ آمد ہمارے لئے بڑی منحوس ہے کہ مصائب میں مبتلا ہیں۔اگر اپنی وعظ ونصیحت سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کریں گے اور دردناک سزا دیں گے۔رسولوں نے انہیں جواب دیا کہ تمہاری بدعملی ہی تمہاری بدشگونی کا اصل باعث ہے نہ کہ ہماری آمد۔(یٰسٓ:١٨تا٢٠)

غرض ان آیات کا مطلب صاف ہے اور ان کا جواب ابواب استخلاف سے برمحل یعنی اُمتی اور تابع نبی کی بعثت شارع نبی کی شان کے خلاف نہیں بلکہ اس کی شان کو قوت دینے والی ہوتی ہے اور یہ تابع نبی ایسے وقت میں مبعوث ہوتا ہے جو شارع نبی کی امت ضعف واضمحلال سے دوچار اور محتاج امدادِ ربانی ہو۔جو لوگ امت محمدیہ میں سے مسیح موعود کی بعثت کو موجب ہتک رسول ﷺ سمجھتے ہیں اور مسیح اسرائیلی سے متعلق نزول کا عقیدہ فیوض وبرکاتِ محمدیہ کی شانِ جاوید کے خلاف نہیں سمجھتے وہ باب ۴۲ کے عنوان اور امام بخاریؒ کے مذکورہ بالا تبصرہ پر ذرہ غور فرمائیں کہ وہ کس نکتۂ معرفت کی

طرف اپنے قارئین کی توجہ منعطف کرانا چاہتے ہیں جو امر بعثت امت کی تعزیز وتقویت کا باعث ہو، اس میں ہتک کیا؟ ہتک تو اس بات میں ہے کہ غیر اُمتی نبی کی آمد سے آپؐ کی ختم نبوت والی مہر توڑی جائے اور امت محمدیہ ہر خیر و برکت سے محروم اور اپنی اصلاح کے لئے غیر کی محتاج سمجھی جائے!!

بَاب٤٣: قَوْلُ اللهِ تَعَالَى ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا○ إِذْ نَادٰى رَبَّهُ نِدَآءً خَفِيًّا○قَالَ رَبِّ إِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا إِلَى قَوْلِهِ لَمْ نَجْعَلْ لَّهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا○ (مریم:٣-٨)

اللہ کا تعالیٰ کا یہ فرمانا: یہ ذکر اس رحمت کا ہے جو تیرے ربّ کی اس کے بندے زکریا پر ہوئی جب اس نے اپنے ربّ کو چپکے سے پکارا۔ کہا: اے میرے ربّ! میری تو ہڈیاں بھی بوسیدہ اور کمزور ہوگئی ہیں اور سر بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہو گیا ہے...... ہم نے کسی کو اس نام سے پہلے یاد نہیں کیا۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِثْلًا. يُقَالُ رَضِيًّا (مریم:٧) مَرْضِيًّا. عِتِيًّا (مریم:٩) عَصِيًّا، عَتَا يَعْتُوْ. قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ إِلَى قَوْلِهِ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا (مریم:٩-١١) وَيُقَالُ صَحِيْحًا. فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا. فَاَوْحٰى فَأَشَارَ. يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ إِلَى قَوْلِهِ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا (مریم:١٢-١٦)

حضرت ابن عباسؓ نے کہا: سَمِيًّا کے معنی ہیں مثیل اور رَضِيًّا کے معنی ہیں پسندیدہ۔ عِتِيًّا اور عَصِيًّا کا ایک ہی مفہوم ہے۔ عِتِيًّا، عَتَا يَعْتُوْ سے ہے جس کے معنی بہت بوڑھا ہونے کے ہیں۔ انہوں نے کہا: اے میرے رب! میرے لئے بچہ کیونکر ہوگا...... تیرا نشان یہ ہے کہ تو لوگوں سے مسلسل تین راتوں تک کلام نہ کرے۔ سَوِيًّا کے معنی تندرست صحیح وسالم رہے گا۔ وہ محراب سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے اور انہیں اشارہ سے کہا کہ صبح وشام اللہ کی تسبیح کرو۔ فَأَوْحَى کے معنی ہیں اس نے اشارہ کیا۔ (اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا:) اے یحيٰی! تو (الٰہی) کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لے..... اور جب وہ زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا (تب بھی اس پر سلامتی ہوگی۔)

حَفِيًّا(مريم:٤٨) لَطِيْفًا. عَاقِرًا(مريم:٩) الذَّكَرُ وَالْأُنْثَى سَوَاءٌ.

حَفِيًّا کے لفظ کے معنی ہیں مہربان۔ عَاقِرًا کے معنی ہیں بانجھ، عورت و مرد دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

٣٤٣٠: حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ عَنْ لَيْلَةِ أُسْرِيَ بِهِ ثُمَّ صَعِدَ حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَاسْتَفْتَحَ قِيْلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قِيْلَ وَقَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَإِذَا يَحْيَى وَعِيْسَى وَهُمَا ابْنَا خَالَةٍ قَالَ هَذَا يَحْيَى وَعِيْسَى فَسَلِّمْ عَلَيْهِمَا فَسَلَّمْتُ فَرَدَّا ثُمَّ قَالَا مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ.

٣٤٣٠: ہدبہ بن خالد نے ہم سے بیان کیا۔ ہمام بن یحییٰ نے ہمیں بتایا کہ قتادہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے، حضرت انسؓ نے حضرت مالک بن صعصعہؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس رات کا حال بیان کیا جس رات آپؐ کو اِسراء ہوا۔ فرمایا: پھر جبریل اوپر گئے۔ یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھولنے کے لئے کہا: پوچھا گیا: کون ہیں؟ انہوں نے کہا: جبریل۔ پوچھا گیا: اور تمہارے ساتھ یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: محمد۔ پوچھا گیا: کیا ان کو بلا بھیجا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ جب میں پہنچا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ یحییٰ و عیسیٰ ہیں اور وہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبریل نے کہا: یہ یحییٰ اور عیسیٰ ہیں۔ ان کو سلام کہو۔ چنانچہ میں نے سلام کیا اور ان دونوں نے جواب دیا۔ پھر ان دونوں نے کہا: خوشی سے آئیں نیک بھائی اور نیک نبی۔

اطرافہُ: ٣٢٠٧، ٣٣٩٣، ٣٨٨٧۔

تشریح: ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا....: سورۃ مریم کی ابتدائی آیات سے متعلق شرح باب ۲۱ میں دیکھئے۔ سورۃ مریم کا آغاز اس مضمون سے ہوا ہے کہ تیرے ربّ کی اس رحمت کا ذکر ہے جس کے ذریعہ سے مایوس کن حالت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا تدارک حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو مبعوث کر کے فرمایا گیا۔ یہ آغاز واضح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک بہت بڑی بشارت کا

حامل ہے کہ اسی طریق سے آپؐ کی امت کا تدارک بھی ہوگا۔ سورۃ مریم کی آیات کا باب۲۱ میں انتخاب اور اس کا باب۴۳ میں اعادہ بتاتا ہے کہ یہ تمام ابواب ایک خاص موضوع مماثلت و موازنہ سے ہی متعلق ہیں اور ان میں یہی مرکزی نقطہ مدنظر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے بھی خلافت کا سلسلہ علیٰ منہاج نبوت جاری ہوگا۔ اس سے باب۴۳ کا باب۴۲ سے قریب ترین تعلق بھی واضح ہوجاتا ہے کہ موعودہ بعثت کا زمانہ وہ ہوگا جب امت محمدیہ مضمحل اور تختہ مشق بلا ومصیبت ہوگی۔ معنونہ آیات (۲ تا ۸) کا ترجمہ یہ ہے:

(اس سورۃ میں) تیرے ربّ کی (اس) رحمت کا ذکر (ہے) جو اس نے اپنے بندے زکریا پر (اس وقت) کی جب اس نے اپنے ربّ کو آہستہ آواز سے پکارا اور کہا: اے میرے ربّ! میری حالت تو یقیناً ایسی ہے (کہ) میری تمام ہڈیاں تک کمزور ہوگئی ہیں اور (میرا) سر بڑھاپے کی وجہ سے بھڑک اُٹھا ہے اور اے میرے ربّ! میں کبھی بھی تجھ سے دعائیں مانگنے کی وجہ سے ناکام (نامراد) نہیں رہا اور میں یقیناً اپنے رشتہ داروں سے اپنے (مرنے کے) بعد (کے سلوک سے) ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ پس تو مجھے اپنے پاس سے ایک مددگار دوست (یعنی بیٹا) عطا فرما جو میرا بھی وارث ہو اور آلِ یعقوب (سے جو دین وتقویٰ ہم کو ورثہ میں ملا ہے اس) کا بھی وارث ہو اور اے میرے ربّ! اس کو (اپنا) پسندیدہ (وجود) بنائیو۔ (اس پر اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی خوش کن خبر دیتے ہیں (جو جوانی کی عمر تک پہنچے گا اور) اس کا نام (خدا کی طرف سے) یحیٰی ہوگا۔ ہم نے کسی کو اس نام سے پہلے یا نہیں کیا۔

مذکورہ بالا آیات میں سے صرف دو لفظوں کی شرح بیان کی گئی ہے جس سے ایک اہم بات کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔

۞ سَمِيًّا کے معنی مِثْلًا یعنی مثیل، مشابہ۔ سَمِیٌّ کے یہ معنی حضرت ابن عباسؓ سے بسند عکرمہ حاکمؒ نے اپنی کتاب مستدرک میں نقل کئے ہیں اور ابن ابی حاتم نے بسند علی بن ابی طلحہ۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ ۵۷۰) فقرہ لَمْ نَجْعَلْ لَّهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا سلبی ہے۔ یعنی اس سے حضرت یحیٰی علیہ السلام سے قبل ان کا ہم نام یا مثیل پیدا کئے جانے کی نفی ہے لیکن اس میں آئندہ کی نفی نہیں بلکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام کے مثیل آئندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا کئے جائیں گے۔

۞ رَضِيًّا کے معنی ہیں مَرْضِيًّا، تَرْضَاهُ أَنْتَ وَعِبَادُكَ۔ اے ربّ جسے تو اور تیرے پرستار پسند کریں یعنی یہ جانشین انتخابی قسم کے نہ ہوں گے جنہیں عام لوگ چنیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ نظر اور اس کے انتخاب سے منتخب ہوں گے۔ مذکورہ بالا شرح کے علاوہ معنونہ آیات میں مندرجہ ذیل حصے نمایاں کئے گئے ہیں:

۱- قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلَامٌ وَّكَانَتِ امْرَأَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا...... ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا (مریم: ۹ تا ۱۱) اس حصہ آیات میں سے لفظ سَوِيًّا کے معنی صَحِيْحًا یعنی باصحت وتندرستی نقل کر کے تین صدیوں

کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جنہیں خیر القرون قرار دیا گیا ہے۔ جہاں تک حضرت زکریا علیہ السلام کی صحت و تندرستی کا تعلق ہے ثَلٰثَ لَیَالٍ سے تین راتیں یعنی تین دن ہی مراد ہیں کہ تو اتنے دن تندرست رہے گا۔لیکن جہاں ذِکْرُ رَحْمَةِ رَبِّکَ رحمت ربانی کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے وہاں ثَلَاثَ لَیَالٍ سے مراد پیشگوئی والا عرصہ ہے۔انبیاء کی اصطلاح میں ایک رات یا ایک دن سو سال کے برابر ہونے کا ذکر سورۃ البقرہ کی آیت ۲۶۰ میں دیکھا جائے۔ آیات متعلقہ حضرت زکریا، حضرت یحیٰی، حضرت مریم و حضرت عیسیٰ (علیہم السلام) کا تعلق انباء الغیب یعنی بعثت موعودہ کی پیشگوئیوں سے ہے اور زمانہ احیاء و تجدید کے بارہ میں ان میں ذکر ہے۔اس لئے ثَلَاثَ لَیَالٍ سَوِیًّا سے ضمناً یہ پایا جاتا ہے کہ امت محمدیہ تین صدیوں تک تندرست رہے گی اور اس کے بعد حسب تصریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمانہ فساد و اضمحلال شروع ہوگا تو اس کے بعد ہر صدی میں امت محمدیہ کی اصلاح و احیاء کے لئے منہاجِ نبوت کے معیار پر سلسلہ تجدید کا آغاز ہوگا اور خلافت موسویہ کی طرح خلافت محمدیہ کا دور شروع ہوگا۔ یہ مدعا و منشاء ہے باب ۴۳ کی معنونہ آیات کا اور فقرہ ثَلَاثَ لَیَالٍ سَوِیًّا کے نمایاں کرنے کا۔لفظ سَوِیًّا کی شرح لفظ صَحِیْحًا سے بلاوجہ نہیں۔یہ ابن ابی حاتم نے عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اور ابوعبدالرحمٰن سلمی کی سند سے نقل کی ہے۔(فتح الباری جزء۶ صفحہ۵۷۱)

۲- فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا (مریم: ۱۲) اس کے بعد زکریا محراب سے نکل کر اپنی قوم کے پاس گئے اور انہیں آہستہ آواز میں کہا کہ صبح اور شام خدا تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہو۔

اس سے ان دعاؤں کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے کی ہیں۔ نیز اس امر کی طرف کہ ہمیں بھی دعائیں جاری رکھنی چاہئیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ. اَللّٰهُمَّ اَيِّدِ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ بِالْاِمَامِ الْحَكَمِ الْعَادِلِ. اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ ﷺ۔ یہ امر کہ مذکورہ بالا آیت سے امام بخاریؒ کا اشارہ دعاؤں ہی کی طرف ہے۔لفظ فَاَوْحَى کی شرح فَاَشَارَ سے ظاہر ہے۔ اس شرح کا ذکر بلاوجہ نہیں۔یہ شرح محمد بن کعبؒ اور مجاہدؒ سے مروی ہے اور ابن ابی حاتم سے نقل کی گئی ہے۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ۵۷۱)

۳- يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ ط وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا .... وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا (مریم: ۱۳ تا ۱۶) اس کے بعد یحیٰی پیدا ہوگیا اور ہم نے اسے کہا: اے یحیٰی! تو (الٰہی) کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لے اور ہم نے اسے چھوٹی عمر میں ہی (اپنے) حکم سے نوازا تھا (اور یہ بات) ہماری طرف سے بطور مہربانی (اور شفقت کے تھی) اور (اسے) پاک کرنے کے لئے (تھی) اور وہ بڑا متقی تھا اور وہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا تھا اور ظالم اور نافرمان نہیں تھا اور جب وہ پیدا ہوا تب بھی اس پر سلامتی تھی اور جب وہ مرے گا اور جب وہ زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا (تب بھی اس پر سلامتی ہوگی۔)

اس آیت کا حوالہ اس غرض سے دیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روحانی جانشینوں کا مقامِ نبوت اسلوب

خطاب الٰہی سے نمایاں ہو اور اس سے توجہ دلائی جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین بھی اس منہاجِ نبوت و خطاب سے سرفراز ہوں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ آپؐ پر اور آپؐ کی امت پر بہت ہی مہربان ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے اپنا یہ مقصد واضح کرنے کے لئے لفظ حَفِيًّا کی شرح لَطِيفًا سے سورۂ مریم کی آیت اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا (مریم: ۴۸) کا حوالہ بطور دلیل دیا ہے۔ حَفِیٌّ کے معنی ہیں غایت درجہ مہربان۔ انتہائی مہربانی کا جو تقاضا ہے وہ ظاہر ہے۔

۴- عَاقِرًا اَلذَّكَرُ وَالْاُنْثٰى سَوَآءٌ: عَاقِر کے معنی بانجھ۔ مرد و زن دونوں کے لئے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ امام بخاریؒ کا اس لفظ سے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ آپؑ کی دعا سے آپؑ کی بیوی کا بانجھ پن دور ہو گیا۔ مایوس کن حالات پُرامید ہو گئے اور آلِ یعقوب کا ورثہ ضائع ہونے سے متعلق ان کا خوف جاتا رہا۔ وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا (مریم: ۵) حضرت زکریا کی دعا و گریہ زاری تو قبول ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں اُمت کے لئے رائیگاں جائیں!! اور امت محمدیہ میں مثیل سلسلہ خلافت موسویہ جاری نہ ہو یہ ناممکن ہے۔

غرض باب ۴۳ کی آیات اور الفاظ کی شرح سے استدلال ومقصود واضح ہے۔ چنانچہ اس باب کی روایت کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ہے نہ کہ انبیائے بنی اسرائیل کے حالات سے۔ اس روایت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی گزشتہ وفات یافتہ انبیاء ورسل کے زمرہ میں دیکھے گئے ہیں اور ان سب نے ایک ایک کر کے آپؐ کی آمد پر مرحبا کہا کہ آپؐ کے آنے سے ان انبیاء کی غرض وغایت پایۂ تکمیل کو پہنچے گی۔ نیز اس روایت میں آپؐ کے معراج ہی کا ذکر ہے جس سے مقصود بالکل ظاہر ہے۔

بَاب ٤٤: قَوْلُ اللهِ تَعَالَى وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا (مريم:١٧)

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: کتاب میں مریم کا حال پڑھ
جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر ایک شرقی مکان میں چلی گئی تھی

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ (آل عمران: ٤٦)

جب ملائکہ نے کہا: اے مریم! اللہ تجھے اپنی ایک بات کی بشارت دیتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ اِلَى قَوْلِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ

(نیز فرمایا:) اللہ نے آدم اور نوح اور ابراہیم کی اولاد اور عمران کی اولاد کو تمام قوموں میں سے لوگوں کی اصلاح کے لئے چن لیا..... جس کو چاہتا ہے بغیر حساب دیتا

حِسَابٍ (آل عمران: ٣٤-٣٨) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَآلُ عِمْرَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ، مِنْ آلِ إِبْرَاهِيْمَ وَآلِ عِمْرَانَ وَآلِ يَاسِيْنَ وَآلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: آل عمران سے وہ مومن مراد ہیں جو عمران کی اولاد سے ہوں۔ اسی طرح آل ابراہیم اور آل یاسین اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بھی مومن ہی مراد ہیں۔

يَقُوْلُ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ (آل عمران: ٦٩) وَهُمْ الْمُؤْمِنُوْنَ.

(اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے: ابراہیم سے زیادہ تعلق رکھنے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے اس کی پیروی کی اور وہ مومن ہیں۔

وَيُقَالُ آلُ يَعْقُوْبَ أَهْلُ يَعْقُوْبَ. فَإِذَا صَغَّرُوْا آلَ ثُمَّ رَدُّوْهُ إِلَى الْأَصْلِ قَالُوْا أُهَيْلٌ.

آل یعقوب اہل یعقوب ہی کو کہتے ہیں۔ آل کا لفظ اصل میں اہل تھا۔ کیونکہ آل کی جب تصغیر بنائی جائے تو پھر ہمزہ کو اپنے اصلی (حرف یعنی ھا) کی طرف لوٹا دیتے ہیں۔ کہتے ہیں: أُهَيْلٌ.

٣٤٣١: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ بَنِي آدَمَ مَوْلُوْدٌ إِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ حِيْنَ يُوْلَدُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ غَيْرَ مَرْيَمَ وَابْنِهَا ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ (آل عمران: ٣٧)

اطرافہ: ٣٢٨٦، ٤٥٤٨۔

۳۴۳۱: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی، کہا: سعید بن مسیّب نے مجھ سے بیان کیا، کہا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: بنی آدم میں سوائے مریم اور ان کے بیٹے کے کوئی بھی ایسا بچہ نہیں جس کو کہ جب وہ پیدا ہوا ہے شیطان نے نہ چھوا ہو۔ پھر وہ شیطان کے چھونے سے چلّا کر رونا شروع کر دیتا ہے۔ یہ بیان کر کے حضرت ابوہریرہؓ یہ آیت پڑھتے تھے: اور میں اسے اور اس کی اولاد کو مردود شیطان (کے حملہ) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

تشریح: **وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ:** باب۴۴ قابل توجہ وغور ہے۔اس میں تین مختلف آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ایک آیت سورۃ مریم کی ہے اور دو آیتیں سورۃ آل عمران کی (نمبر۳۴،۴٦)۔تیسری میں ذریت آدمؑ ونوحؑ وغیرہ میں سے سابق انبیاء کی بعثت اوران کے انتخاب سے متعلق سنت اللہ کا بیان ہے۔نیز یہ ذکر ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کی ولادت پیشگوئی کے مطابق ظہور میں آئی تھی اور اللہ تعالیٰ کی عطاء محدود نہیں کہ وہ ایک ہی قوم اور چند اشخاص سے مخصوص سمجھی جائے۔

امام بخاریؒ نے تیسری آیت کا حوالہ اسی بلا حساب وسعت رحمت ربانیہ کی طرف توجہ دلانے کے لئے دیا ہے۔ عنوانِ باب میں حضرت ابن عباسؓ کے مندرجہ قول سے ظاہر ہے کہ آل عمران سے تمام مومن مراد ہیں جن کا تعلق آل ابراہیم، آل عمران، آل یاسین اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اوراس شرح کی تائید میں حضرت ابن عباسؓ نے صرف اپنے قیاس پر اعتماد نہیں رکھا بلکہ سورۃ آل عمران ہی کی اس آیت کا حوالہ دیا ہے: اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ ....(آیت ٦٩) ابراہیم کے ساتھ لوگوں میں سے زیادہ تعلق رکھنے والے یقیناً (یقیناً) وہ لوگ ہیں جو اس کے پیرو ہیں اور (نیز) یہ نبی اور جو لوگ (اس پر) ایمان لائے اور اللہ مومنوں کا دوست ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی مذکورہ بالا شرح ابن ابی حاتم سے بسند علی بن ابی طلحہ موصولاً مروی ہے۔(فتح الباری جزء٦ صفحہ۵۷۲) سورۃ آل عمران کی محولہ بالا آیت ۳۵ میں ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ سے اس روحانی مماثلت کا ذکر ہے جس کے پیش نظر جملہ ارواح الابرار جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ کے زمرے میں شمار کی گئی ہیں اوراس مماثلت کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو (اَوْلَى بِاِبْرَاهِيْمَ) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سب لوگوں سے زیادہ مشابہ وہم شکل قرار دیا ہے۔اسی طرح دوسرے مومن بھی علیٰ حسب مدارج ومراتب۔

غرض اس حوالہ سے آیت اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوْحًا...... کے وسیع مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے۔اس آیت کے تعلق میں اہل اور آل کے درمیان فرق کی وضاحت بھی بلا وجہ نہیں۔اہل یعقوب سے مراد یعقوب کا خاندان ہے جو تصغیر یعنی قلت پر دلالت کرتا ہے اور آل یعقوب کثرتِ افراد پر۔ آل کے معنی ہیں رَجَعَ اِلَى اَصْلِهٖ اپنے اصل کی طرف لوٹا اوران کا ہم جنس اور مثیل ہوگیا۔ اَهْل کی تصغیر اُهَيْل ہے جس سے چند افراد خاندان مراد ہیں۔اب سوال قابل غور وحل یہ ہے کہ سورۃ آل عمران کی آیت ۳۸ اور اس کی شرح کا تعلق سورۃ مریم والی آیت سے جو عنوانِ باب میں پہلے درج ہے کیا ہے؟ یا محض اس لئے یہ آیات اکٹھی کر دی گئی ہیں کہ ان میں حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر آتا ہے؟ قرآنِ مجید میں ایسی اور بھی آیات ہیں جن میں ان کا ذکر وارد ہوا ہے۔اگر محض اشتراک اسم کی وجہ سے انہیں اکٹھا درج کرنا مدنظر تھا تو وہ کیوں نظر انداز ہیں۔میری نظر سے اب تک تو ایسا کوئی باب نہیں گزرا جس میں یونہی اس قسم کے اشتراک ذکر سے آیات یا احادیث وروایات ایک جگہ جمع کی گئی ہوں بلکہ کوئی نہ کوئی اہم مقصد ترتیب وشرح الفاظ میں ہمیشہ امام موصوف کے پیش نظر رہا ہے۔قارئین بھی اس سوال پر غور کریں اوراس کا جواب اس باب میں یا اس کے آگے پیچھے کے ابواب میں ڈھونڈیں۔

یہ امر تو بالوضاحت ثابت ہو چکا ہے کہ ان ابواب کا موضوع دو سلسلوں سے متعلق موازنہ ومقابلہ ومماثلت کا بیان ہے۔ سورۃ مریم کا آغاز آیت ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا سے ہوا ہے اور اسی آیت سے باب ۴۳ کا عنوان قائم کیا گیا ہے اور باب ۴۴ کی آیات وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ... (مریم: ۱۷) يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ (آل عمران: ۴۶) کا عطف طبعًا آیت ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا پر ہے۔ جیسا کہ آیت وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا (مریم: ۴۲) یا وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِسْمَاعِيلَ (مریم: ۵۵) یا وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِدْرِيسَ (مریم: ۵۷) کا عطف۔

سورۃ مریم کی پہلی آیت میں لفظ ذِكْر مصدر ہے اور وَاذْكُرْ صیغہ فعل امر ہے۔ چونکہ مصدر تمام صیغے اپنے اندر شامل رکھتا ہے اس لئے وَاذْكُرْ صیغہ فعل امر کا عطف مصدر ذِكْر پر نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔ ورنہ وَاذْكُرْ فُلَانًا، وَاذْكُرْ فُلَانًا کی خالی تکرار بلا تعلق سے مفید معنی حاصل نہیں ہوتے۔ لیکن اگر مابعد کی آیات کا عطف جو وَاذْكُرْ سے شروع ہوتی ہیں، سورۃ مریم کی پہلی آیت پر تسلیم کیا جائے تو یہ کلام نہایت پُر مغز ومعنی اور وسیع مطالب پر نظر آتا ہے اور ان آیات کا مفہوم یہ ہے کہ اے محمد (ﷺ) تیرے ربّ کی جو رحمت اس کے بندے زکریا پر ہوئی اس کا ذکر کیا جائے اور اس رحمت کا بھی جو ابراہیم واسحاق و یعقوب و اسماعیل علیہم السلام پر ہوئی۔ اس رحمت کی نشاندہی اور شرح ہی میں ہمارے سوال کا جواب موجود ہے۔ وہ رحمت یہی ہے کہ صفت موہبت باری تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو ظاہری اسباب کی عدم موجودگی میں نوازا اور حضرت عیسیٰ جیسا بیٹا بخشا جو امت موسویہ کے لئے جانشین ہوا۔ جیسا کہ حضرت زکریاؑ کی دعا قبول ہو کر حضرت یحییٰؑ عطا کئے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل وحضرت اسحٰق علیہما السلام عطاء کئے گئے۔ حضرت اسحٰق کو حضرت یعقوب علیہما السلام عطاء کئے گئے۔ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ○ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ○ (مریم: ۵۰، ۵۱) اور حضرت موسیٰ کو وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَّحْمَتِنَا اَخَاهُ هَارُوْنَ نَبِيًّا ○ (مریم: ۵۴) ان کے بھائی حضرت ہارون نبی بطور جانشین دیئے گئے۔ اسی طرح حضرت ادریس علیہ السلام بھی رحمانی موہبت نبوت سے نوازے گئے۔

غرض مذکورہ بالا عطف واؤ اور وَاذْكُرْ سے ہمارے سوال کا جواب بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ ان آیات کا موضوع درحقیقت وہ روحانی خلافت حقہ ہے جو علیٰ منہاج نبوت چلی آتی ہے اور حضرت مریم کا ذکر بھی اسی تعلق میں ہے اور اس سے آل عمران والی تیسری آیت کی شرح کا تعلق بھی واضح ہو جاتا ہے۔ مذکورہ بالا الٰہی انتخاب کے ذکر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مومن شامل ہیں جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہیں کہ اس باب کی آیات کا تعلق درحقیقت امت محمدیہ کی اس روحانی خلافت سے ہے جو موہبت رحمانی کی ترجمان ہے۔ یعنی انتہائی مایوس کن حالات اور ظاہری اسباب کے فقدان میں جس طرح خدائے وہاب نے انبیاء جانشین مبعوث فرما کر گرتی امت کو سنبھالا اور اُٹھایا ہے اسی طرح خدائے رحمان وہاب امت محمدیہ کے ساتھ بھی یہی سلوک کرنے والا ہے۔ یہ موضوع ہے باب ۴۴ کا۔

اس تعلق میں باب ۲۱ کی شرح بھی دیکھئے جہاں مذکورہ بالا سیاقِ کلام کی وضاحت موجود ہے۔سورۃ مریم کا یہ مخصوص سیاق مزید تین باتوں سے بھی متعین ہوتا ہے۔اوّل یہ کہ عنوانِ باب میں آیت متعلقہ بشارت مریمی فقرہ اِنَّ اللّٰـــهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ پرختم ہے۔مابعد کے الفاظ مِنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ...... محذوف ہیں اور امام بخاریؒ کا یہ طریق ہے کہ جس خاص بات کی طرف توجہ دلانا مقصود ہو اسی پر آیت یا حدیث ختم کرتے ہیں۔ایسی مثالیں شرح بخاری میں بیسیوں گزر چکی ہیں۔یہاں عنوانِ باب میں چونکہ سورۃ مریم والی آیت رحمت سے متعلق اس امر پر توجہ مرکوز کرانا چاہتے ہیں کہ یہ آئندہ کی پیشگوئی پر مشتمل ہے، اس لئے كَلِمَةٍ پر وقف کیا گیا ہے۔دوسری اور تیسری بات جس سے سورۃ مریم کا سیاقِ کلام متعین ہوتا ہے وہ اسلوب استدلال بالاولیٰ اور قاعدہ عموم وخصوص ہے جو باب ۴۴ کے عنوان اور اس کی روایت میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔سورۃ آل عمران کی آیت اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ (آل عمران: ۳۴) کی شرح سے جو بحوالہ حضرت ابن عباسؓ مروی ہے، ظاہر ہے کہ آل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مومن شامل ہیں تو سورۃ مریم کی آیات مبشرۂ رحمت میں امت محمدیہ بدرجہ اولیٰ شامل ہے۔کیونکہ اس سورۃ کے شروع ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں اور آپؐ سے فرمایا گیا ہے کہ یہ تیرے ربّ کی اس رحمت کا ذکر ہے جو زکریّا وغیرہ پر ہوئی۔اس اسلوب استدلال بالاولیٰ سے سورۃ مریم کا موضوع واضح طور پر معین ہوجاتا ہے۔علاوہ ازیں جو روایت اس باب کے تحت درج کی گئی ہے۔اس کے الفاظ مَا مِنْ بَنِي آدَمَ مَوْلُوْدٌ إِلَّا يَمُسُّهُ الشَّيْطَانُ حِيْنَ يُوْلَدُ ... بنی آدم کے ہر طفل نومولود کو شامل رکھتے ہیں سوا مریمؑ اور ان کے بیٹے عیسیٰؑ کے۔اس روایت سے استدلال عموم وخصوص کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ اور آپؐ کی امت کے وہ ابرار وصلحاء اور دیگر انبیاء ورسل جو رحمت ربانی سے نوازے گئے ہیں، وہ بھی اس قاعدہ عموم وخصوص کی بناء پر مسّ شیطان سے اسی طرح بدرجہ اولیٰ مستثنیٰ ہیں جس طرح حضرت مریم وحضرت عیسیٰ علیہما السلام۔کیونکہ ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستثنیٰ فرمایا ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مخصوص فرما کر مستثنیٰ فرمایا۔غرض یہ وہ لطیف استدلال ہے جو اس باب کی آیات اور ان کی شرح اور روایت مندرجہ بالا میں کیا گیا ہے۔مذکورہ بالا استثناء ہی کی کیفیت نمایاں کرنے کی غرض سے مشہور ومعروف روایت سورۃ مریم والی آیات مبشرہ رحمت کے تحت درج کی گئی ہے کہ تا عقل وفہم سے کام لے کر اس کا اصل مدعا ومنشاء سمجھا جائے کہ صرف دو شخص ہی مس شیطان سے محفوظ نہیں رہے ہیں۔

قبل ازیں بتایا جاچکا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ چونکہ زیر الزام تھے اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی معصومیت کا ذکر خصوصیت سے فرمایا ہے۔جس پر عیسائی صاحبان بلاوجہ نازاں ہوتے ہیں۔دفع الزام تو ایک سلبی پہلو ہے اس پر فخر کیا؟ اصل تو مثبت پہلو ہے جو رحمت ربانیہ سے خاص کر نوازا جانا ہے اور سورۃ مریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمدیہ کی جس شان بلند و بالا کا ذکر ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔اس امت کے اَبرار کو انبیاء بنی اسرائیل وغیرہ سے مماثلت تامہ حاصل ہے۔

حدیث زیر باب عمومیت کا رنگ رکھتی ہے یعنی سوائے مریم و ابن مریم کے ہر آدم زاد کو شیطان چھوتا ہے۔

ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ: وَاِنِّـىْ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ (آل عمران: ٣٧) یہ حصہ روایت از قبیل ادراج اور موقوف ہے۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ ۵۷۳) حضرت ابوہریرہؓ خود اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ جب حضرت مریم علیہا السلام اپنی ماں کے پیٹ میں تھیں تو اس نے انہیں اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کیا اور ان کے شیطان سے محفوظ رکھے جانے کی دعا کی تھی۔ غرض یہ وجہ جس میں بھی پائی جائے گی وہ مس شیطان سے محفوظ رکھا جائے گا۔ امام بخاریؒ نے اسی غرض سے یہ روایت سورۃ مریم کی معنونہ آیت کے تحت رکھی ہے کہ اس میں جس وعدہ الٰہی کا ذکر ہے اس میں دعا بھی ہے اور بشارت بھی۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا (مریم:٦۵) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے تجدید دین و احیائے ملت کے لئے مبعوث ہونے والے بھی مس شیطان کی طبعی تاثیر سے اسی طرح محفوظ رکھے جائیں گے جس طرح مریم و ابن مریم علیہما السلام۔ کیونکہ خلق سے متعلق عام تقدیر الٰہی خاص تقدیر الٰہی سے بدل جاتی ہے۔ عموم و خصوص کا یہ وہ استدلال ہے جو اس باب میں امام بخاریؒ کے مدنظر ہے۔

علامہ قرطبیؒ نے بھی مس شیطان سے عدم تسلط شیطان مراد لی ہے۔ جس سے مریم و ابن مریم علیہما السلام اپنی ماں کی دعا سے بہرہ ور ہوئیں۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ ۵۷۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے ہیں کہ میرا شیطان مسلمان ہوگیا۔ فَلَا يَـأْمُرُنِىْ اِلَّا بِخَيْرٍ. (مسلم، كتاب صفة القيامة والجنة والنار، باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه لفتنة الناس) مجھے حکم نہیں دیتا مگر بھلائی ہی کا۔

اگلے باب کے تعلق میں بعض شارحین نے حضرت مریمؑ کے نبیہ یا غیر نبیہ ہونے کی بحث بھی اُٹھائی ہے۔ لیکن یہ خارج از موضوع ہے۔ غیر نبی بھی تو وحی و مخاطبہ و مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہوتا ہے، جیسے صدیق و ابرار وغیرہ مقربین باری تعالیٰ ہوتے ہیں۔ مکالمہ و مخاطبہ ہی سے تو ان کا علم یقین سے حق الیقین و عین الیقین تک پہنچتا ہے۔ ورنہ شرف مکالمہ کے بغیر دل ایسی تسلی کہاں پاسکتا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس باب کے عنوان ہی میں استدلال بالاولیٰ کے طریق پر جہاں مذکورہ بالا خیال ردّ کیا ہے وہاں امت محمدیہ میں بعثت علیٰ منہاج النبوۃ کا سلسلہ مماثلت جاری و ساری ثابت کیا ہے۔ یعنی اگر پہلی امتوں کی عورتیں مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے شرف یاب ہوسکتی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے افراد مرد و زن کیوں نہیں ہوسکتے۔ خطاب ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا کے پیش نظر وہ بدرجہ اولیٰ اس رحمت مخصوصہ سے مشرف ہوں گے۔ چنانچہ اگلے دو ابواب اور ان کی روایتوں میں اسی موضوع کی مزید وضاحت کی گئی ہے۔

بَاب ٤٥: وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ

(اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا:) جب ملائکہ نے کہا: اے مریم! اللہ نے تجھے چن لیا ہے

وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ○ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ○ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ○ (آل عمران: ٤٣-٤٥)

اور تجھے پاک کیا ہے اور اس زمانہ کی ساری قوموں کی عورتوں پر تجھ کو برگزیدہ کیا ہے۔ اے مریم! اپنے ربّ کی عبادت کر اور سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔ یہ غیب کی باتیں ہیں جو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں اور تُو ان کے پاس نہ تھا جبکہ وہ (اس امر پر) قرعہ ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کا کفیل ہو اور تُو ان کے پاس اس وقت نہ تھا جبکہ وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔

يُقَالُ يَكْفُلُ يَضُمُّ كَفَلَهَا ضَمَّهَا مُخَفَّفَةً لَيْسَ مِنْ كَفَالَةِ الدُّيُوْنِ وَشِبْهِهَا.

یَکْفُلُ کے معنی ہیں وہ اپنے ساتھ رکھے گا۔ کَفَلَهَا کے معنی ہیں اس نے اسے اپنے ساتھ رکھا۔ یہ کَفَّل نہیں بلکہ کَفَلَ ہے۔ یعنی وہ کفالت نہیں جو قرضوں وغیرہ میں ہوتی ہے۔

٣٤٣٢: حَدَّثَنِي أَحْمَدُ ابْنُ أَبِي رَجَاءٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيْجَةُ.

طرفه: ٣٨١٥۔

٣٤٣٢: احمد بن ابی رجاء نے مجھ سے بیان کیا کہ نضر (بن شمیل) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہشام سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میرے باپ (عروہ بن زبیر) نے مجھے بتایا، کہا: میں نے عبداللہ بن جعفر سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: دنیا کی عورتوں میں سے بہتر عمران کی بیٹی مریم تھیں اور اس زمانہ کی عورتوں میں سے بہتر عورت خدیجہؓ ہیں۔

تشریح: **وَاِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ:** يَكْفُلُ کفالت سے ہے بمعنی کفیل ہونا، ذمہ داری لینا۔ آیت اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ میں يَكْفُلُ کے معنی يَضُمُّ بھی کئے جاتے ہیں۔ یعنی ان میں سے کون مریم کو سنبھالے گا۔ كَفَلَهَا کے معنی ہیں ضَمَّهَا ۔اسے اپنے ساتھ ملا لیا، شامل کرلیا۔ یہ لفظ قرضوں وغیرہ کی کفالت کے معنوں میں وارد نہیں ہوا ہے۔

حدیث زیر باب میں فقرہ خَيْرُ نِسَآءِ هَا میں بحث ہوئی ہے کہ ضمیر هَا کا مرجع کیا ہے۔ بعض نے هَا سے مراد الدُّنيَا اور بعض نے الْجنَّة لی ہے اور معنے یوں کئے ہیں کہ دنیا کی یا جنت کی عورتوں میں سے بہترین عورت مریم ہیں۔

جس فریق نے مکالمہ الٰہیہ اور اصطفاء (انتخاب) کی وجہ سے حضرت مریم علیہا السلام کو انبیاء میں سے قرار دیا ہے، انہوں نے ضمیر (هَا) اَلْعَالَمِيْنَ کی طرف لوٹائی ہے۔ یعنی خَيْرُ نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ۔ لیکن جو علماء منصب نبوت ورسالت صرف مردوں کے لئے مخصوص قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک حضرت مریم علیہا السلام نبیہ نہیں۔ انہوں نے آیت وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ کی یہ تشریح کی ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام اپنے زمانہ کی عورتوں سے افضل تھیں اور اَلْعَالَمِيْنَ اور ضمیر هَا سے مراد بنو اسرائیل وامت موسویہ بھی ہوسکتی ہے۔

غرض علماء کے مذکورہ بالا اختلاف کی وجہ سے یہ باب قائم کیا گیا ہے اور مذکورہ بالا روایت آیت اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ...... عَلَى نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ کے تحت نقل کر کے نِسَآءِ العَالَمِيْنَ کا مفہوم معین کیا گیا ہے کہ حضرت مریم اپنی قوم اور اپنے زمانہ کی عورتوں سے افضل تھیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خَيْرُ نِسَآءِ هَا خَدِيْجَةُ فرما کر حضرت خدیجہؓ کو قریش کی عورتوں میں سے افضل قرار دیا۔ اس سے ضمیر هَا کا ابہام بھی واضح ہوجاتا ہے اور نِسَآءِ العَالَمِيْنَ کا مفہوم بھی متعین ہوجاتا ہے جو جمہور کا مذہب ہے۔

كَفَلَ يَكْفُلُ کی شرح ضَمَّ يَضُمُّ کے الفاظ سے کرنا بلا وجہ نہیں۔ یہ مشکل لفظ نہیں بلکہ عام فہم لفظ ہے۔ لیکن شرح الفاظ سے اس طرف اشارہ ہے کہ آیت کا مفہوم محدود معنوں میں سمجھا جائے جو چیز کفالت میں ہو وہ محدود ومعین ہوجاتی ہے۔

جن شارحین نے حضرت مریم علیہا السلام کے انبیاء یا غیر انبیاء میں سے ہونے کی جو بحث اُٹھائی ہے وہ غالباً اس وجہ سے ہے کہ ان کے نزدیک انبیاء کا گروہ ہی مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہے جو درست نہیں اور امر واقعہ کے خلاف ہے۔ امت محمدیہ میں بے شمار اولیاء اللہ گزرے ہیں جو کلام وخطاب عزت سے مشرف ہوئے ہیں۔

بَاب ٤٦ : قَوْلُهُ تَعَالَى إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِلَى قَوْلِهِ فَإِنَّمَا يَقُوْلُ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ (آل عمران: ٤٦-٤٩)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ (پھر اس وقت کو یاد کر) جب فرشتوں نے کہا تھا کہ اے مریم! اللہ تجھے اپنے ایک کلام کے ذریعہ سے (ایک لڑکے کی) بشارت دیتا ہے اس (مبشر) کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا جو (اس) دنیا اور آخرت میں صاحب منزلت ہوگا اور (خدا کے) مقربوں میں سے ہوگا...... (اور) جب وہ کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس کے متعلق صرف یہ فرماتا ہے کہ تو وجود میں آجا سو وہ وجود میں آجاتی ہے

يُبَشِّرُكِ وَيَبْشُرُكِ وَاحِدٌ وَجِيهًا شَرِيْفًا. وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ الْمَسِيْحُ (آل عمران: ٤٦) الصِّدِّيْقُ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْكَهْلُ الْحَلِيْمُ. وَالْأَكْمَهَ (آل عمران: ٥٠) مَنْ يُّبْصِرُ بِالنَّهَارِ وَلَا يُبْصِرُ بِاللَّيْلِ. وَقَالَ غَيْرُهُ مَنْ يُّوْلَدُ أَعْمَى.

اس میں يُبَشِّرُكِ کا جو لفظ آیا ہے وہی معنے رکھتا ہے جو يَبْشُرُكِ کے ہیں۔ وَجِيهًا کے معنی ہیں شریف، معزز۔ اور ابراہیم (نخعی) نے کہا: مسیح کے معنی ہیں صدیق۔ اور مجاہد نے کہا: اَلْكَهْل کے معنی ہیں بُردبار۔ أَكْمَه کے معنی ہیں جو دِن کو دیکھے اور رات کو نہ دیکھ سکے۔ ان کے علاوہ دیگر شارحین نے کہا ہے کہ أَكْمَه اس شخص کو کہتے ہیں جو اندھا پیدا ہو۔

٣٤٣٣: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ. كَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ

۳۴۳۳: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو بن مرہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں نے مرہ ہمدانی سے سنا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عائشہؓ کی فضیلت دوسری عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی سب کھانوں پر۔ مردوں میں سے بہت سے کامل ہوئے اور عورتوں

بِنْتُ عِمْرَانَ وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ.

اطرافہ: ۳۴۱۱، ۳۷٦۹، ۵۴۱۸۔

میں سے سوائے مریم بنت عمران اور آسیہ فرعون کی بیوی کے کوئی کامل نہیں ہوئی۔

٣٤٣٤: وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نِسَاءُ قُرَيْشٍ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ أَحْنَاهُ عَلَى طِفْلٍ وَأَرْعَاهُ عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ يَقُوْلُ أَبُو هُرَيْرَةَ عَلَى إِثْرِ ذَلِكَ وَلَمْ تَرْكَبْ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ بَعِيْرًا قَطُّ. تَابَعَهُ ابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ وَإِسْحَاقُ الْكَلْبِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

اطرافہ: ۵۰۸۲، ۵۳٦۵۔

۳۴۳۴: اور (عبداللہ) ابن وہب نے کہا: یونس نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: سعید بن مسیّب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: قریش کی عورتیں اچھی عورتیں ہیں۔ اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں۔ بچوں پر بہت مہربان ہیں اور خاوندوں کا بہت خیال رکھتی ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ یہ بیان کرنے کے بعد کہتے تھے: مریم بنت عمران کبھی بھی کسی اونٹ پر سوار نہیں ہوئی۔ یونس کی طرح زہری کے بھتیجے (محمد بن عبداللہ بن یسار) اور اسحٰق کلبی نے بھی زہری سے یہ روایت نقل کی۔

تشریح: اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَا مَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ......: باب۴۴ کے عنوان کی آیات محولہ میں یہ آیت بھی نقل کی گئی ہے لیکن صرف بِكَلِمَةٍ تک اور یہاں یہ آیت اپنے پورے سیاق کے ساتھ منقول ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہاں موضوع باب یہ تھا کہ سورۃ مریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے متعلق ایک مہتم بالشان پیشگوئی پر مشتمل ہے جس کا سلسلہ بہت وسیع و ممتد ہے اور یہاں باب ۴٦ کا موضوع اس بشارت مولود سے ہے جس کی نسبت حضرت مریم کو قبل از وقت خبر دی گئی اور وہ انوکھی بشارت سن کر حیران ہوئیں اور پوچھا: اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ- میرے ہاں کیسے بچہ پیدا ہوسکتا ہے کسی بشر نے مجھے چھوا نہیں۔ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ٥ (آل عمران: ۴۸) کہا: اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کسی بات کے ہونے کا فیصلہ فرمائے تو وہ یہ فرماتا ہے: ہوجا اور وہ ہوجاتی ہے۔

باب میں کلمہ بشارت اور اس سے متعلق یہ حصہ نمایاں کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس کا یہی موضوع ہے جو قارئین کو مدنظر رکھنا چاہیے تا سابقہ ابواب کے موضوع سے اس باب کا تعلق سمجھنے میں آسانی ہو اور ان کی توجہ غیر متعلق بحث کی طرف نہ جائے۔ اسی ایک امر پر توجہ مرکوز کرانے کی غرض سے یَبْشُرُ وَیُبَشِّرُ کی شرح نقل کی گئی ہے اور وَجِیْهًا کے معنی ہیں شَرِیْفًا - بہت بڑی شان والا۔ وَجَاهَةٌ سے صیغہ مبالغہ ہے۔ بَشِیْر، بَشَّرَ یُبَشِّر سے مشتق ہے یعنی خوش کن خبر دینے والا۔ عنوانِ باب میں یہ لفظی شرح بلا وجہ نہیں۔ اس سے باب کا اصل موضوع متعین کرنا مقصود ہے۔ وہاں بطور تمہید یہ بتایا گیا ہے کہ سورۃ مریم کی بشارت سے متعلق ایک خوش کن خبر دی جائے گی جو اپنی عظمت میں مہتم بالشان ہے۔ ابوعبیدہ نے وَجِیْه کے یہی معنے بتائے ہیں کہ جو بادشاہوں وغیرہ کی توجہ والتفات کا آماجگاہ ہو۔ (فتح الباری جزء ٦ صفحہ ٥٧٦) دونوں لفظ یَبْشُرُ وَیُبَشِّرُ اور وَجِیْهٌ عام فہم ہیں۔ انہیں نمایاں کرنے سے امام موصوف کی غرض سوا اس کے نہیں کہ قارئین کی توجہ اس خوش کن اہم خبر کی طرف پھیر دی جائے مگر باوجود اس کے اصل موضوع چھوڑ کر یہ بحث اُٹھائی جاتی ہے کہ کُنْ کا جو صیغہ امر ہے اس کا مخاطب کون ہے معدوم یا موجود؟ اگر معدوم ہے تو اس سے خطاب کُنْ کیسا اور اگر موجود ہے تو شئے کی موجودگی میں اس کے وجود میں آنے کا حکم دینا بے معنی۔ یہ سوال اُٹھا کر علماء اسلام کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ خطاب دو قسم کے ہیں ایک خطاب تکلیفی جیسے شرعی احکام۔ یہ بات کر اور فلاں بات نہ کر۔ ایسے خطاب میں مخاطب کا وجود ضروری ہے اور دوسرا خطاب تکوینی جس میں مخاطب کے وجود کی ضرورت نہیں۔ لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ ابتداءِ خلق کی کیفیت مخلوق کے احاطہ تحقیق وتصور سے باہر ہے۔ خالق ہی کو اس کا علم ہوسکتا ہے۔ باب ۴۴ یا باب ٤٦ کا یہ موضوع ہی نہیں کہ شارحین وقارئین اس کی بحث میں پڑیں بلکہ ان کا موضوع وہ مہتم بالشان آئندہ کی خبریں ہیں جن کا ذکر باب ۴۸ اور باب ۴۹ میں کیا ہے یعنی فتنہ دجال اور قاتل دجال مسیح موعود سے متعلق انذار وبشارت کیونکہ جو خبر پوری ہو چکی ہو وہ آئندہ کی بشارت نہیں کہلائے گی اور جب اس کا انکشاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا تو اس انکشاف کا اپنے معین کوائف کے ساتھ ظہور پذیر ہونا بھی کُنْ فَیَکُوْن ہی سے تھا اور یہ امر وخلق کا ایسا وسیع بلکہ لامحدود دائرہ ہے جس میں انسانی منطق کو رسائی نہیں۔

روایت (نمبر ۳۴۳۳) زیر باب ٤٦ میں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی نسبت کسی ایسی خبر کا ذکر نہیں جو بشارت زمانہ مستقبل کہلا سکے اور اگر کچھ ذکر ہے تو ماضی کے الفاظ میں فرمایا: کَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَآءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ. اور یہ دو کامل عورتیں وہ ہیں جن کا ذکر اس سے قبل اسی روایت کے حوالہ سے باب ۳۲ میں گزر چکا ہے اور اُس باب کے عنوان میں بحوالہ آیت وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ.... (التحریم: ۱۲) بتایا گیا ہے کہ ان کی مثال مریم وآسیہ صفت امت محمدیہ کے مومن ہیں۔ اس روایت کا باب ٤٦ میں تکرار اسی لئے ہے کہ امام موصوف کی اس باب سے غرض واضح طور پر متعین ہوتی ہے۔

مذکورۃ الصدر روایت باب ٤٦ میں نئی سند سے مروی ہے اور اس میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت سے متعلق مثال ثرید ہی کی دی گئی ہے۔ لیکن اس روایت اور پہلی روایت میں ایک فرق ہے۔ پہلی روایت (یحیٰ بن جعفر والی) میں کَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ کا قول مقدم ہے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی فضیلت کا ذکر مؤخر اور اس باب کی روایت میں حضرت عائشہؓ کی فضیلت کا ذکر پہلے ہے اور سابقہ کاملین (رِجَال وَنسَآء) کا ذکر بعد میں۔ عنوانِ باب ۳۲ کی مناسبت سے یحیٰ بن جعفر کی روایت وہاں درج کی گئی ہے کہ اس میں مشبہ بہ مقدم ہے اور باب ٤٦ کی مناسبت سے آدم کی روایت میں امت محمدیہ کا ذکر مقدم ہے اور اسی امت کی فضیلت کا ذکر اس باب کا اصل موضوع ہے۔ امام موصوف کا یہ تصرف بھی دلیل ہے اس امر کی کہ الفاظ يُبَشِّرُ وَيُبَشِّرُ اور وَجِيهًا وَّشَرِيفًا کی شرح سے موضوع کا تعین ہی مقصود ہے اور اس سے امام ابن خلدون کی رائے صائب ثابت ہوتی ہے کہ جامع صحیح بخاری کی تالیف وتصنیف و ترتیب ایک نہایت عمیق غور وخوض اور وسیع فکر ونظر پر مبنی ہے۔ سطحی اور سرسری مطالعہ سے امام بخاریؒ کے مطالب کا ادراک نہیں ہوسکتا۔ اس کی وسعت و پنہائی کی طرف موقع ومحل کی مناسبت سے پہلے بھی توجہ دلائی گئی ہے اور یہاں بھی اس کا ذکر برسبیل استدلال واستنباط کیا گیا ہے تا قارئین بھی غور وفکر سے کام لیں اور صحیح طور پر اس سے مستفید ہونے کی کوشش کریں۔

مذکورہ بالا الفاظ کی شرح کے علاوہ لفظ مَسِيح، كَهْل، أَكْمَه کی شرح بھی قابل توجہ ہے۔ مَسِيح کے معنے بحوالہ امام ابراہیم نخعی صدیق بتائے گئے ہیں۔ سفیان ثوریؒ نے ان سے یہ معنی موصولاً نقل کئے ہیں جو امام بخاریؒ نے یہاں قبول کئے ہیں ورنہ از روئے لغت یہ لفظ مَسْحٌ سے باب فَعِيل ہے جس کے معنی ہیں برکت دیا ہوا۔ جیسے بزرگ لوگ بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور برکت دیتے ہیں۔ مسیح اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت یافتہ تھے۔ یہ لفظ اسم وصفی ہے نہ کہ اسم ذات۔ كَهْلٌ کے معنی ہیں حَلِيمٌ (عاقل وبالغ) مجاہد سے بسند فریابی مروی ہیں۔ ابوجعفر نحاس ادیب نے ان معنوں سے لاعلمی ظاہر کی اور کہا ہے کہ اس کے معنی ہیں: مَنْ نَاهَزَ الْأَرْبَعِينَ أَوْ قَارَبَهَا۔ جو چالیس کی عمر کو یا اس کے قریب قریب پہنچ گیا ہو۔ پچاس سالہ بھی كَهْلٌ کہلاتا ہے۔ اصل میں بالوں میں سپیدی نمودار ہونے کو كَهْل کہتے ہیں۔ اسی سے اِكْتَهَلَ النَّبَاتُ کا محاورہ ہے یعنی تَمَّ طُوْلُهُ- پودا قد وقامت میں اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ (اقرب الموارد- کہل) مجاہد کی مذکورہ بالا شرح سے متعلق امام ابن حجرؒ کی رائے ہے کہ یہ شرح باللزوم ہے یعنی اس عمر میں انسان پختہ عقل اور باوقار ہوجاتا ہے۔ اس لیے اس کی شرح حلیم بیان کی گئی ہے ورنہ یہ شرح لغوی نہیں۔ (فتح الباری جزء ٦ صفحہ ٥٧٦) ہمیں اس بحث سے چنداں سروکار نہیں۔ ہمیں تو امام بخاریؒ کا مقصد معلوم کرنا ہے جو متعلقہ آیت سے ظاہر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصَّالِحِينَ ٥ (آل عمران: ٤٧) اور وہ (مسیح) گہوارے (زمانہ بچپن) اور ادھیڑ عمر میں لوگوں سے کلام کرے گا اور صالحین میں سے ہوگا۔ اس سے ماقبل کی آیت میں اس موعود مولود وابن مریم کا نام

مسیح عیسیٰ بتایا اور فرمایا: وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ کہ وہ دنیا و آخرت میں بڑی شان والا اور ان لوگوں میں سے ہوگا جنہیں قرب دیا گیا ہے۔ اَلْأَكْمَه کے معنے ہیں جو دِن کو تو دیکھ سکتا ہو مگر رات کے وقت نہ دیکھ سکے۔

مذکورہ بالا تینوں لفظ اپنے لغوی معانی کے اعتبار سے مشکل الفاظ میں سے نہیں ہیں بلکہ معروف و مستعمل ہیں۔ اس لئے انہیں نمایاں کیا گیا ہے کہ امام بخاریؒ مندرجہ ذیل امور کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں:

اوّل: مسیح اسم ذات نہیں بلکہ اسم صفت ہے۔ ہر شخص جو اللہ تعالیٰ سے خاص طور پر برکت پاتا ہے اس کا مصداق ہے۔

دوم: صرف دو ہی زندگیوں (الدُّنْيَا وَالْآخِرَة) میں ان کی شان وجاہت کا ذکر ہے۔ وہ حسب بشارت الٰہی دنیا میں اپنی طبعی عمر کا دَورِ طفولیت اور دَورِ کہولت کا زمانہ پانے والے اور اپنے ہر دورِ زندگی میں لوگوں سے دانش وحکمت کی باتیں کرنے والے ہوں گے۔ کلام سے خالی قوتِ گویائی اور صفت تکلّم مراد نہیں جو قابل ذکر اور محل ستائش ہو بلکہ ایسا کلامِ نبوت مراد ہے جو جاذب قلب وگوش اور مستحق مدح والتفات ہو۔

سوم: حضرت مسیح علیہ السلام کے ذکر والی آیت میں قرآنِ مجید نے اس کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ وہ الْأَكْمَه اور الْأَبْرَصَ کو شفا بخشتے ہیں لیکن امام بخاریؒ نے صرف ایک لفظ کی شرح کی ہے۔ پس الْأَبْرَص کے لفظ کی شرح چھوڑ کر الْأَكْمَه کی شرح خاص طور پر کرنا اس لئے نہیں کہ ایک لفظ آسان ہے اور دوسرا مشکل۔ الْأَكْمَه کی شرح مَنْ يُبْصِرُ بِالنَّهَارِ وَلَا يُبْصِرُ بِاللَّيْل سے کرنا معنی دارد۔

میں اس وقت قارئین کو صرف یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشہور معجزات کا ذکر اس باب کا مقصود نہیں اور وہ ضعیف روایتیں بھی جو اس تعلق میں عام طور پر مشہور ہیں بالکل نظر انداز ہیں اور یہ امر کہ اس باب کا مقصد ولادت عیسیٰ مسیح اور ان کے معجزات نہیں، اس کے لئے ایک بڑا قرینہ تو یہی امر ہے کہ یہاں معجزات کی طرف اس میں اشارہ تک نہیں اور نہ روایت زیر باب میں اس کا کوئی ذکر ہے۔ اگر کوئی ذکر ہے تو خواتین امت محمدیہ کی فضیلت کا یا خواتین قریش کا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے افضل قرار دی گئی ہیں اور باب کی پہلی اور دوسری روایت کا بیان سلبی پیرایہ میں ہے: وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ. وَلَمْ تَرْكَبْ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ بَعِيْرًا قَطُّ ۔ عمران کی بیٹی مریم اور فرعون کی بیوی آسیہ کے سوا اور کوئی عورت بنی اسرائیل کی کامل نہیں ہوئی اور مریم علیہا السلام اونٹ پر کبھی سوار نہیں ہوئیں۔ اس نفی سے ظاہر ہے کہ موضوع باب ۴٦ کا تعلق کاملین بنی اسرائیل کے ذکر سے نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے کاملین مرد و زن سے ہے کیونکہ جن دو گزشتہ زمانے کی عورتوں کے کمال کا ذکر کیا گیا ہے یہ وہ دو مبارک خواتین ہیں جن سے امت محمدیہ کے مومن وصالحین مثیل قرار دیئے گئے ہیں اور اس کا مفصل ذکر باب ۳۲ کے عنوان اور اس کی روایت سے متعلق شرح میں گزر چکا ہے۔ ان میں سے ایک خاتون یعنی حضرت آسیہ کی مثال اس مردِ مومن وصالح کی ہے جو نفس امارہ کا حکم نہیں مانتا اور نجات کا خواہاں اور حضرت آسیہ کی طرح دعاؤں میں مشغول ہوتا اور کہتا ہے: رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ

وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ٥ (التحریم: ۱۲) ☆ صالح مومن حضرت آسیہ کی مانند پہلے مرحلہ سلوک میں ہے اور اس کے بعد مریم علیہا السلام کی مانند محفوظ اور مصدقین کلمات اللہ اور قَانِتِيْن کے زمرہ میں ہے جو پابند احکامِ الٰہی اور مقامِ ادب واطاعت پر کھڑا اور نفخ روح القدس کا امیدوار اور اعلیٰ مرحلہ ارتقاء روحانی پر گامزن ہے۔ جیسا کہ آیت فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ ٥ (التحریم: ۱۳) ☆ اشارہ کر رہی ہے۔ غرض باب ۳۲ کے مضمون کا باب ۴٦ میں اعادہ دوسرا قوی قرینہ ہے کہ اس باب کے موضوع کا تعلق دراصل کاملین امت محمدیہ سے ہے نہ کہ کاملین امت موسویہ سے جو اپنی مقدر عمروں کا دَور پورا کر چکے۔ جس شخص کی نظر شب تاریک میں کام نہ کرے وہ تو معذور سمجھا جاسکتا ہے بھلا وہ شخص جو آفتاب نصف النہار کی روشنی میں بھی نہ دیکھے وہ کیونکر بینا کہلا سکتا ہے؟ اسی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے اَلْأَكْمَهُ کے معنی مَنْ يُّوْلَدُ أَعْمَى (پیدائشی نابینا) بھی کئے گئے ہیں جو نہ دن کو دیکھ سکے اور نہ رات کو۔ یہ معنے طبریؒ نے سدی، حسن بصریؒ اور حضرت ابن عباسؓ وغیرہم سے نقل کئے ہیں۔ جس کا حوالہ شرح الفاظ کے آخر میں دیا گیا ہے۔ اَلْأَكْمَهُ مَنْ يُوْلَدُ أَعْمَى۔ (فتح الباری جزء ٦ صفحہ ۵۷٦)

دوسری روایت کے آخری فقرہ يَقُوْلُ أَبُوْهُرَيْرَةَ عَلَى اِثْرِ ذٰلِكَ وَلَمْ تَرْكَبْ مَرْيَمُ بَعِيْرًا قَطُّ سے یہ سمجھایا ہے کہ فضیلت فضیلت میں فرق ہے اور آسیہ یا مریم وعائشہ رضی اللہ عنہن کی جس فضیلت کا ذکر ہے وہ نسبتی واضافی فضیلت ہے۔ جیسا کہ اس تعلق میں پہلے بیان کیا جاچکا ہے اور امام بخاریؒ نے دوسری روایت کا انتخاب فضیلت کے ضمن میں اسی غرض سے کیا ہے کہ تا خواتین کی مماثلت یا حضرت خدیجہؓ یا حضرت عائشہؓ کی فضیلت کے ذکر سے یہ غلط فہمی پیدا نہ ہو کہ ان کی فضیلت مومن مرد و زن پر ہر جہت سے ہے اور مشبہ بہ ہونے کی وجہ سے آسیہ و مریم دونوں تمام مومنوں سے افضل ہیں۔ مذکورہ فضیلت سے یہ مراد نہیں بلکہ ممثل بہ مومن افراد اپنے معراج روحانی میں ایک دوسرے سے بڑھ سکتے ہیں۔ ثرید (مالیدہ) کی تمثیل بھی اسی امر پر دلالت کرتی ہے کہ اس کی فضیلت کھانوں میں اضافی ہے ورنہ ہر کھانے کا اپنا اپنا مزہ اور اپنی اپنی قوت تغذیہ ہے۔ امام بخاریؒ نے انوار پیکر رحمت وآفتاب عالمتاب کی برکت سے جو حقیقت دور دراز زمانہ میں اپنی چشم وا سے دیکھی ہے وہ انہوں نے باب ۳۲ سے باب ۴۷ کے عنوانوں و روایتوں اور الفاظ کی شرح میں ہماری رہنمائی کے لئے تہ بہ تہ محفوظ کر دی ہے۔ ہاں اگر قارئین کرام کو اس سے بہتر حل ملے تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ ورنہ یقین جانیں کہ ان ابواب کا تعلق اسی رحمت ربانیہ سے ہے جو بالفاظ ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ سورۃ مریم کا عنوان ہے اور جو رحمت

☆ ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ: ''اے میرے ربّ! میرے لیے اپنے حضور جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچالے اور مجھے ان ظالم لوگوں سے نجات بخش۔..... ہم نے اس (بچے) میں اپنی روح میں سے کچھ پھونکا اور اس (کی ماں) نے اپنے ربّ کے کلمات کی تصدیق کی اور اس کی کتابوں کی بھی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔'' (سورۃ التحریم آیات ۱۲، ۱۳)

باب۳۳ سے باب۴۶ میں بیان ہوئی ہے اور ان سے ماقبل اور مابعد کے ابواب میں بار بار بیان کی گئی ہے اور جس رحمت سے افضل الرسل خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مخصوص و مشرف اور جو كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسَ کی مصداق ہے۔ عَلَيْهِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ اَلْفَ صَلَوَاتٍ وَّعَلَى أُمَّتِهِ۔

ہم ہوئے خیر اُمم تجھ سے ہی اے خیر رُسل تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام- روحانی خزائن جلد۵ صفحہ۲۲۶)

بَاب ٤٧

قَوْلُهُ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ

اللہ تعالیٰ کا فرمانا: اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو مت کرو
اور اللہ کی نسبت سوائے سچی بات کے نہ کہو

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ (النساء: ۱۷۲)

مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کا صرف ایک رسول اور اس کی ایک بشارت تھا جو اس نے مریم پر نازل کی تھی اور اس کی طرف سے ایک رحمت تھا۔ اس لئے تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین مت کہو، رُک جاؤ تمہارا بھلا ہوگا۔ اللہ ہی صرف ایک معبود ہے۔ پاک ہے وہ اس بات سے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ اس زمین میں ہے اور اللہ ہی بس ایک کارساز ہے۔

قَالَ أَبُوْ عُبَيْدٍ كَلِمَتُهٗ كُنْ فَكَانَ. وَقَالَ غَيْرُهُ وَرُوْحٌ مِّنْهُ أَحْيَاهُ فَجَعَلَهُ رُوْحًا وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ.

ابوعبید نے کہا: كَلِمَة سے مراد ہے كُنْ۔ یعنی ہو جا اور وہ ہو گیا۔ دوسروں نے کہا: رُوْحٌ مِنْهُ سے یہ مراد ہے کہ اللہ نے ان کو زندہ کیا اور ان کو روح بنایا اور تین خدا نہ کہو۔

٣٤٣٥: حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ

۳۴۳۵: صدقہ بن فضل نے ہم سے بیان کیا کہ

حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ قَالَ حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ عَنْ عُبَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَّا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ وَأَنَّ عِيْسَى عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهُ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِنْهُ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ. قَالَ الْوَلِيْدُ حَدَّثَنِي ابْنُ جَابِرٍ عَنْ عُمَيْرٍ عَنْ جُنَادَةَ وَزَادَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ أَيَّهَا شَاءَ.

ولید (بن مسلم) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اوزاعی سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: عمیر بن ہانی نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: جنادہ بن ابی امیہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت عبادہ (بن صامت) رضی اللہ عنہ سے، حضرت عبادہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا: جس نے یہ شہادت دی کہ صرف ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کوئی اس کا شریک نہیں اور یہ کہ محمد اس کے عبد ہیں اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ عیسیٰ اللہ کے عبد ہیں اور اس کے رسول ہیں اور اس کی ایک بشارت ہیں جو اس نے مریم کو دی تھی اور اس کی رحمت تھے اور جنت برحق ہے اور آگ بھی برحق ہے۔ اللہ ان کو جنت میں اپنے اپنے عمل کے مطابق داخل کر دے گا۔ ولید نے کہا: (عبدالرحمٰن بن یزید) بن جابر نے مجھے یہ حدیث بتائی۔ انہوں نے عمیر سے، عمیر نے جنادہ سے روایت کی اور اس میں یہ الفاظ زیادہ بیان کئے کہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جن میں سے وہ چاہے گا داخل ہوگا۔

تشریح: **يٰأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ......:** اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو یعنی حد سے نہ بڑھو۔ **قَالَ اَبُوْ عُبَيْدٍ كَلِمَتُهُ كُنْ فَكَانَ.** ابوعبید سے مراد قاسم بن سلام ہیں۔ ان کے نزدیک کلمہ کُنْ ہی متمثل ہوکر وجود پذیر ہوگیا۔ آیت كَلِمَتُهُ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ کی یہی شرح ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ اور قتادہ سے بھی مروی ہے۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ٥٧٨) وَقَالَ غَيْرُهُ وَرُوْحٌ مِّنْهُ اَحْيَاهُ فَجَعَلَهُ رُوْحًا اوران کے سوا دوسروں نے کہا کہ مسیح اللہ کا کلمہ کُنْ تھا جو اس کی تقدیر سے وجود پذیر ہوگیا اور یہی کلمہ روح بنا یعنی اسے زندگی بخشی گئی۔

وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلَاثَةٌ اور تین خدامت کہو۔ اس سے محولہ بالا آیت کا بقیہ حصہ مراد ہے۔ مذکورہ بالا حوالوں اور شرح سے ظاہر ہے کہ يٰاَهْلَ الْكِتَابِ سے امام بخاریؒ کے نزدیک اہل اسلام، یہود ونصاریٰ سب مراد ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے متعلق (اس کی کنہ وکیفیت کے بارے میں) چھان بین یا قیاس آرائی بھی اسی طرح غلو ہے جس

طرح عقیدہ تثلیث یا عقیدہ یہود۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اہل کتاب کو اپنے دین میں غلو کرنے سے منع فرمایا ہے اور ان میں سے ہر مذہب وملت کو حدود کے اندر رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔

معصومیت کی غلط تعریف کر کے مسلمانوں نے بھی ٹھوکر کھائی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ومعجزات کے بارے میں کمزور روایتوں کو چرچا دیا ہے اور اسی طرح عیسائیوں نے بھی ان کی ابنیت والوہیت کا عقیدہ گھڑا اور توحید پرست ہونے کے بعد کہاں سے کہاں پہنچے ہیں۔ اللہ بھلا کرے امام بخاریؒ کا جنہوں نے لغو قصے کہانیوں کو ردّ فرمایا ہے اور اگر عیسائی اپنی ہی کتابوں میں غور کریں تو انہیں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقی شان معلوم ہوسکتی ہے۔ لوقا باب ۱، آیات ۳۸ تا ۵۵ میں لکھا ہے کہ مریم علیہا السلام خدا تعالیٰ کی بڑائی کرنے والی باندی اور اپنی پست حالی پر نظر رکھنے والی عبادت گزار خاتون تھیں جس کی وجہ سے وہ نوازی گئیں۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیلاطوس حاکم وقت کو پرمعرفت جواب کہ اگر تجھے اوپر سے اختیار نہ دیا جاتا تو تیرا مجھ پر کچھ اختیار نہ ہوتا۔ (یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۱) دلالت کرتا ہے کہ انتہائی مصیبت کی گھڑی میں بھی کلمہ توحید کہنے سے نہیں چوکے۔ آپؑ کا یہ بے ساختہ جواب توحید میں آپؑ کے بلند ترین مقام کا پتہ دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت نازک ساعت اور خوف وہراس کی گھڑی میں بھی شیطانی تسلط نے آپؑ کے دل میں راہ نہ پائی۔ یہی مفہوم ہے حدیث نبوی کا کہ ماں بیٹا دونوں مس شیطان سے معصوم تھے جیسا کہ ہر نبی ورسول وصدیق وشہید محفوظ ومامون ہوتا ہے۔

معصومیت کا یہ مفہوم نہیں کہ کوئی معصوم انسان اس خلقت سے معرا ہے جو أَحْسَنُ التَّقْوِيمِ کے زریں فقرہ سے تعبیر کی گئی ہے اور اس کے نفس ناطقہ بشریہ میں خواہشات پیدا ہی نہیں کی گئیں جنہیں شیطان اپنی تحریکات کا ذریعہ بناتا اور انسان کو حد اعتدال سے نکال دیتا ہے۔ اگر معصومیت کا یہ مطلب ہوتا تو نیکی وثواب دونوں کالعدم ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ نیکی وثواب کا دارومدار ہی اس امر پر ہے کہ تحریکات شیطانیہ ہوں اور وہ ردّ کر دی جائیں جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بوقت آزمائش شیطان کی ہر تحریص ردّ کی اور اس سے فرمایا: ''اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔'' (متی باب ۴ آیت ۱۰) طمع وحرص کی شیطانی آزمائش ردّ کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ تب ابلیس اس کے پاس سے چلا گیا اور دیکھو کہ فرشتے آ کر اس کی خدمت کرنے لگے۔ یعنی ابلیسی تحریکات کی جگہ مَلَکی تحریکات نے لے لی۔ یہی مفہوم ہے مشار الیہ حدیث کا کہ دونوں ماں بیٹا مس شیطان سے معصوم ہیں اور ابلیسی خیالات ان کے نفوس مطہرہ کی راہ نہ پاسکیں گے۔ سچ ہے ''نور تاریکی میں چمکتا ہے'' دونوں کے وجود کو ایک دوسرے سے شناخت کیا جاتا ہے۔ چاہیے کہ انسان حقیقت شناس اور حقیقت پسند ہو نہ کہ مبالغہ آمیز اور باطل پرست۔

پس معصومیت کا مفہوم بالکل غلط سمجھا گیا ہے جو بہتوں کی ٹھوکر کا موجب ہوا ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے اپنی روزمرہ کی مناجات میں دعا کی کہ تیرا نام پاک مانا جائے۔ تیری بادشاہی آئے....اور ہمارے گناہ معاف کر....اور ہمیں آزمائش

میں نہ لا۔ (لوقا باب ۱۱ آیات ۲ تا ۴) اور ایک موقع پر حضرت مسیح علیہ السلام کو نیک کہنے والے سے آپؑ نے فرمایا: تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا۔ (لوقا باب ۱۸ آیت ۱۹) اور اسی باب میں یہ بھی فرمایا کہ جب تک خدا کے حکموں پر عمل نہ کیا جائے اور سب مال و منال اس کی راہ میں قربان نہ ہوں خدا کی بادشاہی میں داخل ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا۔ سو تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے حقیقی پیرو انہی معنوں میں معصوم و نجات یافتہ ہیں اور انہی معنوں میں حضرت مریم اور حضرت ابن مریم بھی معصوم و نجات یافتہ تھے۔ بلکہ قرآن مجید میں تو ہر مومن صالح راست رو کی تشبیہ معصومیت میں حضرت مریم علیہا السلام سے دی گئی ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ پس معصومیت کا غلط تصور کر کے مبالغہ آمیز باتیں بنانا راستبازوں کا شیوہ نہیں بلکہ راستبازی وہی ہے جس کا پاک نمونہ حضرت داؤد و حضرت عیسیٰ علیہما السلام اور ان کے ماسوا دیگر انبیاء نے دکھایا کہ وہ عمر بھر اپنے خالق ذوالجلال کے سامنے تواضع اور عجز و فروتنی سے کام لیتے اور اپنے کامل تزکیہ نفس کے لئے ہمیشہ دعاؤں میں لگے رہے اور اپنی کمزوریوں سے متعلق ان کا شعور و احساس اتنا شدید و نازک تھا کہ حیرت آتی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام ہی کا نمونہ دیکھیں جنہیں معصوم اور خدا کا بیٹا بلکہ شریک باری تعالیٰ سمجھا جاتا ہے وہ الزام لگانے والے یہودیوں سے فرماتے ہیں: جو تم میں بے گناہ ہو وہی پہلے اس زیر الزام عورت کے پتھر مارے اور جب ان میں سے کسی یہودی کو جرأت نہ ہوئی اور وہ ایک ایک کر کے وہاں سے چل دیئے تو آپؑ نے اس عورت سے پوچھا: کیا کسی نے تجھ پر حکم نہیں لگایا؟ اس نے کہا: اے خداوند! کسی نے نہیں۔ تو انہوں نے کہا: میں بھی تجھ پر حکم نہیں لگاتا۔ جا پھر گناہ نہ کرنا۔ (یوحنا باب ۸ آیات ۷ تا ۱۱) اپنے عجز و انکسار کا کتنا عجیب شعور ہے اگر ان کے متعلق اس فقرہ سے کوئی شخص غلط نتیجہ اخذ کرے تو یہ بھی غلو اور حدود ادب سے تجاوز ہوگا اور اگر معصومیت اور ابن اللہ کے استعارہ سے کوئی انہیں خدا اور خدا کا بیٹا سمجھے تو یہ بھی غلو ہے۔

معنونہ آیت میں میانہ روی اور راست بازی کی تلقین ہے۔ امام بخاریؒ کے نزدیک مذکورہ بالا آیت کے مخاطب مسلمان و یہود و نصاریٰ سبھی ہیں۔ ہمارے مبلغین و مناظرین کو چاہیے کہ وہ دعوت حقہ و مناظروں میں وہی طریق اختیار کریں جو آنحضرت ﷺ نے اختیار فرمایا ہے کہ اپنے مخالفین کی عداوت و دشنام دہی کے باوجود حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ سے یہودیوں کے گندے الزاموں کی تردید پُرزور الفاظ میں فرمائی اور کسی موقع پر الزامی جواب کی نامناسب راہ اختیار نہیں کی۔ مذکورہ بالا آیت میں بھی آپؐ کو ہدایت ہوئی ہے کہ اہل کتاب کو توحید کی دعوت دی جائے اور انہیں راستبازی اختیار کرنے اور غلو سے بچنے کی تلقین ہو۔ فرماتا ہے: **يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ڞ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا** (النساء: ۱۷۲) اے اہل کتاب!

تم اپنے دین کے معاملہ میں غلو سے کام نہ لو اور اللہ کے متعلق سچی بات کے سوا (کچھ) نہ کہو کہ مسیح ابن مریم اللہ کا صرف (ایک) رسول اور اس کی (ایک) بشارت تھا جو اس نے مریم پر نازل کی تھی اور اس کی طرف سے ایک رحمت تھا۔ اس لئے تم اللہ (پر) اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لاؤ اور (یوں) نہ کہو کہ (خدا) تین ہیں۔ (اس امر سے) باز آ جاؤ۔ (یہ) تمہارے لئے بہتر گا۔ اللہ ہی اکیلا معبود ہے۔ وہ (اس بات سے) پاک ہے کہ اس کے ہاں اولاد ہو۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (سب) اسی کا ہے اور اللہ کی حفاظت کے بعد اور کسی حفاظت کی ضرورت نہیں۔

الزامی جوابوں کے تکرار اور ان میں حد ادب واعتدال ملحوظ نہ رکھنے سے خود اپنے اخلاق متاثر ہونے کا اندیشہ ہے اور نفس رفتہ رفتہ زنگ آلود ہو کر حق شناسی کی راہ سے دور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَ هُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ط فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ط وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ o** (المائدة: ٥٠) یعنی اے رسول! تو ان کے درمیان اس کلام کے ذریعہ سے فیصلہ کر جو اللہ نے (تجھ پر) اتارا ہے اور تو ان کی خواہشات کی پیروی نہ کر اور ان سے ہوشیار رہ کہ وہ تجھے فتنہ میں ڈال کر اللہ کے اتارے ہوئے کلام سے دور نہ لے جائیں۔ پھر اگر وہ پھر جائیں تو جان لے کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کو ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے سزا دے اور لوگوں میں سے بہت سے لوگ عہد شکن ہیں۔

ہمارے لئے نمونہ دعوت وتبلیغ خود معنونہ آیت میں بھی ہے...... جنت میں داخل ہونے کی بڑی شرط یہی قرار دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک سمجھا جائے اور اس کے حکموں پر عمل ہو۔

مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ: قَالَ الْوَلِيْدُ وَحَدَّثَنِيْ ابْنُ جَابِرٍ عَنْ عُمَيْرٍ عَنْ جَنَادَةَ والی روایت کی یہ سند مع زیادتی الفاظ امام مسلم[1] سے مروی ہے۔ یعنی تمام موحد جنت کے آٹھوں دروازوں سے داخل ہوں گے۔ **عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ** - اپنے اپنے عمل کے مطابق۔ ان میں سے ہر ایک کے جنت میں داخل ہونے کی کیفیت الگ الگ ہوگی اور اعمال کی وجہ سے ان کے درجات میں تفاوت ہوگا۔ اس تعلق میں دیکھئے کتاب الایمان باب ۱، ۲۳، ۳۱، ۳۳، ۳٦۔ جہاں ایمان کے ساتھ عمل کو باندھ کر اس کی مختلف حالتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ حوالے اس لئے قابل توجہ ہیں کہ مذکورہ بالا روایت سے یہ سمجھنا درست نہیں کہ خالی کلمہ توحید کے زبانی اقرار سے آٹھوں دروازوں سے جنت میں داخل ہونے کی کھلی اجازت ہوگی۔ ایسا نہیں ہوگا بلکہ موحد کی عملی حالت کے مطابق ہی اسے داخل ہونے کی اجازت ہوگی۔ اس تعلق میں مسند احمد بن حنبل کی روایت بھی دیکھئے۔ یہ روایت بھی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی ہے۔[2]

---

[1] (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعا)

[2] (مسند احمد بن حنبل، مسند الأنصار، حديث عبادة بن الصامت، جزء۵ صفحہ۳۲۵)

بَاب ٤٨: قَوْلُ اللهِ تَعَالَى وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا (مريم:١٧)

کتاب میں مریم کا حال پڑھ جبکہ وہ اپنے لوگوں سے الگ ہوئی تھی

نَبَذْنَاهُ أَلْقَيْنَاهُ اعْتَزَلَتْ شَرْقِيًّا (مريم:١٧) مِمَّا يَلِي الشَّرْقَ. فَأَجَآءَهَا (مريم: ٢٤) أَفْعَلْتُ مِنْ جِئْتُ وَيُقَالُ أَلْجَأَهَا اضْطَرَّهَا. تَسَّاقَطْ تَسْقُطْ. قَصِيًّا (مريم:٢٣) قَاصِيًا فَرِيًّا (مريم:٢٨) عَظِيْمًا. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ نَسْيًا (مريم:٢٤) لَمْ أَكُنْ شَيْئًا. وَقَالَ غَيْرُهُ النِّسْيُ الْحَقِيْرُ. وَقَالَ أَبُوْ وَائِلٍ عَلِمَتْ مَرْيَمُ أَنَّ التَّقِيَّ ذُوْ نُهْيَةٍ حِيْنَ قَالَتْ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا (مريم:١٩).

اِنْتَبَذَتْ، نَبَذَ سے ہے۔ کہتے ہیں نَبَذْنَاهُ ہم نے اس کو پھینک دیا۔ اِنْتَبَذَتْ وہ الگ ہوگئی۔ شَرْقِيًّا کے معنی ہیں وہ حصہ جو مشرق سے ملا ہو۔ فَأَجَآءَهَا، جَآءَ سے باب افعال ہے اور اس کے معنی یہ کئے جاتے ہیں کہ اس کو بے قرار کردیا۔ تَسَّاقَط یعنی گریں گے۔ قَصِيًّا کے معنی ہیں دور۔ فَرِيًّا کے معنی ہیں بہت بڑا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: نَسْيًا کے معنی ہیں میں کچھ بھی نہ ہوتی۔ اور حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ اوروں نے کہا: النِّسْيُ کے معنی ہیں حقیر۔ اور ابووائل نے کہا: مریم نے جب یہ کہا: اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا تو وہ جانتی تھیں کہ متقی وہ ہے جو عقل مند ہو، جو بدیوں سے رُک جائے۔

قَالَ وَكِيْعٌ عَنْ إِسْرَائِيْلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ سَرِيًّا (مريم:٢٥) نَهَرٌ صَغِيْرٌ بِالسُّرْيَانِيَّةِ.

وکیع نے بتایا۔ انہوں نے اسرائیل سے، اسرائیل نے ابواسحاق سے، ابواسحاق نے حضرت براءؓ سے روایت کی کہ سَرِيًّا سریانی زبان میں ندی کو کہتے ہیں۔

٣٤٣٦: حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ إِلَّا ثَلَاثَةٌ عِيْسَى وَكَانَ فِي

۳۴۳٦: مسلم بن ابراہیم نے ہم سے بیان کیا کہ جریر بن حازم نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے محمد بن سیرین سے، ابن سیرین نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: بچپن میں سوائے تین کے کسی نے باتیں نہیں

بَنِي إِسْرَائِيْلَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ جُرَيْجٌ كَانَ يُصَلِّي فَجَاءَتْهُ أُمُّهُ فَدَعَتْهُ فَقَالَ أُجِيْبُهَا أَوْ أُصَلِّي فَقَالَتْ اللَّهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتَّى تُرِيَهُ وُجُوْهَ الْمُوْمِسَاتِ وَكَانَ جُرَيْجٌ فِي صَوْمَعَتِهِ فَتَعَرَّضَتْ لَهُ امْرَأَةٌ وَكَلَّمَتْهُ فَأَبَى فَأَتَتْ رَاعِيًا فَأَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقَالَتْ مِنْ جُرَيْجٍ فَأَتَوْهُ فَكَسَرُوْا صَوْمَعَتَهُ وَأَنْزَلُوْهُ وَسَبُّوْهُ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى ثُمَّ أَتَى الْغُلَامَ فَقَالَ مَنْ أَبُوْكَ يَا غُلَامُ قَالَ الرَّاعِي قَالُوْا نَبْنِي صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ لَا إِلَّا مِنْ طِيْنٍ وَكَانَتِ امْرَأَةٌ تُرْضِعُ ابْنًا لَهَا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ فَمَرَّ {بِهَا☆ }رَجُلٌ رَاكِبٌ ذُوْ شَارَةٍ فَقَالَتْ اللَّهُمَّ اجْعَلْ ابْنِي مِثْلَهُ فَتَرَكَ ثَدْيَهَا وَأَقْبَلَ عَلَى الرَّاكِبِ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى ثَدْيِهَا يَمَصُّهُ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَصُّ

کیں۔یعنی عیسیٰ اور بنی اسرائیل میں ایک مشہور شخص تھا جسے جُرَیج کہتے تھے۔وہ نماز پڑھ رہا تھا اس کی ماں آئی اور اس نے اس کو بلایا۔جُرَیج نے دل میں کہا: میں اس کے پاس جاؤں یا نماز پڑھتا رہوں۔ماں نے یہ دیکھ کر بددعا کی: اے اللہ! اس کو نہ ماریو جب تک تو اس کو کنچنیوں کا منہ نہ دکھالے اور جریج اپنے عبادت خانہ میں ہی رہتا تھا۔ایک عورت نے اس سے چھیڑ چھاڑ کی اور اس سے (بدکاری کے لیے) کہا۔اس نے انکار کیا۔پھر وہ ایک چرواہے کے پاس آئی اور اپنے تئیں اس کے سپرد کیا جس سے وہ ایک لڑکا جنی اور کہنے لگی: جُرَیج سے ہوا ہے۔لوگ اس کے پاس آئے اور انہوں نے اس کے عبادت خانہ کو توڑ ڈالا۔اور اس کو نیچے اتارا اور گالیاں دیں۔جریج نے وضو کیا اور نماز پڑھی اور اس کے بعد اس لڑکے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا: اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے جواب دیا: چرواہا۔لوگ کہنے لگے: ہم تمہارا عبادت خانہ سونے کا بنا دیتے ہیں۔اس نے کہا: نہیں مٹی سے ہی بنادو۔بنی اسرائیل میں سے ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ ایک شخص سوار جو خوش وضع تھا {اس☆ کے پاس سے} گزرا۔اس کو دیکھ کر وہ عورت دعا کرنے لگی: اے اللہ! میرے بیٹے کو بھی اس جیسا بنا۔بچہ نے اس کا پستان چھوڑ دیا اور سوار کی طرف منہ کر کے بولا: اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنائیو۔یہ کہہ کر پھر اپنی

☆ یہ لفظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔(فتح الباری جزء٦ حاشیہ صفحہ ۵۸۱) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

إِصْبَعَهُ ثُمَّ مُرَّ بِأَمَةٍ فَقَالَتْ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِي مِثْلَ هَذِهِ فَتَرَكَ ثَدْيَهَا فَقَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا فَقَالَتْ لِمَ ذَاكَ فَقَالَ الرَّاكِبُ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ وَهَذِهِ الْأَمَةُ يَقُوْلُوْنَ سَرَقْتِ زَنَيْتِ وَلَمْ تَفْعَلْ.

ماں کے پستان کو چوسنے لگا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے تھے: جیسے میں اب بھی نبی ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپؐ اپنی انگلی کو چوس رہے ہیں۔ پھر ایک لونڈی وہاں سے گزری۔ اس کو دیکھ کر دعا کرنے لگی: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنائیو۔ اس بچے نے پستان چھوڑ دیا اور بولا: اے اللہ! مجھے اس جیسا کیجیئو۔ اس عورت نے پوچھا: یہ کیوں (تم نے کہا ہے؟) اس نے جواب دیا: وہ سوار بڑا ظالم ہے اور یہ لونڈی، لوگ اس کو کہتے ہیں: تو نے چوری کی، تو نے زنا کیا حالانکہ اس نے کچھ نہیں کیا۔

اطرافهُ: ١٢٠٦، ٢٤٨٢، ٣٤٦٦.

٣٤٣٧: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ ح. وَحَدَّثَنِي مَحْمُوْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ لَقِيْتُ مُوْسَى قَالَ فَنَعَتَهُ فَإِذَا رَجُلٌ حَسِبْتُهُ قَالَ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الرَّأْسِ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ قَالَ وَلَقِيْتُ عِيْسَى فَنَعَتَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَبْعَةٌ أَحْمَرُ كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ يَعْنِي الْحَمَّامَ وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيْمَ

۳۴۳۷: ابراہیم بن موسیٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معمر سے روایت کی۔ اور محمود (بن غیلان) نے مجھ سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں بتایا۔ معمر نے ہمیں خبر دی ہے۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے کہا کہ سعید بن مسیّب نے مجھے بتایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس رات مجھے لے جایا گیا۔ میں موسیٰ سے ملا۔ عبدالرزاق نے کہا: معمر نے ان کا حلیہ روایت کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یوں کہا: میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ پتلے لمبے آدمی ہیں۔ سیدھے بالوں والے جیسے شنوءہ قبیلہ کے آدمی ہوتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: میں عیسیٰ سے ملا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حلیہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا: وہ میانہ قد سرخ رنگ کے

وَأَنَا أَشْبَهُ وَلَدِهِ بِهِ قَالَ وَأُتِيْتُ بِإِنَاءَيْنِ أَحَدُهُمَا لَبَنٌ وَالْآخَرُ فِيْهِ خَمْرٌ فَقِيْلَ لِي خُذْ أَيَّهُمَا شِئْتَ فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ فَقِيْلَ لِي هُدِيْتَ الْفِطْرَةَ أَوْ أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ.

تھے۔ ایسے تروتازہ کہ جیسے وہ حمام سے نکلے تھے اور میں نے ابراہیم کو دیکھا، ان کی اولاد میں سے مَیں ان سے زیادہ ہم شکل ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: میرے پاس دو برتن لائے گئے۔ ان میں سے ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب اور مجھے کہا گیا: ان میں سے جس کو تم چاہو لے لو۔ میں نے دودھ لیا اور اس کو پیا۔ تو مجھ سے کہا گیا: فطرت کی تمہیں رہنمائی کی گئی ہے یا تم نے فطرت کو اختیار کیا ہے۔ دیکھو! اگر تم شراب لیتے تو تمہاری امت کج روی اختیار کرتی۔

اطرافہ: ۳۳۹۴، ۴۷۰۹، ۵۵۷٦، ۵٦۰۳.

۳۴۳۸: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيْلُ أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ☆ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ عِيْسَى وَمُوْسَى وَإِبْرَاهِيْمَ فَأَمَّا عِيْسَى فَأَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِيْضُ الصَّدْرِ وَأَمَّا مُوْسَى فَآدَمُ جَسِيْمٌ سَبْطٌ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ الزُّطِّ.

۳۴۳۸: محمد بن کثیر نے ہم سے بیان کیا کہ اسرائیل نے ہمیں خبر دی۔ عثمان بن مغیرہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مجاہد سے، مجاہد نے حضرت ابن عمر☆ رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے عیسٰیؑ اور موسٰیؑ اور ابراہیمؑ کو دیکھا۔ عیسٰیؑ جو تھے تو ان کا رنگ سرخ، گھونگھریالے بال اور سینہ چوڑا رکھتے تھے اور موسٰیؑ جو تھے تو وہ گندم گوں، فربہ جسم، سیدھے بالوں والے، جیسے کہ وہ زُطّ کے لوگوں میں سے ہیں۔

۳۴۳۹: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا أَبُوْ ضَمْرَةَ حَدَّثَنَا مُوْسَى عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَيْنَ

۳۴۳۹: ابراہیم بن منذر نے ہمیں بتایا۔ ابوضمرہ نے ہم سے بیان کیا کہ موسٰی (بن عقبہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ (بن عمرؓ) سے روایت کی کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں

☆ فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ہے (فتح الباری جزء٦ حاشیہ صفحہ۵۸۲) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

ظَهْرَيِ النَّاسِ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنَّ اللهَ لَيْسَ بِأَعْوَرَ أَلَا إِنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ.

کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے مسیح دجال کا ذکر کیا۔ فرمایا: اللہ کانا نہیں۔ دیکھو ہوشیار رہنا۔ مسیح دجال داہنی آنکھ سے کانا ہے۔ اس کی آنکھ جیسے پھولا ہوا انگور کا دانہ ہوتا ہے۔

اطرافهُ: ٣٠٥٧، ٣٣٣٧، ٤٤٠٢، ٦١٧٥، ٧١٢٣، ٧١٢٧، ٧٤٠٧.

٣٤٤٠: وَأَرَانِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فِي الْمَنَامِ فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ كَأَحْسَنِ مَا يُرَى مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ رَجِلُ الشَّعَرِ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالُوْا هَذَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ رَأَيْتُ رَجُلًا وَرَاءَهُ جَعْدًا قَطِطًا أَعْوَرَ عَيْنِ الْيُمْنَى كَأَشْبَهِ مَنْ رَأَيْتُ بِابْنِ قَطَنٍ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى مَنْكِبَيْ رَجُلٍ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ تَابَعَهُ عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ.

۳۴۴۰: اور آج رات خواب میں مَیں نے دیکھا کہ کعبہ کے پاس ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گندم گوں شخص ہے ایسا ہی خوبصورت جیسے گندم گوں لوگ نظر آتے ہیں۔ اس کے بال کندھوں تک پہنچے تھے۔ بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی۔ اس کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ دو آدمیوں کے کندھوں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ مسیح ابن مریم ہیں۔ پھر میں نے اس کے پیچھے ایک اور شخص چھوٹے گنگھریالے بالوں والا داہنی آنکھ سے کانا، جن لوگوں کو میں نے دیکھا ہے ان میں سے عبدالعزیٰ بن قطن سے بہت مشابہ تھا۔ وہ بھی ایک شخص کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا چکر لگا رہا تھا۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: مسیح دجال ہے۔ موسیٰ بن عقبہ کی طرح اس حدیث کو عبیداللہ نے بھی نافع سے روایت کیا۔

اطرافهُ: ٣٤٤١، ٥٩٠٢، ٦٩٩٩، ٧٠٢٦، ٧١٢٨.

٣٤٤١: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ

۳۴۴۱: ہم سے احمد بن محمد مکی نے بیان کیا۔ انہوں

الْمَكِّيُّ قَالَ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيْمَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ لَا وَاللهِ مَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعِيْسَى أَحْمَرُ وَلَكِنْ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ أَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ سَبْطُ الشَّعَرِ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ يَنْطُفُ رَأْسُهُ مَاءً أَوْ يُهَرَاقُ رَأْسُهُ مَاءً فَقُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا ابْنُ مَرْيَمَ فَذَهَبْتُ {أَلْتَفِتُ☆} فَإِذَا رَجُلٌ أَحْمَرُ جَسِيْمٌ جَعْدُ الرَّأْسِ أَعْوَرُ عَيْنِهِ الْيُمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوْا هَذَا الدَّجَّالُ وَأَقْرَبُ النَّاسِ بِهِ شَبَهًا ابْنُ قَطَنٍ قَالَ الزُّهْرِيُّ رَجُلٌ مِّنْ خُزَاعَةَ هَلَكَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ.

نے کہا: میں نے ابراہیم بن سعد سے سنا۔ ابراہیم نے کہا: مجھے زہری نے بتایا۔ زہری نے سالم سے، سالم نے اپنے باپ (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ اللہ کی قسم! نبی ﷺ نے عیسیٰ کو سرخ رنگ کا نہیں بتایا بلکہ فرمایا: اسی اثناء میں کہ میں سویا ہوا تھا (میں نے خواب میں دیکھا کہ میں) کعبہ کا طواف کر رہا ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص گندم گوں سیدھے بالوں والا ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان ان کا سہارا لئے ہوئے جا رہا ہے۔ اس کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے یا فرمایا: اس کے سر سے پانی بہہ رہا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: ابن مریم۔ میں مڑ کر جو دیکھنے لگا☆ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک موٹا شخص سرخ رنگ گھنگھریالے بالوں والا اپنی داہنی آنکھ سے کانا ہے۔ اس کی آنکھ جیسے پھولا ہوا انگور کا دانہ ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ دجال ہے اور لوگوں میں سے (عبدالعزیٰ) ابن قطن اس سے زیادہ ملتا جلتا ہے۔ زہری نے کہا: یہ خزاعہ قبیلہ میں سے ایک شخص تھا جو جاہلیت میں ہی مر گیا تھا۔

اطرافهُ: ٣٤٤٠، ٥٩٠٢، ٦٩٩٩، ٧٠٢٦، ٧١٢٨.

٣٤٤٢: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ

۳۴۴۲: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے مجھے خبر دی کہ

☆ یہ لفظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہے۔ (فتح الباری جزء ٦ حاشیہ صفحہ ۵۸۲) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ وَالْأَنْبِيَاءُ أَوْلَادُ عَلَّاتٍ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ.

طرفهُ: ٣٤٤٣۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: لوگوں میں سے سب سے زیادہ ابن مریم کے ساتھ تعلق رکھنے والا مَیں ہوں اور نبی علاتی بھائی ہوتے ہیں۔ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

٣٤٤٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هِلَالُ ابْنُ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ.

طرفهُ: ٣٤٤٢۔

۳۴۴۳: محمد بن سنان نے ہمیں بتایا کہ فُلَیح بن سلیمان نے ہم سے بیان کیا، (کہا:) ہلال بن علی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا اور آخرت میں تمام لوگوں سے بڑھ کر عیسیٰ ابن مریم سے تعلق رکھنے والا مَیں ہوں اور نبی علاتی بھائی ہوتے ہیں۔ ان کی مائیں مختلف ہیں مگر ان کا دین ایک ہی ہوتا ہے۔

وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ مُوْسَى ابْنِ عُقْبَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور ابراہیم بن طہمان نے کہا کہ موسیٰ بن عقبہ سے مروی ہے۔ انہوں نے صفوان بن سُلیم سے، صفوان نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

٣٤٤٤: وَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

۳۴۴۴: اور عبداللہ بن محمد (مسندی) نے بھی ہمیں

مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَى عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَجُلًا يَسْرِقُ فَقَالَ لَهُ أَسَرَقْتَ قَالَ كَلَّا وَاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَقَالَ عِيْسَى آمَنْتُ بِاللهِ وَكَذَّبْتُ عَيْنِي.

بتایا کہ عبدالرزاق نے ہم سے بیان کیا۔ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ہمام سے، ہمام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم نے ایک شخص کو چوری کرتے دیکھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا: کیا تم چوری کرتے ہو؟ اس نے کہا: ہرگز نہیں؛ اسی ذات کی قسم ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ عیسیٰ یہ سن کر بولے: میں اللہ پر ایمان لایا اور اپنی آنکھ کو جھوٹا قرار دیتا ہوں۔

٣٤٤٥: حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُوْلُ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُطْرُوْنِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهُ.

۳۴۴۵: حمیدی نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: میں نے زہری سے سنا۔ وہ کہتے تھے: عبیداللہ بن عبداللہ نے مجھے بتایا۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ منبر پر کھڑے کہہ رہے تھے: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو۔ جیسے نصاریٰ نے ابن مریم کی تعریف میں مبالغہ کیا۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں اور تم یہی کہو: اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔

اطرافہ: ٢٤٦٢، ٣٩٢٨، ٤٠٢١، ٦٨٢٩، ٦٨٣٠، ٧٣٢٣۔

٣٤٤٦: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ

۳۴۴۶: محمد بن مقاتل نے ہم سے بیان کیا کہ

{أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ☆} أَخْبَرَنَا صَالِحُ بْنُ حَيٍّ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ قَالَ لِلشَّعْبِيِّ فَقَالَ الشَّعْبِيُّ أَخْبَرَنِي أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَدَّبَ الرَّجُلُ أَمَتَهُ فَأَحْسَنَ تَأْدِيْبَهَا وَعَلَّمَهَا فَأَحْسَنَ تَعْلِيْمَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا كَانَ لَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا آمَنَ بِعِيْسَى ثُمَّ آمَنَ بِي فَلَهُ أَجْرَانِ وَالْعَبْدُ إِذَا اتَّقَى رَبَّهُ وَأَطَاعَ مَوَالِيَهُ فَلَهُ أَجْرَانِ.

عبداللہ☆ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ صالح بن حي نے ہمیں بتایا کہ اہل خراسان میں سے ایک شخص نے شعبی سے پوچھا تو شعبی نے کہا: ابوبردہ نے مجھے بتایا۔ انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کو اَدب سکھائے اور عمدہ ادب سکھائے اور اس کو تعلیم دے اور عمدہ تعلیم دے اور پھر اس کے بعد اس کو آزاد کردے اور اس سے نکاح کرلے، اس کو دو ثواب ہوں گے۔ اور اگر عیسیٰ کو مانا ہے اور پھر مجھے مانا ہے تو اس کو بھی دو ثواب ہوں گے۔ اور جو غلام اپنے ربّ کی ناراضگی سے بچے اور مالکوں کی اطاعت کرے تو اس کو بھی دو ثواب ہوں گے۔

اطرافهُ: ٩٧، ٢٥٤٤، ٢٥٤٧، ٢٥٥١، ٣٠١١، ٥٠٨٣۔

٣٤٤٧: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُحْشَرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَأَ: كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ

۳۴۴۷: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (ثوری) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مغیرہ بن نعمان سے، مغیرہ نے سعید بن جُبَیر سے، سعید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے ختنہ اُٹھایا جائے گا۔ یہ کہہ کر آپؐ نے یہ آیت پڑھی: جس طرح ہم

☆ یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء٦ حاشیہ صفحہ ۵۸۳) ترجمہ ان کے مطابق ہے۔

إِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ○ (الأنبياء:١٠٥) فَأَوَّلُ مَنْ يُّكْسَى إِبْرَاهِيْمُ ثُمَّ يُؤْخَذُ بِرِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِي ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُوْلُ أَصْحَابِي فَيُقَالُ إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ فَأَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (المائدة:١١٨، ١١٩)

نے پہلے پہل پیدا کیا اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے۔ ہمارے ذمہ یہ ایک وعدہ ہے ہم ضرور پورا کریں گے۔ (پھر فرمایا:) سب سے پہلے جسے پہنایا جائے گا، ابراہیم ہوں گے۔ پھر (جب سب پہنائے جائیں گے تو) ایسا ہوگا کہ میرے صحابہ میں سے بعض لوگوں کو دائیں طرف لے جایا جائے گا اور بعض کو بائیں طرف۔ میں کہوں گا یہ میرے ساتھی ہیں۔ تو کہا جائے گا: آپؐ جب سے ان سے جدا ہوئے وہ اپنی ایڑیوں کے بل پھرے رہے۔ تو میں ویسے ہی کہوں گا جیسے اس نیک بندے یعنی عیسیٰ بن مریم نے کہا تھا: میں اپنی قوم پر نگران رہا جب تک میں ان کے درمیان رہا۔ جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تُو ہی ان کا نگہبان تھا اور تو ہی ہر ایک چیز کا نگران ہے۔ اگر تو انہیں سزا دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کی پردہ پوشی فرمائے تو تُو بڑی عزت والا اور بڑی حکمتوں والا ہے۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ الْفَرَبْرِيُّ ذُكِرَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ قَبِيْصَةَ قَالَ هُمُ الْمُرْتَدُّوْنَ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلَى عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ فَقَاتَلَهُمْ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

محمد بن یوسف فربری نے کہا: ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) سے بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے قبیصہ سے نقل کیا اور انہوں نے کہا: یہ وہی مرتد ہیں جو حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں مرتد ہوئے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی تھی۔

اطرافهُ: ٣٣٤٩، ٤٦٢٥، ٤٦٢٦، ٤٧٤٠، ٦٥٢٤، ٦٥٢٥، ٦٥٢٦۔

تشریح. وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا: باب ۴۴ سے ۴۸ تک ایک اہم موضوع سے متعلق احادیث نبویہ مذکور ہیں اور یہ سب باب مع احادیث ایک خاص ترتیب میں مرتب ہیں جسے پہلے سمجھنا ضروری ہے تا امام بخاریؒ کا نقطہ نظر سمجھنے میں آسانی ہو۔ ورنہ بظاہر احادیث مذکورہ بالا بغیر معین غرض کے پانچ عنوانوں کے تحت جمع شدہ معلوم دیتی ہیں جو امام بخاریؒ کے طریق کے خلاف ہے۔ لیکن ذرا غور کیا جائے تو یہ سب ترتیب بلیغ میں معلوم ہوں گی۔

باب ۴۸ کے آغاز میں حضرت مریم علیہا السلام کے ہاں ولادت اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ندرت تکلم کا ذکر ہے اور دونوں باتیں ہی نادر الوقوع ہیں۔ ولادت بن باپ کی مثالیں بطور شاذ و نادر بشر میں ملتی ہیں اور کم سنی میں بچوں کے معقول کلام پر قادر ہونے کی مثالیں بھی پائی جاتی ہیں۔ باب کا موضوع ایک امر واقعہ کے ذکر سے ہے جس کے لئے آیت وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ کا حوالہ دیا گیا ہے اور حضرت مریم علیہا السلام سے مومنوں کی مماثلت کا ذکر باب ۳۲ میں گزر چکا ہے۔ تسلسل موضوع قائم رکھنے کی غرض اس باب اور اس کی روایتوں کا تعلق ہے۔ ان میں سے پہلی روایت (نمبر ۳۴۳۶) ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی صفت متکلم میں منفرد نہیں تھے بلکہ بعض قومی روایات میں دوسرے بچوں کے کلام کرنے کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اسی طرح خارق عادت ولادت بھی۔

اس کے بعد کی دوسری روایت (نمبر ۳۴۳۷) یہ ہے کہ معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ اور آپؑ کے خلیفہ حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات کی اور آپؐ نے ان کا حلیہ بیان فرمایا اور اس معراج میں آپؐ کے دودھ کا ہدیہ لینے پر آپؐ کو بشارت دی گئی کہ آپؐ کی امت حدود سے تجاوز نہ کرے گی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی ملاقات ہوئی اور آپؐ نے فرمایا کہ میں شکل و سیرت میں ان سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔ مذکورہ بالا مماثلت تب ہی درست ہوگی جب ان میں سے ہر ایک مثل اور ممثل بہ کا وجود الگ الگ تسلیم کیا جاوے۔ فلاں فلاں کا ہم شکل ہے، اس سے مراد ہی یہ ہے کہ جس شخص سے مشابہت ہے اور جو مشابہ ہے دونوں الگ الگ وجود رکھتے ہیں۔ چنانچہ تیسری حدیث (نمبر ۳۴۳۸) جو مروی ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام دونوں کا حلیہ الگ الگ بیان فرمایا ہے۔

روایت نمبر ۳۴۳۹، ۳۴۴۰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور رویاء درج ہے۔ ایک مجلس میں آپؐ نے پہلے دجال یک چشم کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ داہنی آنکھ سے اندھا ہوگا اور اس ذکر کے تعلق میں اپنی خواب بیان فرمائی ہے کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام کو کعبہ کے پاس دیکھا۔ گندم گوں رنگ، بہت خوبصورت شکل، سر کے بال سیدھے کندھے پر لٹک رہے ہیں، ان میں کنگھی کی ہوئی، پانی کے قطرے بالوں سے ٹپک رہے ہیں جیسے حمام سے ابھی غسل کر کے نکلے ہیں۔ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ ہیں اور وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں اور اپنی رویاء میں دجال بھی دیکھا جو داہنی آنکھ سے

اندھا تھا اور حضرت مسیح علیہ السلام سے آگے تھا۔ (وَرَآء کا لفظ آگے اور پیچھے دونوں کے لئے ہے۔ بعد کی روایت سے لفظ وَرَآءَ کا مفہوم متعین ہوتا ہے۔) رویاء میں حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام طواف کرتے دیکھے گئے ہیں۔ جن کے بال سیدھے تھے اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ فَذَهَبْتُ اَلْتَفِتُ فَإِذَا رَجُلٌ جَسِيْمٌ .... مڑ کے جو دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بھاری جسم والا شخص ہے جو فلاں حلیہ کا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یک چشم موٹا تازہ شخص الگ تھلگ طواف کر رہا تھا جس کے سر کے بال کنڈل دار بہت گھنے تھے۔

امام ابن حجرؒ اس تعلق میں لکھتے ہیں: وَيُرَادُ بِهِ الذَّمُّ ...... کہ اس سے مذمت مراد ہے۔ جَعْدُ الْيَدَيْنِ وَجَعْدُ الْأَصَابِعِ - بخیل، پست قد اور ذلیل شخص کو کہتے ہیں۔ مسیح ابن مریم علیہا السلام اور مسیح دجال کے طواف میں حسب نیت وعمل فرق ہے۔ اس (مسیح دجال) کا طواف ہدم وتخریب بیت اللہ کے لئے ہوگا اور ان (مسیح بن مریم) کا اس کی حفاظت کی غرض سے۔ گویا فتنہ دجال کے ظہور کے بعد مسیح ابن مریم کی بعثت ہوگی تا خانہ خدا توحید کو اس کے شر سے محفوظ رکھے۔

باب ۴۸ کے تحت کل بارہ روایتیں ہیں۔ پہلی روایت کا مقصد بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی خارق عادت ولادت وقوتِ تکلم ایسی نہیں جو بے مثل سمجھ کر خدائے یگانہ کی طرح دونوں ماں بیٹا پوجے جائیں۔ بنی نوع انسان میں ایسی اِکا دُکا مثالیں اور بھی مروی ہیں۔ اس ذکر سے الوہیت مسیح کا ابطال مقصود ہے۔ دوسری روایت کے آخر میں بتایا گیا ہے کہ جس طرح حضرت مسیح کی امت توحید سے بھٹک گئی، اُمت محمدیہ نہیں بھٹکے گی۔ جو دین آپؐ کو عطا ہوا ہے وہ دین فطرت ہے وہ متغیر نہیں ہوگا۔ اپنی حالت میں مصفا رہے گا۔ تیسری، چوتھی، پانچویں اور چھٹی روایت کا خلاصہ بتایا جا چکا ہے کہ مسیح لقب دو شخصوں کے حلیوں کا اختلاف ان کی دو الگ الگ شخصیتوں پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی دو الگ وجود ہیں، ایک نہیں۔ دجال جو دشمن حق ہے اس کا طوافِ کعبہ نیک نیتی سے نہیں ہوسکتا۔ وہ بیت اللہ کو گرانے کے لئے چکر لگائے گا اور مسیح محمدی اسے بچائے گا۔ یہ مراد ہے ان روایتوں سے۔ (دیکھئے روایات نمبر ۳۴۳۸ تا ۳۴۴۱)

باب کی ساتویں روایت خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ - دوسرے لوگوں کی نسبت میں ابن مریم سے زیادہ قریب کا تعلق رکھنے والا ہوں۔ وَالْأَنْبِيَآءُ اَوْلَادُ عَلَّاتٍ اور انبیاء علاتی بھائی ہیں جن کا باپ تو ایک ہو اور مائیں الگ الگ۔ یعنی باعتبار ربوبیت وغرض بعثت تمام انبیاء ایک ہی سرچشمہ الوہیت سے مستفید ہوتے ہیں اور ان کی بعثت سے مقصود بھی ایک ہی غرض ہے کہ بنی نوع انسان کا رابطہ اللہ تعالیٰ سے قائم کریں۔ اس لحاظ سے انبیاء کے درمیان مماثلت ومشابہت ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ - چونکہ ابن مریم قتل دجال کے لئے مامور ہے۔ غرض وغایت کے اعتبار سے میرا اُس سے زیادہ تعلق ہے کیونکہ وہ میری غرضِ بعثت پوری کرنے والا ہوگا۔ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ - میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں یعنی وہ نبی ہوگا۔ اس تصریح سے طبعًا یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ابن مریم سے مراد بنی اسرائیل والے سابقہ نبی حضرت عیسیٰ بن مریم ہی مراد ہیں جو بوقت فتنہ دجال نازل ہوکر اس فتنہ کا قلع قمع کریں گے۔

اس غلط خیال کا ازالہ باب کی آخری احادیث ۳۴۴۴، ۳۴۴۵، ۳۴۴۶ سے کیا گیا ہے۔ جن میں سے پہلی حدیث نبوی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ انہوں نے دوسرے کی قسم کا اعتبار کیا اور چشم دید واقعہ دیکھنے کے باوجود اپنی آنکھ کا اعتبار نہیں کیا۔ اگلی روایت نمبر ۳۴۴۵ میں ہے: لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارَی ابْنَ مَرْیَمَ ...... میری مدح میں مبالغہ نہ کرو جیسے نصاریٰ نے ابن مریم کی مدح میں کیا ہے۔ طَرَی، طَرُوًا اور أَطْرَی اِلَیْهِ کے معنی ہوتے ہیں اس کی طرف خوش عقیدہ باتیں منسوب کیں جو اس میں نہیں تھیں اور نہ وہ درست ہوں (کامل مبرد) صرف نمائش ہی نمائش ہو۔

روایت نمبر ۳۴۴۶ میں آتا ہے کہ اس شخص کو دوہرا ثواب ملے گا جو مجھ پر ایمان لایا اور پھر حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لایا۔ لیکن یہ ایمان اسی وقت کارآمد ہوگا جب تقوی اللہ سے کام لیا جائے گا اور ہر ایک تم میں سے اپنا فرضِ منصبی ادا کرے گا۔

روایت نمبر ۳۴۴۷ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو روزِ محشر کا نظارہ دکھایا گیا۔ آپؐ نے دیکھا کہ قیامت کے روز آپؐ کی امت کے کچھ لوگوں کو آپؐ کے حوض سے ہٹا کر دائیں بائیں لے جایا جائے گا۔ اس پر آپؐ فرمائیں گے کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ جواب ملے گا: نہیں یہ تو اس وقت سے ہی مرتد ہیں جب آپؐ نے انہیں چھوڑا۔ حضورؐ فرماتے ہیں: تب میں عبد صالح عیسیٰ بن مریم کی طرح کہوں گا: وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (المائدة: ۱۱۸، ۱۱۹) میں ان کی دیکھ بھال کرتا رہا جب تک ان میں رہا۔ سو جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تُو ہی ان کا نگران تھا اور تُو ہی ہر شئے کا واقف حال ہے۔ اگر تو انہیں سزا دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کی پردہ پوشی فرمائے تو تُو بڑی عزت والا اور بڑی حکمتوں والا ہے۔

روایت نمبر ۳۴۴۷ اِس امر پر فیصلہ کن ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فوت ہوگئے اور عیسائی آپ کی وفات کے بعد بوجہ مبالغہ آمیز عقائد کے راہِ راست سے جو توحید ہے بھٹک گئے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سابقہ وفات شدہ نبی کی دنیا میں واپسی اور امت محمدیہ میں اس کی جانشینی کا خیال بھی خلاف عقل ہے اور اس کے یہ معنی کہ آپؐ کی تاثیر قدسی سے امت کا کوئی فرد بھی ابن مریم کا روحانی مقام حاصل نہیں کرسکتا اور آپؐ کی جانشینی کے اہل نہیں، اس غلط خیال کے ردّ کرنے کی غرض سے حضرت امام بخاریؒ نے اس باب میں حدیث ۳۴۳۸ نقل کی ہے۔ جن میں انبیاء علیہم السلام کے مثیل اور انبیاء بنی اسرائیل کے ذکر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ بیان کیا ہے کہ وہ سرخ رنگ اور گھونگھریالے بالوں والے ہیں اور حدیث نمبر ۳۴۳۹ میں مسیح دجال یک چشم کا ذکر کرنے کے بعد روایت نمبر ۳۴۴۰ میں مسیح موعود (قاتل دجال) کا حلیہ بیان فرمایا ہے کہ وہ خوبصورت گندم گوں ہے۔ (سرخ رنگ نہیں) اور اس کے سر کے بال سیدھے ہیں (گھنگھریالے نہیں۔)

چھٹی روایت (نمبر۳۴۴۱) میں جو حلیہ بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ کو سرخ رنگ نہیں بلکہ گندم گوں بتایا ہے، اس کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں اور انہوں نے اپنے حلفیہ بیان میں جس ابن مریم کا یہ گندم گوں والا حلیہ بتایا ہے وہی دجال یک چشم کا قاتل ابن مریم ہے نہ کہ وفات شدہ اسرائیلی ابن مریم۔ ظاہر ہے کہ دو مختلف حلیے دو الگ الگ شخصوں کا پتہ دیتے ہیں۔ نام کا اشتراک تو عام ہے۔ ایک نام سے کئی شخص ہو سکتے ہیں اور انبیاء اپنے مقام روحانی کے لحاظ سے ایک دوسرے کے مثیل ہیں جس کا ذکر حدیث نمبر۳۴۴۲ میں کیا گیا ہے تا مماثلت کے بارے میں شبہ نہ رہے اور نام کا اشتراک غلط فہمی پیدا نہ کرے۔ ابن مریم کے تسمیہ سے تو غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے کہ اس کنیت کا ایک ہی شخص ہے جو بنی اسرائیل میں گزرا ہے۔ اس لئے ابن مریم کی واپسی سے اسی کی واپسی سمجھی جا سکتی ہے۔ اس شبہ کا حل باب۳۲ میں گزر چکا ہے۔ جہاں سورۃ التحریم کی آیات کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ عمل صالح بجالانے والے مومن آسیہ و مریم علیہما السلام کا مقام روحانی عطا کئے جاتے ہیں اور ان میں روح القدس کا نفخ ہوتا ہے۔ جس سے ان کا بلند و بالا مقام روحانیت کا ارتقاء ہوسکتا ہے۔ پس جب حلیہ جدا جدا بیان ہوا ہے تو ابن مریم کے نام سے جو مشکل پیش آ سکتی تھی وہ مماثلت کے اعتبار سے آسان ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس روحانی مماثلت کے اعتبار سے أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (روایت نمبر۳۴۴۳) تمام لوگوں سے بڑھ کر قریب ترین تعلق والا ابن مریم سے میں ہوں۔ یہی روحانی مماثلت و مشابہت اور قاتل دجال والے مسیح موعود کی پیشگوئی باب۴۸ کا اصل موضوع ہے اور اس سے قبل کے ابواب بطور تمہید ہیں اور ان کا مدعا اس پیشگوئی کا بیان ہے۔ چنانچہ باب۴۸ کا عنوان سورۃ مریم والی آیت وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا... اور اس عنوان کا اعادہ باب۴۴ میں اور ان دونوں ابواب کے درمیان سورۃ آل عمران کی آیات متعلقہ حضرت مریم صدیقہ سے دو عنوان قائم کر کے ان کے تحت ایسی احادیث نقل کی گئی ہیں جن میں حضرت مریم علیہا السلام کی فضیلت کا ذکر ہے اور اس کے ساتھ حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ کی فضیلت کا بھی۔

باب۴۷ میں یہ ارشاد بھی ہوا ہے کہ اے اہل کتاب اپنے دین کے بارے میں غلو سے کام نہ لیا کرو۔ کسی کی خوبی حد مقصود تک ہی محدود رکھو۔ افراط تفریط سے کام نہ لو۔ اس تبصرہ سے ظاہر ہے کہ یہ سارے ابواب مع احادیث و روایات ایک معین مقصد و غرض سے مرتب ہیں۔ جن میں امام موصوف نے مریم اور ابن مریم کی فضیلت اور نزول ابن مریم سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اقوال پیش کر دیئے ہیں تا ان پر بالجملہ نظر غائر ڈال کر اصل حقیقت سمجھنے کی کوشش ہو اور اس کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) مومن اپنے روحانی ارتقاء میں سیدہ آسیہ و سیدہ مریم صدیقہ سے مشابہت رکھتے ہیں اور امت محمدیہ میں بھی اعلیٰ درجہ کے مرد اور عورتیں پیدا ہوتی رہیں گی۔

(۲) انبیاء علیہم السلام بھی ایک دوسرے کے مثیل اور ہم نام ہیں۔
(۳) حضرت عیسیٰ ابن مریم مسیح اسرائیلی فوت ہوگئے اور ان کے متبعین نے ان کے بارے میں غلو سے کام لیا اور ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کی ہیں جو ان میں نہیں تھیں۔ مسلمانو! ایسا وطیرہ مبالغہ آمیزی کا اختیار نہ کرنا۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام میں کوئی بات ایسی نہ تھی جو کسی دوسرے انسان میں نہ پائی گئی ہو۔
(۴) اُس مسیح ابن مریم علیہ السلام کا حلیہ اِس مسیح ابن مریمؑ کے حلیے سے بالکل جدا ہے جس کے ہاتھوں سے قتل دجال کی پیشگوئی پوری ہونے والی ہے۔ ایک سرخ رنگ اور گھنگھریالے بالوں والا اور دوسرا گندم گوں اور سیدھے بالوں والا ہے۔

اس خلاصہ سے اور ابواب کی ترتیب پر نظر ڈالنے سے امام بخاریؒ کا مقصد مخفی نہیں رہ سکتا۔ ان کے نزدیک حضرت مسیح ناصری عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور قاتل دجال مسیح ابن مریم وہ موعود ہے جو اُمت محمدیہ میں سے مبعوث ہوگا۔ یہ خلاصہ ہے ان ابواب کا اور ان کی روایتوں کا۔ اب ذیل میں باب وار احادیث و الفاظ کی ضروری شرح ملاحظہ ہو:

انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا: حضرت مریم نے اپنے اہل بیت سے دور مشرقی سمت جا کر گوشۂ تنہائی اختیار کیا۔ فَأَجَآءَ هَا الْمَخَاضُ: دردِزہ نے انہیں مضطر کر دیا۔ جَآءَ سے باب أَفْعَلَ، اِضْطَرَّ کے مفہوم میں ہے۔ تَسَّاقَطُ اور تَسْقُطُ کا معنی ایک ہی ہے۔ فرماتا ہے: تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (مریم: ۲٦) یعنی کھجور کا تناہلا، تجھ پر تروتازہ پھل گرے گا۔ اسی طرح آتا ہے: فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا (مریم: ۲۳) یہاں قَصِيًّا کے معنی ہیں قَاصِيًا یعنی دور۔ بچے کو لے کر کسی دور جگہ میں چلی گئیں۔ آیت لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا (مریم: ۲۸) میں فَرِيًّا کے معنی ہیں عَظِيْمًا اور مطلب یہ ہے کہ اے مریم! تو بہت ہی بڑی بات بنا کر لائی ہے۔ قَصِيًّا اور فَرِيًّا کے مذکورہ بالا معانی مجاہدؒ سے مروی ہیں اور أَجَآءَ (بمعنی أَتٰى) ابوعبیدہؒ سے۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ۵۸۴)

آیت يَا لَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا (مریم: ۲۴) کے معنی ہیں: اے کاش! میں اس سے پہلے ہی مر جاتی اور بھولی بسری ہوتی۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں نہ ہوتی۔ لَمْ أَكُنْ شَيْئًا وَلَمْ أُخْلَقْ۔ سدیؒ کے نزدیک نِسْيٌ گھر میں گری پڑی حقیر شئے کو کہتے ہیں جو ناقابل توجہ ہو۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ۵۸۵)

اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا کے بارے میں ابو وائل کا قول ہے: حضرت مریم کو علم تھا کہ متقی انسان عقل مند ہوتا ہے اور ایسی باتوں سے رکتا ہے۔ اسی لئے آپؑ نے اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا کے الفاظ سے مخاطب کیا۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ۵۸۵)

فَنَادٰهَا مِنْ تَحْتِهَا اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا (مریم: ۲۵) کے معنی ہیں کسی نے نشیب وادی سے مریم کو پکار کر کہا: غم نہ کر۔ تیرے نیچے چشمہ جاری ہے اور کھانے کے لئے تروتازہ کھجور کا پھل موجود ہے۔ براء

نے عربی میں سَـــرِی کے معنے بہتا چشمہ بتایا ہے اور سریانی میں بھی اس کے یہی معنے ہیں۔ دونوں زبانیں ہم جنس ہیں۔ حسن بصریؒ نے چشمہ سے مراد خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام لئے ہیں یعنی ہدایت کا چشمہ رواں وہ بچہ ہے جو حضرت مریم علیہا السلام کو عطا ہوا ہے۔ یہ قول شاذ ہے۔(فتح الباری جزء٦ صفحہ ۵۸۵)

روایت نمبر ۳۴۳۸ میں زُطّ جو وارد ہوا ہے حبشی قوم کی ایک جنس زُطّ ہے۔ نحیف جسم، دراز قد، سیاہ فام۔ ایک دوسری روایت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصف ضَـرْبٌ مِـنَ الرِّجَالِ وارد ہوا ہے۔(مسـلـم، كتاب الإيمان، بـاب الإسـراء بـرسـول الـلّٰه ﷺ الى السمٰوات) یعنی نحیف جسم، دراز قد انسان بالعموم بھاری جسم کا نہیں ہوتا۔ عبرانی قوم بالعموم دراز قامت ہوتی ہے۔

أَعْـوَرُ عَيْـنِهِ الْيُمْنَى: اپنی دائیں آنکھ سے کانا۔ دجال وصف اعور سے موصوف ہے اور موصوف کی اضافت اپنی صفت کی طرف اہل کوفہ کے نزدیک جائز ہے۔(فتح الباری جزء٦ صفحہ ۵۹٦) كَـأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ گویا اس کی داہنی آنکھ اُبھرا ہوا دانہ انگور ہے یعنی پھولی ہوئی ہے۔ پھوٹی آنکھ باہر کی طرف اُبھری ہوئی ہوتی ہے۔ طَافِيَةٌ کے معنی ہیں بَارِزَة یعنی باہر کو نکلی ہوئی۔

بَاب ٤٩: نُزُوْلُ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کا نازل ہونا

٣٤٤٨: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوْشِكَنَّ أَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعَ الْحَرْبَ وَيَفِيْضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ حَتَّى تَكُوْنَ

۳۴۴۸: ہم سے اسحاق (بن راہویہ) نے بیان کیا کہ یعقوب بن ابراہیم نے ہمیں خبر دی کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے صالح (بن کیسان) سے، صالح نے ابن شہاب سے روایت کی کہ سعید بن مسیّب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قریب ہے کہ ابن مریم تم میں نازل ہوں، عادل حَکَم ہوکر وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو مار ڈالیں گے اور جنگ موقوف کریں گے اور مال اس بہتات

السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ○ (النساء: ١٦٠)

سے ہوگا کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا اور حالت یہ ہوگی کہ ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ یہ حدیث بیان کر کے حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: اہل کتاب میں سے ایک بھی نہیں جو اس (واقعہ) پر اپنی موت سے پہلے ایمان نہ لاتا رہے اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔

اطرافه: ٢٢٢٢، ٢٤٧٦، ٣٤٤٩.

٣٤٤٩: حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ نَّافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ. تَابَعَهُ عُقَيْلٌ وَالْأَوْزَاعِيُّ.

۳۴۴۹: (یحییٰ) بن بُکَیر نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یونس سے، یونس نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے ابوقتادہ انصاری کے آزاد کردہ غلام نافع سے روایت کی کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کیسے ہوگے جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تم ہی میں سے امام ہوں گے۔ یونس کی طرح عُقَیل اور اَوزاعی نے بھی اس کو روایت کیا۔

اطرافه: ٢٢٢٢، ٢٤٧٦، ٣٤٤٨.

تشریح: **نُزُوْلُ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ:** عنوانِ باب کے تحت حضرت ابوہریرہؓ کی جو روایت نقل کی گئی ہے وہ مشہور روایت ہے اور اس میں صرف ابن مریم کنیت (بغیر عیسیٰ نام) وارد ہے۔ باب کی دوسری روایت بھی انہی سے مروی ہے اور اس میں بھی ابن مریم ہی کا لفظ ہے۔ علاوہ ازیں اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ کے الفاظ بتا رہے ہیں جو جملہ اسمیہ ہے۔ اس جملہ کی بہترین شرح وہ ہے جو امام جوزقی نے بعض متقدمین سے نقل کی ہے کہ وہ شریعت قرآن کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ ابن التین نے اس جملے کو حالیہ قرار دیا ہے اور اس سے یہ مراد لی ہے کہ اَنَّ الشَّرِيْعَةَ الْمُحَمَّدِيَّةَ مُتَّصِلَةٌ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ٦٠٣) شریعت محمدیہ روزِ قیامت تک برقرار رہے گی۔ نزول ابن مریم سے اس میں کوئی وقفہ پیدا نہیں ہوگا۔ دونوں ائمہ کا استدلال درست ہے اور اگر امام بخاریؒ کی ترتیب ابواب مدنظر رکھی جائے اور امت محمدیہ کے کامل افراد مؤمنین کی ابن مریم سے مماثلت ملحوظ رہے جو سورۃ التحریم

میں بیان ہوئی ہے اور جملہ اِمَـامُـکُمْ مِنْکُمْ کا عطف اِذَا نَـزَلَ ابْـنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ پر ہو تو عبارت تب ہی صحیح ہوگی اور مفہوم بھی وہی ہوگا جو امام جوزقی اور امام ابن التین رحمہم اللہ سمجھے ہیں۔یعنی تم کیسے ہوگے جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تمہی میں سے ہوگا۔ پہلے فقرہ سے جو شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ نازل ہونے والا کہاں سے آئے گا؟ دوسرے فقرے سے دور کر دیا ہے کہ وہ ابن مریم تمہارا امام ہوگا جو تم میں سے ہوگا۔اسی طرح نزول کا فاعل ابْنُ مَرْیَمَ اور اِمَامُکُمْ دونوں ہوسکتے ہیں اور سب سے بہتر تو یہ ہے کہ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کو جملہ حالیہ قرار دیا جائے۔جس کا مفہوم یہ ہوگا کہ ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور صورتِ نزول یہ ہوگی کہ وہ تمہارے امام ہیں جو تم میں سے ہوں گے۔ مذکورہ بالا صورت عبارت وہ ہے جس کی اجازت نہ صرف قواعد دیتے ہیں بلکہ بغیر تکلف وہ مطلب حاصل ہوجاتا ہے جس کی طرف بعض ائمہ گئے ہیں یعنی شریعت اسلامیہ بدستور قائم رہے گی۔ اسی کے مطابق احکام جاری ہوں گے۔ جب امام اپنا ہو جو ابن مریم کے وصف سے اسی طرح متصف ہو جس طرح کہ سورۃ التحریم کی آخری آیت کا منشا ہے تو فوت شدہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو ایک لمبے عرصے تک نہ زندہ رکھنے کی ضرورت ہوگی اور نہ جنت یا آسمان سے اسے اتارنے کی اور نہ یہ سوال پیدا ہوگا کہ وہ شریعت تورات کا حامل ہوگا یا قرآنِ مجید کا اور نہ اس قسم کی کمزور روایات کی کہ بوقت نزول مسلمان بیت المقدس میں ہوں گے اور ان کا امام ایک مردِ صالح ہوگا۔ابن مریم کے نازل ہونے پر وہ پچھلی صف میں آجائے گا اور ابن مریم سے عرض کرے گا کہ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں تو وہ اس کے دونوں کندھے تھام کر اس سے کہیں گے کہ آپ آگے بڑھیں، نماز کی اقامت آپ کے لئے ہوئی ہے۔ یہ وہ کمزور روایتیں ہیں جو امام بخاریؒ نے قبول نہیں کیں جو تکلف ایسی روایات میں ہے وہ ظاہر ہے۔اس تکلف سے نہ امت محمدیہ کی شان کچھ باقی رہتی ہے اور نہ ترتیب ابواب صحیح بخاری کی قدر و قیمت۔ جو صرف اس غرض سے ترتیب دیئے گئے ہیں تا امت محمدیہ کو غلط قسم کی توجیہات سے بچایا جائے اور خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاس (آل عمران:۱۱۱) والی اس کی شان برقرار رکھی جائے۔ یوں کہنے کو تو کہہ دیا جاتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین، افضل الرسل، سید ولد آدم اور سردار دو جہان ہیں اور خلاصہ اس فخر و افتخار کا یہ ہوا کہ آپؐ کی امت مرحومہ میں سے جو تمام امتوں سے بہترین امت ہے ایک فرد بھی ایسا نہ ہوسکے جو آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوکر عیسیٰ بن مریم کا مثیل ٹھہرے اور جب امت مسلمہ کے افراد صراطِ مستقیم سے ہٹ جائیں تو اسے راہ راست پر لانے کے لئے عیسیٰ بن مریم کی احتیاج ہو۔کتنا بھونڈا یہ خیال ہے۔

ان ابواب پر ایک نظر پھر ڈالیں۔کیا امام بخاریؒ ان کی ترتیب بلیغی سے یہی بات سمجھانا چاہتے ہیں یا یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم تو فوت ہوگئے اور آنے والا موعود ابن مریم سورۃ التحریم کی بشارت کا حامل ہوگا۔ یہی بات ذہن نشین کرانے کے لئے یہ باب ترتیب دیئے گئے ہیں ۔ ورنہ سورۃ التحریم والی بشارت کا باب ۴۶ میں کیا محل اور حضرت خدیجہ وحضرت عائشہ رضی اللہ عنہما اَفْـضَـلُ الـنِّسَـآءِ کے ذکر کا کیا موقع اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس

حدیث سے کیا غرض کہ میری وفات کے بعد امت محمدیہ کے بعض افراد مرتد ہوں گے اور عیسیٰ ابن مریم اسرائیلی اور ابن مریم موعود کے الگ الگ حلیے بیان کرنے سے کیا مطلب!!

یہ سب باتیں قابل غور ہیں جو امام بخاریؒ کی بصیرت وعظیم مرتبت اجتہاد کی داد دیتی ہیں۔علاوہ ازیں غور کریں کہ باب ۴۹ کی دونوں حدیثوں میں مذکورہ کاموں کی نوعیت اوران کا اسلوب بیان کس امر کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔وہ کام جو موعود ابن مریم کے ہاتھوں سے انجام پانے والے ہیں ان کی نوعیت اوران کا پیرایہ بیان ہی اس امر کی فیصلہ کن اور بین شہادت ہے کہ پیشگوئی نزول ابن مریم استعارہ ومجاز ہے۔الفاظ پیشگوئی ظاہری معنوں کو برداشت ہی نہیں کر سکتے کیونکہ باور نہیں ہوسکتا کہ خدا کا نبی ورسول ہو اور بجائے علاج ارواحِ مریضہ کے خنزیروں کا شکار کرتا پھرے۔عیسائی قوم کے لئے ایسے شکار سے بڑھ کر من بھاتا کھاجا اور کونسا ہوگا اور وہ چوبی یا پیتل کی صلیبیں گرجا بہ گرجا اور سینہ بہ سینہ توڑتا پھرے جومشینوں کے ذریعہ سے کروڑوں کی تعداد میں جلدی بنائی جاسکتی ہیں۔کسر صلیب یا قتل خنزیر کے الفاظ اپنے ظاہری معنوں پر محمول کرنے معقول نہیں اوران کی بہتر سے بہتر تاویل ہوسکتی ہے۔مثلاً ابطال مسیحیت اور خنزیری صفت انسانوں کا قلع قمع۔اسی طرح یَضَعُ الْحَرْبَ کی بھی کہ وہ بموجب لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ دین کی خاطر حرمت جنگ کا اعلان کرے گا اور صلح وآشتی وامن عالم کی بنیاد ڈالے گا۔ وَيَفِيْضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ اَحَدٌ کامفہوم ظاہر معنوں میں نہ صرف لا حاصل بلکہ بے جوڑ ہے۔کیونکہ مادہ پرستی وحب الدنیا کی حالت تو یہ بیان ہوئی ہے کہ ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا اور بجائے اس کے کہ سجدہ یاد دلانے کی اسے فکر ہو وہ خدا فروشی کی راہ اختیار کرے گا۔

غرض پیشگوئی کے الفاظ ظاہری تاویل کے قطعاً متحمل نہیں۔ساری پیشگوئی ہی استعارہ ومجاز ہے اور ابن مریم کی کنیت بھی استعارہ ہے،مسیحی نفس موعود کے لئے جو روحانی شفا کا اعجاز عطا کیا جائے گا اور وہ امت محمدیہ ہی میں سے مبعوث ہونے والا موعود ہے نہ کہ فوت شدہ مسیح ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔سورۃ التحریم کی آخری آیات اوران میں وارد شدہ تمثیل امت محمدیہ کے لئے عظیم الشان بشارت پر مشتمل ہے۔

باب ۴۹ کی دونوں روایتیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔پہلی حدیث کے آخر میں جس استدلال کا ذکر ہے وہ حضرت ابوہریرہؓ کا اپنا استدلال ہے جو انہوں نے سورۃ النساء کی آیت ۱۶۰ (وَاِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا) سے کیا ہے۔حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کے نزول ثانی سے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ استدلال حدیث نبوی کا حصہ نہیں اور نہ منشائے حدیث نبوی کے مطابق ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ نزول ابن مریم حب الدنیا کی شدت کا زمانہ ہوگا۔یہاں تک کہ اس میں ایک سجدہ نہایت گراں قدر بلکہ کالعنقاء ہوگا اور فتنہ وفساد اور قتل وغارت کا زمانہ ہوگا جس میں جنگی متارکہ کی ضرورت محسوس ہوگی اور حضرت ابوہریرہؓ کے استدلال سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی موت

سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے اور پھر مرنے سے قبل وہ دنیا میں دوبارہ نہیں آئیں گے۔ (وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا) قیامت کے روز ہی اہل کتاب کے خلاف یا ان کے حق میں شہادت دیں گے۔ علاوہ ازیں سورۃ النساء کی آیات میں صلیب وقتل ورفع سے متعلق مسیح ابن مریم کا ذکر تو ہے مگر ان کے نزول کا مطلق ذکر نہیں۔ نیز فقرہ لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ میں "ہ" کی ضمیر تو واقعہ قتل وصلیب کی طرف عود کرتی ہے یعنی اہل کتاب میں سے ہر یہودی و ہر عیسائی واقعہ قتل وصلیب پر یقین رکھتا ہے۔ ایک کے نزدیک ان کی موت لعنتی ہے اور دوسرے کے نزدیک اس موت پر ایمان سے دنیا کی نجات ہے۔ دونوں فریق اس واقعہ کو اپنے ایمان کا جزو سمجھتے ہیں اور ان کا یہ ایمان صرف یہودی یا عیسائی کی موت تک ہی محدود ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام روز قیامت دونوں کے خلاف ہوں گے اور امر واقعہ کی شہادت دیں گے کہ وہ صلیب سے زندہ اُتارے گئے تھے اور صلیبی موت نہیں مرے۔ یہ امر بھی یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آیت سے کیا استدلال کیا ہے۔ صرف قرینہ ہے کہ حدیث نزول ابن مریم میں حضرت مسیحؑ کے نازل ہونے کا ذکر ہے، اس لئے ان کا ذہن اس طرف منتقل ہوا ہے کہ مَوْتِهٖ کی ضمیر حضرت مسیح ابن مریمؑ کی طرف ہے۔ جس سے سمجھا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک وہ ابھی تک آسمان پر ہیں اور ان کے نازل ہونے پر تمام اہل کتاب یہودی و عیسائی ان کے فوت ہونے سے پہلے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے۔ خالی قرینے سے اگر ان کا یہ استدلال درست سمجھا جائے تو پھر آیت وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا کا کیا مطلب ہوگا اور قیامت کے روز ان کی اہل کتاب کے خلاف شہادت کیا ہوگی جبکہ اسی دنیا ہی میں نازل ہو کر وہ ان پر اتمام حجت پوری کریں گے۔ کیا اس آیت سے یہ استدلال نہیں ہوسکتا کہ وہ رفع کے بعد اس دنیا میں نازل نہیں ہوں گے اور نہ یہود و نصاریٰ پر انہیں اتمام حجت کرنے کا موقع ملے گا۔

غرض حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ استدلال اُلجھا ہوا ہے۔ صاف اور واضح نہیں۔ جہاں تک نفس حدیث نبوی کا تعلق ہے وہ مسلم ہے۔ ان کا حافظہ قوی پایا گیا ہے اور دوسرے مستند راویوں سے بھی حدیث کی تصدیق ہوتی ہے۔ مگر جہاں حضرت ابو ہریرہؓ کے اپنے استدلال کا تعلق ہے اس میں علماء کو کلام ہے۔ فن درایت کی رو سے وہ کمزور سمجھے گئے ہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے بھی ان کے مذکورہ بالا استدلال کو مجروح قرار دیا ہے اور متروک الروایت نقل کیا ہے۔ باب ۴۹ کی دوسری روایت میں جو نافع مولی ابی قتادہ سے مروی ہے ان کا یہ استدلال مذکور نہیں اور جیسے یونس والی روایت میں یہ متروک ہے، ویسے ہی عُقَیل اور اَوزاعی کی روایتوں میں بھی متروک ہے۔ (دیکھئے **تغليق التعليق علی صحيح البخاری، كتاب الأنبياء، باب نزول عيسى**) یہ دونوں تبع تابعین امام زہری ہی سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ باب کی پہلی روایت بھی انہی سے مروی ہے۔ چاروں روایتوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ پہلی روایت کا سلسلہ استناد امام زہری ہی سے چلتا ہے۔ ایک میں تو ان کا مذکورہ بالا استدلال مذکور ہے اور تین میں نہیں۔ اس سے امام بخاریؒ نے توجہ دلائی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ استدلال اپنا ذاتی ہے حدیث نبوی کا حصہ نہیں اس لئے متروک ہے۔

ابن مندہ نے عقیل اور اوزاعی کی متابعت کا ذکر اپنی کتاب الایمان میں کیا ہے اور اس لحاظ سے قابل قدر ہے کہ اس کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہؓ کے ضمنی استدلال سے جو الجھن پیدا ہوتی ہے وہ دور ہو جاتی ہے۔ امام ابن حجر عسقلانیؒ نے اس تعلق میں مختلف روایات نقل کی ہیں اور لکھا ہے کہ مسئلہ وفات و رفع مسیح اختلافی مسئلہ ہے۔ وَالْأَصْلُ فِيْهِ قَوْلُهُ تَعَالَى إِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اور اس میں اصل تو یہ آیت ہے جس میں ذکر ہے کہ میں تجھے طبعی وفات دوں گا اور تجھے اُٹھاؤں گا۔ اس اصل سے ان کے نزدیک نزول سے متعلق اختلاف دور ہو جاتا ہے اور ان کے رفع سے پہلے وفات کا وقوع میں آنا ضروری ہے۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ۶۰۲) اور یہی بات امام بخاریؒ نے باب۲۴ کی روایات نمبر۳۳۹۴، ۳۳۹۶ سے نیز دو مختلف حلیوں کے ذکر سے ثابت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم فوت ہو گئے ہیں اور آنے والا ابن مریم ایک الگ حلیہ والا موعود ہے جو امت محمدیہ میں سے اس کا امام ہوگا۔ اس شرح کے تعلق میں ایک اور امر قابل ذکر باقی ہے کہ باب ۴۸ کی روایت نمبر ۳۴۴۴ میں اور وَقَالَ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ کی سند سے منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو ایک چور کے اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے پر تصدیق فرمائی اور اپنی آنکھوں کا اعتبار نہ کیا۔ اس سے امام موصوفؒ نے باب ۴۹ والے بیان نبویؐ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ آپ کی مندرجہ قسم کا تو پیرایہ بیان ہی استعارہ و مجاز ہو اور مسلمان حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے ظاہری و جسمانی نزول پر بضد ہوں۔

یہ استدلال خوش فہمی پر مبنی نہیں کیونکہ اس واقعہ کا ذکر احکام کے تعلق میں بھی کیا ہے جہاں اس کا تعلق ظاہر ہے اور ائمہ نے اس سے کئی حکم مستنبط کئے اور شارحین نے ان کا ذکر بسط سے کیا ہے۔ مثلاً شبہ اور احتمال پیدا ہو جانے پر حد دور ہو جاتی ہے یا قاضی اپنے علم پر فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں۔ (فتح الباری جزء۶ صفحہ۵۹۸) یہاں اس کے ذکر سے وہی غرض ہے جو ابھی بیان ہوئی ہے اور واوٴ عاطفہ کا قرینہ اس پر دلالت کرتا ہے۔

غرض زیر شرح ابواب ترتیب محکم میں قائم کئے گئے ہیں محض روایات و احادیث کا مجموعہ نہیں۔

بَاب ٥٠ : مَا ذُكِرَ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ

بنی اسرائیل کے بارے میں جو بیان کیا گیا ہے اس کا ذکر

٣٤٥٠: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو لِحُذَيْفَةَ

۳۴۵۰: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ عبدالملک (بن عمیر) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ربعی بن حراش سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت عقبہ بن عمرو (ابومسعود انصاریؓ)

أَلَا تُحَدِّثُنَا مَا سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ إِنَّ مَعَ الدَّجَّالِ إِذَا خَرَجَ مَاءً وَنَارًا فَأَمَّا الَّتِي يَرَى النَّاسُ أَنَّهَا النَّارُ فَمَاءٌ بَارِدٌ وَأَمَّا الَّذِي يَرَى النَّاسُ أَنَّهُ مَاءٌ بَارِدٌ فَنَارٌ تُحْرِقُ فَمَنْ أَدْرَكَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِي يَرَى أَنَّهَا نَارٌ فَإِنَّهُ عَذْبٌ بَارِدٌ.

طرفهُ: ٧١٣٠.

نے حضرت حذیفہؓ سے کہا: کیا آپؓ ہمیں وہ باتیں نہیں بتائیں گے جو آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں۔ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرماتے تھے: دجال جب نکلے گا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوں گے مگر جس کو لوگ دیکھ رہے ہوں گے کہ وہ آگ ہے، وہ ٹھنڈا پانی ہوگا اور جس چیز کو لوگ دیکھ رہے ہوں گے کہ وہ ٹھنڈا پانی ہے، وہ آگ ہوگی جو جلا دے گی۔ اس لئے تم میں سے جو (اس کا زمانہ) پائے تو وہ جو آگ دیکھ رہا ہے اس میں چلا جائے تو وہ میٹھا ٹھنڈا پانی ہوگا۔

٣٤٥١: قَالَ حُذَيْفَةُ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ إِنَّ رَجُلًا كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَتَاهُ الْمَلَكُ لِيَقْبِضَ رُوْحَهُ فَقِيْلَ لَهُ هَلْ عَمِلْتَ مِنْ خَيْرٍ قَالَ مَا أَعْلَمُ قِيْلَ لَهُ انْظُرْ قَالَ مَا أَعْلَمُ شَيْئًا غَيْرَ أَنِّي كُنْتُ أُبَايِعُ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا وَأُجَازِيْهِمْ فَأُنْظِرُ الْمُوْسِرَ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ فَأَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ.

اطرافهُ: ٢٠٧٧، ٢٣٩١.

۳۴۵۱: حضرت حذیفہؓ نے کہا: میں نے آپؐ کو یہ فرماتے سنا کہ تم سے پہلے جو لوگ ہوئے ہیں ان میں ایک شخص تھا۔ فرشتہ اس کی روح قبض کرنے کو آیا اور اس سے پوچھا گیا: کیا تم نے کوئی نیکی بھی کی ہے؟ اس نے کہا: میں کچھ نہیں جانتا۔ اسے کہا گیا: دوبارہ غور کرو۔ اس نے کہا: میں اس کے سوا کچھ نہیں جانتا کہ میں دنیا میں لوگوں سے خرید وفروخت کا معاملہ کرتا تھا اور ان سے تقاضا کرتا تھا تو جو خوشحال ہوتا اس کو مہلت دیتا اور تنگ دست سے درگزر کیا کرتا تھا۔ چنانچہ اللہ نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔

٣٤٥٢: قَالَ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ إِنَّ رَجُلًا حَضَرَهُ الْمَوْتُ فَلَمَّا يَئِسَ مِنَ

۳۴۵۲: نیز حضرت حذیفہؓ نے کہا: اور میں نے آپؐ سے سنا۔ فرماتے تھے: ایک شخص جب وہ زندگی

الْحَيَاةِ أَوْصَى أَهْلَهُ إِذَا أَنَا مُتُّ فَاجْمَعُوْا لِي حَطَبًا كَثِيْرًا وَأَوْقِدُوْا فِيْهِ نَارًا حَتَّى إِذَا أَكَلَتْ لَحْمِي وَخَلَصَتْ إِلَى عَظْمِي فَامْتَحَشْتُ فَخُذُوْهَا فَاطْحَنُوْهَا ثُمَّ انْظُرُوْا يَوْمًا رَاحًا فَاذْرُوْهُ فِي الْيَمِّ فَفَعَلُوْا فَجَمَعَهُ اللهُ فَقَالَ لَهُ لِمَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ قَالَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَغَفَرَ اللهُ لَهُ قَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَمْرٍو وَأَنَا سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ ذَاكَ وَكَانَ نَبَّاشًا.

اطرافہ: ٣٤٧٩، ٦٤٨٠۔

سے ناامید ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی: جب میں مر جاؤں تو میرے لئے بہت سی لکڑیاں اکٹھی کرنا اور ان میں آگ سلگانا اور جب آگ میرا گوشت بھسم کر کے میری ہڈی تک پہنچ جائے اور اس کو جلا دے تو پھر وہ ہڈیاں لے کر ان کو پیسنا۔ پھر کسی ایسے دن کا انتظار کرنا کہ جس دن زور سے ہوا چل رہی ہو تو تم اس راکھ کو دریا میں اڑا دینا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ نے اس کے اجزاء اکٹھے کئے اور اس سے پوچھا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا: تیرے ڈر سے۔ اللہ نے اس کے گناہوں پر پردہ پوشی فرمائی اور اسے معاف کر دیا۔ حضرت عقبہ بن عمروؓ نے کہا: اور میں نے بھی آپؐ سے سنا۔ فرماتے تھے: یہ شخص کفن چور تھا۔

٣٤٥٣-٣٤٥٤: حَدَّثَنِي بِشْرُ ابْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنِي مَعْمَرٌ وَيُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَائِشَةَ وَابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَا لَمَّا نُزِلَ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً عَلَى وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ

۳۴۵۳-۳۴۵۴: بشر بن محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں خبر دی۔ معمر اور یونس نے مجھے بتایا کہ زہری سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: عبیداللہ بن عبداللہ نے مجھے بتایا کہ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم دونوں نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیماری کی تکلیف بڑھ گئی تو آپؐ اپنے منہ پر چادر ڈالتے اور جب تنفس کی تنگی کی وجہ سے گھبراہٹ محسوس کرتے تو اپنے منہ سے ہٹا دیتے۔ اسی حالت کرب میں آپؐ نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو۔ انہوں

أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا.

نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا ہے۔ آپؐ اپنی امت کو ہوشیار کرتے تھے، اس فعل سے جو انہوں نے کیا (مبادا وہ بھی ایسا کرنے لگیں۔)

اطراف الحدیث ۳۴۵۳: ٤٣٥، ١٣٣٠، ١٣٩٠، ٤٤٤١، ٤٤٤٣، ٥٨١٥۔
اطراف الحدیث ۳۴۵۴: ٤٣٦، ٤٤٤٤، ٥٨١٦

٣٤٥٥: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ قَالَ قَاعَدْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ خَمْسَ سِنِيْنَ فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ فُوا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ أَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ.

۳۴۵۵: محمد بن بشار نے مجھے بتایا۔ محمد بن جعفر نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے فرات قزاز سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے ابوحازم سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ پانچ سال بیٹھتا رہا اور میں نے ان سے سنا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: بنی اسرائیل کی نگرانی نبی کیا کرتے تھے۔ جب کوئی نبی فوت ہو جاتا تو ایک اور نبی اس کا جانشین ہوتا اور دیکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں مگر خلفاء ضرور ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا: پھر آپؐ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: جو پہلے ہو اس کی بیعت پہلے پوری کرو۔ پھر اس کے بعد جو ہو، اُن کا حق انہیں دو۔ کیونکہ اللہ بھی ان سے ضرور پوچھے گا اس (رعیت) کے بارے میں جس کی نگرانی اس نے ان کے سپرد کی۔

٣٤٥٦: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ

۳۴۵٦: سعید بن ابی مریم نے ہمیں بتایا کہ ابوغسان نے ہم سے بیان کیا، کہا: زید بن اسلم نے مجھے بتایا۔ انہوں نے عطاء بن یسار سے، عطاء نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتَّى لَوْ سَلَكُوْا جُحْرَ ضَبٍّ لَسَلَكْتُمُوْهُ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ.

طرفہ: ٧٣٢٠۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بھی ضرور انہی لوگوں کے قدم بقدم چلو گے جو تم سے پہلے ہوئے۔ بالشت کے بدلے بالشت اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ۔ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں گھسے تو تم بھی اس میں گھسو گے۔ ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہود اور نصاریٰ کے؟ فرمایا: اور پھر کس کے؟

٣٤٥٧: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوْسَ فَذَكَرُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى فَأُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَّشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُّوْتِرَ الْإِقَامَةَ.

اطرافہ: ٦٠٣، ٦٠٥، ٦٠٦، ٦٠٧۔

٣٤٥٧: عمران بن میسرہ نے ہمیں بتایا۔ عبدالوارث نے ہم سے بیان کیا کہ خالد (حذاء) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے ابوقلابہ سے، ابوقلابہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: لوگوں نے آگ اور ناقوس (یعنی گھنٹے) کا ذکر کیا اور یہود ونصاریٰ کا بھی ذکر کیا (کہ وہ ان کو بجاتے ہیں) آخر حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے الفاظ دو دو بار کہیں اور اقامت کے ایک بار۔

٣٤٥٨: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَّسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَتْ تَكْرَهُ أَنْ يَّجْعَلَ الْمُصَلِّيْ يَدَهُ فِي خَاصِرَتِهِ وَتَقُوْلُ إِنَّ الْيَهُوْدَ تَفْعَلُهُ. تَابَعَهُ شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ.

٣٤٥٨: محمد بن یوسف نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعمش سے، اعمش نے ابوالضحیٰ سے، ابوالضحیٰ نے مسروق سے، مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ ناپسند کرتی تھیں کہ کوئی نمازی (نماز میں) اپنے پہلو پر ہاتھ رکھے؛ اور کہتی تھیں کہ یہود ایسا کرتے تھے۔ سفیان کی طرح شعبہ نے بتایا کہ اعمش سے بھی یہی روایت ہے۔

٣٤٥٩: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا أَجَلُكُمْ فِي أَجَلِ مَنْ خَلَا مِنَ الْأُمَمِ مَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ وَإِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالًا فَقَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِي إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ. ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِي مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارَى مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ. ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّعْمَلُ لِي مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ أَلَا فَأَنْتُمُ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغْرِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ أَلَا لَكُمُ الْأَجْرُ مَرَّتَيْنِ. فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارَى فَقَالُوْا نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلًا وَأَقَلُّ عَطَاءً قَالَ اللّٰهُ

۳۴۵۹: قُتَیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، حضرت ابن عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: تمہارا زمانہ ان امتوں کے زمانے کے مقابل میں جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں صرف اتنا ہی ہے جتنا کہ عصر کی نماز اور سورج کے غروب ہونے کے درمیان ہوتا ہے اور تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے کچھ مزدور کام پر لگائے اور اس نے کہا: کون میرے لئے آدھے دن تک ایک ایک قیراط کی مزدوری پر کام کرے گا؟ یہ سن کر یہود نے ایک ایک قیراط پر آدھے دن تک کام کیا۔ پھر اس نے کہا: کون میرے لئے دوپہر سے عصر کی نماز تک ایک ایک قیراط پر کام کرے گا۔ یہ سن کر نصاریٰ نے دوپہر سے عصر کی نماز تک ایک ایک قیراط پر کام کیا۔ پھر اس نے کہا: کون میرے لئے عصر کی نماز سے سورج کے غروب ہونے تک دو دو قیراط پر کام کرے گا۔ سنو! ہوشیار رہو کہ تم وہ لوگ ہو جو عصر کی نماز سے سورج کے غروب ہونے تک دو دو قیراط پر کام کر رہے ہو۔ اچھی طرح سن لو۔ تمہارے لئے دوگنا اجر ہے جس سے یہود و نصاریٰ ناراض ہو گئے اور کہنے لگے: ہم نے کام زیادہ کیا اور دیا گیا تھوڑا۔

هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا قَالُوْا لاَ. قَالَ فَإِنَّهُ فَضْلِي أُعْطِيْهِ مَنْ شِئْتُ.

اللہ نے کہا: کیا میں نے تمہارے حق سے کچھ کم دیا ہے۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ اللہ نے فرمایا: پھر یہ میرا انعام ہے، جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں۔

اطرافہ: ٥٥٧، ٢٢٦٨، ٢٢٦٩، ٥٠٢١، ٧٤٦٧، ٧٥٣٣۔

٣٤٦٠: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَاتَلَ اللهُ فُلَانًا أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللهُ الْيَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمِ الشُّحُوْمُ فَجَمَّلُوْهَا فَبَاعُوْهَا. تَابَعَهُ جَابِرٌ وَأَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۳۴۶۰: علی بن عبداللہ (مدینی) نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عُیینہ) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عمرو (بن دینار) سے، عمرو نے طاؤس سے، طاؤس نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا۔ کہتے تھے: اللہ فلاں شخص کو ہلاک کرے۔ کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ نے یہودیوں پر لعنت کی کہ ان پر چربیاں حرام کی گئی تھیں تو انہوں نے ان کو پگھلایا اور ان کو بیچا۔ حضرت عمرؓ کی طرح حضرت جابرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی روایت بیان کی۔

طرفہ: ٢٢٢٣۔

٣٤٦١: حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي كَبْشَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلِّغُوْا عَنِّي وَلَوْ آيَةً وَحَدِّثُوْا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ

۳۴۶۱: ابو عاصم ضحاک بن مخلد نے ہم سے بیان کیا کہ اوزاعی نے ہمیں خبر دی کہ حسان بن عطیہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابو کبشہ سے، ابو کبشہ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ (بن عاص) سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری طرف سے لوگوں کو پہنچا دو گو ایک ہی آیت۔ اور بنی اسرائیل سے سن کر باتیں بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں اور

عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

جس شخص نے عمداً میرے متعلق جھوٹ بولا تو پھر وہ آگ میں بیٹھنے کے لئے تیار ہو جائے۔

٣٤٦٢: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ أَبُوسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِالرَّحْمَنِ إِنَّ أَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَى لَا يَصْبُغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ.

طرفہ: ٥٨٩٩۔

۳۴٦۲: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: ابراہیم بن سعد نے مجھے بتایا۔ انہوں نے صالح سے، صالح نے ابن شہاب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے تھے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ بالوں میں خضاب نہیں لگاتے تم ان کے خلاف کرو۔

٣٤٦٣: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا جُنْدَبُ بْنُ عَبْدِ اللهِ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ وَمَا نَسِيْنَا مُنْذُ حَدَّثَنَا وَمَا نَخْشَى أَنْ يَّكُوْنَ جُنْدُبٌ كَذَبَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهِ جُرْحٌ فَجَزِعَ فَأَخَذَ سِكِّيْنًا فَحَزَّ بِهَا يَدَهُ فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتَّى مَاتَ قَالَ اللهُ تَعَالَى بَادَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ

۳۴٦۳: محمد (بن معمر) نے ہمیں بتایا۔ حجاج (بن منہال) نے ہم سے بیان کیا کہ جریر (بن حازم) نے ہمیں بتایا کہ حسن سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت جندب بن عبداللہؓ نے اسی مسجد میں ہمیں بتایا اور جب سے انہوں نے بتایا ہم نہیں بھولے اور ہم اس بات سے بھی نہیں ڈرتے کہ حضرت جندبؓ ایسے ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق جھوٹ بولیں۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے جو پہلے تھے ان میں ایک شخص تھا جسے کوئی زخم تھا اور وہ گھبرا گیا۔ اس نے ایک چھری لی اور اپنا ہاتھ کاٹ ڈالا جس سے خون بہتا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ اللہ تعالیٰ

حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.

نے فرمایا: میرا بندہ اپنی جان کے لئے مجھ سے پہلے لپکا ہے۔ میں نے اس پر جنت حرام کردی۔

طرفهُ: ١٣٦٤۔

بَاب ٥١: حَدِيْثُ أَبْرَصَ وَأَعْمَى وَأَقْرَعَ فِي بَنِي إِسْرَائِيْلَ

بنی اسرائیل کے ایک کوڑھی اور ایک اندھے اور ایک گنجے کا واقعہ

٣٤٦٤: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۳۴۶۴: احمد بن اسحاق (سرماری) نے ہم سے بیان کیا کہ عمرو بن عاصم نے ہمیں بتایا۔ ہمام نے ہم سے بیان کیا، کہا: اسحاق بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا۔ عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ نے مجھے بتایا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ رَجَاءٍ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحَاقَ ابْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي عَمْرَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ ثَلَاثَةً فِي بَنِي إِسْرَائِيْلَ أَبْرَصَ وَأَقْرَعَ وَأَعْمَى بَدَا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَّبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مَلَكًا فَأَتَى الْأَبْرَصَ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ لَوْنٌ

(دوسری سند) اور محمد (بن یحییٰ ذہلی) نے مجھ سے بیان کیا کہ عبداللہ بن رجاء نے ہمیں بتایا کہ ہمام نے ہمیں بتایا کہ اسحاق بن عبداللہ (بن ابی طلحہ) سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا: عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ نے مجھے بتایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک کوڑھی اور ایک گنجا اور ایک اندھا۔ اللہ نے ان کو آزمانا چاہا۔ ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جو کوڑھی کے پاس آیا اور پوچھا: تجھے کونسی شئے زیادہ پیاری ہے؟ اس نے کہا: اچھا رنگ اور اچھا جسم۔ لوگ مجھ سے بہت کراہت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: فرشتے نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا اور وہ

حَسَنٌ وَجِلْدٌ حَسَنٌ قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ. قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ فَأُعْطِيَ لَوْنًا حَسَنًا وَجِلْدًا حَسَنًا فَقَالَ أَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْإِبِلُ أَوْ قَالَ الْبَقَرُ هُوَ شَكَّ فِي ذَلِكَ إِنَّ الْأَبْرَصَ وَالْأَقْرَعَ قَالَ أَحَدُهُمَا الْإِبِلُ وَقَالَ الْآخَرُ الْبَقَرُ فَأُعْطِيَ نَاقَةً عُشَرَاءَ فَقَالَ يُبَارَكُ لَكَ فِيهَا. وَأَتَى الْأَقْرَعَ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ شَعَرٌ حَسَنٌ وَيَذْهَبُ هَذَا عَنِّي قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ. قَالَ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ وَأُعْطِيَ شَعَرًا حَسَنًا. قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ. قَالَ الْبَقَرُ قَالَ فَأَعْطَاهُ بَقَرَةً حَامِلًا وَقَالَ يُبَارَكُ لَكَ فِيهَا. وَأَتَى الْأَعْمَى فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ يَرُدُّ اللهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَأُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ. قَالَ فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ. قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْغَنَمُ فَأَعْطَاهُ شَاةً وَالِدًا فَأُنْتِجَ هَذَانِ وَوُلِّدَ هَذَا فَكَانَ لِهَذَا وَادٍ مِنَ الْإِبِلِ وَلِهَذَا وَادٍ

کوڑھ اس سے جاتا رہا اور اسے اچھا رنگ اور اچھا جسم دیا گیا۔ پھر فرشتہ نے پوچھا: تمہیں کونسا مال زیادہ پیارا ہے؟ اس نے کہا اونٹ یا کہا گائے بیل۔ اسحاق (راوی) نے اس کے متعلق شک کیا کہ کوڑھی اور گنجے ان دونوں میں سے ایک نے اونٹ کہے اور دوسرے نے گائے بیل۔ چنانچہ اسے دس مہینے کی گابھن اونٹنی دی گئی اور کہا: تیرے لئے اس میں برکت دی جائے گی اور وہ گنجے کے پاس آیا۔ اس نے پوچھا: تجھے کونسی چیز زیادہ پیاری ہے؟ اس نے کہا: اچھے بال اور یہ گنج پن مجھ سے جاتا رہے۔ لوگ مجھ سے بہت ہی نفرت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور گنج پن جاتا رہا اور اسے اچھے بال دیئے گئے۔ فرشتہ نے کہا: تجھے کونسا مال زیادہ پیارا ہے؟ کہا: گائے بیل۔ فرشتہ نے اسے ایک گابھن گائے دی اور کہا: تجھے اس میں برکت دی جائے گی اور اندھے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا: تجھے کونسی چیز زیادہ پیاری ہے؟ اس نے کہا: اللہ میری بینائی مجھے واپس دیدے۔ جس سے میں لوگوں کو دیکھوں۔ آپؐ نے فرمایا: فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اللہ نے اس کی بینائی اس کو پھر دے دی۔ فرشتہ نے پوچھا: کونسا مال تجھے زیادہ پیارا ہے؟ اس نے کہا: بکریاں۔ اس نے اس کو ایک جننے والی بکری دی۔ چنانچہ ان دونوں نے بچے دیئے اور اس نے بھی بچے دیئے۔ چنانچہ کوڑھی کے پاس اونٹوں کا اور گائے والے کے پاس گائے بیلوں کا گلہ اور اندھے کے پاس بکریوں کے دَل کے دَل ہوگئے۔ پھر وہ فرشتہ کوڑھی کے پاس

مِّنْ بَقَرٍ وَلِهَذَا وَادٍ مِنْ غَنَمٍ. ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الْأَبْرَصَ فِي صُوْرَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِيْنٌ تَقَطَّعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللهِ ثُمَّ بِكَ أَسْأَلُكَ بِالَّذِي أَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِيْرًا أَتَبَلَّغُ بِهِ[1] فِي سَفَرِي فَقَالَ لَهُ إِنَّ الْحُقُوْقَ كَثِيْرَةٌ. فَقَالَ لَهُ كَأَنِّي أَعْرِفُكَ أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِيْرًا فَأَعْطَاكَ اللهُ فَقَالَ لَقَدْ وَرِثْتُ لِكَابِرٍ عَنْ كَابِرٍ. فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللهُ إِلَى مَا كُنْتَ. وَأَتَى الْأَقْرَعَ فِي صُوْرَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهَذَا فَرَدَّ عَلَيْهِ {مِثْلَ مَا رَدَّ عَلَيْهِ[2]} هَذَا فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللهُ إِلَى مَا كُنْتَ. وَأَتَى الْأَعْمَى فِي صُوْرَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِيْنٌ وَابْنُ السَّبِيْلِ وَتَقَطَّعَتْ بِهِ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي

ہو بہو اسی صورت شکل میں آیا اور کہنے لگا: ایک مسکین آدمی ہوں میرے سفر میں سارے وسیلے کٹ گئے ہیں، اس لئے سوائے اللہ کے اور پھر تمہارے بن آج میں اپنے ٹھکانے نہیں پہنچ سکتا۔ میں تم کو اسی ذات کا واسطہ دیتے ہوئے جس نے کہ تم کو یہ اچھا رنگ دیا اور یہ اچھا بدن دیا اور یہ اونٹ دیئے تم سے ایک اونٹ مانگتا ہوں تا کہ میں اپنے سفر میں اس پر[1] سوار ہو کر اپنے ٹھکانے پہنچوں۔ اس نے جواب دیا: حق بہت سے ہیں (جنہیں میں نے ادا کرنا ہے۔) وہ فرشتہ اسے کہنے لگا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں۔ کیا تو کوڑھی نہ تھا؟ لوگ تجھ سے کراہت کرتے تھے، محتاج تھا۔ اللہ نے تجھے دیا۔ اس نے کہا: میں تو خود بڑا ہوں اور بڑوں سے وراثت ملتی چلی آئی ہے۔ فرشتہ نے کہا: تم جھوٹے ہو۔ اللہ تمہیں اسی حالت میں لوٹا دے جس میں تم تھے اور وہ گنجے کے پاس اسی کی شکل وصورت میں آیا اور اس کو بھی ویسا ہی کہا {جیسا[2] اس کوڑھی سے کہا تھا} اس نے بھی اس کو وہی جواب دیا جو اس کوڑھی نے اس کو دیا تھا۔ فرشتہ نے کہا: تم جھوٹے ہو۔ اللہ تمہیں اسی حالت میں لوٹا دے جس میں تم تھے پھر وہ اندھے کے پاس اسی صورت شکل میں آیا اور کہنے لگا: میں ایک مسکین شخص ہوں، مسافر ہوں۔ سفر میں میرے سارے وسیلے کٹ گئے ہیں۔ آج سوائے اللہ کے اور تمہارے بغیر ٹھکانے

---

[1] فتح الباری مطبوعہ بولاق میں اس جگہ الفاظ أَتَبَلَّغُ عَلَيْهِ ہیں (فتح الباری جزء ٦ حاشیہ صفحہ ٦١٢) ترجمہ ان کے مطابق ہے۔

[2] یہ الفاظ فتح الباری مطبوعہ بولاق کے مطابق ہیں۔ (فتح الباری جزء ٦ حاشیہ صفحہ ٦١٣) ترجمہ ان کے مطابق ہے۔

فَلاَ بَلاَغَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللهِ ثُمَّ بِكَ أَسْأَلُكَ بِالَّذِي رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِي سَفَرِي وَقَالَ لَهُ قَدْ كُنْتُ أَعْمَى فَرَدَّ اللهُ بَصَرِي وَفَقِيْرًا فَقَدْ أَغْنَانِي فَخُذْ مَا شِئْتَ فَوَاللهِ لَا أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ أَخَذْتَهُ لِلَّهِ. فَقَالَ أَمْسِكْ مَا لَكَ فَإِنَّمَا ابْتُلِيْتُمْ فَقَدْ رَضِيَ اللهُ عَنْكَ وَسَخِطَ عَلَى صَاحِبَيْكَ.

پہنچنے کی کوئی صورت نہیں۔ میں اسی کے وسیلے سے جس نے تمہاری بینائی تم کو واپس دی ایک بکری مانگتا ہوں تا کہ میں اپنے سفر میں اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے ٹھکانے پہنچ جاؤں۔ اس نے کہا: ہاں میں اندھا تھا اور اللہ نے میری بینائی لوٹا دی اور محتاج تھا اور اس نے مجھے مالدار کر دیا، اس لیے جو تم چاہو لے لو؛ اللہ کی قسم! میں تم سے آج کسی بات میں تنگی نہیں کرنے کا۔ جو تو لے لے، اللہ کے لئے لے گا۔ فرشتہ نے یہ سن کر کہا: تم اپنا مال اپنے پاس ہی رکھو کیونکہ تم کو تو صرف آزمایا گیا ہے۔ اللہ تم سے خوش ہو گیا ہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں پر ناراض۔

طرفہُ: ٦٦٥٣۔

تشریح: مَا ذُكِرَ عَنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ: کتاب بَدْءُ الْخَلْق کے بعد کتاب أحادیث الانبیاء قائم کرکے اس کا آغاز خَلْقُ آدَمَ وَذُرِّيَتِهِ سے ہوا تھا اور باب ۲ میں بتایا گیا تھا کہ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ یعنی ارواح صف آراء فوجیں ہیں۔ اس تعلق میں موازنہ ومماثلت کا ایک سلسلہ ابواب شروع کیا گیا تھا جو انذار وتبشیر پر مشتمل ہے۔ ان ابواب میں سے باب ۵۰ بھی ہے۔ اس کی اکثر روایتیں اصل موضوع کے اعتبار سے سہل الفہم ہیں اور ان سے پتہ چلتا ہے کہ روحانی مقابلہ کے تعلق میں جہاں رحمانی سپاہ کا ذکر کیا گیا ہے وہاں شیطانی سپاہ کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ یہ حصہ موضوع کتاب احادیث الانبیاء کے آخر میں انشاءاللہ تعالیٰ از خود ظاہر ہو جائے گا۔ لیکن اس باب کی بعض روایات خاص طور پر قابل توجہ اور محتاج شرح ہیں جو حسب ذیل ہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی سند سے تین حدیثیں یکجا بیان کی گئی ہیں۔ ایک حدیث خشیت اللہ سے متعلق ہے جس میں وصیت موصی کے لئے بخشش کا موجب ہوئی۔ (روایت نمبر ۳۴۵۲) دوسری حدیث حسن معاملہ سے متعلق ہے کہ لین دین میں نرم اور اچھا برتاؤ نجات کا سبب ہوا۔ (روایت نمبر ۳۴۵۱) دونوں روایتوں کے لئے دیکھئے کتاب البیوع باب ۱۷، ۱۸۔

فتنہ دجال کے تعلق میں ان کا اعادہ معنہائے دارد! اسی طرح روایات نمبر ۳۴۵۳-۳۴۵۴ میں دوران مرض الموت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت گھبراہٹ اور نصاریٰ اور یہود کو ملعون قرار دینے کا ذکر بھی برمحل ہے کہ دونوں قومیں نہ صرف امت محمدیہ ہی کے لئے بلکہ سارے جہان کی تخریب وتدمیر کا جس بھیانک اور ہولناک شکل میں باعث بن گئی ہیں محتاجِ بیان نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایام مرض الموت میں اس عالمگیر بربادی کے تصور نے آپؐ کو بےقرار و بےچین کر دیا اور آپؐ کی زبان پر بےساختہ یہ الفاظ جاری ہوئے: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى۔ یہ تاویل کسی خوش فہمی کا نتیجہ نہیں بلکہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت جس کے الفاظ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا میں مضمر ہے اور ہمارے خیال کے مؤید نہ صرف یہ الفاظ قرینہ ہیں کہ مذکورہ بالا فقرہ خالی بددعا نہیں جو عموماً غصہ کی حالت میں زبان پر جاری ہوجایا کرتا ہے۔ شدتِ مرض میں انسان مضطرب ہوکر اپنی صحت یا موت کے لئے دعا یا بددعا کیا کرتا ہے۔ لیکن کسی قوم پر خفگی یا ناراضگی کا اظہار نہیں کیا کرتا جس کا اس کی بیماری سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال درست ہے کہ آپؐ کی گھبراہٹ کا تعلق آپؐ کی امت سے تھا کہ وہ یہود ونصاریٰ کی نقالی سے بچیں مبادا وہ بھی ان کے ساتھ ہلاک ہو۔ یہ تنبیہ دلیل ہے اس امر کی کہ آپؐ نے اس بارے میں کوئی پریشان کن نظارہ دیکھا ہے جس سے آپؐ اپنی امت کے لئے گھبرا اُٹھے ہیں۔ چنانچہ اس باب کی روایت نمبر ۳۴۵٦ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ مذکورہ بالا فقرہ شدتِ مرض کی وجہ سے نہ تھا بلکہ آپؐ نے منذر مشاہدہ فرمایا ہے کہ مسلمان ان دونوں قوموں کے نقال بن جائیں گے اور ان کی روش اختیار کرلیں گے۔

امام بخاریؒ نے ترتیب میں شدت بیماری والی روایت (نمبر ۳۴۵۳-۳۴۵۴) پہلے رکھی ہے اور تقلید یہود ونصاریٰ والی روایت (نمبر ۳۴۵٦) اس کے بعد۔ جس سے پایا جاتا ہے کہ الفاظ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى صرف غصے ہی کا اظہار نہیں بلکہ یہ الفاظ اس مشاہدے پر مبنی ہیں جس میں آپؐ کو بتایا گیا ہے کہ امت محمدیہ کی بڑی خرابی یہود ونصاریٰ کے ہاتھوں سے ہوگی۔ اس لئے آپؐ نے اسے ہوشیار کیا اور فرمایا کہ ان کا رویہ نہ اختیار کرو بلکہ ان کے نار وناقوس کی جگہ عبادت میں اذان کے ذریعے سے اطلاع دیا کرو۔ (روایت نمبر ۳۴۵۷) بوقت عبادت اس طرح کھڑے نہ ہو جس طرح یہ قومیں کھڑی ہوتی ہیں (روایت نمبر ۳۴۵۸) اور ہدایت کی کہ یہ لوگ اشیائے خورد ونوش اور معاملات بیع وشراء میں احکام حلت وحرمت کی پروا نہیں کرتے تم ایسا نہ کرنا۔ (روایت نمبر ۳۴٦۰)

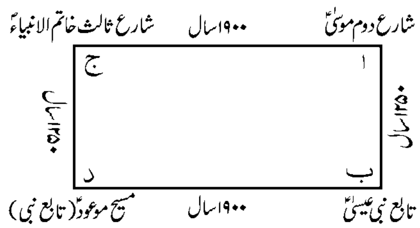
اگرچہ مذکورہ بالا قسم کی تفصیلی ہدایات دعائے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ کا بھی حصہ ہوسکتی ہیں۔ لیکن ارشاد لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ...... (ضرور تم پہلوں کی پیروی کروگے) کسی معین مشاہدے کی وجہ سے ہی ہوسکتا ہے اور آپؐ کا کرب واضطراب اس قسم کے اندیشے سے بھی نہیں ہے جو عام طور پر ہر مشفق وہمدرد والدین کو اپنی ذریت کے مستقبل کے متعلق ہوتا ہے۔ نہ آپؐ کا یہ قلق وہ بخوعِ (گداز) نفس کی حالت ہے جس کا ذکر آیت لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○ (الشعراء: ۴) میں ہے کہ شاید تو مارے غم کے اپنے آپ کو ہلاک کر دے گا

کہ یہ لوگ مومن نہیں ہیں بلکہ آپؐ کا مذکورہ بالا کرب و اضطراب معین کشفی نظارے کی وجہ سے تھا جس میں آپؐ نے یہود و نصاریٰ کے ذریعے سے اپنی امت میں خرابی پھیلتی دیکھی اور وہ اس رویت سے تعلق رکھتی ہے جو افق اعلیٰ والی رؤیت ہے جس کا بیان سورۃ النجم کی آیات میں بایں الفاظ آیا ہے: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ٥ (النجم: ١٨) جو کچھ آپؐ کو مشاہدہ ہوا ہے بالکل صحیح صحیح مشاہدہ ہے۔ جذبات وتخیل کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ شِبْرًا بِشِبْرٍ جیسے ایک ہتھیلی دوسری ہتھیلی کی مانند ہوتی ہے۔ ایسی ہی مشابہت دیکھ کر آپؐ گھبرا اُٹھے اور آپؐ کی زبان ترجمان الغیب سے اس کا بار بار اِظہار ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اگر یہود و نصاریٰ نے اپنے انبیاء کی قبریں سجدہ گاہ بنائی ہیں، تم بھی قبر پرستی کرو گے۔ (روایت نمبر ۳۴۵۳-۳۴۵۴) اور ہر بدی میں تم ان کی مشابہت اختیار کرو گے۔ (روایت نمبر ۳۴۵٦) غرض ان چھوٹی بڑی باتوں کا ذکر آنکھوں دیکھا ماجرا ہے جس کی تفصیل آپؐ نے بیان فرمائی ہے اور ہدایت وضلالت میں تینوں قوموں کی باہمی مماثلت کا عرصہ تک معین فرمایا ہے۔ (روایت نمبر ۳۴۵۹) جو ذیل کی دو متوازی الشکل مستطیلوں سے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔

شکل اوّل



شکل دوم



ان متوازی الشکل مستطیلوں کے زاویہ قائمہ ''الف'' پر حضرت نوح علیہ السلام ہیں جو آدم ثانی تسلیم کئے گئے ہیں کہ طوفانِ عظیم کے بعد ان سے ایک نئی نسل چلی اور زاویہ ''ب'' پر حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جو آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کے سلسلہ سے تعلق رکھنے والے عالی مرتبت خلیفہ تھے جن کے ہاتھوں سے بیت اللہ (خانۂ توحید) کی بنیادیں رکھی گئیں۔ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے درمیان کا عرصہ ۱۲۵۰ سال کا ہے جو شکل اوّل میں ہندسوں میں لکھا گیا ہے اور زاویہ ''ج'' پر دوسرے شارع نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام شارع اوّل سے ۱۹۰۰ سال بعد ہوئے اور خلفائے موسیٰ علیہ السلام میں سے خلیفہ ذیشان حضرت عیسیٰ ہیں جو زاویہ ''د'' پر دکھائے گئے ہیں اور دونوں کے درمیان عرصہ ۱۲۵۰ سال ہے۔ غرض ارتقائے بشری کے دور کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا جو غیر شرعی نبی تھے کہ ہنوز ابتداء تھی اور دورِ ارتقاء کے ہزار اوّل میں حضرت نوح علیہ السلام پہلے شرعی نبی تھے جو اس ہزار اوّل کی آخری صدی میں مبعوث ہوئے۔ آدم اوّل اور آدم ثانی کے درمیان فاصلے کی مدت کا اندازہ

۹۳۹ سال کا ہے جو تینوں قوموں یہود، نصاریٰ اور مسلمانوں کو تسلیم ہے اور یہ بھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔جیسا کہ قرآنِ مجید میں مذکور ہے: وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ o (الصافات: ۸۴) ان کے درمیان کا فاصلہ بھی اندازاً ۱۲۵۰ سال ہی ہے اور شارع اوّل کے خلیفہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بنی اسرائیل کا سلسلہ چلا اوران سے ۱۹۰۰ سال بعد نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام شارع ثانی مبعوث ہوئے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کے آخری خلیفہ تھے جو ان سے ۱۲۵۰ سال بعد ظاہر ہوئے اور ان پر شریعت موسوی ختم ہوگئی اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا آغاز ہوا۔ان دونوں شرعی نبیوں کے درمیان کا فاصلہ بھی ۱۹۰۰ سال ہی ہے۔حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کل مدت کا اندازہ تقریباً ۴۷۳۹ برس ہے جو ذیل کے اعداد سے ظاہر ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام .... ۹۳۹ سال
حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام................ ۱۹۰۰ سال
حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت خاتم النبیین ﷺ............ ۱۹۰۰ سال
میزان.. ۴۷۳۹ سال (ہزار پنجم)

اس حساب کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دورِ آدم میں ہزار پنجم کے آخری حصہ میں ہوئی تا بیت اللہ یعنی توحید کا گھر آپؐ کے ذریعہ سے آباد و مکمل ہو۔آپؐ نے اپنے زمانہ کو عصر سے تعبیر فرمایا ہے جو مزدور کے دن کی آخری تہائی ہے۔روایت نمبر ۳۴۵۹ میں بتایا گیا ہے کہ یہود نے بطور مزدور نصف دن تعمیر کا کام کیا اور بیت اللہ کی عمارت ادھوری چھوڑ کر چلے گئے۔پھر نصاریٰ نے عصر تک کام کیا اور عمارت ناتمام چھوڑ دی۔یہ عرصہ تعمیر صبح سے ظہر تک کے عرصہ کا نصف ہے۔دن اوسطاً بارہ گھنٹے کا ہو تو یہود نے چھ گھنٹے اور نصاریٰ نے تین گھنٹے کل نو گھنٹے کام کیا۔یہ وقت دن کا دو تہائی بنتا ہے۔عصر سے شام تک تین گھنٹے اس طرح اہل اسلام نے تین گھنٹے یعنی دن کے چوتھے حصے میں عمارت توحید مکمل کرنی ہے جس پر انہیں دوگنی مزدوری ملنے کا وعدہ ہے جو یہود و نصاریٰ کے لئے موجب شکایت ہے اور ان کی طرف سے یہ ناانصافی سمجھی گئی۔انہیں جواب دیا گیا کہ تکمیل کام پورے معاوضہ کی مستحق ہوتی ہے نہ کہ ادھورا کام۔علاوہ ازیں فرمایا: یہ میرا فضل ہے جس پر چاہوں کروں۔یہ روایت کتاب الاجارۃ باب ۸،۹ میں گزر چکی ہے۔اس مثال سے تین باتیں معین طور پر ظاہر ہوتی ہیں:

اوّل: دورِ آدم کا زمانہ جو ارتقائے بشری میں دورِ اوّل ہے سات ہزار برس کا ہے۔
دوم: آپؐ کی بعثت ہزار پنجم کے آخر میں ہوئی جس میں عمارت توحید آپؐ کے ذریعہ سے تکمیل کو پہنچنے والی ہے۔
سوم: آپؐ کی خلافت موسوی خلافت کے محاذ پر اور اس کے مماثل ہے اور آپؐ کی یہ خلافت ہدایت کے اعتبار سے تین سو سال تک خدمت تعمیر نہایت اچھے طریق پر بجالائے گی۔ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ

الَّـذِيْـنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَـفْشُو الْكَذِبُ ☆ یعنی لوگوں میں سے بہترین میری صدی کے ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے، پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوئے ہیں، پھر جھوٹ پھیل جائے گا۔

تین سو سال کے بعد ضلالت کے اعتبار سے مسلمانوں کا جو حال آپؐ کو دکھایا گیا وہ ہو بہو یہود و نصاریٰ کا سا حال ہے اور ان کی اس گمراہی کا سبب یہود و نصاریٰ دکھائے گئے۔ جس سے آپؐ گھبرا اُٹھے اور گھبراہٹ کی شدت میں آپؐ کی زبان سے لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَى (روایت نمبر۴۴۴۱) کا فقرہ بار بار سنا گیا جو جملہ خبریہ بھی ہے اور انشائیہ بھی یعنی بددعا کہ یہود و نصاریٰ نے آخری مزدوروں کو بھی اپنے جیسا بنا کر بیت اللہ کی تعمیر کچھ عرصہ کے لئے روک دی ہے۔ لیکن روایت نمبر۳۴۵۳-۳۴۵۴ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر یہ عمارت توحید اسلامی شریعت کے ذریعہ سے پایۂ تکمیل کو ضرور پہنچے گی کیونکہ امت اسلامیہ کے دوگنی مزدوری پانے کا ذکر کیا گیا ہے جو بغیر تکمیل عمارت نہیں مل سکتی۔ ظاہر ہے کہ تعمیر میں جو وقفہ واقع ہوا ہے وہ عارضی ہے۔ قرآنِ مجید کے الفاظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کو تکمیل عمارت پر ملنے والی مزدوری أَجْـرٌ غَيْـرُ مَـمْنُوْنٍ (التین:۷) یعنی منقطع نہ ہونے والی مزدوری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سورۃ العصر بھی قابل توجہ ہے۔ یہ عصر کا مبارک زمانہ وہی ہے جس کا ذکر حدیث نمبر۳۴۵۹ میں تمثیلاً وارد ہوا ہے۔ اس حدیث میں مختتانہ کا اندازہ اکائی قیراط سے کیا گیا ہے، جسے وحی الٰہی نے اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْن سے تعبیر فرمایا ہے اور سورۃ العصر میں جس گھاٹے کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے مومن مستثنیٰ کئے گئے ہیں یعنی ان کی محنت کا بدلہ پورا پورا دیا جائے گا اور ان میں کسی قسم کی کمی نہ ہوگی۔ اس استثناء کا مفہوم دوسرے الفاظ میں اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْن ہی ہے۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں:

i_ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارَى صرف ان لوگوں تک محدود ہیں جو بیت اللہ کی تعمیر میں رخنہ ڈالنے والے ہیں یعنی یہود و نصاریٰ اور ان کی پیروی کرنے والوں سے خواہ وہ بظاہر کلمہ گو ہی کیوں نہ کہلائیں۔ لعنت کے معنی ہیں رحمت الٰہی سے محرومی، اور اسی محرومی کو سورۃ العصر میں خسارۂ عظیمہ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ غرض آپؐ کا بددعائیہ فقرہ امر واقعہ کا اظہار ہے کہ مسلمان یہود و نصاریٰ کی روش اختیار کریں گے اور اس طرح رحمت الٰہی سے محروم ہو جائیں گے۔

ii_ اس حالت کرب میں آپؐ نے اپنی امت کے محفوظ رکھے جانے کے لئے مرض الموت میں ضرور نیک دعا بھی کی ہے کیونکہ وہ سابقہ انبیاء کی پیشگوئیوں میں کونے کا پتھر قرار دی گئی ہے۔ (یسعیاہ باب ۲۸: ۱٦) یہ باور نہیں کیا جا سکتا کہ نہایت مکروہ اور ہولناک نظارہ مماثلت دیکھ کر امت کو بگاڑنے والوں کے لئے بددعا تو کی اور بگڑنے

☆ (بخاری، کتاب المناقب، باب فضائل أصحاب النبيؐ، نمبر۳٦۵۰)

(ترمذی، کتاب الشهادات، باب منه شهادة الزور) مندرجہ بالا الفاظ ترمذی کے ہیں۔

والی امت کے بچنے کی دعا نہ کی ہو جس کے ذریعہ سے انبیاء کی امیدیں برآنے والی عمارت توحید تکمیل کو پہنچنے والی ہے۔الفاظ یُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا بتاتے ہیں کہ اس کرب کی حالت میں آپؐ پر امت کے لئے شفقت غالب تھی جو دعا کی متقاضی ہے اور آپؐ کی یہ دعا قبول ہوئی جیسا کہ اسی باب ۵۰ کے تحت دو مستقل عنوان قائم کر کے امام بخاریؒ نے دعا کی قبولیت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ آپؐ کی دعا و بددعا کی کیفیت ہماری دعا و بددعا کی طرح نہیں۔ سورۃ العصر میں بھی الفاظ اِلَّا الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ سے عمل صالح بجالانے والے مومنوں کو نجات کا وعدہ دیا گیا ہے تا مفوضہ خدمت انجام دے کر اجر غیر ممنون پانے کے مستحق ٹھہریں۔ اس سے ظاہر ہے کہ حدیث نمبر ۳۴۵۹ میں جس مبارک زمانہ عصر کا ذکر ہے وہ بھیانک نظارہ پر ختم ہونے والا نہیں بلکہ ہزار ہفتم میں ممتد ہے۔شکل مستطیل ۲ پر نظر ڈالیں اور اس کے اعداد وشمار کا حساب لگائیں اور دیکھیں کہ آیا ہم ہزار ششم پورا کر رہے ہیں یا ہزار ہفتم میں قدم رکھنے والے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بعثت کا اندازہ حضرت آدم علیہ السلام سے ۴۷۳۹ برس کیا گیا ہے۔ اس پر مندرجہ ذیل اعداد کا اضافہ کیا جائے۔زمانہ بعثت نبوی ۴۷۳۹ + عرصہ خلافت راشدہ و خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِي ۳۰۰ سال + عرصہ ضلالت ومماثلت یہود ونصاریٰ ۹۵۰ سال۔ میزان = ۵۹۸۹ سال۔اس حساب سے ظاہر ہے کہ ہم ہزار ششم کے خاتمہ پر ہیں اور جو علامتیں باب ۵۰ کی روایتوں میں بتائی گئی ہیں، اگر وہ مدنظر رکھی جائیں تو خروج دجال اور نزول مسیح موعود (قاتل دجال) کے زمانہ کی نشاندہی مشکل نہیں۔ ان علامتوں میں سے سب سے بڑی علامت امت مسلمہ کی یہود ونصاریٰ سے مشابہت کی علامت ہے۔ یہود ونصاریٰ اقوام غیر مسلمہ پر مسلمان اس وقت تک اثر انداز رہے جب تک وہ اپنے آپ کو ذہنی لحاظ سے ان سے فائق وغالب سمجھتے تھے۔خضاب سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور آپؐ کا ارشاد فَخَالِفُوْهُمْ اسی ذہنی غلبہ وتفوق کو محفوظ رکھنے کی غرض سے ہے ورنہ اچھی باتیں اخذ کرنے کی مطلق ممانعت نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ حکمت ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ یعنی مومن کی کھوئی ہوئی پونجی قرار دی ہے۔ جہاں وہ پائے اسے لے لینے کا حکم ہے۔ اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ يَأْخُذُهَا حَيْثُ وَجَدَهَا (المدخل إلى السنن الكبرىٰ للبيهقي، باب ما يخشى من زلة العالم في العلم أو العمل، جزء۲ صفحہ۲۱۶) یہ حصہ مضمون الگ شرح کا محتاج ہے۔اس کا مفصل ذکر کتاب اللباس میں آئے گا۔

مسلمان جب تک اپنے ذہنی رجحان اور میلانِ طبع میں صالح وغالب تھے دوسروں پر اثر انداز ہوتے رہے یہاں تک کہ جب ان کا یہ ذہنی غلبہ ختم ہوا ان کی مغلوبیت اور تقلید اعمیٰ (اندھی) کی تاریخ شروع ہوتی ہے اور یہ وہ زمانہ ہے جو یورپ کی تاریخ میں عہد تجدد واحیائے ثانی (Renaissance) کے نام سے مشہور ہے۔ سولہویں اور سترھویں صدی عیسوی کے دوران اس نے مسلمانوں پر طرز معاشرت میں اپنا اثر ڈالنا شروع کیا اور وہ اس سے اثر پذیر ہونے

لگے۔ یہاں تک کہ اٹھارویں صدی میں بعض مسلمان علماء کو احساس ہوا کہ ان کا مطمح نظر بدل رہا ہے اور عالم اسلامی کا قلب حساس (طبقہ شعراء) عرب وعجم دونوں بلبلا اُٹھے کہ ہم کیا تھے اور کیا ہوتے جارہے ہیں۔ ہمارے ملک میں حالؔی کا مرثیہ مشہور اور زبان زد خلائق ہے۔انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا:

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقت دعا ہے — امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی — ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضا ہے
فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہباں — بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی — ہاں ایک دعا تیری کہ مقبولِ خدا ہے

(مسدس حالی،عرضِ حال بجناب سرورِ کائنات،صفحہ ۱۸۹ تا ۱۹۲)

یہ نمونہ اشعار مسدس حالی سے ہے جو ۱۸۷۹ء بمطابق ۱۲۹٦ھ میں پہلی بار شائع ہوئی۔اور بانگ درا (۱۹۲۴ء) میں بھی اس حقیقت حال کا کھلے الفاظ میں ذکر ہے:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود — یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو — تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

(بانگ درا، حصہ سوم، نظم جواب شکوہ، صفحہ ۲۰۳)

مذکورہ بالا دوحوالے ہی کافی ہیں جو آج سے نصف صدی قبل کی حالت سے متعلق شہادت دیتے ہیں۔ اَصدق الصادقین کا فرمودہ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ راست ثابت ہوا۔

اس دوران مشابہت نے زیادہ تشویشناک صورت اختیار کر لی ہے اور آج یہ حالت ہے کہ تہذیب وتمدن، تعلیم وآداب وفنون جمیلہ وغیرہ کی دل فریب مجالس رقص وسرود (Cultural Show) کے نام سے قائم کی جاتی ہیں جن میں مسلم بیگمات وخواتین نیم عریانی میں کرسی صدارت کی زینت بنتی ہیں۔صلیب احمر (Red Cross) کے سایہ تلے! عیسائی تمدن کا رنگ وروپ دھارنے کے شوق نے ملی شعور اور قومی غیرت کا احساس بالکل مٹا ڈالا ہے۔تمام ممالک میں کم وبیش یہی حال ہے اور مایوسی طاری ہے۔امام بخاریؒ نے باب ۵۰ میں انذاری خبریں نقل کرنے کے ساتھ حدیث نمبر ۳۴٦۳ بھی نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مایوس ہونے سے منع فرمایا ہے اور باب ۵۱، روایت نمبر ۳۴٦۴ میں کوڑھی، گنجے اور اندھے کا واقعہ نقل کیا ہے جو سبق آموز ہونے کی غرض سے متعلقہ ابواب میں برمحل ہے۔جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا۔

بَاب ٥٢

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ (الكهف: ١٠)

(اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا:) کیا تو سمجھتا ہے کہ کہف اور رقیم والے لوگ ہمارے نشانوں میں سے کوئی اچنبھا نشان تھے (جن کی نظیر پھر کبھی نہ پائی جاسکتی ہو)

الْكَهْفُ الْفَتْحُ فِي الْجَبَلِ. وَالرَّقِيْمِ (الكهف: ١٠) الْكِتَابُ مَّرْقُوْمٌ (المطففين: ١٠) مَكْتُوْبٌ مِنَ الرَّقْمِ. رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (الكهف: ١٥) أَلْهَمْنَاهُمْ صَبْرًا. شَطَطًا (الكهف: ١٥) إِفْرَاطًا. الْوَصِيْد (الكهف: ١٩) الْفِنَاءُ وَجَمْعُهُ وَصَائِدُ وَوُصْدٌ وَيُقَالُ الْوَصِيْدُ الْبَابُ. مُّؤْصَدَةٌ (الهمزة: ٩) مُطْبَقَةٌ آصَدَ الْبَابَ وَأَوْصَدَ. بَعَثْنٰهُمْ (الكهف: ١٣) أَحْيَيْنَاهُمْ. اَزْكٰى (الكهف: ٢٠) أَكْثَرُ رَيْعًا. فَضَرَبَ اللهُ عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فَنَامُوْا. رَجْمًا بِالْغَيْبِ (الكهف: ٢٣) لَمْ يَسْتَبِنْ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَّقْرِضُهُمْ (الكهف: ١٨) تَتْرُكُهُمْ.

پہاڑ میں کھلی جگہ کو اَلْكَهَف کہتے ہیں اور رَقِیْم کے معنی ہیں لکھی ہوئی اور مَـرْقُوْم کے معنی ہوتے ہیں لکھا ہوا۔ مَرْقُوْم، رَقْم سے مشتق ہے اور رَقْم کے معنی ہیں لکھنا۔ اور یہ جو فرمایا: رَبَطْنَا عَلَى قُلُوْبِهِمْ تو اس کے معنی ہیں کہ ہم نے اصحاب کہف کے دلوں کو مضبوط کیا اور ان کو صبر کی طاقت بخشی اور شَطَطًا کے معنی ہیں افراط یعنی حد سے بڑھنا۔ لفظ اَلْوَصِیْد کے معنی ہیں آنگن۔ اس کی جمع وَصَائِد اور وُصُد آتی ہے۔ وَصِیْد کے معنی دہلیز کے کئے جاتے ہیں، کہتے ہیں: اَلْبَـابُ مُـؤْصَدَةٌ یعنی دروازہ بند کیا ہوا ہے۔ اَصَدَ الْبَابَ وَاَوْصَدَ کے معنی ہیں دروازہ بند کر دیا۔ اصحاب کہف کے متعلق بَعَثْنَاهُمْ آیا ہے اس کے معنی ہیں ہم نے ان کو ترقی دی۔ اور اَزْكٰى کے معنی ہیں غذائیت میں زیادہ اور فَضَرَبَ اللّٰهُ عَلَى آذَانِهِمْ سے یہ مراد ہے کہ وہ سو گئے۔ اور رَجْـمًـا بِالْغَيْبِ کے معنے ہیں انہوں نے اچھی طرح معلوم نہیں کیا جو خیال میں آیا کہہ دیا۔ مجاہد نے کہا: تَـقْـرِضُهُمْ کے معنی ہیں انہیں چھوڑ دیتا ہے۔

تشریح: **أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ....:** باب ۵٠ سے کتاب المناقب تک بنی اسرائیل سے متعلق متعدد روایتیں نقل کی گئی ہیں جو متفرق مضامین پر مشتمل ہیں۔ پہلی روایت (نمبر ۳۴۵٠) دجال سے متعلق ہے کہ اس کے ساتھ جنت وجہنم ہوگی اور اس ضمن میں خشیت اللہ والا واقعہ مذکور ہے جو کتاب البیوع روایت نمبر ۲٠٧٨ میں گزر چکا ہے۔ اس کے بعد یہود ونصاریٰ والی قبر پرستی سے بچنے کی وصیت سے متعلق روایت ہے۔ اس تعلق میں کتاب الصلاۃ باب ۴۸، ۵۵ بھی دیکھئے۔ اور روایت نمبر ۳۴۵۵ کا تعلق خلافت راشدہ سے ہے جس کے امت محمدیہ میں جاری ہونے کی بشارت ہے اور روایت نمبر ۳۴۵٦ میں بیان ہے کہ مسلمان یہود و نصاریٰ کی پوری پوری نقالی کریں گے۔ روایت نمبر ۳۴۵٧، ۳۴۵۸ میں ان کے خلاف عمل کرنے کی ہدایت ہے تا جہاں تک ممکن ہوسکے ان کی مشابہت سے اہل اسلام محفوظ رہیں۔ ہمارے ہادی و رہنما کی یہ ہدایت مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ☆ کے مطابق ہے۔ معمولی معمولی باتوں میں شوقِ تقلید انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتا ہے۔ روایت نمبر ۳۴۵۹ کے لئے دیکھئے کتاب مواقیت الصلاۃ روایت نمبر ۵۵٧۔ روایت نمبر ۳۴٦٠ کے لئے دیکھئے کتاب البیوع روایت نمبر ۲۲۲۳۔ جس میں یہود کی جسارت کا ذکر ہے کہ انہوں نے کس طرح احکامِ الٰہیہ کی پرواہ نہیں کی اور روایت نمبر ۳۴٦۱ کے لئے دیکھئے کتاب العلم باب ۳٧، ۳۸۔ حَدِّثُوا عَنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ کے اس ارشادِ نبوی سے ظاہر ہے کہ جس بات کی سچائی کا علم ہو وہ بیان کی جائے نہ کہ ہر بات بغیر تمیز حق و باطل۔ ابتداء میں ممانعت تھی جبکہ احکامِ اسلامیہ اور قواعد دینیہ واضح (مکمل اترے) نہ تھے اور اہل کتاب صحابہ کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر انہیں عمداً مغالطہ دیتے تھے۔ لیکن بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حالات بیان کرنے کی اجازت دی جو موجب عبرت ونصیحت ہیں۔ ایسا علمی مذاکرہ قوم کی بیداری کے لئے ازبس ضروری ہے۔

یہ ابواب بَابُ نُزُوْلِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ اور ظہور فتنہ دجال کے ذکر کے بعد دو غرضوں سے قائم کیے گئے ہے۔ اوّل یہ بتانا مقصود ہے کہ فتنہ دجال اقوام بنی اسرائیل یہود ونصاریٰ ہی میں پیدا ہونے والا ہے۔ جن کے اہل اسلام جانشین بنائے گئے ہیں۔ دوم ان کے احوال سے عبرت ونصیحت حاصل کرنا اہل اسلام کے لئے ضروری ہے۔ تاوقتیکہ ان کا علم نہیں رکھیں گے ان کی ضلالت و بے راہ روی سے کیونکر بچیں گے۔

روایت نمبر ۳۴٦۲ میں ارشادِ نبوی باب کی یہی غرض واضح کرنے کے لئے پانچویں بار دُہرایا گیا ہے کہ یہود ونصاریٰ کی نقالی سے بچو۔ اس تکرار سے باب ۵٠ کا تعلق سابقہ ابواب نزول ابن مریم وظہور فتنہ دجال سے ظاہر ہے۔ باب ۵٠ میں خلافت راشدہ کے قیام کی بشارت دی گئی ہے۔ (روایت نمبر ۳۴۵۵) اور خلفاء کی اطاعت اور ان کے ساتھ عہد بیعت وفاداری نباہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات متذکرہ بالا مدنظر رکھے جاتے تو امت اسلامیہ کی وہ حالت نہ ہوتی جو بعد میں ہوئی اور آج تک ہے۔ پھر روایت نمبر ۳۴٦۳ اس غرض سے بیان کی گئی ہے

☆ (ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة)

کہ مسلمان مایوس نہ ہوں۔ کیونکہ مایوس وہی ہوتا ہے جو رحمت ایزدی سے محروم ہو۔ اِنَّهٗ لَا يَيْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَo (یوسف: ۸۸)

باب ۵۰ سے متعلقہ مذکورہ بالا تبصرہ واضح طور پر امام بخاریؒ کی غرض و غایت پر دلالت کرتا ہے۔ اس میں بغیر مقصد یونہی احادیث جمع نہیں کردی گئیں۔ باب ۵۱ کی روایت میں جو واقعہ ابرص و اعمیٰ و اقرع کا بیان ہوا ہے، وہ اس غرض سے بیان ہوا ہے کہ ابن مریم کی پیشگوئی کا مصداق وہی موعود مثیل عیسیٰ بن مریم ہوگا جو اُمت کا کوڑھ، اندھا پن اور خستہ حالی دور کرنے پر قادر ہوگا۔

مذکورہ بالا ترتیب ابواب سے امام بخاریؒ کے علم لدنی اور ان کے علم و معرفت کی عظمت ظاہر ہے۔ خصوصاً باب ۵۲ کے عنوان سے جو سورۃ الکہف کی آیت سے قائم کیا گیا ہے اور یہ وہ سورۃ ہے جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد واضح ہے کہ جو فتنہ دجال سے بچنا چاہتا ہو تو اس سورۃ کی تلاوت کرے۔

بعثت نبویہ سے لے کر پہلی تین صدیاں اگر منہا کر دیں تو ہم ایک ہزار سال کا عرصہ گزار چکے ہیں اور اب چودھویں صدی ہجری یا بیسویں صدی عیسوی ہے۔ گزشتہ ایک ہزار سال کے عرصہ میں عقیدہ تثلیث عالم اسلامی کے لئے جس جس شر کا باعث بنا ہے اس کی تاریخ محفوظ ہے۔ عقیدہ و کردار، دنیوی مال و دولت اور جاہ و عزت کے اعتبار سے مسلمانوں کا آج جو حال ہے وہ آنکھوں کے سامنے ہے اور اہل تثلیث کا غلبہ چار سُو ہے۔ ان کی ناگفتہ بہ حالت کا زمانہ خود زبانِ حال سے شرح کر رہا ہے۔ اس بارے میں کسی اور شارح کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ جو سوچنے والی بات ہے وہ یہ ہے کہ کاسرِ صلیب اور قاتل خنزیر ابن مریم کب نازل ہوگا۔ غلبہ تثلیث کا تو یہی وقت ہے اور مسلمانوں کی خستہ حالی کا بھی یہی وقت اور موعود کے آنے کا وقت بھی یہی۔ تا اس کے آنے سے مسلمان سنبھلیں اور یہ بات بھی سوچنے والی ہے کہ نزول ابن مریم سچ مچ اپنے ظاہری معنوں میں ہے اور عیسیٰ بن مریم اسرائیلی رسول ہی آسمان پر اپنے جسد عنصری کے ساتھ اس غرض سے زندہ رکھے گئے ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں مسلمانوں کی خستہ حالی کے وقت نازل ہوں اور مسلمانوں کو عقیدہ تثلیث کے فتنہ و شر سے نجات دلانے والے ہوں یا حسب تصریح امام بخاریؒ وہ ابن مریم اسرائیلی تو اپنے وقت پر فوت ہو چکے ہیں اور آنے والا ان کا ہم نام مسیح اور مثیل موعود و ائمہ مسلمین میں سے امام ہوگا۔ یہ امر اس شرح میں اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ کتاب احادیث الانبیاء کا خاتمہ ایسی احادیث پر ہے جن میں صراحت ہے کہ امت محمدیہ سابقہ امتوں کی آخری جانشین امت ہے اور اس میں خلافت کا سلسلہ چلے گا اور تربیت و حفاظت کا جو کام انبیاء بنی اسرائیل دیتے تھے وہ خلفائے اسلام انجام دیں گے۔ یہاں تک کہ موعود ابن مریم نازل ہو، یہ موعود نبی ہوگا۔ اس کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ (روایت نمبر ۳۴۴۲) اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ یعنی وہ میری صورت و شباہت پر ہوگا۔ یہ الفاظ موعود ابن مریم کی روحانی عظمت پر دلالت کرتے ہیں۔

اگر عین ضرورت کی گھڑی میں کوئی مدعی ہو جس کے ہاتھوں سے کسر صلیب کی داغ بیل ڈالی گئی ہو تو ایسے مدعی کا ساتھ دینا ہر حب رسول کا دعویٰ کرنے والے کا فرضِ اوّلین ہے کہ اس کی آواز پر متوجہ ہو۔ احیائے امت کا کام جنتر منتر سے نہیں ہوسکتا کہ پھونک مارنے سے ہوجائے بلکہ اس کے لئے عقل درکار ہے اور ایمان باللہ اور خشیت اللہ۔ جس طریق سے ایسی مہمیں انجام پاتی رہی ہیں اب بھی اسی طریق سے یہ مہم انجام پائے گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

کَهْف کے معنی ہیں غار جو پہاڑ میں ہوتی ہے۔ رَقِیْم کے معنی ہیں الْكِتَاب۔ کِتَابٌ مَّرْقُوْم کے معنی ہیں لکھی ہوئی تحریر۔ رَقْم سے اسم مفعول ہے رَقِیْم بمعنی کتاب۔ حضرت ابن عباسؓ سے بواسطہ علی بن ابی طلحہؒ مروی ہیں۔ اور مَّرْقُوْم سے اشارہ آیت وَمَا اَدْرٰکَ مَا سِجِّیْنٌ o کِتَابٌ مَّرْقُوْمٌ o وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ o الَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ o (المطففین: ۹ تا ۱۲) کی طرف اشارہ ہے۔ ترجمہ: اور تجھے کس نے بتایا ہے کہ سجّین کیا ہے؟ وہ ایسا حکم ہے جو (اَزل سے) لکھا ہوا ہے۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے عذاب (ہی عذاب) ہوگا۔ ان (ایسے جھٹلانے والوں) کے لئے جو جزا سزا کے دن کا انکار کرتے ہیں۔ (ترجمہ از تفسیر صغیر)

رَبَطْنَا عَلَی قُلُوْبِهِمْ کے معنی ہیں أَلْهَمْنَاهُمْ صَبْرًا یعنی ہم نے ان کے دل میں صبر ڈالا۔ اسی آیت میں ہے: لَقَدْ قُلْنَا اِذًا شَطَطًا (الکھف: ۱۵) شَطَطًا کے معنی ہیں اِفْرَاطًا یعنی جَور وغلو، حد سے بڑھی ہوئی بات۔ یہ معنے ابوعبیدہ سے مروی ہیں اور طبری سے کذب کے معنے مروی ہیں۔ دونوں معنے ہی ہوسکتے ہیں۔ حد سے گذرنے کے معنوں میں امام ابن حجرؒ نے یہ شعر نقل کیا ہے:

أَلَا يَا لَقَوْمِيْ قَدْ اَشَطَّتْ عَوَاذِلِيْ وَيَزْعُمْنَ اَنْ اَوْدَى بِحَقِّيَ بَاطِلِيْ

(فتح الباری جزء٦ صفحہ ٦١٦)

دیکھ اے میری قوم! میری ملامت کرنے والیاں حد سے بڑھ گئی ہیں اور خیال کرتی ہیں کہ میں اپنا حق یونہی ضائع کردوں گا۔

مذکورہ بالا آیت مکمل طور پر یوں ہے: وَرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاْ مِنْ دُوْنِهٖ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَا اِذًا شَطَطًا o (الکھف: ۱۵) ترجمہ آیت یہ ہے: اور جب وہ (اپنے وطن سے نکلنے کے لئے) اُٹھے تو ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا۔ تب انہوں نے (ایک دوسرے سے) کہا (کہ) ہمارا ربّ (وہ ہے جو) آسمانوں اور زمین کا (بھی) ربّ ہے۔ ہم اس کے سوا کسی اور معبود کو ہرگز (کبھی) نہیں پکاریں گے۔ ورنہ ہم ایک حق سے دور بات کہنے والے ہوں گے۔ (ترجمہ از تفسیر صغیر)

الْوَصِیْدُ کے معنے ہیں الْفِنَاءُ آنگن۔ اس کی جمع وَصَائِد اور وُصُد آتی ہے۔ یہ معنی ابن ابی حاتم اور ابن جریرؒ نے بواسطہ سعید بن جریر حضرت ابن عباسؓ سے نقل کئے ہیں۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ ٦١٦) وَصِیْد کے معنی دروازہ کے بھی کئے جاتے ہیں اور مُؤْصَدَة کے معنی ہیں مُطْبَقَة بند کی ہوئی۔ قرآنِ مجید ہی میں آتا ہے: عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ (البلد: ۲۱) یعنی ان کو ایسی آگ کا عذاب ملے گا جو بند کی ہوئی یعنی سخت تیز ہوگی۔

وَصِيْد کے معنی دہلیز کے بھی ہوتے ہیں۔اسی سورۃ میں آتا ہے: كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ (الکهف: ١٩) کہ اصحاب کہف کا کتا (بھی ان کے ساتھ ساتھ) صحن کی دہلیز پر ہاتھ پھیلائے (موجود) رہے گا۔ کہتے ہیں: أَصَدَ الْبَابَ وَأَوْصَدَ اس نے دروازہ بند کر دیا۔ امام ابن حجرؒ کا خیال ہے کہ امام بخاریؒ نے مصدر اِيْصَاد کی یہ گردان اشتقاق وَصِيْد بتانے کی غرض سے ضمناً ذکر کی ہے۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ٦١٧)

بَعَثْنَاهُمْ کے معنی ہیں أَحْيَيْنَاهُمْ ہم نے انہیں ترقی دی۔اس سے سورۃ الکہف کی مندرجہ ذیل آیات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔فرماتا ہے: فَضَرَبْنَا عَلَى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا○ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْآ أَمَدًا○ (الکهف: ١٢، ١٣) ان آیات کا ترجمہ یوں ہے: جس پر ہم نے اس وسیع غار میں چند گنتی کے سالوں کے لئے انہیں (بیرونی حالات کے) سننے سے محروم کر دیا۔ پھر ہم نے انہیں اُٹھایا تا کہ ہم جان لیں کہ جتنی مدت وہ (وہاں) ٹھہرے رہے تھے، اسے (مسیح کے متبع) دونوں گروہوں میں سے زیادہ محفوظ رکھنے والا کون گروہ ہے۔

أَزْكَى کے معنے ہیں أَكْثَرُ رَيْعًا غذائیت ونفع رسانی کے لحاظ سے کونسا شہر اچھا اور زیادہ غلہ پیدا کرتا ہے۔ابوعبیدہ نے یہ مفہوم بیان کیا ہےاوراس کی تائید میں شاعر کا یہ قول نقل کیا ہے:

قَبَائِلُنَا سَبْعٌ وَأَنْتُمْ ثَلَاثَةٌ وَلَلسَّبْعُ أَزْكَى مِنْ ثَلَاثٍ وَأَطْيَبُ

یعنی ہمارے سات قبیلے ہیں اور تم تین ہو اور یقیناً سات قبیلوں کی تعداد تین سے زیادہ ہے اور اچھی ہے

قتادہ سے أَزْكَى طَعَامًا کے معنی خَيْرُ طَعَامًا مروی ہیں۔ (فتح الباری جزء٦ صفحہ٦١٧) أَزْكَى طَعَامًا سے اس آیت کی طرف توجہ دلائی ہے: وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَاءَ لُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْآ أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهِ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ○ (الکهف: ٢٠) اور اسی طرح ہم نے انہیں (بیکسی کی حالت سے) اُٹھایا۔اس پر وہ آپس میں (حیرت سے) ایک دوسرے سے سوال کرنے لگے (اور) ان میں سے ایک کہنے لگا (کہ) تم یہاں کتنی دیر ٹھہرے رہے ہو۔ (جو اس کے مخاطب تھے) انہوں نے کہا (کہ) ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں۔ (تب) انہوں نے (یعنی دوسروں نے) کہا (کہ) جو (عرصہ) تم (یہاں) ٹھہرے رہے ہو، اُسے تمہارا ربّ (ہی) بہتر جانتا ہے۔ پس (اس بحث کو چھوڑو اور) اپنے یہ پرانے سکے دے کر اپنے میں سے کسی ایک کو اس شہر کی طرف بھیجو۔ وہ (جا کر) دیکھے کہ اس (شہر) میں سے کس کا غلہ سب سے اچھا ہے۔ پھر (جس کا غلہ سب سے اچھا ہو) اس سے کچھ کھانے کا سامان لے آئے اور وہ ہوشیاری سے (لوگوں کی) راز کی باتیں معلوم کرنے کی کوشش کرے اور تمہارے متعلق کسی کو ہرگز (کوئی) علم نہ ہونے دے۔ (ترجمہ از تفسیر صغیر)

فَضَرَبَ اللّٰهُ عَلٰى آذَانِهِمْ فَنَامُوْا: اس کے معنے ہیں ان کے کانوں پر تھپکی دی تو وہ سو گئے۔اس آیت کا یہ

مفہوم حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ اَلضَّرْبُ عَلَی الْأَذَانِ استعارہ ہے اور اس سے یہ مراد ہے کہ بیرونی دنیا سے منقطع ہوگئے۔ نہ دنیا کی خبریں انہیں ملیں اور نہ ان کی بیرونی دنیا کو۔ سونے کا مفہوم بھی یہی ہے۔ پوری آیت مع ترجمہ اوپر درج ہو چکی ہے۔

رَجْمًا بِالْغَيْبِ کے معنی ہیں لَمْ يَسْتَبِنْ اس نے وضاحت نہ کرائی۔ حقیقت پورے طور پر معلوم نہ کی۔ قَذْفًا بِالظَّنِّ یعنی خیال سے بات ہانک لی۔ اٹکل پچو سے بات کی۔ رَجْمًا بِالْغَيْبِ کے یہ معنے قتادہ نے کئے ہیں اور ابوعبیدہ نے کہا کہ رجم وہ بات ہے جو یقین سے نہ ہو بلکہ خیال سے کہی جائے۔ انہی معنوں میں شاعر کا یہ قول ہے:

وَمَا الْحَرْبُ اِلَّا مَا عَلِمْتُمْ وَذُقْتُمْ وَمَا هُوَ عَنْهَا بِالْحَدِيثِ الْمُرَّجَمِ

(فتح الباری جزء٦ صفحہ ٦١٧)

یعنی جنگ تو وہ ہے جس کا تمہیں علم ہو چکا ہے اور تم چکھ چکے ہو اور وہ ایسی بات نہیں جو محض خیال سے ہو کہ یوں کر دیں گے، ووں کر دیں گے۔

پوری آیت یہ ہے: سَيَقُوْلُوْنَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَبِّيْ أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۬ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۪ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ أَحَدًا ○ (الکهف: ٢٣) ترجمہ: وہ (لوگ جو حقیقت حال سے بے خبر ہیں ضرور) غیب کے متعلق اٹکل پچو باتیں کرتے ہوئے (کبھی) کہیں گے (کہ وہ صرف) تین (آدمی) تھے جن کے ساتھ چوتھا اُن کا کتا تھا اور (کبھی یہ) کہیں گے (کہ وہ) پانچ تھے جن کے ساتھ چھٹا اُن کا کتا تھا اور (ان میں سے بعض یوں بھی) کہیں گے (کہ وہ) سات تھے اور ان کے ساتھ آٹھواں ان کا کتا تھا۔ تو (انہیں) کہہ (کہ) ان کی (صحیح) گنتی کو اللہ (ہی) بہتر جانتا ہے (اور) تھوڑے لوگوں کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا۔ پس تو اُن کے متعلق مضبوط بحث کے سوا کوئی بحث نہ کر اور ان کے بارہ میں ان میں سے کسی سے حقیقت حال دریافت نہ کر۔ (ترجمہ از تفسیر صغیر)

وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَقْرِضُهُمْ تَتْرُكُهُمْ: مجاہد نے کہا ہے کہ تَقْرِضُهُمْ کے معنے ہیں سورج انہیں ایک طرف چھوڑ دیتا ہے۔ پوری آیت یہ ہے: وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ ۚ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ○ (الکهف: ١٨) ترجمہ آیت یوں ہے: اور (اے مخاطب!) تو سورج کو دیکھتا ہے کہ جب وہ چڑھتا ہے تو ان کی وسیع جائے پناہ سے دائیں طرف کو ہٹ کر گذرتا ہے اور جب وہ ڈوبتا ہے تو ان سے بائیں طرف کو ہٹ کر گذرتا ہے اور وہ اس غار کے اندر ایک فراخ جگہ میں (رہتے) تھے۔ یہ بات اللہ (کی نصرت) کے نشانوں میں سے (ایک نشان) ہے، جسے اللہ (ہدایت کا) راستہ دکھائے وہی ہدایت پر ہوتا ہے اور جسے وہ گمراہ کرے، اس کا تو (کبھی) کوئی دوست (اور) رہنما نہیں پائے گا۔ (ترجمہ از تفسیر صغیر)

امام ابن حجرؒ نے اس عنوان کے تعلق میں توجہ دلائی ہے کہ اس کے تحت کوئی مستند روایت درج نہیں کی گئی کیونکہ اصحاب الکہف کے تعلق میں جن کا ذکر اس سورۃ میں ہے کوئی مستند حدیث مروی نہیں جس پر وثوق سے اعتماد کیا جا سکے۔ امام ابن حجرؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ عبد بن حمید سے مروی ہے اور غیر مرفوع ہے۔ اسی طرح اصحاب الکہف کے تعلق میں تفسیر ابن ابی حاتم کی روایت بابت شہر بن حوشب اور حضرت ابن عباسؓ کے حوالہ سے دقیانوس نامی بادشاہ اور اصحاب الکہف کے ناموں مکسلمینا،مخشلیشا،تملیخا،مرطونس،کنشطونس،بیرونس اور دینموس۔اور حسن کے حوالہ سے ان کے کتے کا نام قطمیر تھا۔ کتے اور سکے کی شکل و رنگ تک بتایا گیا ہے۔(فتح الباری جزء۶ صفحہ ۶۱۷، ۶۱۸)

یہ روایتیں کمزور ہیں، اس لئے حضرت امام بخاریؒ نے انہیں نظر انداز کیا ہے اور جہاں تک اصحاب کہف و رقیم کا تعلق ہے ان کے بارے میں محولہ آیات پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ امام ابن حجرؒ نے اس تعلق میں جامع صحیح بخاری کی کتاب التفسیر کی طرف توجہ دلائی ہے لیکن اس میں بھی مذکورہ بالا روایتوں کا ذکر نہیں۔ البتہ محولہ بالا الفاظ کی شرح میں بروایت سعید بن جبیر حضرت ابن عباسؓ کے حوالہ سے رقیم کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ سیسے کی تختی تھی جس پر اصحاب کہف کے نام کندہ تھے۔(دیکھئے **کتاب تفسیر القرآن، سورۃ الکھف**)

امام بخاریؒ کے مخصوص تصرفات میں سے ان کا یہ عمل قابل غور ہے کہ مماثلت یہود و نصاریٰ کے تعلق میں باب ۴۸ کے بعد متعدد عنوان جدا جدا قائم کرنے سے ان کا کیا مقصد ہے؟ اس طرف شارحین نے توجہ نہیں کی۔ قارئین کرام کو چاہیے کہ جس مماثلت یہود و نصاریٰ سے ڈرایا گیا ہے اور آخری مرض الموت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں اپنی امت کی نسبت سخت گھبراہٹ میں تھے، اس تعلق میں غور کریں کہ مندرجہ ذیل امور کا باہمی تعلق کیا ہے؟

اوّل: باب ۴۸ کے ضمن میں مسیح ابن مریم علیہ السلام کے حلیہ اور نازل ہونے والے مسیح ابن مریم کے حلیے کا الگ الگ بیان اور ان کا اختلاف۔ ایک سرخ رنگ (أَحْمَرُ)، گھنگریالے بال والا (جَعْدٌ)، اور چوڑے سینے والا (عَرِيْضُ الصَّدْرِ)۔ اور اس مسیح بن مریم کا حلیہ بیان کرتے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حلیہ بھی بیان کیا گیا ہے جس سے اسرائیلی مسیح ابن مریم کی شخصیت متعین ہوتی ہے اور بیت اللہ کا طواف کرنے والے مسیح ابن مریم کا حلیہ گندم گوں (آدَمُ)، نہایت خوبصورت (كَأَحْسَنِ مَا يُرَى)، سیدھے بال (تَضْرِبُ لِمَّتُهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ)۔ لِمَّةٌ سر کے سیدھے بالوں کو کہتے ہیں جو کانوں کو چھوئیں۔ لِمَّةٌ کی قسم کے بال جَعْدَةٌ (گھنگریالے) بالوں سے بالکل مختلف ہوتے ہیں۔ مسیح ابن مریم نام دراصل وصفی نام ہے اور عیسیٰ نام علم (خاص نام) ہے۔ حلیے کا اختلاف جو احادیث میں مذکور ہے قابل غور ہے کیونکہ اس اختلاف سے ایک لقب کے دو الگ الگ شخص معلوم ہوتے ہیں۔ ایک اسرائیلی مسیح اور دوسرا بیت اللہ کا طواف کرنے والا مسیح۔(دیکھئے روایات نمبر ۳۴۳۸، ۳۴۴۰)

دوم: امام بخاریؒ نے جہاں مسلمانوں کا یہود و نصاریٰ سے مشابہت اختیار کرنے کی حدیث نبوی کا ذکر کیا ہے،

وہاں آنحضرت ﷺ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی ایک دوسرے کے ہم مشرب و مثیل ہوتے ہیں۔ (اَلْأَنْبِيَآءُ اِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ اُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ) اورفرمایا اَنَـا اَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ یعنی ابن مریم سے میرا زیادہ تعلق ہے۔(روایات نمبر۳۴۴۲، ۳۴۴۳) اور قرآنِ مجید میں آپؐ کو مثیل موسیٰ قرار دیا گیا ہے۔(المزمل:۱۶) ابن مریم سے اپنے زیادہ تعلق کے ضمن میں آپؐ نے فرمایا ہے: لَيْـسَ بَيْنِىْ وَبَيْنَهُ نَبِىٌّ (روایت نمبر۳۴۴۲) میرے اور ابن مریم کے درمیان کوئی نبی نہیں یعنی آپؐ کے خلفاء میں سے ابن مریم کا سرصلیب کے سوا کوئی نبی نہیں۔اس سے ذہن اسرائیلی عیسیٰ بن مریم والے مسیح کی طرف تو جاسکتا ہے لیکن اس کے ساتھ وفات مسیح ابن مریم، اختلافِ حلیہ اور مماثلت انبیاء سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نظرانداز نہیں ہونے چاہئیں اور یہ واضح ارشاد بھی نظرانداز نہیں ہونا چاہیے کہ نازل ہونے والے کاسرصلیب ابن مریم کی پیشگوئی میں آپؐ نے صراحت فرمائی ہے وَاِمَـامُكُمْ مِنْكُمْ کہ تمہارے امام (راہنما) تم میں سے ہوں گے اور قرآن مجید کا یہ ارشاد بھی کہ مومن اپنے روحانی ارتقاء کے اعتبار سے مثیل مریم بن جاتے ہیں اور اس مماثلت میں یہ صراحت بھی ہے کہ جس طرح حضرت مریم علیہا السلام میں روح القدس کا نفخ ہوا، مومنوں کو بھی ہوسکتا ہے۔قارئین ان تمام باتوں پر غور کریں کہ امام بخاریؒ کا ان مختلف احادیث کو اس باب کے تحت اکٹھا کرنے سے کیا غرض ہے جس کا عنوان ہے: وَاذْكُـرْ فِـي الْـكِتَـابِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا ..... ارشادِنبوی لَيْـسَ بَيْنِىْ وَبَيْنَهُ نَبِىٌّ یا لَا نَبِيَّ بَعْدِىْ کے تعلق میں مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی مدنظر رہے جو مکتوبات میں مذکور ہے جس کا ترجمہ بالفاظ ابوالفضل محمد احسان اللہ گورکھپوری یہ ہے:

> ولی کا کمال نبی کے طفیل میں ہے۔اگر ولی کو کوئی جزوی فضل یا درجہ حاصل ہو جو نبی کو حاصل نہ تھا تو نبی کو بھی اس جزوی فضل یا درجہ کا حصہ ملتا ہے کیونکہ ولی کا وہ کمال نبی کی متابعت و پیرویٔ سنت کا نتیجہ ہے۔ولی کی ولایت نبی کی ولایت کا جزو ہے۔جزو کتنا بڑھے پھر بھی کُل سے چھوٹا ہی رہے گا۔

اوراس سے پہلے فرماتے ہیں:

> واصلانِ ذات جب انتہاء تک پہنچتے ہیں تو دعوتِ خلق کے لئے ان کا واپس ہونا لازم ہوتا ہے، برخلاف اس کے متوسطین (درمیانہ درجے کے واصلین) کے لئے واپسی لازم نہیں۔ یہ علم بھی میرا مخصوص ہے۔

دراصل ان کا یہ مخصوص علم مومنین کے اس ارتقاء روحانی ہی کی شرح ہے جن میں ان کے مقامِ صدیقیت کی وجہ سے مریم صدیقہ علیہا السلام سے مشابہت دے کر ان سے نفخ روحانی کا وعدہ کیا گیا ہے جو مقامِ عیسویت و نبوت ہے۔چنانچہ الشیخ الاکبر محی الدین ابن العربی بھی لَا نَبِيَّ بَعْدِىْ کے تعلق میں مذکورہ بالا قول کے ہم معنی فرماتے ہیں:

" وَهُوَ الصَّادِقُ فِيْ قَوْلِهِ اِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ فَعَلِمْنَا قَطْعًا أَنَّهُ يُرِيْدُ التَّشْرِيْعَ خَاصَّةً.
...... فَالنُّبُوَّةُ مَقَامٌ عِنْدَ اللّٰهِ يَنَالُهُ الْبَشَرُ وَهُوَ مُخْتَصٌّ بِالْأَكَابِرِ مِنَ الْبَشَرِ يُعْطَى
لِلنَّبِيِّ الْمُشَرَّعِ وَيُعْطَى لِلتَّابِعِ لِهٰذَا النَّبِيِّ الْمُشَرَّعِ الْجَارِي عَلَى سُنَّتِهِ."

(الفتوحات المكية، باب۷۳: في معرفة عدد ما يحصل من الأسرار للمشاهد عند المقابلة والانحراف، جزء۲ صفحه٦)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس قول میں راستباز ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ سو ہمیں قطعی طور پر اس سے علم ہو گیا کہ آپؐ کی مراد تشریع (یعنی شریعت والی نبوت) ہے۔ .... کیونکہ نبوت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مقام ہے جو انسان کو حاصل ہوتا ہے اور یہ مقام مخصوص ہے، انسانوں میں سے بزرگوں کے لئے۔ شرعی نبی کو بھی عطا کیا جاتا ہے اور اس شرعی نبی کے تابع کو بھی جو اس کے طریق پر چلنے والا ہو۔

پھر اپنی اسی کتاب میں فرماتے ہیں:

" فَمَا ارْتَفَعَتِ النُّبُوَّةُ بِالْكُلِّيَّةِ وَلِهٰذَا قُلْنَا اِنَّمَا ارْتَفَعَتْ نُبُوَّةُ التَّشْرِيْعِ فَهٰذَا
مَعْنَى لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ ...... فَعَلِمْنَا اَنَّ قَوْلَهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ أَيْ لَا مُشَرِّعَ خَاصَّةً لَا اَنَّهُ
لَا يَكُوْنُ بَعْدَهُ نَبِيٌّ."

(الفتوحات المكية، باب۷۳، السؤال الخامس والعشرون: ما بدء الوحي، جزء۲ صفحه۵۹)

غرض نبوت کلی طور پر نہیں اُٹھ گئی بلکہ صرف نبوت شرعی اُٹھی ہے (بوجہ تکمیل شریعت۔) لا نبی بعدہٗ کا یہی مفہوم ہے کہ شریعت والا نبی اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں ہوگا۔ اس سے ہمیں علم ہو گیا کہ آپؐ کے قول لا نبی بعدی سے مراد یہ ہے کہ خاص کر صاحب شریعت نبی آپؐ کے بعد نہیں ہوگا، نہ یہ مراد ہے کہ (کسی قسم کا) کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اور صفحہ ۸۹ پر یہی مضمون تفصیل سے ان الفاظ میں مدلل بیان کیا گیا ہے:

" فَالنُّبُوَّةُ سَارِيَةٌ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فِي الْخَلْقِ وَاِنْ كَانَ التَّشْرِيْعُ قَدِ انْقَطَعَ
فَالتَّشْرِيْعُ جُزْءٌ مِّنْ أَجْزَآءِ النُّبُوَّةِ، فَاِنَّهُ يَسْتَحِيْلُ اَنْ يَّنْقَطِعَ خَبَرُ اللّٰهِ وَاِخْبَارُهُ
مِنَ الْعَالَمِ، اِذْ لَوِ انْقَطَعَ لَمْ يَبْقَ لِلْعَالَمِ غِذَاءٌ يَتَغَذَّى بِهِ فِي بَقَاءِ وُجُوْدِهِ قُلْ لَّوْ
كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ...... (الكهف:١٠٩) وَلَوْ اَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ
شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ......(لقمان:٢٧) وَقَدْ أَخْبَرَ اللّٰهُ أَنَّهُ مَا مِنْ شَيْءٍ يُرِيْدُ اِيْجَادَهُ اِلَّا
يَقُوْلُ لَهُ كُنْ (النحل:٤٠) فَهٰذِهِ كَلِمَاتُ اللّٰهِ لَا تَنْقَطِعُ وَهِيَ الْغِذَاءُ الْعَامُ
لِجَمِيْعِ الْمَوْجُوْدَاتِ، فَهٰذَا جُزْءٌ وَّاحِدٌ مِنْ أَجْزَآءِ النُّبُوَّةِ لَا يَنْفَدُ فَأَيْنَ أَنْتَ مِنْ
بَاقِي الْأَجْزَاءِ الَّتِيْ لَهَا."

(الفتوحات المكية، باب۷۳، السؤال الثاني والثمانون: كم أجزاء النبوة، جزء۲ صفحه۸۹)

یعنی نبوت مخلوق میں قیامت تک جاری وساری رہے گی اگر چہ تشریع ختم ہوگئی ہے کیونکہ تشریع اجزاءِ نبوت میں سے ایک جزء ہے۔ اس لئے بھی کہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود سے متعلق خبر واطلاع اس جہان سے موقوف ہو۔ وجہ یہ کہ اگر یہ خبر و اطلاع کٹ جائے تو اس جہان کی وہ غذا باقی نہ رہے گی جس کے ذریعہ سے وہ اپنے بقاء کی غذا حاصل کرتا ہے یعنی ایمان باللہ حاصل کرنے کا سلسلہ ختم ہوجائے گا جس سے اس کی زندگی قائم ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے: کہو اگر میرے ربّ کے کلمات کے لئے سمندر روشنائی ہوجائے تو وہ سمندر ختم ہوجائے گا پیشتر اس کے کہ میرے ربّ کے کلمات ختم ہوں خواہ ویسے ہی سمندر پھر اور روشنائی ہم لے آئیں۔ (نیز فرماتا ہے:) اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں وہ قلمیں ہوں اور سمندر ان کے لئے روشنائی۔ اس کے علاوہ سات سمندر اَور روشنائی بن جائیں، کلماتِ الٰہیہ ختم نہ ہوں گے۔ اور اللہ یہ بھی بتا چکا ہے کہ جس شئے کے وجود میں لانے کا وہ ارادہ کرے، اس کے لئے صرف یہی فرماتا ہے: ہوجا (اور وہ ہوجاتی ہے۔) غرض کلماتِ الٰہیہ منقطع نہیں ہوتے اور وہ تمام مخلوقات کی عام غذا ہیں اور یہ غذا اَجزاءِ نبوت میں سے ایک جزء ہے جو ختم نہیں ہوتی۔ نبوت کے جو باقی اجزاء ہیں جن کا تعلق کلمہ کُنْ سے ہے اور غیر محدود سلسلہ کلام وکلمات اللہ ہے تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ ختم ہوسکتا ہے۔

اور اسی تعلق میں فرماتے ہیں:

"وَأَمَّا النُّبُوَّةُ الْعَامَّةُ فَأَجْزَآءُ هَا لَا تَنْحَصِرُ وَلَا يُضْبِطُهَا عَدَدٌ فَإِنَّهَا غَيْرُ مُؤَقَّتَةٍ لَّهَا الْإِسْتِمْرَارُ دَائِمًا دُنْيَا وَآخِرَةً، وَهَذِهِ مَسْئَلَةٌ أَغْفَلَهَا أَهْلُ طَرِيْقِنَا فَلَا أَدْرِيْ عَنْ قَصْدٍ مِّنْهُمْ كَانَ ذَلِكَ اَوْ لَمْ يُوَفِّقْهُمُ اللّٰهُ عَلَيْهَا أَوْ ذَكَرُوْهَا وَمَا وَصَلَ ذَلِكَ الذِّكْرُ إِلَيْنَا."

(الفتوحات المكية، باب۷۳، السؤال الثالث والثمانون: ما النبوة، جزء۲ صفحه۸۹)

یعنی نبوت عامہ (یعنی غیر تشریعی مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ) جو ہے تو اس کی جزئیات بے حساب ہیں اور گنتی سے ضبطِ شمار میں نہیں آسکتیں کیونکہ وہ کسی وقت سے مخصوص نہیں وہ ہمیشہ ہمیش ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ ہمارے اہل طریقت (مشائخ) نے اس مسئلہ سے غفلت برتی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ان سے یہ غفلت قصداً ہوئی ہے یا انہیں اس (نبوتِ عامہ یعنی مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ) کی توفیق نہیں ملی یا انہوں نے اس کا ذکر کیا ہے اور یہ ذکر ہم تک نہیں پہنچا۔

حضرت محی الدین ابن عربی شیخ اکبرؒ نے اس قسم کی نبوت غیر شرعی یعنی مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ کے امت محمدیہ میں ہمیشہ جاری رہنے کی نسبت اپنی مشہور ومعروف تصنیف فتوحاتِ مکیہ میں کئی جگہوں میں بار بار ذکر فرمایا ہے۔ اس مسئلہ اجراءِ نبوت میں وہ یا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہی منفرد نہیں بلکہ بلا مبالغہ تمام اولیاء ربانی ومقربین بارگاہِ الٰہی اور عارفین باللہ مثل امام شعرانی، جلال الدین رومی، شیخ عبدالقادر جیلانی، سید عبدالکریم جیلانی اور شاہ ولی اللہ محدث رحمہم اللہ اجمعین اس بارے میں متفق ہیں بلکہ بعض صحابہ کرامؓ سے بھی یہی عقیدہ مروی ہے۔ مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے: قُوْلُوْا

خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ، وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ. (مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الأدب، باب من کره ان یقول لا نبی بعد النبی، جلد۹صفحہ۱۰۹،۱۱۰) یعنی یہ تو کہو کہ آپؐ خاتم النبیین ہیں اور یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں۔

الشیخ الاکبرؒ فصوص الحکم میں فقرہ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ کا مفہوم بایں الفاظ بیان کرتے ہیں: فَلَا نَبِيَّ بَعْدَهُ يَعْنِي مُشَرِّعًا .... یعنی آپؐ کے بعد صاحب شریعت نبی نہیں۔ اَلَا اَنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهِ فَأَبْقَى لَهُمُ النُّبُوَّةَ الْعَامَّةَ الَّتِيْ لَا تَشْرِيْعَ فِيْهَا۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر مہربانی فرمائی ہے اور ان کے لئے وہ عام نبوت باقی رکھی ہے جس میں تشریع نہیں۔(شرح فصوص الحکم، فص حکمة قدریة فی کلمة عزیرة، صفحه١٦٧، ١٦٨)

امام شعرانیؒ کا بھی یہی قول ہے۔ آپ اپنی کتاب الیواقیت والجواہر جلد دوم صفحہ۳۴۶ پر فرماتے ہیں:

" وَ قَوْلُهُ ﷺ فَلَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا رَسُوْلَ الْمُرَادُ بِهِ لَا مُشَرِّعَ بَعْدِيْ."

(الیواقیت والجواهر، المبحث الثالث والثلاثون فی بیان بدایة النبوة والرسالة)

آپؐ کا یہ قول کہ میرے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ رسول۔ اس سے مراد یہ ہے کہ صاحب شریعت (نبی و رسول) نہیں ہوگا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے اس بارے میں یہ الفاظ ہیں:

"خُتِمَ بِهِ النَّبِيُّوْنَ أَيْ لَا يُوْجَدُ بَعْدَهُ مَنْ يَّأْمُرُهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ بِالتَّشْرِيْعِ عَلَى النَّاسِ"

(التفهیمات الإلٰهیة، تفهیم ٥٤، جلد دوم صفحه٨٥)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے تمام نبی ختم کر دیئے گئے ہیں۔ یعنی اب کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جسے اللہ سبحانہ نئی شریعت کا حکم دے۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی پر ظاہر پرست علماء نے اسی بات پر کفر اور قتل کا فتویٰ دیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا مانا ہے بحالیکہ انہوں نے ختم نبوت کی جو تشریح کی ہے، اس سے آپؐ کی شریعت ہمیشہ کے لئے قائم رہتی ہے اور آپؐ کا فیضان بھی تا اَبد جاری و ساری رہتا ہے۔ فرماتے ہیں:

" فَإِنَّ النُّبُوَّةَ الَّتِيْ انْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِنَّمَا هِيَ النُّبُوَّةُ التَّشْرِيْعِ لَا مَقَامَهَا فَلَا شَرْعٌ يَكُوْنُ نَاسِخًا لِشَرْعِهِ ﷺ وَلَا يَزِيْدُ فِيْ حُكْمِهِ شَرْعًا آخَرَ وَهٰذَا مَعْنٰى قَوْلِهِ ﷺ. اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ أَيْ لَا نَبِيَّ بَعْدِي يَكُوْنُ عَلَى شَرْعٍ يُخَالِفُ شَرْعِيْ بَلْ اِذَا كَانَ يَكُوْنُ تَحْتَ حُكْمِ شَرِيْعَتِيْ وَلَا رَسُوْلَ أَيْ لَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ اِلَى أَحَدٍ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ بِشَرْعٍ يَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ فَهٰذَا هُوَ الَّذِيْ انْقَطَعَ وَسُدَّ بَابُهُ لَا مَقَامُ النُّبُوَّةِ."

(الفتوحات المکیة، باب٧٣: فی معرفة عدد ما یحصل من الأسرار للمشاهد عند المقابلة والانحراف، جزء٢ صفحه٦)

یعنی وہ نبوت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے ختم ہوئی وہ صرف شرعی نبوت ہے مقامِ نبوت نہیں۔اس لئے اب کوئی شریعت نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرنے والی ہو اور نہ آپؐ کی شریعت میں کوئی حکم زیادہ کرے گی اور آپؐ کے قول کہ رسالت و نبوت منقطع ہوگئی ہے۔اس کے یہی معنے ہیں کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو میری شریعت کے خلاف کسی اور شریعت پر ہو بلکہ جب ہوگا میری شریعت کے ماتحت ہوگا اور نہ کوئی ایسا رسول ہوگا جو اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو نئی شریعت کی طرف بلائے کیونکہ نئی شریعت منقطع ہے اور اس کا دروازہ بند کیا گیا ہے نہ کہ مقام نبوت بند ہے۔

کتنی وضاحت کے ساتھ شیخ اکبرؒ نے اپنا عقیدہ بیان فرمایا ہے جسے دیگر ائمہ وعلماء نے بھی قبول کیا ہے جن میں سے ہمارے ملک کے مشہور عالم ملا علی قاریؒ بھی ہیں، وہ لکھتے ہیں:

”قُلْتُ وَمَعَ هَذَا لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ وَصَارَ نَبِيًّا وَكَذَا لَوْ صَارَ عُمَرُ نَبِيًّا لَكَانَا مِنْ اَتْبَاعِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ كَعِيْسَى وَالْخَضِرِ وَالْيَاسَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَلَا يُنَاقِضُ قَوْلَهُ تَعَالَى: وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ، اِذِ الْمَعْنَى أَنَّهُ لَا يَأْتِيْ نَبِيٌّ بَعْدَهُ يَنْسَخُ مِلَّتَهُ وَلَمْ يَكُنْ مِّنْ أُمَّتِهِ.“ (الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة، حرف اللام، روایت نمبر ٧٤٥)

یعنی باوجود اس کے میں نے کہا کہ اگر ابراہیم (ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) زندہ رہتے اور نبی ہوجاتے اور اسی طرح عمرؓ نبی ہوجاتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعین میں سے ہوتے۔اس طرح ان کا نبی ہونا اللہ تعالیٰ کے قول خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا کیونکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپؐ کی ملت وطریق شریعت کو منسوخ کردے اور آپؐ کی امت میں سے نہ ہو۔

ملا علی قاریؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مثال اس لئے دی ہے کہ اوّل الذکر کی وفات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی صدیق ہوتا اور ثانی الذکر مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ سے سرفراز تھے جس کی وجہ سے محدّث کے لفظ سے پکارے گئے۔ان کے علاوہ اور صحابہ کرامؓ کو بھی یہ شرف حاصل تھا اور وہ ادباً اپنے الہامات کا ذکر نہ کیا کرتے تھے اور اس کے لئے وہ مامور بھی نہ تھے۔نبی کے لئے کثرت مکالمہ الٰہیہ کی شرط ہے اور یہ شرط ہے کہ وہ مامور ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جائے کہ جس وحی اور کلام سے وہ مخاطب ہے اس کی لوگوں کو اطلاع دے تا انہیں علم ہو کہ ان کا علیم وقادر خدا موجود ہے اور وہ اس پر ایمان لائیں۔قدرت نمائی ہی سے مردہ ایمان زندہ ہوتا ہے۔خدا تعالیٰ کا مامور اس کے حکم سے اس کی ہستی کا قطعی اور واقعی ثبوت بہم پہنچاتا ہے کیونکہ وہ اس کی طرف سے ایسی باتوں کا اعلان کرتا ہے جو دنیا کی نظر میں ناممکن ہوتی ہیں۔وہ انہیں جھوٹ اور باطل سمجھتی ہے اور ان سے متنفر ہوجاتی اور استہزاء اور حقارت سے پیش آتی ہے اور اس کی مخالفت پر اپنا سارا زور صرف

کر دیتی ہے۔ باوجود اس کے وہ وقت آ جاتا ہے کہ اس کی نا قابل یقین اور بظاہر نظر انہونی باتیں پوری ہو جاتی ہیں اور خدا تعالیٰ کی ہستی کا انکار کرنے والے یقین کرنے لگتے ہیں کہ ان کا قادر و مطلق علیم و خبیر خالق موجود ہے اور اس مامور کی باتیں ان کے مردہ ایمان کو زندہ کر دیتی ہیں۔ یہ مراد ہے حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کی کہ مکالمہ والی غیر تشریعی نبوت جہان کے لئے بطور غذا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ سے متعلق خبر و اخبار کا یہ سلسلہ منقطع ہو جائے تو مخلوق زندہ نہ رہے اور یہ کہ امت محمدیہ میں یہ سلسلہ نبوت تا قیامت جاری رہے گا۔ ان کا یہ عقیدہ ائمہ وعلمائے ربانی اور عارفین باللہ سب نے قبول کیا اور اس کا وجود اور استمرار و بقا ان کے نزدیک مسلم ہے۔ نہ صرف اس بارے میں ان کا اپنا ذاتی تجربہ و مشاہدہ ہے بلکہ قرآنِ مجید میں بھی بایں الفاظ تصریح ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ○ (حم السجدة: ۳۱-۳۳) یعنی وہ لوگ جنہوں نے یہ اقرار کیا کہ اللہ ہی ہمارا ربّ ہے۔ پھر مستقل مزاجی سے اس عقیدہ پر قائم ہو گئے ان پر فرشتے اتریں گے، یہ کہتے ہوئے کہ ڈرو نہیں اور کسی پچھلی غلطی کا غم نہ کرو اور اس جنت کے ملنے سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ہم دنیا میں بھی تمہارے دوست رہیں گے اور آخرت میں بھی تمہارے دوست رہیں گے اور اس (یعنی جنت) میں جو کچھ تمہارے جی چاہیں گے تم کو ملے گا اور جو کچھ تم مانگو گے وہ بھی تم کو اس میں ملے گا۔

مکالمہ و مخاطبہ کے تعلق میں وعدہ الٰہی بینات میں سے ہے اور اس کا تعلق دنیا سے بھی ہے اور آخرت سے بھی اور جب یہ مکالمہ کسی کے ساتھ کثرت سے ہو اور وہ مامور ہو ایسا شخص مذکورۃ الصدر علماء کے نزدیک نبی ہے۔ قرآنِ مجید کی اس صراحت کے بعد حضرت ابن عربیؒ وغیرہ علمائے ربانی کا قول قبول کرنے میں کیا تردد ہو سکتا ہے اور امت محمدیہ ایسے فیضانِ نبوت سے کیوں محروم ہو جبکہ امت موسویہ وغیرہ میں الٰہی مکالمہ سے شرف یاب بکثرت ہوئے اور وہ نبی کہلائے حالانکہ وہ شریعت نہیں لائے۔ شریعت لانے والے انبیاء تو چند گنتی کے ہیں۔ جو علماءِ اسلام امت محمدیہ میں غیر تشریعی نبوت کے قائل ہیں، وہ درحقیقت اس کے وجود و بقا ہی کو نبی اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے جاودانی فیضان و آپؐ کی شریعت کی دائمی برکات کے لئے زندہ دلیل گردانتے ہیں۔ خَاتِم "تاء" کی کسرہ (زیر) سے ہو بمعنی ختم کرنے والا یا خَاتَم "تاء" کی فتح (زبر) سے ہو بمعنی مہر۔ دونوں معنوں کے اعتبار سے آپؐ نبیوں کے خاتم ہیں کہ آپؐ کی آمد سے سابقہ انبیاء کی شریعتوں کو ختم کیا گیا اور ان کی جگہ ایک جامع کامل شریعت بنی نوع انسان کو دی گئی اور آپؐ نے اپنی امت میں نبوت کا دروازہ کھول دیا کہ آپؐ کی مہر کی تصدیق کے ساتھ اور آپؐ کی اطاعت و اتباع کی برکت سے انسان مقامِ نبوت حاصل کر سکتا ہے۔ آپؐ خاتم نبوتِ شریعت ہیں اور فاتح نبوت بلا شریعت۔

چنانچہ عارف یزدانی حضرت رومیؒ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبع فیوض ربانیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

دَر کشادِ ختمہا تو خاتمی دَر جہانِ رُوح بخشاں حاتمی

اے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ہر قسم کے ختموں کو کھولنے والا ہے اور اسی وجہ سے خاتم ہے اور روح پھونکنے والوں کے جہاں میں تو حاتم ہے۔

ہست اشاراتِ محمدؐ ، المراد کل کشاد ، اندر کشاد اندر کشاد

الغرض محمدؐ نام ہی میں اشارے موجود ہیں کہ ہدایت کی سب راہیں کھلی ہی کھلی ہیں۔

صد ہزاراں آفریں بَر جان او بر قدوم و دَورِ فرزندانِ او

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے فرزندوں کی آمد اور ان کے دور پر لاکھوں آفریں۔

اور حضرت رومی رحمۃ اللہ نے انہی اشعار میں خاتم سے کمال کا مفہوم مراد لیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ تکمیل شریعت اور ہدایت کے تمام دروازے کھولنے کی وجہ سے ہی آپؐ کو خاتم النبیین کا لقب عطا ہوا ہے۔

بہرایں خاتم شد است او کہ بجود مثل او نے بود و نے خواہند بود

چونکہ دَر صنعت برد استاد دست نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

یعنی آپؐ ان معنوں میں خاتم ہیں کہ داد و دہش میں نہ آپؐ جیسا سخی کوئی پہلے ہوا ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ جس طرح کوئی استاد جب کاریگری میں سبقت لے جاتا ہے تو کیا تم اسے نہیں کہتے کہ تجھ پر کاریگری ختم ہے۔ (مثنوی رومی، مترجم قاضی سجاد حسین، دفتر ششم، صفحہ ۳۰)

علامہ جامیؒ کا مثنوی رومی کی نسبت یہ مشہور قول ہے کہ وہ فارسی زبان میں قرآن مجید ہی کا مثنیٰ ہے۔

مثنوی مولوی معنوی ہست قرآں در زباں پہلوی

اوپر کے اشعار میں دیکھ لیں کہ سورۂ فاتحہ ہی کی شرح ہے جس میں صراطِ مستقیم کی دعا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کے ساتھ الفاظ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے تمام انعام یافتہ لوگوں کی راہیں دعا مانگنے والوں کے لئے کھول دی گئی ہیں۔ یہ منعم علیہ گروہ کون ہے جس کے صراط مستقیم کی ہدایت طلب کی جاتی ہے۔ اس کی وضاحت قرآنِ مجید خود کرتا ہے اور فرماتا ہے: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ (النساء: ۷۰، ۷۱) یعنی جو (لوگ بھی) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں میں شامل ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین (میں۔) اور یہ لوگ (بہت ہی اچھے) رفیق ہیں۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ بہت ہی جاننے والا ہے۔

اس آیت میں جن چار منعم علیہ طبقہ ابرار کا ذکر ہے اور جو جو انعامات ربانیہ ان پر ہوئے ہیں، سورۃ فاتحہ کی دعا ان سب کی راہیں ان لوگوں کے لئے کھولتی ہے جو اللہ و رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور مثنوی رومی کے مذکورہ بالا شعر سے یہی مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا جو سراپا محامد سے متصف ہے تمام دروازوں کے تالے کھولنے والی ہے۔ فَأُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ (النساء: ٧٠) سے کسی کو حرف "مَعَ" سے یہ وہم نہ گذرے کہ اللہ و رسول کے فرمانبرداروں کو انبیاء کی صرف معیت حاصل ہوگی۔ بغیر اس کے کہ انہیں مقامِ نبوت حاصل ہو اور وہ نبی ہوں۔ اگر صرف لفظ "مَـعَ" سے اس قسم کی معیت سمجھی جائے تو پھر اس کے یہ معنے ہوں گے کہ مطیعان اللہ و رسول صالح بھی نہیں ہوں گے اور انہیں صالحین کی خالی معیت و رفاقت حاصل ہوگی۔ آیت کا یہ مفہوم نہایت بھونڈا ہے۔ عربی فصاحت و بلاغت سے ناواقف ہی اس سے یہ مراد سمجھے گا ورنہ عربی زبان کا علم رکھنے والے حرف مَعَ اور مِنْ کا ایک مفہوم سمجھتے ہیں۔ اُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ کے معنے اُولٰٓئِکَ مِنَ الَّذِیْنَ ہیں۔ تکرار مِنْ کی وجہ سے اس آیت میں ایک جگہ حرف "مَعَ" وارد ہوا ہے اور اس کے بعد اسی جگہ حرف "مِنْ"۔ ایک ہی عبارت میں ایک ہی حرف یا لفظ کا دہرانا فصاحت کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔

مَـعَهُمْ کے معنے انبیاء کی ایسی ہی معیت ہے جو مِـنْهُمْ کی مترادف اور اعلیٰ درجہ کی معیت و مصاحبت ہے جیسے ایک بادشاہ، بادشاہ کی معیت میں اور ایک حاکم دوسرے حاکم کی معیت میں، نہ حاشیہ برداروں اور چپڑاسیوں والی معیت۔ چنانچہ اسی آیت کے آخر میں حَسُـنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْـقًا فرمایا اور بتایا ہے کہ اللہ ورسول کے تابعداروں کی مذکورہ رفاقت نہایت اچھی ہوگی۔ ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا. یہ عمدہ رفاقت الٰہی فضل ہوگا اور اللہ علیم ہی جانتا ہے کہ وہ کیا رفاقت ہے۔ آیت کریمہ کا یہ خاتمہ ادنیٰ رفاقت کے خیال کو رڈ کرتا ہے۔ غرض عارفین باللہ اور مقربین بارگاہِ الٰہی نے ختم نبوت کی حقیقت جو سمجھی اور بیان کی ہے، وہی درست ہے۔ طوالت کا خوف نہ ہوتا تو اس کی تائید میں قرآنِ مجید سے بیسیوں آیات کے حوالے اور درجنوں بزرگانِ امت کے اقوال پیش کئے جاسکتے ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امت محمدیہ محروم نعمت ربانی نہیں بلکہ ختم نبوت محمدیہ کے طفیل ہمیشہ کے لئے ہر اس نعمت سے نوازی گئی ہے جو پہلوں پر ہوئی ہے اور ایک عابد حقیقی کے لئے سب سے بڑی نعمت جو اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کے دل کا سرور ہے وہ معبود کا قرب اور اس سے ہم کلامی کا شرف ہے۔

قارئین کرام اگر ختم نبوت کا مفصلہ بالا مفہوم مدنظر رکھیں اور حدیث نبوی ٣٤٤٢، ٣٤٤٣ میں بیان کردہ انبیاء کی ایک دوسرے سے مماثلت روحانی مدنظر رکھیں تو امام بخاریؒ کی اس حدیث کے ذکر سے جو اصل غرض ہے، اس کا سمجھنا ان کے لئے مشکل نہیں۔ وہ اس سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب مسلمان یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار کرلیں گے تو ان کی اصلاح کرنے اور انہیں راہ راست پر لانے والا مسیح موعود مثیل عیسیٰ ہوگا نہ کہ خود عیسیٰ علیہ السلام جن کی وفات کا ذکر اسی

باب کی حدیث نمبر ۳۴۴۷ میں ہے۔ختم نبوت سے متعلقہ مذکورہ بالا بیان اور مماثلت انبیاء کا عقیدہ تسلیم کرلیا جائے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک امام کی بعثت جو مسیح کا ہم نام اور اس کا مثیل ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت غراء کا تابع و مطیع ناقض ختم نبوت ہرگز نہیں ہوگا بلکہ اس کی غرض وغایت کو مکمل کرنے والا ہوگا۔ ورنہ جس طرح یہود اَب تک ایلیاء (الیاسؑ) نبی کے صعود جسمانی اور آسمان سے ان کے دوبارہ نزول کا عبث انتظار کررہے ہیں، مسلمانوں کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول کا منتظر رہنا پڑے گا۔اس طرح مشابہت یہود کی پیشگوئی کے پورا ہونے میں جو کسر باقی ہے وہ کسر بھی نکل جائے گی۔جس طرح وہ اپنے غلط عقیدہ کی وجہ سے حضرت مسیح علیہ السلام اور نبیوں کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت سے محروم رہے اور مغضوب علیہم ٹھہرے اندیشہ ہے کہ ان کا بھی یہی حال نہ ہو، بحالیکہ اسی انجام بد سے بچنے کے لئے سورۂ فاتحہ میں غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ کی دعا سکھائی گئی ہے۔ قارئین باب ۴۸ کی روایات کے تعلق میں مذکورہ بالا باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔

سوم: تیسری بات جس کی طرف توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے، وہ روایت نمبر ۳۴۳۹، ۳۴۴۰ میں دجال سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رویاء اور خبر ہے۔اس سے مراد ایک شخص ہے یا ایک قوم؟ جہاں تک اس لفظ کے صیغہ اور لغوی معنوں کا تعلق ہے تو یہ بتایا جاچکا ہے کہ یہ مفرد بھی ہے اور اسم جمع بھی اور یہ وصف ہے جو ایک فرد پر بھی اطلاق پاتا ہے اور ایک جماعت یا گروہ اور قوم پر بھی۔لغت کے اعتبار سے اس کے معنے ملمع ساز، بہت فریب دینے والا، دھوکہ باز، کذاب، ظاہر میں کچھ اور باطن میں کچھ۔ تَدْجِيْل کے معنے ہیں کھوٹے زیور کو ملمع سازی سے کھرے سونے چاندی جیسا بنا دینا۔جس شخص یا قوم میں فریب دہی کی یہ مہارت ہو وہ دجال ہے اور عربی لغت کی کتابوں میں اس کے یہ معنے بھی بیان کئے گئے ہیں: الرُّفْقَةُ الْعَظِيْمَةُ، تُغَطِّي الْأَرْضَ بِكَثْرَةِ أَهْلِهَا، تَحْمِلُ الْمَتَاعَ لِلتِّجَارَةِ. یعنی ایک بہت بڑی شراکت کی جماعت یا کمپنی جو زمین پر اپنے ہم خیال لوگوں کے ساتھ چھا جائے، تجارت کی غرض سے سامان اُٹھائے پھرے اسے دجال کہتے ہیں۔ (لسان العرب-دجل) (تاج العروس- دجل) (اقرب الموارد-دجل)

باعتبار لغت عربی لفظ دجال مفرد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رویاء میں بصورت فردِ واحد دیکھا کہ ایک شخص بیت اللہ کا طواف کررہا ہے اور اس کی جو شکل کشفاً دکھائی گئی کہ وہ دجال تھا جو داہنی آنکھ سے کانا ہے اور اس کی پیشانی پر حروف ''ک-ف-ر'' لکھے ہیں۔یہ تعبیر طلب ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دین سے کورا ہوگا اور اس کا کفر نمایاں ہوگا۔رؤیا میں ایک شخص کا دیکھنا بعض وقت اس سے مراد اس کا خاندان یا اس کی ساری قوم مراد ہوتی ہے اور جب واقعات سے رؤیا کی تعبیر کھل جائے تو وہی صحیح سمجھی جائے گی نہ کہ واقعات کے ظہور سے قبل خیالی تعبیر۔جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے رؤیا میں دیکھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند انہیں سجدہ کررہے ہیں، بادشاہِ مصر نے سات فربہ گائیں دیکھیں جو سات دُبلی گائیں کھا گئی ہیں اور سات سبز اور خشک بالیاں ہیں، یا جو

حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھی قیدیوں میں سے ایک نے دیکھا کہ انگور کا رَس نچوڑ رہا ہے اور دوسرے نے دیکھا کہ وہ سر پر روٹیاں اُٹھائے ہوئے ہے جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔ تو ان مختصر نظاروں کی جو تعبیر سورۂ یوسف میں بیان ہوئی ہے اور پھر واقعات میں ظاہر ہوئی وہ درست معانی پر دلالت کرتی ہے اور اسی طرح دجال سے متعلق بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ اور مکاشفہ بھی وسیع معانی ہی میں لیا جائے گا۔ خاص کر جبکہ وہ انہی وسیع معنوں میں پورا ہو چکا ہے۔ یعنی صلیب پرست مغربی اقوام جو اپنی تجارت کے بل بوتے تمام دنیا پر چھا گئی ہیں اور جنہیں ملمع سازی اور فریب دہی میں کمال حاصل ہے اور جن کا کفر اتنا نمایاں اور متعدی ہے کہ مذہبی قوموں کے افراد مرد و زَن بھی ان کی دہریت سے شدید طور پر متاثر ہیں۔ دجل اور تدجیل کے ایک معنی (تَغْطِيَة اور تَدْسِيْس) چھا جانے اور احساسات میں سرایت کرنے کے بھی ہیں۔ کہتے ہیں دَجَلَ الْبَعِيْرَ: اونٹ کا سارا جسم رال سے لیپ کیا۔ دجَلَ الاِنَآءَ: برتن سونے سے ملمع کیا۔ دَجَلَ الْأَرْضَ: قَطَعَ نَوَاحِيهَا سَيْرًا. زمین کی تمام اطراف سیر و سیاحت سے طے کیں وَغَطَّاهَا اور زمین پر چھا گیا۔ (اقرب الموارد-دجل) (لسان العرب-دجل)

صلیب پرست اقوام اپنے ہمہ گیر تسلط اور استیلاء سے آج روئے زمین پر جس طرح مستولی اور دل و دماغ پر متسلط ہیں کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، ظاہر و باہر ہے۔ عقائد دینیہ اور اعمال صالحہ کو جس طرح انہوں نے بگاڑا ہے وہ عیاں ہے اور محتاج بیان نہیں۔ ان کی ملمع سازی و فریب دہی کے دلکش اور اخلاق سوز مناظر فحش اور عریاں رقص و سرود جگہ جگہ سینماؤں میں دیکھے جا رہے ہیں اور دیکھنے والا یقین کرتا ہے کہ سچ مچ پردۂ فلم پر ایک حسین پری وَش گا رہی ہے۔ اس کے گانے کی آواز اس کے زمردی ہونٹوں سے نکلتی سنائی دیتی ہے۔ بحالیکہ یہ سارا منظر فریب نظر اور فریب سماعت کے سوا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ پردۂ فلم پر جو مترنم سُر اور لَے میں گاتا نظر آتا ہے، پس پردہ دراصل کسی خوش گلو نغمہ نواز کا ریکارڈ بج رہا ہوتا ہے۔ ریکارڈ کے الفاظ اور مترنم ہونٹوں کی حرکت کو کمال فن سے آپس میں ایسا ہم آہنگ اور ہمساز کر دیا جاتا ہے کہ دیکھنے والے لوگ ان دونوں میں تمیز نہیں کر سکتے۔ اسی طرح رقاصاؤں کا رقص بھی محض فریب نظر ہے اور فلمی پردوں پر جو عالیشان خوبصورت محلات دکھائی دیتے ہیں کہ وہ سنگ و خشت اور چوب و آہن سے تعمیر شدہ ہیں درحقیقت صرف ٹاٹ کے پردے ہیں جو بانس اور لکڑی کے سہارے سے قائم ہوتے ہیں اور جن پر ایسی خوبی سے رنگ و روغن کر دیا جاتا ہے کہ وہ تماشائیوں کو حقیقی خوبصورت قصر و ایوان نظر آتے ہیں۔ وعلٰی ھٰذا القیاس۔ پہاڑ و دریا اور چلتی کشتیاں وغیرہ اکثر اشیاء مثل لباس و اسلحہ وغیرہ بھی اصلی نہیں بلکہ نقلی ہوتی ہیں۔

غرض دجل کا مفہوم ملمع سازی، فریب دہی، فلم سازی کی صنعت میں واضح طور پر پورا ہے اور اس سے جو اقتصادی و اخلاقی تباہ کاری اور عقاید و کردار کا بگاڑ ہوتا ہے، وہ نہایت بھیانک اور تباہ کن نتائج کا حامل ہے۔ سیاسی فریب دہیاں اور دروغ بافیاں مذکورہ بالا ملمع سازی سے علاوہ ہیں، جن کی داستان لمبی ہے۔ لفظ دجل و تدجیل کے تمام مذکورہ بالا معانی

جن اقوامِ عالم کی صنعت کاری پر پورے طور پر منطبق ہیں، وہ یقیناً وصف دجال کے مصداقِ اوّل ہیں اور اگر ان معانی کو مدنظر رکھا جائے تو سمجھ میں آ سکتا ہے کہ نزولِ مسیح و کسر صلیب اور قتل دجال کی پیشگوئی اور سورۂ کہف کی محولہ آیات کا آپس میں کیا جوڑ ہے اور امام بخاریؒ نے انہیں ایک باب میں کیوں اکٹھا کیا ہے۔

مذکورہ بالا تمہید کے بعد اب سورۂ کہف کے اسی قدر حصہ کا بیان کیا جائے گا جو زیر باب مندرجہ پیشگوئی سے متعلق ہے۔ باقی تفصیل کے لئے دیکھئے کتاب التفسیر، سورۃ الکہف۔ زیرِ شرح روایات انذار و بشارت پر مشتمل ہیں۔ انذار کا تعلق تو خروج دجال اور اس کے فتنہ سے ہے اور بشارت کا نزولِ مسیح، کسر صلیب اور قتل دجال سے۔ سورۂ کہف کو پڑھیں، اس کے شروع میں ہی حمد باری تعالیٰ اور قرآنِ مجید کی صحت بیانی و راستی کے بعد ایک بہت بڑے خطرے سے انذار کا ذکر ہے اور اس انذار کے ساتھ مومنوں کے لئے بشارت اور صلیب پرست مسیحی قوم کے لئے انذار کا ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان اس غم کی وجہ سے گداز ہے کہ ان لوگوں نے آپؐ کی بات نہیں مانی۔ امام بخاریؒ کا طریق عمل یہ ہے کہ احادیث و روایات کی تصدیق و تائید میں آیات قرآنِ مجید پیش کرتے ہیں۔ تاوقتیکہ قرآنِ مجید سے تصدیق و تائید نہیں ہوجاتی، ان کے نزدیک احادیث و روایات اس اعلیٰ معیار کی نہیں جو قابل اعتماد ہوں۔ سوا اس کے کہ کسی امر واقعہ کی نسبت جس کے راوی دونوں قسم کے ہوں یعنی کمزور حافظہ راویوں کے علاوہ قوی حافظہ اور ثقہ راوی بھی اس کی تصدیق کرنے والے پائے جائیں، اس صورت میں ضروری نہیں کہ واقعہ مرویہ قرآن مجید میں بھی مذکور ہو یا اس کی تائید قرآن میں بھی تلاش کی جائے۔ لیکن فتنہ دجال والے بَـأْسٌ شَدِيْدٌ سے متعلق انذار کی نوعیت تو پیشگوئی کی ہے اور ایک ایسی خبر ہے جو آئندہ زمانہ سے تعلق رکھتی ہے۔ مستقبل ہی شہادت دے سکتا ہے کہ وہ فتنہ اور بأس شدید کس صورت میں پورا ہونے والا ہے۔

جیسا کہ شق سوم میں ابھی بتایا جاچکا ہے کہ دجال اسم وصفی ہے اور صیغہ مبالغہ جو لفظ دجل سے مشتق ہے جس کے معنی ملمع سازی اور فریب دہی ہیں۔ دجال کے معنے غایت درجہ فریب دینے والا اور ملمع ساز۔ دجال لفظاً مفرد ہے لیکن یہ اسم جمع کے معنوں میں ایک قوم پر بھی اطلاق پاتا ہے۔ چنانچہ لسان العرب، تاج العروس اور اقرب الموارد مشہور کتب لغت میں یہ لفظ تاجروں کی بڑی جماعت کے لئے بھی وارد ہوا ہے۔ یعنی هِـيَ رُفْـقَةٌ تَـحْـمِلُ الْمَتَاعَ لِلتِّجَارَةِ اور یہ الفاظ بھی ہیں: اَلـرُّفْـقَةُ الْعَظِيْـمَةُ تُغَطِّـيَ الْأَرْضَ بہت بڑی کمپنی جو زمین پر چھا جائے۔ اور اقرب میں یہ بھی لکھا ہے: اَلدَّجَّال صیغہ مبالغہ ہے۔ لَـقَـبُ الْـمَسِيْحِ الْكَذَّابِ الَّذِيْ يَظْهَرُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ. جھوٹے مسیح کا لقب ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ اقرب الموارد کے ماسوا عربی لغت کی دوسری کتابوں نے بھی یہ معنی نقل کئے ہیں۔

(اقرب الموارد-دجل) (لسان العرب-دجل) (تاج العروس- دجل)

لفظ دجال وصفی معنوں میں ہر کذاب، دروغ گو، ملمع ساز اور فریب دہندہ پر اطلاق پاسکتا ہے۔ اس سے معنوی

اوصاف کا علم تو ہوسکتا ہے لیکن کسی شخصیت کی تعیین کا علم نہیں ہوسکتا اور نہ تجارتی کمپنی والے مفہوم سے شخصیت کی تعیین میں کوئی زیادہ مدد مل سکتی ہے سوائے اس کے کہ اگر کوئی بڑی تجارتی جماعت ہو، جو روئے زمین پر اپنی تجارت کی بدولت غالب ومتسلط ہو اور اس کے افراد میں دجل کے مذکورہ بالا اوصاف پائے جاتے ہوں تو پھر قرین قیاس ہوگا کہ ایسی تجارتی قوم کو اس لفظ اَلدَّجَّال کا مصداق سمجھا جائے جس کے فتنے کی حدیث نبوی میں صراحت ہے کہ پیدائش عالم سے تا قیامت آسمان کے نیچے بنی آدم کے لئے زمین پر ایسا فتنہ پیدا نہیں ہوا۔ بشرطیکہ واقعات سے ثابت ہو کہ فی الواقع اوصاف مذکورہ کے ساتھ کوئی قوم اپنے عقیدہ و کردار سے بہت بڑے فتنہ کا موجب ہے۔ یعنی اس کے ذریعہ سے دینی عقائد بھی مسخ ہو چکے ہوں اور اَخلاق بھی خراب اور قوموں کی تباہی و بربادی بھی ہو۔ لیکن پھر بھی اس لفظ دجال کی تطبیق میں ایک خامی رہ جائے گی کہ لوگ فتنہ وفساد اور تخریب اَخلاق میں آسانی سے ایک دوسرے کو متہم کر سکتے ہیں اور دجال کے نام سے بھی دوسروں کو پکار لیتے ہیں، اس لئے کسی واضح بیان کی ضرورت ہے جو کھلے طور سے دجال کے اصلی مصداق پر چسپاں ہوتا ہو۔ ماتھے پر ''ک-ف-ر'' والی علامت کی بھی تاویل کی جاتی ہے کہ کفر نمایاں ہوگا اور یک چشم ہونے کی بھی توجیہہ کی جاتی ہے کہ دین سے محروم ہوگا اور بائیں آنکھ دانہ انگور کی طرح پھولی ہوئی ہوگی کہ ایسا شخص دنیا کے امور میں خوب بینا ہوگا۔ مگر ایسی تاویل وتوجیہہ بھی دوسروں پر چسپاں کی جاسکتی ہے کہ رویاء میں ایسا دیکھا گیا تھا۔ اگرچہ یہ احتمال ایسا نہیں کہ مذکورہ بالا اوصاف دجل اور علامات رویاء یکجائی طور پر کسی قوم میں پائے جانے کے باوجود ردّ کرنے کے قابل ہیں۔ مگر امام بخاریؒ جو غایت درجہ محتاط ہیں اور ان کا طریق عمل واضح طور پر یہ ہے کہ قرآنِ مجید کے ذریعہ سے احادیث وروایات کی تائید حاصل کرتے ہیں۔ لہٰذا یہاں بھی انہوں نے یہی طریق اختیار کیا ہے کہ نزول مسیح، کسر صلیب اور قتل دجال وغیرہ سے متعلق ابواب قائم کرنے کے بعد ایک عنوان سورۃ الکہف کی آیت اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ سے قائم کیا ہے۔ یہ علیحدہ باب نہیں بلکہ سابقہ ابواب ہی کے ضمن میں ایک ذیلی عنوان ہے۔ اس تصرف سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بلحاظ مضمون اس کا تعلق سابقہ ابواب ہی سے ہے۔ اب وہ کیا تعلق ہے، یہ امر قابل شرح ہے۔ حدیث نبوی میں وارد ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص فتنہ دجال کے شر سے محفوظ ہونا چاہے تو سورۃ الکہف کی اوائل کی دس آیات کی تلاوت کرے اور اسی طرح اس کی آخری دس آیتیں بھی۔☆

اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ان آیات کا کیا موضوع ہے۔ سو معلوم ہو کہ سورۃ الکہف کا آغاز یوں ہوتا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا o قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ

☆ (مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل سورة الكهف وآية الكرسي)
(الترمذی، كتاب فضائل القرآن عن رسول اللّٰه، باب ما جاء فی فضل سورة الكهف)
(أبی داوٗد، كتاب الملاحم، باب خروج الدجال)
(ابن ماجه، كتاب الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عيسى ابن مريم وخروج يأجوج ومأجوج)

الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا ○ (الکھف: ۲،۳) یعنی ہر تعریف کا اللہ ہی مستحق ہے جس نے (یہ) کتاب اپنے بندہ پر اُتاری ہے اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔ (اور اُس نے اسے) سچ سے معمور اور صحیح راہنمائی کرنے والی بنا کر اُتارا ہے تا کہ وہ (لوگوں کو) اس کی (یعنی اللہ کی) طرف سے (آنے والے) ایک سخت عذاب سے آگاہ کرے اور ایمان لانے والوں کو جو نیک (اور ایمان کے مناسب حال) کام کرتے ہیں بشارت دے کہ ان کے لئے (خدا کی طرف سے) اچھا اجر (مقدر) ہے۔ (ترجمہ از تفسیر صغیر)

ان آیات میں تین باتیں مذکور ہیں:

اوّل: یہ کتاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو ہمہ اوصاف حمیدہ سے متصف ہے۔ اس لئے لازماً یہ کتاب بھی (قَيِّمًا) راستی سے معمور اور صحیح صحیح راہنمائی کرنے والی ہے۔ کسی قسم کی کجی یا خامی اس کے بیان میں نہیں۔ جس سے بات مشتبہ ہو جانے کا اندیشہ ہو اور تاویل و توجیہ کی ضرورت پڑے۔

دوم: یہ سورۃ بہت ہی بڑے خطرے سے ڈراتی اور قبل از وقت آگاہ کرتی ہے اور ان لوگوں کو خاص طور پر ڈراتی ہے جنہوں نے اللہ کا بیٹا تجویز کیا ہے یعنی مسیحی قوم کو۔ بہت ہی خطرناک بات ہے جو اُن کے منہ سے نکلتی ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآنِ کریم کے اس بیان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں کہ دجالی فتنہ سب فتنوں سے بڑھ کر ہے[۱] کوئی تعلق ضرور ہے اور وہ یہ کہ دونوں قول ایک ہی شر کی طرف انگشت نمائی کر رہے ہیں۔ کیونکہ آپؐ فرماتے ہیں جو دجال کے شر سے بچنا چاہے وہ سورۂ کہف کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرتا رہے۔ اس ارشاد کے معنی سوا اس کے نہیں کہ جس فتنہ مسیحیت کا ذکر سورۂ کہف میں کیا گیا، دوسرے الفاظ میں اسی کا نام فتنہ دجال ہے کہ اس میں تمام اوصاف دجل پائے جائیں گے۔ بأس شدید کے اس انذار میں کتنی صراحت ہے کہ پڑھنے سننے والوں کو قطعاً دھوکا نہیں لگ سکتا کہ بَأْسًا شَدِيْدًا کے انذار کا تعلق کن لوگوں سے ہے۔

اس پیشگوئی کی عظمت کا پتہ اس امر سے بھی چلتا ہے کہ سورۂ کہف مکی ہے اور اس کا نزول ہجرت سے قبل چار پانچ سال کے عرصہ میں بتایا جاتا ہے[۲] جبکہ عیسائی قوم بے شر اور اس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ماننے والوں کے تعلقات اچھے تھے۔ خود قرآنِ مجید نے بھی سورۃ المائدہ آیت ۸۳ میں ان کی تعریف فرمائی ہے کہ نصاریٰ (أَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً) مسلمانوں سے بلحاظ محبت و دوستی زیادہ قریب ہیں اور تاریخ بھی گواہ ہے کہ عیسائی شاہان مصر و حبشہ نجاشی و مقوقس کے دوستانہ اور نیاز مندانہ تعلقات تھے۔ سورۃ مائدہ مدنی سورۃ ہے، جس کا اکثر حصہ ۵ھ سے ۷ھ میں

---

۱ (ابن ماجه، كتاب الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عيسى ابن مريم وخروج يأجوج ومأجوج)

۲ (بخاری، کتاب تفسیر القرآن، سورة بنی اسرائیل، روایت نمبر۴۷۰۸)
(روح المعانی، تفسیر سورة الکھف، جزء۸ صفحہ۱۸۹)

نازل ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ سورۂ کہف تعلقات خوشگواری کے زمانے میں نازل ہوئی تھی اور اس کے انذار وتبشیر بأس شدید کی صورت اختیار کرنے والی تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ سورہ کہف کا تعلق آئندہ زمانے میں ظاہر ہونے والے دجال سے ہے، جسے مسیح نازل ہوکر قتل کرے گا اور کسر صلیب کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اصْحَابُ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْم (الکھف: ۱۰) کا ذکر نزول مسیح کی پیشگوئی کے ساتھ ہی کیا ہے کیونکہ سورۂ کہف وہ سورت ہے جس کا بیان بڑا واضح ہے۔ اسے پڑھ کر موعود انذار وتبشیر اور بأسِ شدید کے بارے میں کوئی الجھن پیدا نہیں ہوتی۔

سوم: مومنوں کو اس سورۃ میں بَأْسًا شَدِيْدًا کے انذار کے ساتھ بشارت بھی دی گئی ہے کہ وہ موعود خطرے سے بچائے جائیں گے۔ انذار کا وعید دو دفعہ وارد ہوا ہے۔ ایک دفعہ مومنوں کے ذکر میں اور اس کے ساتھ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْن فرما کر انہیں بشارت دی گئی ہے کہ اس بَأْس شَدِيْد کے نقصان سے نجات پانے کی راہ ان کے لئے پیدا کی جائے گی (الکہف: ۳) اور دوسری دفعہ انذار مسیح پرست اقوام کے ذکر میں ہے اور ان کے متعلق انذار میں بڑے تحدی اور زور دار الفاظ میں فرماتا ہے: وَإِنَّا لَجَاعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا۔ اور ہم یقیناً ان مسیحی قوموں کی زیب وزینت کا ساختہ پرداختہ (مَا عَلَى الْأَرْض) جو زمین پر بنایا گیا ہے، ملیامیٹ کرکے اسے ایک ویران سطح بنادیں گے یعنی وہ اجڑ جائے گا۔ (الکہف: ۵ تا ۹) ان آیات میں بَأْس شَدِيْد کے تعلق میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کے لئے بھی شدید خطرہ ہے لیکن وہ اس خطرے سے نجات پائیں گے مگر عیسائی ممالک تباہ وبرباد کردیئے جائیں گے۔

مذکورہ بالا واضح بیان کی وجہ سے امام بخاری نے ان ابواب کے تحت وفاتِ مسیح، مماثلت انبیاء، نزولِ مسیح، کسر صلیب وقتل دجال سے متعلق روایات کے ذکر میں سورۂ کہف کی متعلقہ آیت اَصْحَابُ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْم کا حوالہ دیا ہے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ عیسائی اقوام جو دنیا کے لیے بَاس شَدِيْد اور شرا کبر قرار دی گئی ہیں، انہیں اَصْحَابُ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْم سے کیوں موسوم کیا گیا ہے؟ سو اس بارے میں اوّل واضح ہو کہ شمال مغربی یورپ کی قومیں قدیم زمانہ میں پہاڑوں کی غاروں میں بودوباش رکھتی تھیں اور آسمانی دیوتاؤں، سورج، چاند، بادل ورعد وغیرہ کی پجاری تھیں۔ شجر وحجر پرستی بھی ان میں رائج تھی۔ روم کے عیسائی پادریوں نے جو موحد اور پارسا تھے انہیں عیسائیت کی تبلیغ شروع کی، انہیں لکھنا پڑھنا سکھایا۔ اور غاروں میں رہنے والی ان قوموں نے عیسائیت قبول کی اور رفتہ رفتہ ترقی کرکے بامِ عروج کو پہنچیں۔ شمالی یورپ کی غاروں سے کتبے برآمد ہوئے ہیں، جن سے ان قوموں کی تاریخ کا پتہ چلتا ہے۔ میٹرک میں جو تاریخ انگلستان ہمیں پڑھائی گئی، اس کے پہلے صفحے کا عنوان Cave-Man (غار کا انسان) تھا اور اس میں بتایا گیا تھا کہ ازمنہ قبل التاریخ میں انگلستان کے باشندے غاروں میں رہا کرتے تھے اور ان کا نام Troglodytes تھا۔ جس کے لغوی معنے ہیں Cave-Dwellers یعنی غاروں میں رہنے والے۔ مذکورہ بالا کتاب لارڈ بکلے کی بیوی کی تصنیف ہے جو ایک قابل خاتون تھیں اور تاریخ یورپ سے بڑی واقفیت رکھتی تھیں۔

ثانیاً: اوائل میں مسیحی لوگ انتہائی ظلم وستم کا تختہ مشق بنائے گئے جس کی وجہ سے رومی مشرک اقوام کے درمیان ان کی زیست ناممکن ہوگئی اور انہیں رومی شہروں کے قرب وجوار میں زمین دوز پناہ گاہوں اور غاروں میں چھپ کر اپنی زندگی کے دن کاٹنے پڑے۔ ان پناہ گاہوں کا نام catacombs ہے۔ جس کے معنی ہیں زیر زمین مدافن۔ طالب علمی ہی کے زمانہ میں مجھے ان کے متعلق ایک کتاب پڑھنے کا موقع ملا ہے اور اس میں ذکر تھا کہ مسیح کے حواری پطرس نیز پولوس وغیرہ بھی ان عیسائی مبلغین میں تھے جنہوں نے روم میں حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم کے مطابق وعظ کئے۔ نیرو(Nero) شاہِ روم (۳۷-۶۸ء) نے اپنے استاد سینیکا (Seneca) کے حکم سے (۵۴-۶۸ء) میں عیسائیوں پر بے پناہ مظالم توڑے۔ انہیں زندہ جلوایا اور مشہور ہے کہ جب وہ آگ میں تڑپ رہے ہوتے تھے، یہ سنگدل ظالم ان کے سامنے چبوترے پر بیٹھا سارنگی بجا رہا ہوتا۔ جس کی وجہ سے وہ ظلم وقساوتِ قلبی میں ضرب المثل ہے۔ اس نے شبہ کی بناء پر اپنی ماں اور بیوی کو بھی قتل کروا دیا اور پطرس حواری کو اُلٹا لٹکا کر سولی پر ہلاک کیا۔ ان کی اور دیگر حواریوں کی قبریں مذکورہ بالا زمین دوز پناہ گاہوں میں پائی جاتی ہیں اور ان مظلوم عیسائیوں کی قبروں کی وجہ سے ان غاروں کو Catacombs کہتے ہیں۔ موجودہ زمانے کے انکشافات کے ذریعہ ان مدافن سے تختیاں برآمد ہوئی ہیں، جن سے ان کے عقیدۂ توحید کا علم ہوتا ہے اور اس وجہ سے وہ اصحاب الرقیم کہلائے۔ رقیم کے معنی مرقوم، رقم شدہ، لکھا ہوا۔ مزید حالات کے لئے دیکھئے: تفسیر کبیر مصنفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ، تفسیر سورۃ الکہف جلد چہارم صفحہ ۴۱۸ تا ۴۲۷۔

پہلی صدی عیسوی میں عیسائی موحدین کی داستان ظلم وستم کا ذکر اسلامی مؤرخین ابن اسحاق وغیرہ نے بھی کیا ہے مگر ان کی روایات میں رطب و یابس اور سنے سنائے قصے داخل ہوگئے ہیں۔ جس کی وجہ سے امام بخاریؒ نے اَصْحَابُ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْم کا عنوان تو قائم کر دیا ہے مگر اس کے تحت کوئی روایت درج نہیں کی۔ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ انہیں عیسائی موحدین کی تبلیغی جدوجہد اور شمال مغربی یورپ کی طرف ان کی نقل مکانی اور وہاں کی زیر زمین رہنے والی وحشی اور مشرک اقوام کے عیسائیت میں داخل ہونے کا علم تھا یا نہیں۔ اس بارہ میں وہ بالکل خاموش ہیں۔ لیکن ایک بات سے متعلق وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ مذکورہ بالا عنوان اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابُ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْم نزولِ مسیح، کسر صلیب، قتل دجال کی پیشگوئی کے تعلق میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی بناء پر قائم کیا گیا ہے جو ائمہ کرام نے حضرت ابوالدرداءؓ سے نقل کیا ہے۔ ان کی دو روایتیں ہیں۔ ایک میں ہے: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِّنْ أَوَّلِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ۔ اور دوسری میں ہے: مَنْ قَرَأَ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرِ مِنْ سُوْرَةِ الْكَهْفِ☆ یعنی جس نے سورۃ الکہف کی پہلی اور آخری دس آیات یاد کیں وہ فتنہ دجال سے بچایا جائے گا۔ سند کی کسی خامی

☆ (مسلم، كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضل سورة الكهف وآية الكرسي)
(مسند احمد بن حنبل، مسند القبائل، بقية حديث أبي الدرداء، جزء ۶ صفحہ ۴۴۶)

کی وجہ سے امام بخاریؒ نے خود اس روایت کا تو ذکر نہیں کیا مگر نزولِ مسیح، کسر صلیب اور قتل دجال کے ضمن میں ان کا عنوان اَصْحَابُ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ قائم کرنا بلا وجہ نہیں۔ ان کے نزدیک بھی اس سورۃ کا تعلق فتنہ دجال سے ہے۔

اس وقت میرے پیش نظر سورۃ الکہف کی تفسیر نہیں کہ اس کا یہ موقع نہیں۔ البتہ کتاب التفسیر میں اسی قدر بیان کیا جائے گا جس قدر امام موصوف نے بیان کیا ہے۔ یہاں صرف ابواب کی شرح اور ان کا باہمی تعلق بتانا مقصود ہے۔

روایت نمبر ۳۴۶۵ میں غار کا واقعہ جو آئندہ سطور میں بیان کیا گیا ہے، اس کا تعلق سورۂ کہف سے نہیں۔ وہ الگ واقعہ ہے۔ اس سے یہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ جس طرح تینوں شخصوں کو بسبب سابقہ نیکیوں کے غار سے نجات ملی، اسی طرح مسلمان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی محنت اور قربانیوں اور دعاؤں کی وجہ سے بچائے جائیں گے۔ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا o مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا o (الكهف: ۳،۴) آپؐ کی محنت کا دائمی بدلہ ان کے لئے مقدر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ بھی سنت ہے کہ انسان کی نیکی یا بدی محفوظ رکھی جاتی ہے اور اس کا اثر آئندہ نسل میں کسی نہ کسی نیک یا بد صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

جیسا کہ تفصیل سے بتایا جاچکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح مسلمانوں کی یہود و نصاریٰ سے مشابہت کی وجہ سے فکرمند تھے، عیسائی اقوام کی حالت کفر وضلال اور ان کے آئندہ فتنہ وشر کے سبب سے بھی جانگداز تھے اور سب اقوام عالم کی ہدایت کے لئے بیتاب۔ ہمیں اپنی تبلیغی مساعی میں آپؐ کی سی روحِ ہمدردی کے ساتھ کام کرنا چاہیے تا آیت اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد: ۸)☆ کے مصداق ٹھہریں۔

بَاْس شَدِيْد اور شر اکبر کے تعلق میں جہاں تک واقعات سے بحث ہے اس بارہ میں قرآنِ مجید کا بیان واضح ہے کہ موجودہ عقیدہ تثلیث باطل ہے یعنی کفارہ گناہ سے نجات کا باعث نہیں ہوسکتا بلکہ گناہ پر انسان کو جرأت دلاتا اور نڈر کرتا ہے۔ گناہ سے بچنے کے لئے حقیقی راہ خدا کی تجلیات کا مشاہدہ ہے اور اس آنکھ کو پیدا کرنا ہے جو خدا کی عظمت کو دیکھ لے۔ زمینی آنکھ بے نور ہوتی ہے جب تک آسمانی روشنی کا طلوع اور ظہور نہ ہو۔

غرض قرآنِ مجید کی بَاْس شَدِيْد سے متعلق صراحت کے بعد ہمیں دیکھنا اور فیصلہ کرنا ہے کہ دجل کے لغوی معنی اور دجال کے اوصاف کن قوموں پر صادق آتے ہیں۔ تجارت کے ذریعہ سے کون زمین پر چھا گیا ہے۔ وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا o (الكهف: ۱۰۵) صنعت میں کمال حاصل کرنے والے کون ہیں۔ دَجَل کے ایک معنی ملمع سازی ہے، اس فن میں کن لوگوں کو مہارت حاصل ہے۔ سینما کی ایجاد کس طرح تخریب اخلاق کا باعث ہے۔ لٹریچر کے ذریعہ سے عقائد دینیہ کو کس نے بگاڑا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وجود سے کھلم کھلا انکار کون قومیں کر رہی ہیں اور کون

☆ {ترجمہ از تفسیر صغیر: تو صرف ایک آگاہ (اور ہوشیار) کرنے والا ہے اور ہر ایک قوم کے لیے (خدا کی طرف سے) ایک راہنما (بھیجا جاچکا) ہے۔}

روحانی آنکھ سے بے نور اور دنیوی آنکھ سے دیدہ وَر ہیں۔ کن لوگوں نے جھوٹ فریب کو سیاست میں اپنایا ہے اوران کے نزدیک یہ امر برا نہیں سمجھا جاتا۔ کن اقوام کی طرف سے مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا ہے اوران کے ہاتھ سے حکومتیں یکے بعد دیگرے نکل گئیں یا وہ ضعف واضمحلال کا شکار ہوئیں اور کون اس زمین پر فتنہ وفساد اور ہلاکت آفرینی اور عالمگیر تباہی و بربادی کا باعث بنا کہ اس سے قبل دنیا میں اس کی مثال نہیں۔

مذکورہ بالا سوالوں کا جواب مختصر اور صرف ایک ہے کہ وہ صلیب پرست قومیں ہیں جن کا ذکر مع ان کے حسن وقبح کے سورۃ الکہف میں بطور انذار وتبشیر وارد ہوا ہے اوران سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو ہوشیار کیا گیا ہے۔ یہ کہ شانِ ربوبیت ان کی تاریخ سے ہویدا ہے۔ نہایت پست حالت سے بیدار ہوئیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی دعوتِ توحید قبول کی اور کلمہ توحید پر مَر مٹیں اوراس کے لئے انتہائی ظلم وستم سہے۔ اس جہت سے یہ قومیں كَانُوْا مِنْ آيٰتِنَا عَجَبًا (الکھف:١٠) خدا تعالیٰ کے احسانِ عظیم کا مورد بنیں کہ قرونِ مظلمہ میں ریگستانِ عرب سے روشن شدہ مشعل ہدایت کے انوار سے مستفید ہوئیں۔ سپین وغیرہ ممالک کے مسلمان معلمین کی تعلیم وتربیت سے انہیں عقل وعلم حاصل ہوا اور پھر اس کے بعد ان میں ایک دوسرا انقلاب آیا: كَفَرُوْا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآءِهٖ (الکھف:١٠٦) اپنے ربّ کے احسانات کی ناشکری کی اوراس کی ملاقات کا انکار۔ جس مسیح سے کلمہ توحید کا سبق حاصل کیا تھا اوراس کلمہ کی خاطر قربانیاں کیں اسی مسیح کو خدا سمجھنے لگیں۔ عقیدہ تثلیث اور کفارہ کو نجات کے لیے کافی سمجھنے لگیں اور جن مسلمانوں کے فیوض سے مستفید ہوئی تھیں انہی مسلمانوں سے تثلیث وکفارہ کی پیچ میں ان کی ٹھن گئی۔ سپین میں مسلمانوں کا مذبحہ عظیمہ تاریخ عالم کا المناک سانحہ ہے جو بھولا نہیں جاسکتا۔ طرابلس، شام اور ہندوستان وغیرہ ممالک اسلامیہ کی داستان بأسِ شدید کی طویل شرح ہے جو الگ تفصیلات کی محتاج ہے۔ نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ ملک گیری کی ہوس اور دنیا کی حرص وآز میں جگہ جگہ کشت وخون اور ساری زمین کو تہہ و بالا کرنے کے آتش افگن زہر افشاں جہنمی آلات تک ایجاد کر لئے گئے ہیں: اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ٥ (الکھف:١٠٥)☆ غاروں کے توحید پرست پناہ گزینوں کی تثلیث پرست اولادیں دنیا کی زندگی میں ہی کھوئی گئیں اورانہیں گھمنڈ ہے کہ وہ صناعت میں ماہر ہیں۔

غرض غایت درجہ ایجازِ بلیغ سے عیسائی تاریخ کے دونوں پہلو اس کا حسن وقبح اوراس کا اوّل وآخر سورۂ کہف میں مذکور اور واقعات سے مشہود ہے۔ جس کے بعد فتنہ دجال کی مصداق اقوام معین طور پر معلوم کرنے میں کسی اور نشاندہی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

صحیح بخاری کی کتاب احادیث الانبیاء کا یہ خاتمہ اپنے آغاز کے اعتبار سے قابل قدر ہے۔ اَلْأَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ

☆ ترجمہ از تفسیر صغیر: (یہ وہ لوگ ہیں) جن کی (تمام تر) کوشش اس ورلی زندگی میں ہی غائب ہوگئی ہے اور (اس کے ساتھ) وہ (یہ بھی) سمجھتے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

روحیں صف آراء ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی شیطان کے مقابل پر صف آرائی کا منتہیٰ وخاتمہ کسرِ صلیب وقتل دجال ہے جو اَزل سے مسیح موعود کے ہاتھوں سے مقدر تھا لیکن ظاہری تلوار وحربہ سے نہیں بلکہ آسمانی تدبیر سے۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم اس تدبیر کو سمجھیں اور اسے اختیار کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گداخت کا نمونہ ہو اور دنیا کی سلامتی کے لئے دل گداز ہوں اور دعاؤں میں لگ جائیں اور تبلیغ کا حق ادا کریں۔ بھولی بھٹکی قوموں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھا جائے کہ اسلام کے نور سے وہ محروم ہیں۔ الفاظ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ کے سوالیہ فقرے سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ہمارے وہم وگمان سے بھی بڑھ کر الٰہی ربوبیت کی شان ظاہر ہوسکتی ہے جو مسلمانوں کے لئے موعودہ بشارت کی حامل ہو۔

پیشتر اس سے کہ ابواب زیرِ شرح کا مضمون ختم کیا جائے سورۃ الکہف کی ان سات آیات کی طرف توجہ منعطف کی جاتی ہے جو امام بخاریؒ نے ضمنی عنوان میں نمایاں کی ہیں۔ یہ آیات توحید پرست عیسائیوں کی ابتدائی حالت اور ان کی بود وباش سے ہی متعلق ہیں اور جن غاروں میں وہ پناہ گزین تھے یا شمال مغربی یورپ میں زیرِ زمین رہا کرتے تھے، ان کی جائے وقوع آیت وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزَاوَرُ...... (الکہف: ۱۸) سے متعین ہوتی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۴۲۹، ۴۳۰۔

بَاب۵۳: حَدِيْثُ الْغَارِ

غار والوں کا قصہ

۳۴۶۵: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ خَلِيْلٍ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ {يَمْشُوْنَ☆} إِذْ أَصَابَهُمْ مَطَرٌ فَأَوَوْا إِلَى غَارٍ فَانْطَبَقَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ إِنَّهُ وَاللهِ

۳۴۶۵: اسماعیل بن خلیل نے ہم سے بیان کیا کہ علی بن مسہر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبیداللہ بن عمر سے، عبیداللہ نے نافع سے، نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دفعہ تین شخص ان لوگوں میں سے جو تم سے پہلے تھے، {☆جا رہے تھے کہ اتنے میں} ان پر بارش ہونے لگی اور انہوں نے ایک غار میں پناہ لی۔ پھر وہ غار ان پر بند ہوگئی تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: اللہ کی قسم! تمہیں صرف اخلاص ہی نجات

☆فتح الباری مطبوعہ بولاق میں یہاں "يَمْشُوْنَ" کا لفظ ہے (فتح الباری جزء۶ حاشیہ صفحہ ۶۱۸) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

يَا هَؤُلَاءِ لَا يُنْجِيْكُمْ إِلَّا الصِّدْقُ فَلْيَدْعُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بِمَا يَعْلَمُ أَنَّهُ قَدْ صَدَقَ فِيْهِ فَقَالَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّهُ كَانَ لِي أَجِيْرٌ عَمِلَ لِي عَلَى فَرَقٍ☆ مِنْ أَرُزٍّ فَذَهَبَ وَتَرَكَهُ وَأَنِّي عَمَدْتُ إِلَى ذَلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهُ فَصَارَ مِنْ أَمْرِهِ أَنِّي اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَأَنَّهُ أَتَانِي يَطْلُبُ أَجْرَهُ فَقُلْتُ لَهُ اعْمِدْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ فَسُقْهَا فَقَالَ لِي إِنَّمَا لِي عِنْدَكَ فَرَقٌ مِنْ أَرُزٍّ فَقُلْتُ لَهُ اعْمِدْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ فَإِنَّهَا مِنْ ذَلِكَ الْفَرَقِ فَسَاقَهَا فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا فَانْسَاحَتْ عَنْهُمُ الصَّخْرَةُ فَقَالَ الْآخَرُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّهُ كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ وَكُنْتُ آتِيْهِمَا كُلَّ لَيْلَةٍ بِلَبَنِ غَنَمٍ لِي فَأَبْطَأْتُ عَنْهُمَا لَيْلَةً فَجِئْتُ وَقَدْ رَقَدَا وَأَهْلِي وَعِيَالِي يَتَضَاغَوْنَ مِنَ الْجُوْعِ فَكُنْتُ لَا أَسْقِيْهِمْ حَتَّى يَشْرَبَ أَبَوَايَ

دے سکتا ہے۔اس لئے تم میں سے ہر ایک شخص نے جو اخلاص سے کام کیا ہے اس کے توسل سے دعا کرے تو ان میں سے ایک نے یوں دعا کی: اے میرے اللہ! تو جانتا ہے کہ میرا ایک مزدور تھا جس نے میرے لئے ایک فرق☆ چاولوں کی اجرت پر کام کیا۔ پھر وہ چلا گیا اور چاول چھوڑ دیئے، نہ لئے۔ پھر میں نے وہ ایک فرق چاول لئے اور انہیں بو دیا۔ پھر اس کی پیداوار اتنی ہوئی کہ میں نے اس میں سے گائے بیل خرید لئے۔ پھر یوں ہوا کہ وہ میرے پاس اپنی مزدوری مانگنے آیا۔ میں نے اسے کہا کہ ان گائے بیل کی طرف جاؤ اور ان کو ہانک کر لے جاؤ۔ یہ سن کر اس نے مجھ سے کہا: میرے تو تمہارے پاس صرف ایک فرق چاول تھے۔ میں نے اس سے کہا کہ ان کی طرف جاؤ کیونکہ یہ ایک فرق چاول سے خرید کردہ ہیں۔ چنانچہ وہ ان کو ہانک کر لے گیا۔ (اے اللہ!) اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیرے خوف سے کیا تھا تو ہم سے یہ مشکل دور کر۔ اس پر وہ پتھر ان سے پھٹ کر ہٹ گیا اور دوسرے نے یوں دعا کی: اے میرے اللہ! تیرے علم میں ہے کہ میرے بہت ہی بوڑھے ماں باپ تھے اور میں ہر رات ان کے لئے اپنی بکریوں کا دودھ لایا کرتا تھا۔ ایک رات مجھے ان کے پاس آنے میں دیر ہوگئی اور میں ایسے وقت میں ان کے پاس آیا کہ وہ دونوں سو گئے تھے اور میرے بچے اور بیوی بھوک سے

☆ فَرَق: ایک پیمانہ جو تین صاع یا سولہ رِطل کا تھا (النہایۃ فی غریب الحدیث) اس کا اندازہ تقریباً ۹ سیر ہے۔

فَكَرِهْتُ أَنْ أُوْقِظَهُمَا وَكَرِهْتُ أَنْ أَدَعَهُمَا فَيَسْتَكِنَّا لِشَرْبَتِهِمَا فَلَمْ أَزَلْ أَنْتَظِرُ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا فَانْسَاحَتْ عَنْهُمْ الصَّخْرَةُ حَتَّى نَظَرُوْا إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ الْآخَرُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّهُ كَانَ لِي ابْنَةُ عَمٍّ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَأَنِّي رَاوَدْتُهَا عَنْ نَفْسِهَا فَأَبَتْ إِلَى أَنْ آتِيَهَا بِمِائَةِ دِيْنَارٍ فَطَلَبْتُهَا حَتَّى قَدَرْتُ فَأَتَيْتُهَا بِهَا فَدَفَعْتُهَا إِلَيْهَا فَأَمْكَنَتْنِي مِنْ نَفْسِهَا فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا فَقَالَتِ اتَّقِ اللهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ فَقُمْتُ وَتَرَكْتُ الْمِائَةَ الدِّيْنَارِ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ مِنْ خَشْيَتِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا فَفَرَّجَ اللهُ عَنْهُمْ فَخَرَجُوْا.

چلّا رہے تھے۔ میرا طریق تھا کہ جب تک میرے والدین دودھ نہ پی لیتے، میں ان (بچوں) کو پلایا نہیں کرتا تھا۔ میں نے ناپسند کیا کہ ان دونوں کو جگاؤں اور یہ بھی ناپسند کیا کہ انہیں چھوڑ دوں اور وہ اپنی جھونپڑی ہی میں پڑے دودھ پینے کا انتظار کرتے رہیں۔ اس لئے میں انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ پس اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیرے خوف سے کیا تھا تو یہ مصیبت ہم سے دور کر۔ اس پر وہ پتھر ان کے اوپر سے اتنا ہٹ گیا کہ انہوں نے آسمان کو دیکھ لیا۔ پھر تیسرے نے یوں دعا کی: یااللہ! تیرے علم میں ہے کہ میرے چچا کی ایک بیٹی تھی جو تمام لوگوں میں سے مجھے نہایت ہی پیاری تھی اور یہ کہ میں نے اسے بدی کی ترغیب دی۔ اس نے نہ مانا مگر اس شرط پر کہ میں اسے ایک سو اَشرفیاں لا دوں۔ میں نے ان کی جستجو کی یہاں تک کہ ان کو حاصل کر لیا۔ پھر میں اس کے پاس لے آیا اور اس کے حوالے کر دیں۔ اس پر اس نے مجھے اپنے پاس آنے دیا۔ جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا: اللہ کی ناراضگی سے بچ اور اس مہر کو جائز طریق کے سوا مت توڑ۔ یہ سنتے ہی میں کھڑا ہو گیا اور میں نے ایک سو دینار بھی اس کے پاس چھوڑ دیئے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیرے خوف کی وجہ سے کیا تھا تو تُو یہ مصیبت ہم سے دور کر۔ چنانچہ اللہ نے ان سے مصیبت دور کر دی اور وہ تینوں نکل آئے۔

اطرافہُ: ٢٢١٥، ٢٢٧٢، ٢٣٣٣، ٥٩٧٤۔

باب ٥٤

٣٤٦٦: حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَا امْرَأَةٌ تُرْضِعُ ابْنَهَا إِذْ مَرَّ بِهَا رَاكِبٌ وَهِيَ تُرْضِعُهُ فَقَالَتْ اللَّهُمَّ لَا تُمِتِ ابْنِي حَتَّى يَكُوْنَ مِثْلَ هَذَا فَقَالَ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ ثُمَّ رَجَعَ فِي الثَّدْيِ وَمُرَّ بِامْرَأَةٍ تُجَرَّرُ وَيَلْعَبُ بِهَا فَقَالَتْ اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِي مِثْلَهَا فَقَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا فَقَالَ أَمَّا الرَّاكِبُ فَإِنَّهُ كَافِرٌ وَأَمَّا الْمَرْأَةُ فَإِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ لَهَا تَزْنِي وَتَقُوْلُ حَسْبِيَ اللهُ وَيَقُوْلُوْنَ تَسْرِقُ وَتَقُوْلُ حَسْبِيَ اللهُ.

اطرافهُ: ١٢٠٦، ٢٤٨٢، ٣٤٣٦.

۳۴۶۶: ابوالیمان نے ہم سے بیان کیا کہ شعیب نے ہمیں بتایا کہ ابوالزناد نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے عبدالرحمٰن سے روایت کی۔ عبدالرحمٰن نے ان کو بتایا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے: ایک بار ایک عورت اپنے بیٹے کو دودھ پلا رہی تھی۔ اتنے میں ایک سوار اس کے سامنے سے گذرا اور وہ اس کو دودھ پلا رہی تھے۔ وہ بولی: اے اللہ! میرے بیٹے کو نہ ماریو جب تک کہ اس جیسا نہ ہوجائے۔ (یہ سن کر) وہ بچہ بولا: اے اللہ! مجھے اس جیسا نہ بنائیو۔ پھر وہ پستان سے دودھ پینے لگ گیا۔ پھر ایک عورت کو لے کر گذرے جسے گھسیٹ رہے تھے۔ اس سے ہنسی مخول کر رہے تھے۔ وہ کہنے لگی: اے اللہ! میرے بیٹے کو اس عورت جیسا نہ بنائیو۔ وہ بولا: اے اللہ! مجھے اس جیسا بنا۔ وہ بچہ کہنے لگا: وہ جو سوار ہے وہ تو کافر ہے اور یہ جو عورت ہے اس کو کہہ رہے ہیں کہ تو زنا کرتی ہے اور وہ کہتی ہے کہ اللہ ہی مجھے جانتا ہے کہ میں پاک دامن ہوں۔ اسی طرح لوگ کہتے ہیں کہ تو چوری کرتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ اللہ ہی مجھے جانتا ہے کہ میں نے ایسا فعل کبھی نہیں کیا۔

٣٤٦٧: حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ تَلِيْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي جَرِيْرٌ

۳۴۶۷: سعید بن تلید نے ہم سے بیان کیا کہ (عبداللہ) بن وہب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا:

ابْنُ حَازِمٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا كَلْبٌ يُطِيْفُ بِرَكِيَّةٍ كَادَ يَقْتُلُهُ الْعَطَشُ إِذْ رَأَتْهُ بَغِيٌّ مِنْ بَغَايَا بَنِي إِسْرَائِيْلَ فَنَزَعَتْ مُوْقَهَا فَسَقَتْهُ فَغُفِرَ لَهَا بِهِ.

طرفهُ: ٣٣٢١.

جریر بن حازم نے مجھے بتایا۔ انہوں نے ایوب سے، ایوب نے محمد بن سیرین سے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی ﷺ نے فرمایا: ایک بار ایک کتا ایک کنوئیں پر گھوم رہا تھا۔ قریب تھا کہ پیاس اس کو مار ڈالے۔ اتنے میں بنی اسرائیل کی کنچنیوں میں سے ایک کنچنی نے اسے دیکھ لیا۔ اس نے اپنا موزہ اتارا اور اس کتے کو پانی پلایا۔ اس سبب سے اس کو بخش دیا گیا۔

٣٤٦٨: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ فَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِنْ شَعَرٍ وَكَانَتْ فِي يَدَيْ حَرَسِيٍّ فَقَالَ يَا أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هَذِهِ وَيَقُوْلُ إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو إِسْرَائِيْلَ حِيْنَ اتَّخَذَ هَذِهِ نِسَاؤُهُمْ.

اطرافهُ: ٣٤٨٨، ٥٩٣٢، ٥٩٣٨.

۳۴۶۸: عبداللہ بن مسلمہ (قعنبی) نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے مالک سے، مالک نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے حُمَید بن عبدالرحمٰن سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ سے جس سال انہوں نے حج کیا، سنا جبکہ وہ منبر پر کھڑے تھے۔ انہوں نے بالوں کا ایک پوٹلا لیا اور وہ ان کے پہریدار کے ہاتھ میں تھا اور کہنے لگے: اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ ایسا کرنے سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل اس وقت ہلاک ہوئے کہ جب ان کی عورتوں نے یہ کام شروع کیا۔

٣٤٦٩: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ

۳۴۶۹: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اپنے

أَبِيْهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهُ قَدْ كَانَ فِيْمَا مَضَى قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ وَإِنَّهُ إِنْ كَانَ فِي أُمَّتِي هَذِهِ مِنْهُمْ فَإِنَّهُ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ.

طرفہ: ۳۶۸۹۔

باپ سے، ان کے باپ نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا کہ تم سے پہلے جو اُمتیں گذری ہیں ان میں محدَّث ہوا کرتے تھے اور اگر میری اس امت میں ان میں سے کوئی ہے تو وہ عمر بن خطابؓ ہیں۔

٣٤٧٠: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الصِّدِّيْقِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيْلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ إِنْسَانًا ثُمَّ خَرَجَ يَسْأَلُ فَأَتَى رَاهِبًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ هَلْ مِنْ تَوْبَةٍ قَالَ لَا فَقَتَلَهُ فَجَعَلَ يَسْأَلُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ ائْتِ قَرْيَةَ كَذَا وَكَذَا فَأَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهِ نَحْوَهَا فَاخْتَصَمَتْ فِيْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَى هَذِهِ أَنْ تَقَرَّبِي وَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَى هَذِهِ أَنْ تَبَاعَدِي وَقَالَ قِيْسُوْا

۳۴۷۰: محمد بن بشار نے ہم سے بیان کیا کہ محمد بن ابی عدی نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے شعبہ سے، شعبہ نے قتادہ سے، قتادہ نے ابوالصدیق ناجی (بکر بن قیس) سے، انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوسعیدؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ پھر وہ مسئلہ پوچھنے کے لئے نکلا اور ایک راہب کے پاس آیا اور اس سے کہنے لگا کہ کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ یہ سن کر اس نے اس کو بھی مار ڈالا اور پھر وہ اسی طرح مسئلہ پوچھنے لگا تو ایک شخص نے اس سے کہا: فلاں فلاں بستی میں جاؤ تو راستے میں اس کو موت نے آلیا اور مرتے وقت اس نے اپنے سینے کو اس بستی کی طرف جھکا دیا۔ اب اس کے متعلق رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے جھگڑنے لگے۔ اللہ نے اس بستی کو وحی کی کہ اس کے قریب ہوجا اور اللہ نے اس بستی کو جہاں سے وہ نکلا تھا حکم دیا کہ اس سے

مَا بَيْنَهُمَا فَوُجِدَ إِلَى هَذِهِ أَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهُ.

دور ہو جا۔ پھر فرشتوں سے فرمایا: دونوں بستیوں کے درمیان جو فاصلہ ہے اس کو ناپو۔ تو اس بستی کے جس کی طرف جانے کا قصد رکھتا تھا، ایک بالشت زیادہ قریب پایا گیا۔ اس لئے اس کو بخش دیا گیا۔

٣٤٧١: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ بَيْنَا رَجُلٌ يَسُوْقُ بَقَرَةً إِذْ رَكِبَهَا فَضَرَبَهَا فَقَالَتْ إِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهَذَا إِنَّمَا خُلِقْنَا لِلْحَرْثِ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللهِ بَقَرَةٌ تَكَلَّمُ فَقَالَ فَإِنِّي أُوْمِنُ بِهَذَا أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا هُمَا ثَمَّ وَبَيْنَمَا رَجُلٌ فِي غَنَمِهِ إِذْ عَدَا الذِّئْبُ فَذَهَبَ مِنْهَا بِشَاةٍ فَطَلَبَ حَتَّى كَأَنَّهُ اسْتَنْقَذَهَا مِنْهُ فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ هَذَا اسْتَنْقَذْتَهَا مِنِّي فَمَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِي فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللهِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ قَالَ فَإِنِّي أُوْمِنُ بِهَذَا أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا

۳۴۷۱: علی بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان (بن عیینہ) نے ہمیں بتایا کہ ابوالزناد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے اعرج سے، اعرج نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ۔ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی۔ پھر لوگوں سے متوجہ ہوئے اور فرمایا: ایک بار کوئی شخص ایک گائے کو ہانکے لے جا رہا تھا۔ اتنے میں اس پر سوار ہو گیا، اس کو مارا۔ وہ بولی: ہم اس غرض کے لئے نہیں پیدا کئے گئے۔ ہم تو صرف کھیتی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ لوگ سن کر کہنے لگے: سبحان اللہ! گائے بھی باتیں کرتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: میں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ اس پر یقین رکھتے ہیں اور وہ دونوں وہاں موجود نہ تھے۔ اور ایک بار کوئی شخص اپنی بکریوں میں تھا کہ اتنے میں بھیڑیئے نے حملہ کیا اور ان میں سے ایک بکری لے گیا۔ وہ (مالک) اس کے پیچھے لگا، یہاں تک کہ اس نے اس بکری کو اس سے چھڑا لیا۔ اتنے میں بھیڑیا اس سے بولا: بھلا یہ بکری تو تم نے مجھ سے چھڑا لی ہے مگر اس زمانے میں اس کا کون نگران ہوگا جبکہ میرے سوا اس کا کوئی چرواہا نہ ہوگا۔ لوگوں نے سن کر کہا: سبحان اللہ!

هُمَا ثَمَّ. وَحَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

اطرافهُ: ٢٣٢٤، ٣٦٦٣، ٣٦٩٠.

بھیڑیا بھی بات کرتا ہے۔آپؐ نے فرمایا: میں تو اس پر یقین رکھتا ہوں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی۔ اور وہ دونوں وہاں موجود نہ تھے۔ اور علی (بن عبداللہ مدینی) نے ہمیں بتایا۔ سفیان (بن عُیَینہ) نے مِسْعَر سے، مِسْعَر نے سعد بن ابراہیم سے، سعد نے ابوسلمہ سے، ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی حدیث روایت کی۔

٣٤٧٢: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى رَجُلٌ مِّنْ رَجُلٍ عَقَارًا لَهُ فَوَجَدَ الرَّجُلُ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ فِي عَقَارِهِ جَرَّةً فِيْهَا ذَهَبٌ فَقَالَ لَهُ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ خُذْ ذَهَبَكَ مِنِّي إِنَّمَا اشْتَرَيْتُ مِنْكَ الْأَرْضَ وَلَمْ أَبْتَعْ مِنْكَ الذَّهَبَ وَقَالَ الَّذِي لَهُ الْأَرْضُ إِنَّمَا بِعْتُكَ الْأَرْضَ وَمَا فِيْهَا فَتَحَاكَمَا إِلَى رَجُلٍ فَقَالَ الَّذِي تَحَاكَمَا إِلَيْهِ أَلَكُمَا وَلَدٌ قَالَ أَحَدُهُمَا لِي غُلَامٌ وَقَالَ الْآخَرُ لِي جَارِيَةٌ قَالَ أَنْكِحُوْا الْغُلَامَ

۳۴۷۲: اسحاق بن نصر نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالرزاق نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے معمر سے، معمر نے ہمام سے، ہمام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے کسی شخص سے اس کی زمین خریدی۔ جس شخص نے وہ زمین لی تھی، اس نے اس کی زمین میں ایک گھڑا پایا جس میں سونا تھا۔ تو جس شخص نے اس زمین کو لیا تھا اس نے کہا: مجھ سے اپنا سونا لے لو کیونکہ ہم نے تو تم سے صرف زمین خریدی ہے اور تم سے سونا نہیں خریدا اور وہ شخص جس کی زمین تھی کہنے لگا: میں نے تمہیں زمین اور جو کچھ اس میں تھا بیچا ہے۔ آخر وہ دونوں ایک شخص کے پاس تصفیہ کے لیے گئے تو اس شخص نے جس کے پاس وہ جھگڑا نپٹانے کے لئے گئے تھے، پوچھا: کیا تمہاری اولاد ہے؟ ان میں سے ایک نے کہا: ہاں ایک لڑکا اور دوسرے نے کہا: میری ایک لڑکی ہے۔ تو اس نے کہا:

الْجَارِيَةَ وَأَنْفِقُوْا عَلَى أَنْفُسِهِمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقَا.

لڑکے کا اس لڑکی سے نکاح کردو اور اس سونے سے ان دونوں پر خرچ کرو اور صدقہ بھی دو۔

٣٤٧٣: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ وَعَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَسْأَلُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ مَاذَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الطَّاعُوْنِ فَقَالَ أُسَامَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّاعُوْنُ رِجْسٌ أُرْسِلَ عَلَى طَائِفَةٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيْلَ أَوْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَإِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِنْهُ قَالَ أَبُو النَّضْرِ لَا يُخْرِجْكُمْ إِلَّا فِرَارًا مِنْهُ.

اطرافهُ: ٥٧٢٨، ٦٩٧٤.

۳۴۷۳: عبدالعزیز بن عبداللہ (اویسی) نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: مالک نے مجھے بتایا۔ انہوں نے محمد بن منکدر اور ابوالنضر سے، جو عمر بن عبیداللہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان دونوں نے عامر بن سعد بن ابی وقاص سے، عامر نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے ان سے کہا۔ وہ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے پوچھتے تھے: آپؐ نے طاعون کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا؟ حضرت اسامہؓ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاعون ایک نہایت ہی سخت عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر نازل کیا گیا یا فرمایا: ان پر بھیجا گیا جو تم سے پہلے تھے۔ اس لئے جب تم سنو کہ کسی جگہ پر یہ بیماری پھیل گئی ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی جگہ پر یہ بیماری پھیل جائے اور تم وہاں ہو تو اس سے بھاگ کر نہ نکلو۔ ابونضر نے یوں کہا: تمہاری اگر اس سے بھاگنے ہی کی نیت ہو تو یہ نیت تمہیں وہاں سے نہ نکالے۔

٣٤٧٤: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي الْفُرَاتِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ يَّحْيَى بْنِ يَعْمَرَ

۳۴۷۴: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ داؤد بن ابی الفرات نے ہمیں بتایا کہ عبداللہ بن بریدہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے یحيٰ بن یعمر سے، یحيٰ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللهُ عَلَى مَنْ يَّشَاءُ وَأَنَّ اللهَ جَعَلَهُ رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ يَقَعُ الطَّاعُوْنُ فَيَمْكُثُ فِي بَلَدِهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُصِيْبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ شَهِيْدٍ.

نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کی زوجہ سے روایت کی کہ وہ کہتی تھیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے مجھے بتایا: وہ ایک عذاب ہے جس کو اللہ جن پر چاہتا ہے بھیجتا ہے اور یہ کہ اللہ نے اس کو مومنوں کے لئے رحمت بنایا ہے جو کوئی بھی طاعون میں مبتلا ہو اور وہ اپنے شہر میں ہی صبر کر کے اس کی رضامندی کی خاطر ٹھہرا رہے اور وہ یقین رکھے کہ اسے صرف وہی مصیبت پہنچے گی جو اللہ نے اس کے لئے لکھ دی ہے تو ضرور اس کو ایک شہید جتنا ثواب ہوگا۔

اطرافہُ: ٥٧٣٤، ٦٦١٩.

٣٤٧٥: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُوْمِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ فَقَالُوْا وَمَنْ يُكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا وَمَنْ يَّجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللهِ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ ثُمَّ قَالَ

۳۴۷۵: قُتَیبہ بن سعید نے ہم سے بیان کیا کہ لیث نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عروہ سے، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ قریش کو اس مخزومی عورت کے معاملہ نے فکر میں ڈال دیا تھا، جس نے چوری کی تھی۔ انہوں نے کہا: کون اس کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرے گا؟ لوگوں نے کہا: سوائے اسامہ بن زیدؓ کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے اور کون آپؐ کے پاس جرأت کرسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت اسامہؓ نے آپؐ سے کہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اللہ کی سزاؤں میں سے کسی سزا کے متعلق سفارش کرتے ہو۔ پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور تقریر کرتے ہوئے فرمایا: تم

إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ أَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا.

سے جو پہلے تھے، ان کو صرف اسی بات نے ہلاک کر دیا کہ ان کی عادت تھی کہ جب ان میں کوئی بڑا چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور اگر ان میں سے غریب چوری کرتا تو اس کے خلاف سزا کا فیصلہ کرتے۔ اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) چوری کرے گی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالوں گا۔

اطرافهُ: ٢٦٤٨، ٣٧٣٢، ٣٧٣٣، ٤٣٠٤، ٦٧٨٧، ٦٧٨٨، ٦٨٠٠.

٣٤٧٦: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّزَّالَ بْنَ سَبْرَةَ الْهِلَالِيَّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ آيَةً وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ خِلَافَهَا فَجِئْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ وَقَالَ كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوْا فَهَلَكُوْا.

اطرافهُ: ٢٤١٠، ٥٠٦٢.

۳۴۷٦: آدم (بن ابی ایاس) نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا کہ عبدالملک بن میسرہ نے ہم سے بیان کیا، کہا: میں نے نزال بن سبرہ ہلالی سے سنا۔ وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: میں نے ایک شخص سے سنا کہ اس نے قرآن کی آیت ایسی طرز سے پڑھی کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی قرأت کے خلاف پڑھتے سنا تھا۔ میں اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا اور آپؐ کو بتایا۔ میں نے آپؐ کے چہرے سے ناپسندیدگی محسوس کی اور آپؐ نے فرمایا: تم دونوں ہی اچھا پڑھتے ہو اور آپس میں جھگڑا نہ کیا کرو کیونکہ جو لوگ تم سے پہلے تھے انہوں نے آپس میں جھگڑا کیا اور وہ ہلاک ہو گئے۔

٣٤٧٧: حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيْقٌ قَالَ عَبْدُ اللهِ كَأَنِّي أَنْظُرُ

۳۴۷۷: عمر بن حفص نے ہم سے بیان کیا کہ میرے باپ نے ہمیں بتایا کہ اعمش نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: شقیق (بن سلمہ) نے مجھ سے بیان کیا کہ

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِي نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمَوْهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَيَقُوْلُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ.

حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) نے کہا: گویا میں نبی ﷺ کو اَب بھی دیکھ رہا ہوں کہ نبیوں میں سے ایک نبی کا حال آپؐ سنا رہے ہیں جس کو اس کی قوم نے مار مار کر لہولہان کر دیا تھا اور وہ اپنے چہرے سے خون پونچھ رہے تھے اور کہتے جاتے تھے: اے اللہ! میری قوم کو بخش کیونکہ وہ نہیں جانتے (کہ میں اللہ کا رسول ہوں)

طرفہ: ٦٩٢٩۔

٣٤٧٨: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَبْدِ الْغَافِرِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا كَانَ قَبْلَكُمْ رَغَسَهُ اللهُ مَالًا فَقَالَ لِبَنِيْهِ لَمَّا حُضِرَ أَيَّ أَبٍ كُنْتُ لَكُمْ قَالُوْا خَيْرَ أَبٍ قَالَ فَإِنِّي لَمْ أَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ فَإِذَا مُتُّ فَأَحْرِقُوْنِي ثُمَّ اسْحَقُونِي ثُمَّ ذَرُّوْنِي فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ فَفَعَلُوْا فَجَمَعَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ قَالَ مَخَافَتُكَ فَتَلَقَّاهُ بِرَحْمَتِهِ. وَقَالَ مُعَاذٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ

۳۴۷۸: ابوالولید نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے قتادہ سے، قتادہ نے عقبہ بن عبدالغافر سے، عقبہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوسعیدؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ تم سے پہلے ایک شخص تھا جس کو اللہ نے بہت مال دیا تھا۔ جب اس کی موت کا وقت آیا۔ اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: میں تمہارا کیسا باپ تھا؟ انہوں نے کہا: آپ بہت اچھے باپ تھے۔ اس نے کہا: میں نے کبھی کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا۔ پھر مجھے پیسنا اور کسی آندھی کے دن میرے ذرات کو بکھیر دینا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ عزوجل نے اس کے ذرات کو اکٹھا کیا اور فرمایا: تمہیں اس فعل پر کس نے آمادہ کیا؟ اس نے عرض کیا: تیرے ڈرنے ہی۔ یہ جواب سن کر اللہ نے اسے اپنی آغوشِ رحمت میں لے لیا۔ اور معاذ نے کہا: شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے قتادہ سے روایت کی، کہا: میں نے عقبہ بن عبدالغافر

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اطرافهُ: ٦٤٨١، ٧٥٠٨.

سے سنا۔ انہوں نے کہا: میں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے سنا۔ انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی۔

٣٤٧٩: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ قَالَ عُقْبَةُ لِحُذَيْفَةَ أَلَا تُحَدِّثُنَا مَا سَمِعْتَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ إِنَّ رَجُلًا حَضَرَهُ الْمَوْتُ لَمَّا أَيِسَ مِنَ الْحَيَاةِ أَوْصَى أَهْلَهُ إِذَا مُتُّ فَاجْمَعُوْا لِي حَطَبًا كَثِيْرًا ثُمَّ أَوْرُوْا نَارًا حَتَّى إِذَا أَكَلَتْ لَحْمِي وَخَلَصَتْ إِلَى عَظْمِي فَخُذُوْهَا فَاطْحَنُوْهَا فَذَرُّوْنِي فِي الْيَمِّ فِي يَوْمٍ حَارٍّ أَوْ رَاحٍ فَجَمَعَهُ اللّٰهُ فَقَالَ لِمَ فَعَلْتَ قَالَ خَشْيَتَكَ فَغَفَرَ لَهُ قَالَ عُقْبَةُ وَأَنَا سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ.

۳۴۷۹: مسدد نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے عبدالملک بن عُمَیر سے، عبدالملک نے رِبعی بن حِراش سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: حضرت عقبہؓ (بن عمرو ابومسعود انصاری) نے حضرت حذیفہؓ سے کہا: کیا آپؓ ہمیں وہ باتیں نہیں بتائیں گے جو آپؓ نے نبی ﷺ سے سنیں؟ انہوں نے کہا: میں نے آپؐ کو فرماتے سنا کہ ایک شخص تھا جس پر موت کا وقت آیا اور جب وہ زندگی سے بالکل مایوس ہوگیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے لئے بہت سی لکڑیاں اکٹھی کرنا پھر آگ سلگا کر مجھ کو جلا دینا۔ جب وہ میرے گوشت کو بھسم کر لے اور میری ہڈیوں تک پہنچ جائے تو ان ہڈیوں کو لے کر ان کو پیسنا اور میری راکھ کو سمندر میں جس دن گرمی ہو یا فرمایا: جس دن ہوا چل رہی ہو، بکھیر دینا۔ اللہ نے اس کو اکٹھا کیا اور فرمایا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا: تیرے ڈر کی وجہ سے۔ تو اللہ نے اسے بخش دیا۔ حضرت عقبہؓ نے کہا: اور میں نے بھی آپؐ کو یہ بیان کرتے سنا۔

حَدَّثَنَا مُوْسَى حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ وَقَالَ فِي يَوْمٍ رَاحٍ.

اطرافهُ: ٣٤٥٢، ٦٤٨٠.

موسیٰ (بن اسماعیل) نے ہم سے بیان کیا کہ ابوعوانہ نے ہمیں بتایا کہ عبدالملک نے ہم سے بیان کیا اور انہوں نے (یوں) کہا کہ جس دن ہوا چل رہی ہو۔

٣٤٨٠: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يُدَايِنُ النَّاسَ فَكَانَ يَقُوْلُ لِفَتَاهُ إِذَا أَتَيْتَ مُعْسِرًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا قَالَ فَلَقِيَ اللهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ.

طرفهُ: ٢٠٧٨.

۳۴۸۰: عبدالعزیز بن عبداللہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن سعد نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے ابن شہاب سے، ابن شہاب نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے، عبیداللہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص تھا جو لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے خدام سے کہا کرتا تھا کہ جب تم کسی شخص کو تنگدست پاؤ تو اس سے درگذر کرو۔ شاید اللہ ہم سے بھی درگذر کرے۔ آپؐ نے فرمایا: چنانچہ وہ اللہ سے ملا تو اس نے (اسی نیکی کی وجہ سے) اس سے درگذر کر دیا۔

٣٤٨١: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُسْرِفُ عَلَى نَفْسِهِ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ قَالَ لِبَنِيْهِ إِذَا أَنَا مُتُّ فَأَحْرِقُوْنِي ثُمَّ اطْحَنُوْنِي ثُمَّ ذَرُّوْنِي فِي الرِّيْحِ فَوَاللهِ لَئِنْ قَدَرَ اللهُ عَلَيَّ لَيُعَذِّبَنِّي عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ أَحَدًا فَلَمَّا مَاتَ فُعِلَ بِهِ ذَلِكَ فَأَمَرَ اللهُ الْأَرْضَ فَقَالَ اجْمَعِي مَا فِيْكِ مِنْهُ فَفَعَلَتْ فَإِذَا

۳۴۸۱: عبداللہ بن محمد (مسندی) نے مجھ سے بیان کیا کہ ہشام نے ہمیں بتایا کہ معمر نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زہری سے، زہری نے حُمَید بن عبدالرحمٰن سے، حُمَید نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی ﷺ سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: ایک شخص بہت گناہ کیا کرتا تھا۔ جب موت کا وقت اس پر آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا ڈالنا، پھر مجھے پیسنا اور ہوا میں بکھیر دینا۔ اللہ کی قسم! اگر میرے اللہ نے مجھ پر قابو پا لیا تو وہ مجھے ضرور ایسی سزا دے گا کہ اس نے کسی کو بھی نہ دی ہوگی۔ جب وہ مر گیا تو اس سے ایسا ہی کیا گیا۔ اللہ نے زمین کو حکم دیا اور فرمایا: جو ذرات اس کے تم میں ہیں ان کو اکٹھا کرو۔ زمین نے وہ سب ذرات اکٹھے کر دیئے اور کیا دیکھا کہ وہ کھڑا ہے۔ اللہ نے

هُوَ قَائِمٌ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ قَالَ يَا رَبِّ خَشْيَتُكَ فَغَفَرَ لَهُ وَقَالَ غَيْرُهُ مَخَافَتُكَ يَا رَبِّ.

طرفهُ: ٧٥٠٦.

فرمایا: جوتم نے کیا ہے اس پر کس بات نے آمادہ کیا؟ وہ بولا: اے میرے رب! تیرے ڈر نے ہی۔ اللہ نے اس پر پردہ پوشی فرماتے ہوئے اس سے درگذر فرمایا۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کے سوا اَوروں نے یوں کہا: تیرے خوف نے اے میرے ربّ ایسا کرنے پر آمادہ کیا۔

٣٤٨٢: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ لَا هِيَ أَطْعَمَتْهَا وَلَا سَقَتْهَا إِذْ حَبَسَتْهَا وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ.

اطرافهُ: ٢٣٦٥، ٣٣١٨.

۳۴۸۲: عبداللہ بن محمد بن اسماء نے مجھ سے بیان کیا کہ جویریہ بن اسماء نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے نافع سے، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے سزا دی گئی جس نے اس کو دیر تک قید☆ کر رکھا یہاں تک کہ وہ بھوک سے مرگئی اور اس وجہ سے وہ (عورت) دوزخ میں داخل ہوئی۔ نہ تو اس نے بلی کو کچھ کھلایا اور نہ ہی پانی پلایا۔ اس نے اس کو روک رکھا۔ نہ خود کھانا دیا اور نہ اس کو چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھاتی۔

٣٤٨٣: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ عَنْ زُهَيْرٍ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَةُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ

۳۴۸۳: احمد بن یونس نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے زُہَیر سے روایت کی کہ منصور نے ہمیں بتایا کہ رِبعی بن حراش سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت ابومسعود عقبہ (بن عمرو انصاریؓ) نے ہم سے بیان کیا، کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں نے جو پہلے انبیاء کی باتوں میں سے روایتاً بات یاد رکھی، ان

☆ عمدۃ القاری میں اس جگہ لفظ سَجَنَتْهَا ہے۔ (عمدۃ القاری جزء١٦ صفحہ٦٣) ترجمہ اس کے مطابق ہے۔

فَافْعَلْ مَا شِئْتَ.

اطرافہُ: ٣٤٨٤، ٦١٢٠۔

میں سے ایک یہ ہے کہ جب تُو شرم نہ کرے تو پھر جو تُو چاہے کر۔

٣٤٨٤: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ.

اطرافہُ: ٣٤٨٣، ٦١٢٠۔

۳۴۸۴: آدم نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے منصور سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے رِبعی بن حراش سے سنا۔ وہ حضرت ابومسعودؓ سے روایت کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں نے جو پہلے انبیاء کے کلام سے یاد رکھا ہے، اس میں سے یہ بھی ہے کہ جب تُو شرم نہ کرے تو پھر جو تُو چاہے کر۔

٣٤٨٥: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَجُرُّ إِزَارَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ خُسِفَ بِهِ فَهُوَ يُجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. تَابَعَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

طرفہُ: ٥٧٩٠۔

۳۴۸۵: بشر بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ (بن مبارک) نے ہمیں بتایا۔ یونس نے ہمیں بتایا کہ زُہری سے روایت ہے۔ (کہ انہوں نے کہا:) سالم نے مجھے بتایا کہ حضرت ابن عمرؓ نے ان سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص تکبر سے اپنے تہہ بند کو گھسیٹتے چلا آ رہا تھا کہ اتنے میں وہ زمین میں دھنسا دیا گیا اور وہ قیامت کے دن تک زمین میں لڑکھڑاتا ہوا چلا جا رہا ہے۔ یونس کی طرح عبدالرحمٰن بن خالد نے بھی زُہری سے یہی روایت نقل کی۔

٣٤٨٦: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنِي

۳۴۸۶: موسیٰ بن اسماعیل نے ہم سے بیان کیا کہ وُہَیب نے ہمیں بتایا۔ انہوں نے کہا: (عبداللہ) بن

ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْدَ كُلِّ أُمَّةٍ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأُوْتِيْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ فَهٰذَا الْيَوْمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ فَغَدًا لِلْيَهُوْدِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارَى.

طاؤس نے مجھ سے بیان کیا۔ انہوں نے اپنے باپ سے، ان کے باپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: ہم سب سے آخر ہیں اور قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے۔ ہاں ہر ایک امت کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں ان کے بعد دی گئی۔ تو یہ (جمعہ کا دن) وہ دن ہے جس کے متعلق انہوں نے اختلاف کیا۔ کل کا دن یہود کا ہے اور کل کے بعد نصاریٰ کا۔

اطرافہ: ۲۳۸، ۸۷٦، ۸۹٦، ۲۹٥٦، ٦٦۲٤، ٦۸۸۷، ۷۰۳٦، ۷٤۹٥.

٣٤٨٧: عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمٌ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ.

۳۴۸۷: اور سات دنوں میں ایک دن ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنا سر اور جسم دھوئے۔

اطرافہ: ۸۹۷، ۸۹۸.

٣٤٨٨: حَدَّثَنَا آدَمُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ ابْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَدِمَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ الْمَدِيْنَةَ آخِرَ قَدْمَةٍ قَدِمَهَا فَخَطَبَنَا فَأَخْرَجَ كُبَّةً مِنْ شَعَرٍ فَقَالَ مَا كُنْتُ أُرَى أَنَّ أَحَدًا يَفْعَلُ هٰذَا غَيْرَ الْيَهُوْدِ وَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَّاهُ الزُّوْرَ يَعْنِي الْوِصَالَ فِي الشَّعَرِ. تَابَعَهُ غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ.

۳۴۸۸: آدم نے ہم سے بیان کیا کہ شعبہ نے ہمیں بتایا کہ عمرو بن مرہ نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے سعید بن مسیّب سے سنا۔ انہوں نے کہا: حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ جب آخری دفعہ مدینہ میں آئے تو ہم سے مخاطب ہوئے اور بالوں کا ایک گچھا نکالا اور کہا: میں نہیں سمجھتا تھا کہ یہود یوں کے سوا اور بھی ایسا کرتا ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام فریب رکھا ہے یعنی بالوں میں پیوند لگانے کا۔ آدم کی طرح غندر نے بھی شعبہ سے اس حدیث کو روایت کیا۔

اطرافہ: ۳٤٦۸، ٥۹۳۲، ٥۹۳۸.

تشریح: کتاب الانبیاء ایسے باب پر ختم کی گئی ہے جس میں متفرق روایات مذکور ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو وقتاً فوقتاً کسی سابقہ قوم بنی اسرائیل وغیرہ کے بیان کردہ قصص سناتے اور نیکی کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً روایت نمبر ۳۴۶۷، ۳۴۸۲ سے ظاہر ہے کہ جانوروں سے رحم کا سلوک بھی نجات کا باعث ہوسکتا ہے اور ان کو کھانے پینے سے محروم رکھنا سزائے جہنم کا مستوجب ہے۔ روایت نمبر ۳۴۷۰، ۳۴۷۴ سے ظاہر ہے کہ رحمت الٰہی بے پایاں ہے اور توبہ کا دروازہ بند نہیں خواہ کوئی کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو۔

ان روایتوں میں بعض ایسی روایتیں بھی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ پہلی امتوں میں مکالمہ الٰہیہ جاری تھا اور مکاشفات سے لوگ بہرہ ور ہوتے تھے۔ مثلاً باب کی پہلی روایت (نمبر ۳۴۶۶) میں دودھ پیتے بچے کی گفتگو سننے کا تعلق مکاشفہ سے ہے۔ اسی طرح روایت نمبر ۳۴۷۱ میں بیان کردہ واقعہ جس میں گائے اور بھیڑیئے کو بات کرتے سنا گیا۔ روایت نمبر ۳۴۶۹ میں بتایا گیا ہے کہ اس امت میں بھی محدث ہوں گے بشرطیکہ تقویٰ اور خشیت اللہ اور اطاعت الٰہی سے کام لیا جائے۔ روایات نمبر ۳۴۷۲، ۳۴۷۸، ۳۴۸۰ اور ۳۴۸۱ میں تقویٰ اور خشیت کا نمونہ مذکور ہے اور روایت ۳۴۷۵ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقویٰ اور اطاعت الٰہی میں آپؐ کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا گیا ہے۔

روایت نمبر ۳۴۸۰ میں ایک دوسرے سے نیک سلوک اور روایات نمبر ۳۴۸۳، ۳۴۸۴ میں شرم وحیا کے بارے میں تلقین کی گئی ہے۔ اور روایت نمبر ۳۴۸۵ میں تکبر سے اور نمبر ۳۴۷۶، ۳۴۸۶ میں باہمی اختلاف سے منع کیا گیا ہے اور روایت ۳۴۶۸ میں حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کا قول نقل کیا گیا ہے جس میں بموقع حج علمائے مدینہ کو مخاطب کیا اور انہوں نے پیوند شدہ بالوں کا گچھا دکھلا کر توجہ دلائی کہ یہ دیکھو مسلمانوں کی عورتیں یہود کی نقل کر رہی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی طرف توجہ دلائی کہ بنی اسرائیل اس وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے غیر قوموں کا چال چلن اختیار کیا۔ یہی روایت نمبر ۳۴۸۸ میں نئی سند سے دہرائی گئی ہے کہ یہ فرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینوں اور علمائے امت پر عائد ہوتا ہے کہ وہ امت کو غیر قوموں کی مشابہت سے روکیں اور پند ونصیحت سے ان کے اندر نیکی قائم رکھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین کا نمونہ کتاب الانبیاء کے آخر میں اسی غرض سے نقل کیا گیا ہے۔ عامۃ الناس کہاوت کی صورت میں نیک اثر آسانی سے قبول کرتے ہیں اور اس امر کی ممانعت نہیں کہ غیر قوموں کی اچھی باتیں سنائی جائیں اور وعظ ونصیحت اور نیک تلقین کی غرض سے مسلمانوں کے لئے جمعہ کا دن مقرر کیا گیا ہے۔ اس کا ذکر روایت نمبر ۳۴۸۶ میں ہے جس سے یہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ ایسی تلقین علمائے امت کا فرض واجبی ہے۔

اس تعلق میں روایت نمبر ۳۴۷۷ سے یہ بتایا کہ نیک تلقین میں اس بات کی مطلق پرواہ نہ کی جائے کہ کوئی نصیحت سے بگڑتا ہے یا کسی کے برا منانے سے پند ونصیحت ترک کردی جائے بلکہ قوم سے ہمدردی اور اس کی خیر خواہی کا جذبہ غالب اور مقدم رہنا چاہیے۔ آخر ایسے بھی نبی گذرے ہیں کہ قوم نے مار مار کر لہولہان کردیا اور وہ اس کے لئے

مغفرت ورحم کی دعا کرتے ہیں۔ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حال وقال تھا جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰی آثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ أَسَفًا ٥ (الکھف:۷) (کیا) اگر وہ اس عظیم الشان کلام پر ایمان نہ لائیں تو تُو ان کے غم میں شدت افسوس کی وجہ سے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دے گا۔(ترجمہ از تفسیر صغیر)

نبوت کی برکات سے کوئی قوم اسی وقت تک متمتع رہ سکتی ہے جب تک اسے روحانی طور پر زندہ رکھا جائے۔ یہ بات حسن تلقین اور آیات اللہ کی تجلی کے دائمی مشاہدہ سے حاصل ہوسکتی ہے۔ جس کے لئے ایک ذمہ داری علمائے امت پر عائد ہوتی ہے اور دوسری ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور میں اپنے اوپر لی ہے، فرمایا ہے: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور: ۵۶) یعنی اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا۔(ترجمہ از تفسیر صغیر)

چنانچہ روایت نمبر ۳۴۶۹ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بھی اس بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ پہلی امتوں میں محدث گذرے ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی سے مشرف لوگ اور اس وقت میری امت میں عمرؓ کو بھی یہ شرف حاصل ہے۔فقرہ اِنْ كَانَ فِيْ أُمَّتِيْ مِنْهُمْ شک اور تردد کے مفہوم میں وارد نہیں ہوا، یہ اسلوب کلام ہے۔آپؐ کو یقینی طور پر معلوم تھا، نہ اس سے پایا جاتا ہے کہ امت میں ان کے سوا کسی اور کو مقامِ محدثیت حاصل نہیں۔صحابہ کرامؓ میں اور بھی اس سے شرف یاب تھے، مرد بھی اور عورتیں بھی۔ان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا درجہ صدیقیت پر فائز تھیں لیکن یہ خوش نصیب افراد ادباً اظہار کم کرتے تھے۔امام ابن حجرؒ اپنی شرح میں اسی روایت کے تعلق میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی نسبت جس امید وتوقع کا اظہار فرمایا تھا وہ فی الواقع پوری ہوئی اور حضرت عمرؓ کے سوا امت میں اور بھی بے شمار محدث ہوئے ہیں۔ اس بارہ میں ان کے الفاظ یہ ہیں: وَقَدْ وَقَعَ بِحَمْدِ اللّٰهِ مَا تَوَقَّعَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَوَقَعَ مِنْ ذَلِکَ لِغَيْرِهِ مَا لَا يُحْصَى ذِكْرُهُ. (فتح الباری جزء۶ صفحہ۶۳۲)
بعثت مجددین کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَّنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا ☆ اللہ تعالیٰ ضرور اس امت کے لئے ہر صدی کے آغاز پر ایسا شخص مبعوث فرمائے گا جو اس کے لئے دین کو تازہ کرے گا۔غرض یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا جو اب تک پورا ہوتا چلا آیا ہے۔اس کی تفصیل میں مجھے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ان مجددین کے نام اور کارنامے تاریخ اسلام میں محفوظ ہیں اور ان کے سوا اور بھی اولیاء اللہ امت محمدیہ میں بکثرت ہوئے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا ہے۔

☆ (ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب ما یذکر فی قرن المائة)

باب زیرشرح کے تعلق میں صرف یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ نزولِ مسیح کے ابواب کے ضمن میں مذکورہ بالا حدیث کا ذکر اس غرض سے ہے کہ مسیح محمدی بھی ان موعودہ مجددین میں سے ایک مجددِ وقت ہوگا جس کا شمار محدَّثین میں سے ہے اور مماثلت روحانی کے اعتبار سے وہ اسی طرح مقامِ نبوت پر فائز ہوگا جس طرح مسیح موسوی۔ وہ شارعِ نبی نہیں ہوگا بلکہ تابع شریعت اسلام اور اس کے ہاتھوں آسمانی حربہ سے کسر صلیب، قتل دجال کی مہم سر ہوگی۔ خارق عادت نشان ظاہر ہوں گے۔ جن کے ذریعہ سے جہاں احیائے ملت کا کام سرانجام پائے گا وہاں انبیاء علیہم السلام کے بالمقابل برپا شدہ طاغوتی جنگوں کا بھی خاتمہ ہوگا۔ پہلا کام بصد مشکل اور دوسرا آسان کہ وہ آسمانی تدبیر سے حل ہوگا۔ لفظ مُحَدِّث (دال کی زیر سے) بات کرنے والا اور مُحَدَّث (دال کی زبر سے) جس سے باتیں کی جائیں یعنی اللہ تعالیٰ سے ہم کلام۔ مقامِ محدَّثیت بلند شان روحانی مقام ہے۔ یہ معمولی نہ سمجھا جائے۔

روایت نمبر ۳۴۷۳ میں طاعون کو رِجس کہا گیا ہے۔ خود قرآنِ مجید میں اس آیت کا ذکر ہے جس میں بنی اسرائیل بطور سزائے الٰہی مبتلا کئے گئے تھے۔ (سورۃ البقرۃ آیت ٦٠) امت کو اس سے آگاہ کیا گیا ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتابیات

قرآن کریم

قرآن کریم : ۱-تفسیر صغیر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔
۲-اُردو ترجمہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حقائق الفرقان: تفسیری نکات از حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ
ناشر: نظارت اشاعت ربوہ پاکستان، مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔

تفسیر کبیر: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ۔ مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔

The Holy Quran With English Translation and Commentary,
Published under the auspices of Hazrat Mirza Bashir-Ud-Din Mahmud Ahmed Second Successor of the Promised Messiah,
Published by: Sadr Anjuman Ahmadiyya Qadian India, 1947.

The Holy Quran, with English translation & short commentary,
Edited by: Malik Ghulam Farid Sahib,
Published by: Islam International Publications Limited, 2003.

Translation of the Holy Quran by Muhammad Ali,
Ahmadiyya Building Lahore, 1928,
Printed by Unwin Brothers Limited London & Woking.

جامع البيان فی تأويل القرآن: أبوجعفر محمد بن جرير الطبري (المتوفى ۳۱۰ھ)
مؤسسة الرسالة – الطبعة الأولى۔ ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰م

مفاتيح الغيب (تفسير الرازی): محمد بن عمر فخر الدين الرازی۔ (متوفی ۶۰۶ھ)
دار الفكر۔ ۱۹۸۱م۔

تفسير ابن أبی حاتم: ابن أبی حاتم الرازي (المتوفى ۳۲۷ھ)
مكتبة نزار مصطفٰى الباز۔ الرياض۔ الطبعة الأولٰى، ۱۹۹۷ء

روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی:
ابو الفضل شہاب الدین محمود الألوسی البغدادی– (المتوفی ۱۲۷۰ھ)
دارالکتب العلمیة– بیروت لبنان۔ الطبعة الثانیة–۲۰۰۵م/۱۴۲۶ھ۔
تفسیر القرآن الحکیم (تفسیر المنار): محمد رشید بن علي رضا (متوفی ۱۳۵۴ھ)
الهیئة المصریة العامة للکتاب، ۱۹۹۰م
تفسیر المظهری: محمد ثناء اللّٰہ مظہری – مکتبة رشیدیة باکستان، ۱۴۱۲ھ
مترجم: پیر محمد کرم شاہ الازہری، ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ،
ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور پاکستان، ۲۰۰۲ء/ ۱۴۲۳ھ۔
تفہیم القرآن: ابو الأعلی مودودی – *ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔*
تفہیمات: ابو الأعلی مودودی – *زیر اہتمام: اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، لاہور۔*
مطبع حیدری پرنٹرز لاہور۔ ۲۰۰٦ء۔
التحریر والتنویر: محمد الطاهر ابن عاشور التونسی - (المتوفی ۱۳۹۳ھ)
الدار التونسیة ، تونس –۱۹۸۴م

کتب لمتون الحدیث

صحیح البخاری: *ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری*–(المتوفی ۲۵٦ھ)
i. **فتح الباری** – احمد بن علی بن حجر العسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ)
مطبوعه دار السلام الریاض– الطبعة الاولیٰ –۲۰۰۰ء
ii. **فتح الباری** –احمد بن علی بن حجر العسقلانی–
المطبعة الأمیریة ببولاق بمصر– ۱۳۰۱ھ
iii. **فتح الباری** –احمد بن علی بن حجر العسقلانی–
المطبع الأنصاري دہلی– ۱۳۰۵ھ
iv. **صحیح البخاری**–قدیمی کتب خانه آرام باغ کراچی۔۱۳۵۷ھ
v. **عمدة القاری**-بدرالدین ابومحمدمحمودبن احمدالعینی(المتوفی۸۵۵ھ)
داراحیاء التراث العربی۔ بیروت لبنان
vi. **صحیح الإمام البخاری** مطبوعة عن النسخة الیونینیة
مطبوعه دار طوق النجاة۔ الطبعة الأولیٰ - ۱۴۲۲ھ
صحیح مسلم: مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری – (المتوفی ۲٦۱ھ)
دارالسلام۔ الریاض۔ الطبعة الاولیٰ۔۱۹۹۸ء

جامع ترمذی: ابو عیسیٰ محمد بن عیسی بن سورۃ الترمذی – (المتوفی ۲۷۹ھ)
دار السلام۔ الریاض۔ الطبعۃ الاولیٰ۔ ۱۹۹۹ء

سنن ابی داوٗد: ابو داؤد سلیمان بن الأشعث السجستانی الأزدی – (المتوفی ۲۷۵ھ)
دار السلام ۔ الریاض۔ الطبعۃ الاولیٰ۔ ۱۹۹۹ء

سنن نسائی: ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائی – (متوفی ۳۰۳ھ)
دارالسلام ۔ الریاض۔ الطبعۃ الاولیٰ۔ ۱۹۹۹ء

سنن ابن ماجہ: ابو عبد اللّٰہ محمد بن یزید القروینی – (المتوفی ۲۷۵ھ)
دار السلام۔ الریاض۔ الطبعۃ الاولیٰ۔ ۱۹۹۹ء

مؤطا امام مالک: مالک بن انس – (المتوفی ۱۷۹ھ)
دار إحیاء التراث العربی، ۱۹۸۵ء

مسند احمد بن حنبل: احمد بن محمد بن حنبل ابو عبد اللّٰہ الشیبانی – (المتوفی ۲۴۱ھ)
دار الفکر العربی ، المکتب الاسلامی بیروت۔
مسند أحمد مذیلۃ بأحکام شعیب الأرنؤوط، مؤسسۃ قرطبۃ – القاہرۃ۔

صحیح ابن خزیمۃ: محمد بن إسحاق بن خزیمۃ ابو بکر السلمی النیسابوری (المتوفی ۳۱۱ھ)
المکتب الإسلامی بیروت – ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء

صحیح ابن حبان: محمد بن حبان بن احمد ابوحاتم التمیمی – (المتوفی ۳۵۴ھ)
بترتیب ابن بلبان **المسمی** الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان
مؤسسۃ الرسالۃ بیروت۔ الطبعۃ الثالثۃ۔ ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء

المستدرک علی الصحیحین: ابو عبد اللّٰہ الحاکم النیسابوری – (المتوفی ۴۰۵ھ)
دارالمعرفۃ بیروت۔لبنان۔ الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۸۶ء

مصنف ابن ابی شیبہ: ابو بکر عبد اللّٰہ بن محمد بن ابی شیبۃ الکوفی – (المتوفی ۲۳۵ھ)
ادراۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ ، گارڈن ایسٹ کراچی پاکستان، ۱۹۸۵ء

مصنف عبدالرزاق: ابو بکرعبد الرزاق بن ہمام الصنعانی – (المتوفی ۲۱۱ھ)
المکتب الاسلامی بیروت۔ الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۰۳ھ

سنن الدارقطنی: علی بن عمر ابو الحسن الدار قطنی البغدادی –(متوفی ۳۸۵ھ)
(۱)دار المحاسن القاہرۃ۔ (۲)دار المعرفۃ بیروت۔ ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء

مسند الحمیدي: عبد اللّٰہ بن الزبیر أبو بکر الحمیدي
دار الکتب العلمیۃ بیروت، مکتبۃ المتنبي القاھرۃ

مسند أبی یعلی احمد بن علی بن المثنی ابو یعلی الموصلی التمیمی–
دار المأمون للتراث دمشق۔ الطبعة الاولیٰ۔١٤٠٤ھ/١٩٨٤ء

الأدب المفرد: محمد بن اسماعیل ابو عبد اللّٰہ البخاری الجعفی– (المتوفی ٢٥٦ھ)
دار البشائر الإسلامیة بیروت۔ الطبعة الثالثة۔١٤٠٩ھ/ ١٩٨٩ء

المستخرج لأبی عوانة: یعقوب بن إسحاق بن ابراهیم أبو عوانة – (متوفی ٣١٦ھ)
دار المعرفة بیروت۔ ١٤١٩ھ

المدخل إلی السنن الکبریٰ للبیهقی: احمد بن الحسین بن علی البیهقی– (متوفی ٤٥٨ھ)
دار الخلفاء للکتاب الإسلامی بالکویت – ١٤٠٤ھ

الأسرار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة (المعروف بالموضوعات الکبریٰ):
نور الدین علی بن محمد بن سلطان (المشهور بالملا علی القاری)
دار الکتب العلمیة بیروت– الطبعة الاولیٰ–١٤٠٥ھ/١٩٨٥ء

کتب لِشرح الحدیث وعلوم الحدیث

فتح الباری : احمد بن علی بن حجر العسقلانی– (المتوفی ٨٥٢ھ)
مطبوعہ دارالسلام الریاض، الطبعة الاولیٰ –٢٠٠٠ء

عمدة القاری: بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی– (المتوفی ٨٥٥ھ)
داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان

تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری : احمد بن علی بن حجر العسقلانی– (المتوفی ٨٥٢ھ)
المکتب الإسلامی بیروت لبنان، الطبعة الأولی - ١٤٠٥ھ

معجم الصحابة : أبو القاسم عبد اللّٰہ بن محمد بن عبد العزیز البغوي– (المتوفی ٣١٧ھ)
مکتبة دار البیان الکویت- الطبعة الأولیٰ ٢٠٠٠م

فضائل الصحابة: أحمد بن حنبل أبو عبد اللّٰہ الشیباني
مؤسسة الرسالة ، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٩٨٣م

مقدمة ابن خلدون : عبد الرحمٰن بن محمد ابن خلدون– (المتوفی ٨٠٨ ھ)
دار الفکر بیروت۔ ٢٠٠١م

تاریخ بغداد: أحمد بن علي أبو بکر الخطیب البغدادي
دار الکتب العلمیة بیروت۔

کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

براہین احمدیہ حصہ چہارم: روحانی خزائن جلد۱

آئینہ کمالاتِ اسلام: روحانی خزائن جلد۵

منن الرحمٰن: روحانی خزائن جلد۹

تریاق القلوب: روحانی خزائن جلد۱۵

براہین احمدیہ حصہ پنجم: روحانی خزائن جلد۲۱

تذکرہ:

ازالہ اوہام: روحانی خزائن جلد۳

اَتمام الحجۃ: روحانی خزائن جلد۸

اسلامی اصول کی فلاسفی: روحانی خزائن جلد۱۰

کشتی نوح: روحانی خزائن جلد۱۹

چشمہ معرفت روحانی خزائن-جلد۲۳

کتب السیر والتاریخ والفقہ واللغات

السيرة النبوية لابن هشام: عبد الملك بن ہشام- (متوفی ۲۱۳ھ)
دار الجیل بیروت۔ الطبعة الأولیٰ- ۱۴۱۱ھ

الطبقات الکبریٰ: محمد بن سعد بن منیع الزہری (متوفی ۲۳۰ھ)
دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان- الطبعة الأولیٰ ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶م

تاریخ دمشق : علی بن الحسن المعروف بابن عساکر (متوفی ۵۷۱ھ)
دار الفکر - بیروت۔

تاریخ دول العرب والإسلام: محمد طلعت حرب-
المطبعة الکبریٰ الأمیریة ببولاق مصر، الطبعة الأولیٰ ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸م

قطف الزهور فی تاریخ الدهور: یوحنا افندی ابکاریوس-
الطبعة الثانیة - بیروت ۱۸۸۵م

مروج الذهب ومعادن الجوهر: أبو الحسن علی بن الحسین المسعودي۔ (متوفی ۹۵۷ء)

تاریخ أبی الفداء (المختصر فی أخبار البشر): إسماعیل بن أبی الفداء۔
دار الکتب العلمیة لبنان، ۱۹۹۷م

تاج العروس: ابو فیض محمد مرتضٰی الحسینی الواسطی الزبیری الحنفی-
دارالفکر بیروت، الطبعة الاولیٰ -۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

لسان العرب: محمد بن مکرم بن علی بن احمد جمال الدین ابو الفضل الشہیر بابن المنظور
دار احیاء التراث العربی۔ الطبعة الاولیٰ -۱۹۸۸ء

أقرب الموارد فی فصح العربية والشوارد: سعید الخوری الشرتوتی اللبنانی۔
منشورات مكتبة آية اللّٰه العظمی المرعشی النجفی۔ایران۔۱۴۰۳ھ
النهاية فی غريب الحديث والأثر:
مجد الدین ابو السعادات المبارك بن محمد الشیبانی الجزری ابن الأثیر(المتوفی۶۰٦ھ)
دار إحياء التراث العربی بیروت لبنان– الطبعة الاولٰی–۱۴۲۲ھ
غريب الحديث: أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد ابن الجوزي
دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولٰی ۱۹۸۵م
القاموس المحيط: محمد بن یعقوب الفیروز آبادی
المنجد فی الأدب والعلوم: الاب فردينان توتل اليسوعي۔
المطبعة الكاثوليكية بيروت۔ الطبعة التاسعة عشرة–۱۹۵٦ء
اردولغت: *اردولغت بورڈ۔ترقی اردو بورڈ کراچی۔ایڈیشن اوّل۔۱۹۹۲ء۔*

الكتب الأخرٰی

الفتوحات المكية فی معرفة الأسرار المالكية والملكية:
محي الدين بن علی بن محمد بن احمد المعروف بابن العربی (المتوفی٦۳۸ھ)
دار إحياء التراث العربی، بیروت لبنان- الطبعة الأولٰی، ۱۹۹۸ء
التفهيمات الالٰهية: شاہ ولی الله الدهلوی (متوفی۱۱۷٦ھ)
شرح فصوص الحكم: شیخ عبد الرزاق القاشانی ۔ **المطبعة الميمنية بمصر**
اليواقيت والجواهر فی بيان عقائد الأكابر: عبد الوهاب بن احمد الشعرانی (متوفی۹۳۵ھ)
دار إحياء التراث العربی، بیروت لبنان۔
وفيات الأعيان وأنباء أهل الزمان: أبوالعباس أحمد بن محمد بن أبی بكر بن خلكان
دار صادر ۔ بیروت
ديوان حسان بن ثابت: ناشر: دار صادر، الطبعة الأولٰی ۲۰۰٦م
معجم المطبوعات: یوسف اليان سرکیس۔ القاهرة ۱۹۲۸م۔
☆☆☆
ریویو آف ریلیجنز اردو: جولائی۱۹۰۲ء۔جلد۲ نمبر۷۔
ناشر: انجمن اشاعت اسلام قادیان۔ مطبع:انوار اسلام پریس قادیان
☆☆☆

بائبل : کتاب مقدس (یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ) نارتھ انڈیا بیبل سوسیٹی- ۱۸۷۰ء

ارض القرآن: سید سلیمان ندوی- دارالاشاعت اردو بازار کراچی نمبرا۔

قصص القرآن: محمد حفظ الرحمن سیوہاروی، حذیفہ اکیڈمی الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور۔طبع جدید، ۲۰۰۱ء

مثنوی مولوی معنوی: مولانا جلال الدین رومی- مترجم قاضی سجاد حسین

ناشران: الفیصل، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔۱۹۷۸ء

مسدس حالی: الطاف حسین حالی، ناشر: اردو اکیڈمی کراچی

مطبع: باب الاسلام پریس کراچی، پانچواں ایڈیشن- جنوری ۱۹۸۵ء

بانگ درا: محمد اقبال علامہ- پبلشرز: شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ لاہور۔طبع چہل سوم، دسمبر ۱۹۸۶ء

☆☆☆

The Arabs A Short History Author: Philip Khuri Hitti
published by: Regmery Gateway 1996
ISBN :0895267063 , 9780895267061

The Jewish Encyclopedia,

projector & managing editor: Isidore Singer, edition: 1916.

published by: Funk and Wagnalls Company (New York & London)

The Encyclopedia Britannica,

by: The Encyclopedia Britannica Company Ltd. London.

Edition: 14th, 1929.

The Encyclopedia Biblica,

by: Thomas Kelly Cheyne and J. Sutherland Black.

GEORGE N. MORANG & COMPANY LIMITED, 1902.

The Historians' History of the World,

by: Henry Smith Williams LLD, fifth edition 1926.

published by: The Encyclopedia Britanica Co. Ltd.

(London & New York)

A History of World Civilization,

by: James Edgar Swain, First Edition, 1938,

McGraw-Hill Book Company, INC. New York, London.

The Maple Press Company, York, PA.

The Martyrdom of Man,

by: William Winwood Reade,

published by: Adamant Media Corporation , Elibron Classics. 2005.